ابنِ صفی

جلد نمبر
15

جاسوسی دنیا

45- خونی بگولے

46- لاشوں کا سوداگر

47- ہولناک ویرانے

48- لیونارڈ کی واپسی



حادثہ

لڑکال جنگل میں درخت کاٹنے والے مزدوروں نے اس انوکھے مزدور کو آج بھی حیرت سے دیکھا جو سر جھکائے بڑی مستعدی سے ایک درخت کے موٹے سے تنے پر کلہاڑا چلا رہا تھا۔ وہ روز ہی اسے حیرت سے دیکھتے تھے۔ پچھلے ایک ماہ سے وہ ان کے ساتھ کام کر رہا تھا لیکن اس دوران میں وہ شاید ہی کسی سے مخاطب ہوا ہو۔ کام شروع کرتے ہی وہ اس طرح درختوں پر پل پڑتا تھا جیسے صرف کلہاڑا ہی چلانے کے لئے پیدا ہوا ہو۔

عام قاعدہ تھا کہ ایک درخت پر بیک وقت دو مزدور کام کرتے تھے لیکن اس نے آج تک کسی مزدور کو اپنا ساتھی نہیں بنایا تھا۔ ایک درخت پر تنہا کام کرتا تھا لیکن پھر بھی اس کے درخت گرانے کا اوسط دوسروں سے ہمیشہ زیادہ ہوتا تھا۔ دوپہر کو جب دوسرے کھانا کھا کر آرام کرتے اس وقت بھی اس کا کام جاری رہتا۔ دوسرے مزدوروں نے آج تک اسے دوپہر کا کھانا کھاتے ہی نہیں دیکھا تھا۔

وہ ایک قوی ہیکل دراز قد جوان تھا۔ جلد کی رنگت سرخ و سفید، کشادہ پیشانی ڈاڑھی مونچھیں صاف، ایسا صاف ہوتا تھا جیسے وہ روزانہ شیو کرنے کا عادی ہو۔ اس کے دودھ جیسے شفاف پیر اس پر دلالت کرتے تھے کہ شاید ہی کبھی اپنی ساری عمر میں ننگے پیر چلا ہو۔ بہر حال اس کا تعلق مزدور طبقے سے نہیں معلوم ہوتا تھا۔

سپروائزر اس سے بہت خوش تھا لیکن اس لئے نہیں کہ وہ کام بہت تیز کرتا تھا بلکہ اس کی خوشی کی وجہ یہ تھی کہ وہ مزدور اپنی مزدوری کی آدھی اجرت بڑے سعادت مندانہ انداز میں اس

کی خدمت میں پیش کر دیا کرتا تھا۔ پھر ایسی صورت میں سپروائزر کو کیا پڑی تھی کہ وہ اس کے متعلق کچھ جاننے کی کوشش کرتا ورنہ اس کے لئے بھی مزدور کی شخصیت بڑی پُراسرار تھی اس نے سینکڑوں بار رات کا کھانا کھا چکنے کے بعد بیڑی سلگا کر اس عجیب و غریب مزدور کے متعلق بہت کچھ سوچا تھا۔ وہ اکثر اپنے بیوی بچوں میں بھی اس کا تذکرہ کرتا اور اس کی منجھلی لڑکی جو ساتویں جماعت کی طالبہ تھی، بڑے جوش سے کہتی۔

"دیکھ لینا بابا.... میری بات یاد رکھنا.... وہ یقیناً کسی ریاست کا کوئی پاگل شہزادہ ہے.... جو اپنے گھر والوں سے روٹھ کر یہاں چلا آیا ہے.... ایک دن اس کے نوکر چاکر اسے ڈھونڈتے ہوئے.... اِدھر آنکلیں گے اور اسے فوجیوں کے سے انداز میں سلیوٹ کریں گے.... تب بابا۔"

بوڑھا سپروائزر مسکرا کر خاموش ہو جاتا اور اس کی دھندلی آنکھیں ماضی میں جھانکنے لگتیں۔ اسے اپنا بچپن یاد آجاتا۔ جب وہ بھی اس قسم کی رومانی شہزادیوں کے خواب دیکھا کرتا تھا۔

اور پھر جب اس کی لڑکی ضد کرتی کہ وہ بھی اس مزدور کو دیکھے گی تو وہ اسے قہر آلود نظروں سے گھور کر بیڑی کے کش پر کش لینے لگتا۔ اسے ایسا محسوس ہوتا جیسے اس کی لڑکی نے اسے کوئی گندی سی گالی دے دی ہو۔

آج سپروائزر نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ اس مزدور سے اس کے متعلق ضرور پوچھے گا۔ وہ ٹہلتا ہوا اس کی طرف جا نکلا۔ مزدور بڑے انہماک سے درخت کے تنے پر کلہاڑا چلا رہا تھا اس کے سنہرے بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔

"میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" سپروائزر ہچکچاہٹ کے ساتھ بولا اور مزدور کا کلہاڑا اٹھا کا اٹھا رہ گیا۔ پھر وہ اسے زمین پر ٹیک کر سپروائزر کی طرف مڑا۔

اچانک سپروائزر کو ایسا محسوس ہوا جیسے مزدور کی وحشت زدہ آنکھوں سے ایک برقی رو نکل کر اس کے سارے جسم میں دوڑ گئی ہو۔ وہ بوکھلا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

لیکن پھر بھی اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ حیرت انگیز طور پر ہلکا ہو گیا ہو۔ اتنا ہلکا کہ ہوا کا ایک جھونکا بھی اس کے پیر زمین سے اکھاڑنے کے لئے کافی ہو گا۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" مزدور نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"ہم.... میں....!" سپروائزر ہکلایا۔ "یہی کہ تم.... کون ہو؟"

"میں ایک مزدور ہوں۔"

سپروائزر چند لمحے بغلیں جھانکتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "لیکن تم مزدور نہیں معلوم ہوتے۔"

"تو پھر میں کیا کروں۔ اس میں میرا کیا قصور ہے۔" مزدور مسکرا کر بولا۔

سپروائزر کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب وہ کیا کہے۔ اسے اس وقت اپنی لڑکی کی شہزادے والی بات یاد آگئی تھی۔

"تم کسی اچھے خاندان کے معلوم ہوتے ہو۔" سپروائزر نے بہت سوچ کر کہا۔

"یہ بھی میرا اپنا قصور نہیں۔"

"تم عجیب آدمی ہو۔" سپروائزر نے کہا لیکن اس دوران میں ایک بار بھی اس نے اس کی آنکھوں کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں کی۔

وہ چند لمحے وہاں کھڑا رہا پھر ہٹ آیا۔ مزدور نے اپنا کام پھر شروع کر دیا۔

"کچھ بھی ہو۔" سپروائزر نے اپنے دل میں کہا۔ "میں آج اس کا تعاقب ضرور کروں گا۔"

قریب ہی کے درخت کا ایک مزدور اپنا کام چھوڑ کر سپروائزر کے پیچھے لگ گیا۔

"کیوں....؟ کیا بات ہے....؟" سپروائزر کچھ دور جانے کے بعد پلٹ پڑا۔

"ار.... کچھ نہیں صاحب.... میں نے سوچا.... نہ جانے آپ کیا باتیں کر رہے ہوں۔"

"کیوں.... تم سے مطلب....؟"

"بات یوں ہے سرکار.... اپن کو کچھ گھٹالا جان پڑے ہے۔"

"کیا گھٹالا....؟"

"پتہ نہیں.... پر ہے کچھ گڑبڑ۔"

"جاؤ.... اپنا کام کرو۔" سپروائزر جھلا کر بولا۔

دوسری طرف سے وہ انوکھا مزدور ان سب سے بے نیاز اپنے کام میں بھڑا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے ہاتھ رکنا ہی نہ جانتے ہوں۔ ہر ضرب پر اس کے بازوؤں کی مچھلیاں ابھرتیں اور سینے کے مسلز تنتے اور پھر ڈھیلے ہو جاتے۔

اس کا سارا جسم پسینے سے بھیگا ہوا تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے اس کا احساس ہی نہ ہو۔

دن بھر جنگل میں کلہاڑوں کی آوازیں گونجتی رہیں۔ پھر شام کو اس جھونپڑی سے چھٹی کا

گھنٹہ بجایا گیا۔ جہاں سپروائزر دن بھر تاش کھیلا کرتا تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں پرندوں کے شور کے علاوہ اور ساری آوازیں دب گئیں۔ مزدور جھونپڑی کے گرد اکٹھا ہو کر اپنی دن بھر کی کارگزاریوں کا اندراج کرانے لگے۔ مگر وہ انوکھا مزدور ان سب سے الگ تھلگ ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگائے بیٹھا افق میں گھور رہا تھا۔ جب سب جا چکے تو وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھا اور جھونپڑی کے قریب آکر اپنے کام کی تفصیل لکھانے کے بعد اسی راستے پر چل پڑا جس سے سارے مزدور گذرے تھے۔

جب وہ کافی دور نکل گیا تو سپروائزر نے بھی اپنے کاغذات سنبھالے اور اس کے پیچھے چلنے لگا۔

مزدور اپنی دھن میں مست چلا جا رہا تھا۔ اس نے ایک بار بھی مڑ کر پیچھے نہ دیکھا پھر ان کے درمیان شاید پچاس گز کا فاصلہ رہ گیا۔

بوڑھے سپروائزر نے ربر سول کے جوتے پہن رکھے تھے اس لئے اس کے قدموں کی آواز زیادہ دور تک نہیں پھیل رہی تھی۔

وہ اس سڑک پر آگئے جو لڑکال جنگل کے وسط سے گذرتی تھی۔ سپروائزر کچھ دور تک سڑک پر چلتا رہا پھر سڑک کے نیچے اُتر کر درختوں کی آڑ لے کر چلنے لگا۔

تعاقب جاری رہا۔

حتیٰ کہ مزدور سڑک کے دوسرے سرے پر رک گیا۔ آگے میدان تھا لیکن درمیان میں ایک چھوٹا سا خشک نالہ پڑتا تھا جس کے گرد و پیش قدِ آدم جھاڑیاں تھیں۔ مزدور ادھر اُدھر دیکھ کر جھاڑیوں میں گھس گیا۔

سپروائزر کا دل شدت سے دھڑکنے لگا۔ وہ جہاں تھا وہیں رُک گیا۔

جھاڑیاں ہل رہی تھیں اور یہ اس بات کا مکمل ثبوت تھا کہ مزدور ابھی تک وہیں موجود ہے۔

تقریباً دس منٹ بعد سپروائزر نے جھاڑیوں میں کسی موٹر سائیکل کا پہیہ دیکھا اور پھر دوسرے ہی لمحے میں اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل کر رہ گئیں۔

اب اسے مزدور کون کہہ سکتا تھا۔

اس کے جسم پر نہایت نفیس قسم کا سوٹ تھا اور وہ موٹر سائیکل کو دھکیلتا ہوا جھاڑیوں سے باہر نکل رہا تھا۔

پھر موٹر سائیکل میدان میں فراٹے بھرنے لگی۔

اور سپر وائزر اسے افق کے دھندلکوں میں گم ہوتے دیکھتا رہا۔



کرنل فریدی کے اسسٹنٹ کیپٹن حمید پر آج کل شیطنت کا بھوت سوار تھا۔ جب شرارت حد سے گذر جائے تو اسے شیطنت ہی کہا جاسکتا ہے۔

اس نے آج سر شام ہی گرانڈیل احمق قاسم کو پکڑ لیا تھا اور پہلے تو اسے متعدد ہوٹلوں کے چکر کھلاتا رہا پھر ایک بار میں لے جاکر خوب اچھی طرح پلادی۔

قاسم شراب سے اسی طرح بدکتا تھا جیسے سانپ نیولے سے یا نیولا سانپ سے.... چونکہ ایک بار اسی سلسلے میں اس کے باپ کے ہاتھوں اس کی مرمت عمل میں آچکی تھی اس لئے وہ بہت زیادہ محتاط ہو گیا تھا۔

لیکن آج وہ پھنس ہی گیا۔

بار کا سائن بورڈ دیکھ کر وہ پہلے ہی ٹھٹکا تھا۔ مگر حمید نے کہا۔ "پئیں گے تھوڑا ہی بس یونہی.... بات یہ ہے کہ لڑکیاں یہیں ٹکراتی ہیں۔"

اس نے غلط نہیں کہا تھا۔ بار میں داخل ہوتے ہی حمید کی ایک پرانی شناسا اینگلو انڈین لڑکی مل گئی۔ وہ تنہا تھی۔ اس لئے خود ہی ان دونوں کے پیچھے لگ گئی وہ کچھ اسی قسم کی لڑکی تھی۔ دن بھر کسی آفس میں ٹائپسٹ کے فرائض انجام دیتی تھی اور شام کی تفریح کا بار کسی شناسا کی جیب پر ڈال دیتی تھی۔

وہ ایک خالی میز کے گرد جابیٹھے۔

"آج ملے ہو اتنے دنوں بعد۔" لڑکی حمید سے بولی۔

"اس خوشی میں کیا پیئو گی....؟"

"وہ تو بعد کی بات ہے...." لڑکی قاسم کو نیچے سے اوپر اور دائیں سے بائیں تک دیکھتی ہوئی بولی۔ "آپ کی تعریف....؟"

"آپ قاسم دیوزاد ہیں۔"

لڑکی شاید دیوزاد کو قاسم کی کنیت سمجھی۔ اس لئے اس نے بڑی سنجیدگی سے اپنا ہاتھ اس کی

طرف بڑھادیا اور حمید نے کہا۔

"آپ مس پی کاک ہیں۔"

"ب.... بڑی خو.... او.... شی.... ہو.... او.... ئی۔" قاسم مصافحہ کرتے وقت ہکلایا۔

"تم ہمیشہ دوسروں کا مذاق اڑانے پر تلے رہتے ہو۔" لڑکی تنک کر بولی۔ "نہیں جناب میرا نام یلیا مور ہے۔"

"میں نے مور کا ترجمہ کر دیا تھا۔" حمید نے کہا۔ "ہماری زبان میں مور ایک پرندے کو کہتے ہیں اور وہی پرندہ انگریزی میں پی کاک کہلاتا ہے۔"

"تو پھر میں اٹھ جاؤں۔" لڑکی جھلا کر بولی۔

"ان سے پوچھئے!" حمید نے قاسم کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اس وقت میزبان یہ ہیں۔"

قاسم کی سانس پھولنے لگی اور زبان خشک ہو کر تالو سے چپک گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ حمید کے اس جملے پر اسے کیا کہنا چاہئے۔ وہ خواہ مخواہ کھانسنے لگا۔

لڑکی اٹھنے لگی۔ لیکن حمید نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"یہ ناممکن ہے۔" اس نے کہا۔ "قاسم کو بہت رنج ہوگا۔"

"جی ہاں.... جی ہاں....!" قاسم بوکھلا کر بولا اور پھر کھانسنے لگا۔ حالانکہ شاید اسے ہفتوں سے کھانسی نہیں آئی تھی۔

لڑکی بیٹھ گئی۔

حمید نے پھر کہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ تم آج کل اتنی تنک مزاج کیوں ہو گئی ہو؟"

"میں نے بہت دیر سے پی نہیں۔" لڑکی بولی۔

"اوہ.... اچھا.... خیر.... میں تو پی نہیں سکوں گا۔" حمید نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "کیونکہ آج کل میرا گلا خراب ہے ڈاکٹر کی رائے ہے کہ میں کچھ دنوں کے لئے شراب بالکل چھوڑ دوں.... ویسے قاسم تمہارا ساتھ دیں گے۔"

"م.... مخ....!" قاسم حلق کے بل ہکلا کر رہ گیا۔

"اچھا.... میں ابھی آئی...." لڑکی نے کہا اور اٹھ کر دوسری میز پر چلی گئی جہاں سے اس کے کسی شناسا نے اسے اشارہ کیا تھا۔

"یہ کیا گھٹالا کر رہے ہو حمید بھائی۔" قاسم تھوک نگل کر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کیسا گھٹالا....؟" حمید اسے گھورنے لگا۔

"میں تو ہرگز نہ پیوں گا۔"

"ابے چپ اُلو.... وہ تجھے نرا.... ڈیوٹ سمجھے گی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے.... مگر....!"

"دیکھو بیٹا.... اب مجھ سے کبھی نہ کہنا کہ کسی لڑکی سے تعارف کرادو۔" حمید نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"ارے سنو تو حمید بھائی۔"

"میں کچھ نہیں سنتا۔" حمید نے اپنے لہجے میں کرختگی قائم رکھتے ہوئے کہا۔ "تعارف اینگلو انڈین لڑکیوں سے چاہتے ہو اور حرکتیں دیہاتیوں جیسی کرتے ہو۔"

قاسم نے کچھ کہنا چاہا مگر کہہ نہ سکا۔

حمید کی بکواس جاری رہی۔ "یہ لڑکیاں پیکڑ قسم کے آدمیوں کو بہت پسند کرتی ہیں۔ اور ہاں دیکھو! پیتے وقت بُرے بُرے سے منہ نہ بنانا ورنہ اناڑی سمجھے گی اور اس سے دو چار پگ آگے ہی رہنا۔ خبردار یہ نہ ظاہر ہونے پائے کہ تم کیپٹن حمید کی سوسائٹی کے لائق نہیں ہو۔"

"مم.... مگر.... میں پھر کیسے گھر جاؤں گا۔" قاسم نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"ابے گھر جانے کی ضرورت ہی کیا ہے.... میں تم دونوں کو گرینڈ ہوٹل میں ایک کمرہ دلوادوں گا۔"

"ارے باپ رے....!" قاسم نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پہلو بدلا۔

"کیوں....؟"

"کِس.... نہیں....!" قاسم کی زبان پھر لڑکھڑانے لگی۔

"بس بس خاموش.... وہ آرہی ہے۔"

قاسم جلدی سے سیدھا ہو کر پتھر کے بت کی طرح بیٹھ گیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے خلاء میں گھور رہا تھا اور اس کی سانس اس طرح پھول رہی تھی جیسے وہ کسی پہاڑ پر چڑھتے چڑھتے رک کر

دم لینے لگا ہو۔

لڑکی آکر بیٹھ گئی۔

حمید نے بیرے کو اشارہ سے بلا کر کہا۔ "وہسکی.... دو جگہ.... اور صاحب کے گلاس میں تین بڑے پگ ڈالنا....!"

"تین بڑے پگ....؟" لڑکی نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں یہ ہمیشہ تین پگ سے شروع کرتے ہیں۔" حمید لاپرواہی سے بولا اور قاسم مضطربانہ انداز میں پہلو بدلنے لگا۔

لڑکی نے ایک بار پھر اس کے ڈیل ڈول کو تحسین آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ضرور شروع کرتے ہوں گے۔"

"کل ہی میرے سامنے ایک نشست میں اسکاچ کی دو بوتلیں صاف کر گئے تھے۔"

"تم نے ان کی مکمل تعریف نہیں کی۔" لڑکی نے کہا۔

"خان بہادر عاصم کا نام سنا ہے؟"

"ہاں کیوں نہیں!"

"یہ جونیئر مسٹر عاصم ہیں۔"

"آہا....!" لڑکی کی مسرت آمیز چیخ کمرے میں گونج اٹھی۔

اتنے میں ویٹر واپس آگیا۔

گلاس میز پر رکھ دیئے گئے۔

"آپ سے مل کر واقعی بہت خوشی ہوئی۔" لڑکی نے قاسم سے کہا۔ "مگر آپ اتنے خاموش کیوں ہیں؟"

"نشہ اکھڑا ہوا ہے۔" حمید جلدی سے بولا۔

اور قاسم بدحواسی میں پورا گلاس ایک ہی سانس میں صاف کر گیا۔ پھر گلاس کو میز پر پٹخ کر جلدی سے ہونٹوں پر رومال رکھ لیا تاکہ اس کا بگڑا ہوا منہ لڑکی کو نظر نہ آسکے۔

لڑکی اسے اور زیادہ حیرت سے دیکھنے لگی۔

"واقعی کمال ہے۔" وہ آہستہ سے بڑبڑائی اور اپنا گلاس اٹھا کر چسکیاں لینے لگی۔

حمید نے اپنے لئے کافی کا آرڈر دیا۔

ادھر خاموشی سے شراب کے دور چلتے رہے۔ نویں پگ پر قاسم کی کھوپڑی آؤٹ ہوگئی۔

ادھر لڑکی بھی اپنا دھاکڑ پن دکھانے کے لئے پگ پر پگ طلب کررہی تھی۔ قاسم کے نویں پگ پر اس کا پانچواں تھا اور اب وہ بھی بڑی شدت سے بہکنے لگی تھی۔

"گرے.... گرے.... گرینڈ ہوٹل .... ہی ہی ہی۔" قاسم نے حمید کے چہرے کے سامنے انگلی نچائی۔

حمید نے بیرے کو بلا کر بل طلب کیا اور قاسم کی جیب سے پرس نکال کر قیمت ادا کی۔

تھوڑی دیر بعد وہ انہیں اپنی کار میں ڈالے ہوئے اندھا دھند ایک طرف اڑا جا رہا تھا۔ وہ دونوں پچھلی سیٹ پر تھے۔ قاسم بھرائی ہوئی آواز میں کسی بھینسے کی طرح ڈکرا رہا تھا۔ "ابھی کمسن ہوں.... بغلم.... جوان ہونے دے.... ابے کمسن ہوں بغلم....!"

مگر کار گرینڈ ہوٹل کی طرف جانے کی بجائے قاسم کی کوٹھی کی طرف جا رہی تھی۔ قاسم بڑی موج میں تھا اور لڑکی سے اردو میں گفتگو کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ لڑکی اس کے دیو جیسے قد و قامت کا مضحکہ اڑا رہی تھی۔ وہ اچھل کود بھی رہی تھی۔ لیکن قاسم بے حس و حرکت پڑا تھا۔ البتہ اس کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی۔

"حمید بھائی...!" اس نے حمید کو مخاطب کیا۔ "کیا پرواہ ہے.... روپے پانی کی طرح بہاؤ میرے نام چار لاکھ کا بینک بیلنس ہے.... ہینہ.... ہی ہی ہی۔"

حمید چپ رہا۔ اس کا ذہن بڑی تیزی سے ایک سازش کی کڑیاں مرتب کررہا تھا۔ ادھر ان دونوں کا نشہ ٹھنڈی ہوا لگنے سے زیادہ گہرا ہوگیا اور ان کی آوازیں آہستہ آہستہ دبتی گئیں۔ حتیٰ کہ وہ گہری نیند سو گئے۔

پھر گاڑی قاسم کی کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ دو نوکر کار کے قریب آئے۔

"بیگم صاحب کو بلاؤ۔" حمید نے ان سے کہا۔

"مگر بیگم صاحب....!" ایک نوکر بولا۔

"جاؤ.... کہہ دینا حمید صاحب ہیں۔"

نوکر چلے گئے۔ حمید وہیں کار کے قریب کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد قاسم کی بیوی آگئی۔

"کیوں حمید بھائی.... کیا بات ہے۔ آپ اندر کیوں نہیں آئے؟" اس نے پوچھا۔

"بس یونہی.... مجھے دو پارسل ڈیلیور کرنے ہیں۔" حمید نے کہا اور سوئچ دبا کر کار کے اندر روشنی کرتا ہوا بولا۔ "ادھر دیکھئے۔"

قاسم کی بیوی بوکھلا گئی۔

"یہ کک.... کیا...."

"آپ کے شوہر ارجمند کے کرتوت.... اگر اتفاق سے میں نہ پہنچ جاتا تو اس وقت یہ دونوں حوالات میں ہوتے۔"

اچانک قاسم نے آنکھیں بند کئے ہوئے ہانک لگائی۔ "ابھی کمسن ہوں بغلم.... ہیں.... ہیں.... ہیں.... ہیں....!"

چند لمحے خاموشی رہی پھر قاسم کی بیوی کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ "کوئی شرارت تو نہیں حمید بھائی۔"

"شرارت.... واہ یہ اچھی رہی۔ نیکی بھی کیجئے اور گالیاں بھی کھائیے۔ اگر شرارت ہوتی تو میں بھی اسی حال میں ہوتا۔ میرا منہ سونگھ لیجئے۔ میں شرارت پر ستر ہزار بار لعنت بھیجتا ہوں۔"

"تو پھر یہ آپ کو کہاں ملے؟"

"سڑک پر.... ان کے گرد بھیڑ اکٹھا تھی اور یہ سور قاسم مسخرہ پن کررہا تھا۔ میں نہ پہنچتا تو بند کردیئے جاتے بیٹا۔"

"لیکن آپ اس حرام زادی کو کیوں لائے؟"

"جہاں حرام زادہ وہیں حرام زادی.... آخر اس بے چاری کو کہاں چھوڑتا اسے بھی قاسم ہی نے پلائی ہوگی۔"

"مجھے یقین نہیں آتا....!"

"یقین آئے نہ آئے....!" حمید بگڑ کر بولا۔ "میری گاڑی خالی کرائیے۔"

قاسم کی بیوی نے دور کھڑے ہوئے نوکروں کی طرف دیکھ کر کہا۔ "چلو۔"

پانچ نوکروں نے قاسم کو کار سے نکالا اور اسے لادے ہوئے بدقت تمام عمارت کی طرف چلے۔

"اور یہ.... اسے آپ جہاں دل چاہے لے جائیے۔" قاسم کی بیوی نے لڑکی کی طرف

اشارہ کر کے کہا۔

"میں کہاں لے جاؤں.... نہیں یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیا آپ نے مجھے کوئی لفنگا سمجھا ہے.... واہ بھئی۔"

"تو میں کیا کروں گی؟"

"میں بتاؤں.... اسے قاسم کے اوپر لٹا کر پٹرول چھڑکیئے اور آگ لگا دیجیئے۔ سمجھیں آپ۔"

"ہونا تو یہی چاہیئے۔" قاسم کی بیوی نے کہا اور ہونٹ بھینچ لئے۔

"مجھے دیر ہو رہی ہے۔ راستے میں کم بختوں نے میرے دماغ کی چولیں ہلا دیں۔ مگر قاسم گاتا اچھا ہے۔ کبھی آپ نے بھی سنا....؟ گا رہا تھا.... ابھی کمسن ہوں بالم جوان ہونے دے۔"

"بس ختم کیجیئے۔" قاسم کی بیوی بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "اچھا شب بخیر۔"

"ارے واہ.... کیا میں الو ہوں۔" حمید نے کہا اور مدہوش لڑکی کی بغلوں میں ہاتھ دے کر اسے کار سے کھینچ لیا۔ اس کے منہ سے ہلکی سی منمناہٹ نکلی اور بس.... دوسرے لمحے میں حمید اسے زمین پر ڈال چکا تھا۔

"اب کہیئے شب بخیر....!" وہ کار میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کرتا ہوا بولا۔

"سنیئے تو سہی۔"

"قاسم کو سنانے کیلیئے بھی کچھ رکھیئے۔ ٹاٹا....!" کار فراٹے بھرتی ہوئی پھاٹک سے نکل گئی۔

حمید یہ حرکت کر تو گذرا تھا مگر سوچ رہا تھا کہ قاسم اگلی ملاقات میں اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ مگر پھر وہ کرتا بھی کیا۔ سبق تو دینا ہی تھا۔ قاسم اسے اکثر بور کرتا رہتا تھا کہ کسی لڑکی سے تعارف کرادو۔ چنانچہ آج اس نے اس پر رحم کھا کر اچھی طرح تعارف کرادیا تھا اور رہ گئی لڑکی تو اس کا دھندہ یہی تھا۔

گھر پہنچ کر حمید کپڑے اتار ہی رہا تھا کہ اس نے فریدی کی خواب گاہ کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی۔ وہ باہر نکل آیا کیونکہ اسے اپنی اس کارگذاری کی رپورٹ فریدی کو بھی دینی تھی۔ لیکن فریدی کو دیکھ کر وہ بے ساختہ چونک پڑا۔ وہ کمرے کے دروازے پر کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کا لباس خون سے تر تھا۔ چہرے پر خراشیں تھیں اور کپڑوں پر پھیلا ہوا خون شاید سر سے بہا تھا۔

قاسم کی درگت

فریدی کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ حمید بوکھلا کر آگے بڑھا۔

"فکر مت کرو۔" فریدی آہستہ سے بولا۔

"لیکن ہوا کیا....؟"

"واقعہ.... حادثہ.... جو چاہو سمجھ لو۔"

اتنے میں نوکر بھی وہیں آکر اکٹھا ہوگئے۔ فریدی ان کی طرف مڑ کر بولا۔

"نصیر.... اوپر سے فرسٹ ایڈ بکس لاؤ۔"

نصیر دوڑتا ہوا چلا گیا۔ فریدی نے بقیہ نوکروں سے کہا۔ "تم جاؤ اپنے کام دیکھو۔"

"آخر یہ ہوا کیسے....؟" حمید نے پوچھا۔

"جو کچھ بھی ہوا.... اندھیرے میں ہوا۔ میں بے خبر تھا۔ لیکن انہیں کامیابی نہیں ہوئی۔"

"پھر اور کس طرح کامیابی ہوتی؟"

فریدی ہنسنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "وہ بلیاں نہیں تھیں حمید صاحب۔ آدمی تھے اور جب آدمی اندھیرے میں حملہ کرتے ہیں تو ان کا مقصد کان سہلانا نہیں بلکہ مار ڈالنا ہوتا ہے۔"

"کون لوگ تھے؟"

"ارے تمہاری کھوپڑی گردن ہی پر ہے یا کہیں اور۔" فریدی جھنجھلا کر بولا۔ "اگر یہی معلوم ہو جاتا تو کیا تم مجھے اس وقت یہاں دیکھتے؟"

حمید خاموش ہو گیا۔ فرسٹ ایڈ کا سامان آگیا تھا۔

اس نے سر کا زخم صاف کر کے ڈریسنگ کر دی۔ چہرے کی خراشیں فریدی کے کہنے پر یونہی رہنے دیں۔

"ذرا کافی کے لئے کہہ دو۔" اس نے آرام کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے ہوئے حمید سے کہا۔

حمید نے نوکر کے لئے گھنٹی بجائی اور پھر فریدی کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

فریدی نے ایک سگار سلگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اتنے میں نوکر آگیا۔ حمید اس سے کافی کے لئے کہہ کر خود بھی پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی نے آنکھیں کھولیں۔ چند لمحے میز پر رکھے ہوئے ایش ٹرے پر نظر جمائے رہا پھر بولا۔ "مجھے خود بھی حیرت ہے کہ میں انجانے حملوں سے کس طرح بچ جاتا ہوں۔"

"آپ تھے کہاں....؟" حمید نے پوچھا۔

"لڑکال جنگل اور شہر کے درمیان۔"

"لڑکال جنگل کیوں....؟" حمید چونک پڑا۔

"بس یونہی.... میں آج کل درخت کاٹنے کی مشق کر رہا ہوں۔"

"کیوں....؟"

"اس حملے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ فضول سوالات کر کے بھیجا مت چاٹو۔" حمید پھر خاموش ہو گیا اور فریدی اٹھ کر ٹہلنے لگا۔

کچھ دیر کے بعد وہ حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ "ہم اٹھائیس تاریخ کو جنوبی امریکہ کے لئے روانہ ہو رہے ہیں نا۔"

"اب میں سمجھ گیا۔" حمید سر ہلا کر بولا۔ "مگر وہ کون ہو سکتا ہے۔ سنگ ہی[1] یا وہ امریکن ماہر آثارِ قدیمہ....!"

فریدی چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔ "یہ بتانا مشکل ہے کیونکہ امریکن تو سنگ ہی کی گرفتاری کے بعد ہی یہاں سے چلے گئے تھے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کا ذہن ماضی کے دھندلکوں میں بھٹکنے لگا تھا۔ ایلیوم پہاڑ کی چوٹی پر پانچ سو سال سے برف میں بیٹھی ہوئی شہزادی۔ کیپٹن لوتھر اور سنگ ہی نے جس کی لاش دریافت کی تھی اور وہ دونوں اس مردہ شہزادی کا ایک زیور اتار لائے تھے۔ اس زیور کے لئے ایک اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہوا تھا۔ کئی جانیں تلف ہو گئی تھیں۔ مرنے والوں کے چہروں پر ابھری ہوئی لکیریں پائی جاتی تھیں.... نیلے رنگ کی لکیریں.... ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق موت انہیں لکیروں کی وجہ سے واقع ہوئی تھی اور پھر فریدی نے جب اصل مجرم کو پکڑا تو ایک بہت بڑے راز کا انکشاف ہوا۔ ورنہ بادی النظر میں اس زیور کی کوئی وقعت نہ تھی۔ وہ چاندی کا ایک معمولی سا زیور تھا۔ وقعت دراصل اس تصویری تحریر کی تھی، جو اس زیور کے اوپری خول پر کندہ تھی۔ زیور کے حصول کے لئے جدوجہد کرنے والوں کے نزدیک وہ تحریر دراصل انکا نسل کے بادشاہوں کے

[1] جاسوسی دنیا کا ناول "نیلی لکیر" جلد نمبر 14 ملاحظہ فرمائیے۔

خزانے کا سراغ تھی۔ حقیقت خواہ کچھ بھی رہی ہو مگر ان لوگوں کے جوش و خروش کی بناء پر شہر میں سنسنی ضرور پھیل گئی تھی۔

پھر فریدی نے مجرم کو پکڑ لیا.... لیکن وہ ایک سب انسپکٹر کو جان سے مار کر صاف نکل گیا۔ زیور فریدی کے ہاتھ آ گیا تھا اسے سرکاری خزانے میں رکھ دیا گیا کیونکہ وہ ایک غیر ملک کی امانت تھی۔ قاعدے کی رو سے اُسے جنوبی امریکہ کے ملک چلی کی حکومت کے سپرد کر دینا چاہئے تھا۔ چیز چونکہ نزاعی تھی اس لئے حکومت نے فیصلہ کیا تھا کہ اُسے کوئی ذمہ دار آدمی چلی تک پہنچا دے۔ لہٰذا یہ بار اس شخص کے کاندھوں پر ڈالا گیا جس نے اسے سنگ ہی جیسے خطرناک آدمی سے حاصل کیا تھا.... اور اب جب کہ فریدی کی روانگی ایک ہفتے کے بعد ہونے والی تھی.... کسی نے اس پر قاتلانہ حملہ کیا تھا.... لیکن آخر اب....؟

حمید کا ذہن ماضی کی ڈھلوان میں پھسلتے پھسلتے یک بیک موجودہ گتھیوں سے آ ٹکرایا۔ وہ سوچنے لگا کہ آخر یہ حملہ چھ ماہ بعد کیوں ہوا۔ کیا سنگ ہی ابھی تک یہیں مقیم تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ زیور کئی دنوں تک ان کے پاس رہا تھا، سنگ ہی نے اس پر پائی جانے والی تحریر ضرور نقل کر لی ہو گی۔ لہٰذا اس کے بعد چاندی کے اس حقیر زیور کی کوئی قیمت نہیں رہ جاتی۔ پھر ایسی صورت میں تو اسے خزانے کی تلاش میں روانہ ہو جانا چاہئے تھا۔ آخر وہ اسکے بعد بھی یہاں کیوں رکا رہا۔

"کیا سوچ رہے ہو....؟" وہ فریدی کی آواز پر چونک پڑا۔

"سنگ ہی کے متعلق....!" حمید نے کہا۔

"چھوڑو بھی۔" فریدی ہاتھ ہلا کر بولا۔ "میرے ایک نہیں ہزاروں دشمن ہیں ہو سکتا ہے کہ یہ حرکت کسی دوسرے کی ہو۔"

"لیکن یہ دلیل مجھے مطمئن نہیں کر سکتی۔" حمید آہستہ سے بولا۔

"کیوں....؟"

"ہمارا پروگرام بنتے ہی حملہ ہوا۔ آخر اس سے پہلے کیوں نہیں....؟"

"ختم کرو....!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کافی پینے سے قبل میں اس مسئلے پر گفتگو نہیں کروں گا۔"

حمید جھنجھلا کر خاموش ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ شخص ایسے حالات میں بھی اپنی اچھی یا بُری عادتوں سے باز نہیں آتا۔

تھوڑی دیر بعد کافی بھی آ گئی اور ایک کپ پی چکنے کے بعد فریدی نے جو تذکرہ چھیڑا وہ موجودہ حالات سے متعلق نہیں تھا اس پر حمید کو اور زیادہ تاؤ آیا لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔

فریدی نے دوسرا کپ بھی خالی کر دیا پھر اٹھتا ہوا بولا۔ "اب مجھے کوتوالی پہنچنا چاہئے۔"

"کیوں؟ کیا اس کی رپورٹ بھی درج کرائیے گا؟" حمید نے پوچھا۔

"نہیں بیٹے خاں! میں نے حملہ آوروں میں سے ایک کو ختم کر دیا ہے۔"

"کیا....؟" حمید اچھل پڑا۔

"ہاں.... وہ کوئی چینی ہے۔"

"اور اس کے باوجود بھی آپ اسے سنگ ہی کی حرکت نہیں سمجھتے۔"

فریدی پھر بیٹھ گیا۔ چند لمحے میز کی سطح کو انگلیوں سے کھٹکھٹاتا ہوا پھر بولا۔ "اس میں ایک الجھن ہے اگر میں اسے سنگ ہی کی حرکت سمجھ بھی لوں تو یہاں اس کی موجودگی کی وجہ دریافت کرنی پڑے گی۔"

"ظاہر ہے کہ جس زیور کے لئے اس نے جان کی بازی لگائی تھی وہ ابھی یہیں موجود ہے۔" حمید بولا۔

"وہ زیور سنگ ہی کے پاس بھی رہ چکا ہے اور وہ اس کی تصویری تحریر سے بخوبی واقف ہو گیا ہو گا پھر وہ اس زیور کے لئے وقت کیوں برباد کرنے لگا۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس تحریر کے علاوہ بھی اس زیور کی کوئی اہمیت ہو۔"

"اچھا.... پھر بات کریں گے۔" فریدی دوبارہ اٹھتا ہوا بولا۔

حمید اسے جاتے دیکھتا رہا۔ اسے اس کے انداز میں ذرہ برابر بھی بے اطمینانی نہیں نظر آئی۔ کچھ ہی دیر پہلے اس نے ایک آدمی کو موت کے گھاٹ اتارا تھا اور خود بھی زخمی ہو گیا تھا۔ مگر اس کی ظاہری حالت سے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا۔ کیا وہ غیر معمولی طور پر عجیب آدمی نہیں تھا۔

حمید نے بارہا اسے دوسروں کی لاشوں پر غمگین بھی دیکھا تھا۔ ٹریفک کی زد میں آئے ہوئے کسی زخمی راہگیر کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں ذہنی اذیت کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ لیکن وہی فریدی جب مجرموں کی گردنیں توڑتا تھا تو اس کی پیشانی پر کبیدگی کی ہلکی سی شکن بھی نہیں ہوتی

تھی۔ اس وقت وہ خود بھی ایک خونخوار درندہ معلوم ہوتا تھا اور حادثے کے فوراً بعد وہ اتنا پُرسکون نظر آنے لگتا تھا جیسے کچھ دیر کسی کتاب کا مطالعہ کرتے رہنے کے بعد اٹھا ہو۔

حمید فریدی کے متعلق بہت کچھ سوچتا رہا۔ پھر خیالات کی رو قاسم کی طرف بہک گئی اور وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔ لیکن ساتھ ہی اس کا انجام بھی پیش نظر تھا۔ گھر پر حجامت بننے کے بعد وہ سیدھا ادھر ہی کا رخ کرے گا اور پھر اس کا سنبھالنا کارے دارد، ایک بار پہلے بھی شراب ہی پینے کے سلسلے میں اس کی کافی مرمت ہو چکی تھی۔ [1]



دوسری صبح حسب معمول قاسم نے بیدار ہو کر لیٹے ہی لیٹے کتوں کی طرح ہاتھ پیر تان کر انگڑائی لی اور پھر آنکھیں بند کر کے دہاڑنے لگا۔ "چالو.... سالو.... کہاں مار گائے.... چا.... لاؤ۔"

اس کی بیوی شعلہ جوالا بنی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ قاسم نے آنکھیں کھول دیں اور اس کے ساتھ ہی حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"کیا ہے؟"

"ہوتا.... کیا.... وہ حرامزادی اصطبل میں بند ہے۔" بیوی بڑے پُرسکون لہجے میں بولی۔

"کون حرامزادی....؟" قاسم پلکیں جھپکاتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"اخاہ.... شاید نشہ اکھڑ جانے کی وجہ سے دماغ ٹھیک نہیں۔" وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔ "کتنی بوتلیں منگوا دوں۔"

اچانک قاسم کو پچھلی رات کے واقعات یاد آ گئے اور اس نے ایک جھرجھری سی لی اور منہ چلاتا ہوا سہمی ہوئی نظروں سے بیوی کی طرف دیکھنے لگا۔

تم کیا جانو....!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تو کیا آپ اپنے پیروں سے چل کر یہاں آئے تھے؟"

قاسم بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر "ارے باپ رے۔" کہہ کر اس طرح اچھلا جیسے کسی نے چھری مار دی ہو۔

"اور وہ.... سور کی بچی۔" اس کی بیوی نے کچھ کہنا چاہا۔

"کون سور کی بچی.... ارے.... الا قاسم.... ہی ہی.... تم بھی کیسی باتیں کرتی ہو....

[1] اس دلچسپ داستان کے لئے جاسوسی دنیا کا ناول "جنگل کی آگ" جلد نمبر 12 ملاحظہ فرمائیے۔

میں آج تمہیں سینما ضرور لے چلوں گا۔"

"چچا جان بھی ہمارے ساتھ چلیں گے۔" اس کی بیوی نے کہا۔

"ارے.... دیکھو تو.... تمہیں کسی نے بہکایا ہے.... الا قسم.... دیکھو تو۔"

"کچھ نہیں پہلے اپنی عزت کا خیال نہیں تھا اب باپ کی بھی پگڑی اچھالی جانے لگی ہے.... سڑکوں پر....!"

"کون کہتا ہے.... جھوٹ بالکل جھوٹ.... تم مذاق کر رہی ہو۔"

"میں نے چچا جان کو فون کیا تھا۔ مگر وہ اس وقت موجود نہیں اور وہ حرام زادی اس وقت تک اصطبل میں بند رہے گی جب تک چچا جان نہ آجائیں۔"

"کیا کہہ رہی ہو.... کسے بند کر رکھا ہے؟" قاسم اٹھتا ہوا بولا۔

"ٹھہریئے.... اگر آپ اس کمرے سے نکلے تو اچھا نہ ہوگا۔"

"ارے واہ....!" قاسم جھلاہٹ میں ہاتھ نچا کر بولا۔ "ہٹو ادھر....!"

وہ اپنی بیوی کو ایک طرف دھکیل کر باہر نکل گیا۔ اب اچھی طرح ہوش آگیا تھا اور پچھلی رات کے سارے واقعات اس کے ذہن میں دھندلی تصویروں کی طرح گردش کر رہے تھے۔

وہ لپکتا ہوا اصطبل کی طرف آیا۔ اصطبل خالی تھا۔ اس میں کبھی گھوڑے رکھے جاتے رہے ہوں گے مگر اب خالی تھا۔ اس نے اصطبل کے دروازے پر بڑا سا تالا لٹکتے دیکھا۔ اندر سے کوئی بُری طرح دروازہ پیٹ رہا تھا اور پھر سریلی آواز میں مغلظات کا طوفان بھی امنڈنے لگا۔

"ارے باپ رے۔" قاسم بوکھلاہٹ میں ناچ کر رہ گیا۔

بیوی اس کے پیچھے دوڑتی چلی آئی تھی۔ وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"نہیں کھل سکتا.... ہرگز نہیں کھلے گا۔"

"کنجی لاؤ....!" قاسم دہاڑا۔

"ہرگز نہیں.... چچا جان....!"

"چچا جان کے آنے سے پہلے ہی میں تمہیں مار ڈالوں گا۔"

"اس حرامزادی کے لئے۔" قاسم کی بیوی حلق پھاڑ کر چیخی۔

"بھاگ جاؤ.... میں تالا توڑ دوں گا۔"

اس کی بیوی دروازے کے سامنے جم گئی۔ قاسم نے اسے کمر سے پکڑ کر سر سے اونچا اٹھا لیا۔

"ارے ارے.... میری بے عزتی نوکروں کے سامنے۔" وہ مچلی۔ مگر قاسم اسے اس طرح اٹھائے ہوئے کوٹھی کی طرف چل پڑا۔

اور پھر اس نے اسے ایک کمرے میں بند کر دیا۔ وہ چیخ چیخ کر رو رہی تھی۔

اصطبل کا تالا توڑنے میں زیادہ دیر نہیں لگی لیکن ایک دوسرا طوفان قاسم کا منتظر تھا۔ لڑکی باہر نکلتے ہی قاسم پر جھپٹ پڑی۔ اس کے منہ سے گالیاں ابل رہی تھیں اور ہاتھ قاسم کی مرمت میں مصروف تھے۔ بدقت تمام اس نے اسے قابو میں کیا اور پھر اس کی نظریں نوکروں پر پڑیں جو دور کھڑے ہنس رہے تھے۔

"بھاگو سالو.... ورنہ جان سے مار دوں گا۔" وہ لڑکی کو چھوڑ کر نوکروں کی طرف دوڑا۔

نوکر سر پر پیر رکھ کر بھاگے۔ ساتھ ہی لڑکی بھی قاسم کے پیچھے دوڑی تھی وہ اس کے قریب پہنچ کر اچھلی اور اس کے سر کے بال پکڑ کر جھول گئی۔ قاسم لڑکھڑا کر گر پڑا اور وہ اس پر گری لیکن اس کے دونوں ہاتھ بدستور چلتے رہے۔

"ارے سنو تو سہی.... بھاگو یہاں سے ورنہ ہم دونوں کو گولی ماردی جائے گی۔" قاسم ہانپتا ہوا بولا۔

"تم سور کے بچے.... میں تم پر مقدمہ چلاؤں گی۔"

"دوبار چلا دینا.... مگر اب بھاگو۔"

قاسم اسے کھینچتا ہوا گیراج تک لایا۔ کار نکالی۔

"آؤ بیٹھو...." اس نے لڑکی سے کہا۔ "جہاں کہو پہنچا دوں۔"

"پولیس اسٹیشن....!" لڑکی گرج کر بولی۔

"ذرا سنو تو.... یہ سب اسی سور کے بچے حمید کی حرکت ہے۔ ہمیں پلا کر یہاں ڈال گیا۔"

"تم نے مجھے بند کیوں کیا تھا....؟" لڑکی پھر چیخی۔

"آؤ....!" قاسم چمکار کر بولا۔ "بیٹھ جاؤ.... میں نے نہیں میری بیوی نے بند کیا تھا۔"

"میں نہیں بیٹھوں گی.... دیکھوں گی.... تمہاری بیوی کو دیکھوں گی۔"

"آؤ بیٹھ جاؤ خدا کے لئے۔ ورنہ مصیبت آجائے گی۔"

لڑکی کچھ دیر خاموش رہی پھر اس نے کہا۔ "حمید کہاں ملے گا۔"

"آؤ.... وہیں چلتے ہیں۔ تم دیکھنا کہ اس کی کیسی گت بناتا ہوں۔"

"چلو.... لیکن میں تم پر ضرور مقدمہ چلاؤں گی۔"

وہ کار میں بیٹھ گئی۔

اور قاسم شب خوابی کا لباس پہنے ہوئے گھر سے چل پڑا۔

اژدھے اور ڈاکو

اس دوران میں قاسم کو اس شدت سے عقل آ گئی تھی کہ وہ ہکلائے بغیر گھنٹوں بول سکتا تھا۔ ذہنی انتشار کے ان لمحات نے لاشعور کی کالی کوٹھریاں تک کھول کر رکھ دی تھیں۔ لڑکی اب بھی اسے بُرا بھلا کہہ رہی تھی اور ہر چار گالیوں کے بعد مقدمہ کی دھمکی اتنی ہی ضروری تھی جیسے کسی مخمس کے لئے ٹیپ کا بند۔

یکایک تھوڑی دیر کے بعد وہ خاموش ہو گئی۔ پھر اپنا پرس کھول کر دیکھا.... اور دونوں ہاتھوں سے سر پیٹنے لگی۔

"ارے.... ارے....!" قاسم پھر بوکھلا گیا۔

"سور کے بچے.... میں لٹ گئی۔ میرے دو ہزار روپے؟ پولیس اسٹیشن مجھے کسی پولیس اسٹیشن پر اتار دو۔"

"دو ہزار روپے۔" قاسم نے حیرت سے دہرایا۔

"تم چور ہو.... مجھے اتار دو گاڑی سے ورنہ میں یہیں چیخنا شروع کر دوں گی۔"

"خدا کے لئے۔" قاسم گھگھیا کر بولا۔ "اچھا میں دے دوں گا.... دو ہزار.... ضرور میرے کسی نوکر نے یہ حرکت کی ہے۔ تم مجھے اپنا پتہ بتاؤ.... میں چیک بھجوا دوں گا۔"

"ابھی.... چیک نہیں.... نقد روپیہ.... ابھی اور اسی وقت.... میں کہیں نہ جاؤں گی.... گھر واپس چلو....!"

"گھر....!" قاسم کی بوکھلاہٹ بڑھ گئی۔ "ہنٹر.... ہنٹر.... نن.... نہیں.... میں وعدہ کرتا ہوں اگر کل تک تمہیں روپیہ نہ ملے تو تم میرے خلاف پولیس میں رپورٹ درج کرا دینا...."

"اگر تم نے دھوکا دیا.... تب....؟"

"مجھے خولی....!" قاسم تھوک نگل کر بولا۔ "گولی مار دینا۔"

"نہیں.... تب میں تمہارے باپ سے فریاد کروں گی۔"

"ارے باپ رے....!" قاسم انگریزی میں بولتے بولتے اردو پر اتر آیا۔

"اچھا.... اب مجھے یہیں اتار دو....!" لڑکی پرس میں سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکالتی ہوئی بولی۔ "یہ رہا میرا پتہ.... اگر شام تک روپیہ نہ پہنچا تو اچھا نہ ہوگا۔"

"پہنچ جائے گا۔" قاسم ملتجیانہ انداز میں بولا۔

اس نے سڑک کے کنارے کار روک دی اور لڑکی اتر گئی۔ قاسم کار کھڑی کئے لڑکی کو جاتے دیکھتا رہا۔ جب وہ ایک گلی میں مڑ گئی تو اس نے دانت پیس کر ہوا میں مکا لہراتے ہوئے کہا۔ "حمید سالے.... سور کمینے.... بچے کے چمار.... تیری موت آ گئی ہے۔"

کار فراٹے بھرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ اس وقت قاسم اندھا دھند کار چلا رہا تھا اور کار فریدی کی کوٹھی کی طرف جا رہی تھی۔

کوٹھی کے قریب پہنچ کر اس نے رفتار کم کر دی۔ پھاٹک بند تھا اور سلاخوں کے پیچھے تین خطرناک قسم کے کتے کھڑے تھے جیسے ہی قاسم کار سے اُتر کر پھاٹک کی طرف بڑھا کتوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سلاخیں توڑ کر باہر نکل آئیں گے قاسم کو سامنے کوئی نوکر بھی نہیں دکھائی دیا۔

"میں سب سمجھتا ہوں سالے۔" وہ عمارت کو مکا دکھا کر بولا۔



فریدی رات بھر کا تھکا ہوا تھا۔ تقریباً ایک بجے تک تو وہ کوتوالی ہی میں رہا تھا اور پھر کوتوالی ہی میں اس نے ایک ایسی خبر سنی کہ اس کی ساری رات دوڑ دھوپ میں گذر گئی۔

اور جب وہ تقریباً ساڑھے آٹھ بجے صبح گھر پہنچا تو اسے خلاف معمول کمپاؤنڈ کا پھاٹک بند نظر آیا۔ سامنے ہی ایک کار کھڑی تھی اور کتے بے تحاشہ بھونک رہے تھے اور کتے بھی وہ جو رات کے علاوہ اور کسی وقت کھلے نہیں چھوڑے جاتے تھے۔

جب وہ اور قریب پہنچا تو اسے قاسم کار میں بیٹھا دکھائی دیا۔ قاسم نے فریدی کی کیڈی لاک

پر نظر پڑتے ہی اپنی گاڑی سے چھلانگ لگا دی اور پھاٹک کی طرف مکا دکھاتا ہوا چیخا۔ "دیکھتا ہوں اب کیسے نہیں کھلتا پھاٹک۔"

فریدی نے اسے بڑی حیرت سے دیکھا۔ قاسم لاکھ بے ڈھنگا سہی مگر لباس کے معاملے میں بڑا محتاط تھا اور اس سے اس حرکت کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ وہ سلیپنگ سوٹ پہن کر سڑکوں پر مارا مارا پھرے گا۔

"کیا بات ہے۔" فریدی نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

قاسم فریدی سے بہت ڈرتا تھا اور پھر اس نے اس کے سر پر پٹی بھی بندھی ہوئی دیکھی۔ حمید کے خلاف اس کا غصہ فوری طور پر ٹھنڈا ہو گیا۔

"میری زندگی برباد ہو گئی جناب۔" قاسم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیوں بات کیا ہے؟"

"آپ دیکھ رہے ہیں۔" قاسم نے پھاٹک کی طرف اشارہ کیا جس کے اس پار اب بھی خونخوار قسم کے کتے اچھل اچھل کر بھونک رہے تھے۔

"ہاں.... میں دیکھ رہا ہوں۔" فریدی جھنجھلا کر بولا۔ "تم بھی تو کچھ بکو۔"

"یہ سب میرے لئے کیا گیا ہے۔"

"کیوں.... بکو....!"

"میں حمید کو بدلہ لئے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔"

"جہنم میں جاؤ۔" فریدی اسے ایک طرف ہٹاتا ہوا پھاٹک کے پاس پہنچ گیا۔ کتے اسے دیکھ کر دم ہلانے لگے۔ پھاٹک اندر سے مقفل نہیں تھا۔ صرف پٹ بھیڑ دیئے گئے تھے۔

فریدی پھاٹک کھول کر اندر داخل ہو گیا اسے دیکھ کر نوکر بھی سامنے آگئے۔

"کس نے کھولا ہے ان کتوں کو....؟" اس نے غصیلی آواز میں نوکروں سے پوچھا۔

"حمید صاحب نے۔" ایک نوکر نے جواب دیا۔

"بند کروا نہیں....!" فریدی کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس نے قاسم کی طرف پلٹ کر دیکھا تک نہیں۔

قاسم کچھ دیر تک بُرے بُرے منہ بناتا رہا پھر واپس جا کر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں

کھانسی آگئی اور اس نے کچھ اس جھلائے ہوئے انداز میں کوٹھی کی طرف منہ کر کے بلغم تھوکا جیسے اسے توقع ہو کر وہ حمید کے چہرے پر ہی پڑے گا۔ "کبھی تو باہر نکلو گے بیٹا۔" وہ ناک سکوڑ کر بڑبڑایا۔ "میں بھی اب تمہارا قیمہ بنائے بغیر یہاں سے نہیں ہٹوں گا۔"

اور حمید اندر اپنے کمرے میں آرام کرسی پر پڑا ہوا نہایت اطمینان سے پائپ پی رہا تھا۔ اسے اس حال میں دیکھ کر فریدی کا پارہ چڑھ گیا۔

"میں تمہیں بہت جلد کوئی بہت ہی سخت قسم کی سزا دوں گا۔" فریدی نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیوں....؟" حمید نے اپنے چہرے پر حیرت کے آثار پیدا کئے۔

"قاسم کیوں شور کر رہا ہے؟"

"شاید آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ شاید کتے بھونک رہے تھے اور ابھی میں نے کتوں کی زبان سیکھی نہیں ورنہ پورا پورا مطلب سمجھا دیتا۔"

فریدی چند لمحے اسے خونخوار نظروں سے گھورتا رہا پھر ایک نوکر کو آواز دے کر قاسم کو بلانے کے لئے کہا۔

"ابے.... او.... کہاں چلا۔" حمید اٹھ کر نوکر کی طرف دوڑا۔ "اگر تو نے اس کمرے سے باہر قدم نکالا تو ٹانگیں توڑ دوں گا۔"

پھر وہ فریدی کی طرف پلٹ کر بولا۔ "بتاتا ہوں.... مگر وعدہ کیجئے کہ آپ اس آدم خور کو اندر نہیں آنے دیں گے۔"

"بکو جلدی.... میرے پاس فضول باتوں کے لئے وقت نہیں۔"

"آپ جانتے ہیں کہ وہ سور مجھے آئے دن بور کرتا رہتا ہے کہ کسی تگڑی سی عورت سے تعارف کرادو لہٰذا میں نے کل اس کا تعارف ایک پیشہ ور قسم کی اینگلو انڈین سے کرا کے دونوں کو خوب شراب پلوائی اور پھر اس کے بعد انہیں گھر پہنچا دیا۔"

"کس کے گھر....؟"

"قاسم کے....؟"

فریدی بے اختیار مسکرا پڑا اور حمید بولا۔ "ظاہر ہے کہ خاصی مرمت ہوئی ہو گی۔"

"اس کے جسم پر شب خوابی کا لباس ہے۔" فریدی نے کہا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"کیا یہ حقیقت ہے کہ اس کی بیوی....!"

"جی ہاں.... ان دونوں میں آج تک میاں بیوی کے تعلقات نہیں قائم ہو سکے۔" حمید جلدی سے بولا۔

"اچھا تم یہیں ٹھہرو.... واقعی وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔" فریدی مسکرا کر بولا اور کمرے سے نکل گیا۔

ڈرائنگ روم میں پہنچ کر اس نے ایک نوکر کو بھیج کر قاسم کو بلوایا۔

"کیوں بھئی کیا معاملہ ہے....؟ بیٹھ جاؤ۔"

"بس کچھ نہیں.... حمید کو بلوا دیجئے۔" قاسم غصیلی آواز میں بولا۔

"پہلے مجھے پوری بات بتاؤ۔"

"اسی سے پوچھ لیجئے۔"

"مگر وہ تو کہتا ہے کہ کوئی بات ہی نہیں۔"

"خیر کوئی بات نہیں.... دیکھا جائے گا۔"

"تو تم مجھے نہیں بتاؤ گے۔" فریدی نے کہا۔

"کیا بتاؤں.... مجھے شرم آتی ہے۔"

بڑی مشکل سے قاسم نے ہکلا ہکلا کر اور شرما شرما کر پورا واقعہ دہرایا۔ پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا۔ "والد صاحب دو تین دنوں کے لئے باہر گئے ہوئے ہیں لیکن وہ جیسے ہی آئیں گے وہ کمبخت فوراً داغ دے گی۔"

"قاسم مجھے افسوس ہے۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں اکثر تمہارے لئے غمگین رہتا ہوں۔ تم دوسری شادی کیوں نہیں کر لیتے....؟"

"اگر اس کا نام بھی لوں تو گولی سے اڑا دیا جاؤں۔ کبھی کبھی تو میرا دل چاہتا ہے کہ میں ہی والد صاحب کو گولی سے اڑا دوں۔"

"ہوں.... مگر دیکھو.... حمید تمہارا ہمدرد ہے۔"

"میں کسی طرح نہیں مان سکتا.... الا قسم.... ابھی تو وہ سالی مجھ سے دو ہزار روپے بھی

وصول کرے گی۔"

"تم سمجھے نہیں.... اس نے تمہارے ساتھ کوئی برائی نہیں کی۔ ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرو۔ تم میں اتنی ہمت نہیں کہ تم اپنے والد سے دوسری شادی کے لئے کہہ سکو۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔"

"لیکن انہیں کسی نہ کسی طرح حالات سے باخبر ہونا چاہئے ورنہ تم اس طرح گھل گھل کر ٹی۔بی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔"

فریدی نے یہ جملہ کچھ ایسے مخلصانہ لہجے میں کہا کہ قاسم کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے اور وہ بھاڑ سا منہ پھیلا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ غالباً یہ آنسو روکنے کی آخری تدبیر تھی۔

"اب یوں سمجھو....!" فریدی نے لوہا گرم دیکھ کر دوسری ضرب لگائی۔ "اگر تم دو تین بار ایسی ہی حرکتیں پھر کرو تو تمہارے والد کو ضرور تشویش ہوگی۔ پھر وہی وقت ہوگا کہ تم ان سے سب کچھ صاف صاف کہہ دو۔ میرا دعویٰ ہے کہ وہ اس صورت میں تمہارے مسئلے پر سنجیدگی سے غور کریں گے۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ حمید کی دی ہوئی گولیاں کڑوی ضرور ہیں مگر اس سے تمہارا مرض ضرور رفع ہو جائے گا۔"

"الا قسم جھوٹا ہے سالا.... اس نے مجھے گولی وولی نہیں دی۔"

فریدی نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کی۔ تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "تم سمجھے نہیں۔ حمید تمہیں دھوکے میں ڈال کر ابھی دو چار بار اور اس قسم کی حرکتیں کرے گا۔"

"کیا کہہ رہے ہیں آپ۔" قاسم جھلا کر کھڑا ہو گیا۔ "میں آپ کا بہت ادب کرتا ہوں۔"

"اسی لئے تو میں چاہتا ہوں کہ تمہاری شادی ہو جائے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب تمہارے والد کو یقین آجائے کہ تم آوارگی کی طرف مائل ہو۔ حمید نے کئی اسکیمیں بنا رکھی ہیں۔ شروع میں تمہاری تھوڑی بہت پٹائی ضرور ہوگی مگر پھر معاملات ٹھیک ہو جائیں گے۔ کیا خیال ہے.... سمجھے یا نہیں۔"

قاسم پھر بیٹھ گیا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد آہستہ سے بولا۔ "میں سمجھ گیا۔"

"سمجھ گئے نا.... میں جانتا ہوں کہ تم کافی سمجھ دار ہو۔"

"مگر یہ بات تھی تو مجھے پہلے ہی بتا دینا تھا۔"

"اگر وہ پہلے بتا دیتا تو تم ہرگز نہ تیار ہوتے۔"

"ٹھیک ہے۔" قاسم سر ہلانے لگا۔

"اسی لئے اس نے تمہارے ساتھ بظاہر دشمنوں کا سا برتاؤ کیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی اسکیم یہی تھی جو میں نے بتائی ہے۔"

قاسم کچھ دیر تک خاموشی سے بیٹھا اپنی ٹانگیں ہلاتا رہا پھر بولا۔ "لیکن میں اب گھر کیسے جاؤں۔ وہ کم بخت میری زندگی تلخ کر دے گی۔"

"تو تم اس سے بھی ڈرتے ہو؟"

"اس سے نہیں بلکہ اپنے غصے سے ڈرتا ہوں کہیں کسی دن ٹانگیں چیر کر نہ پھینک دوں۔ کچھ بھی ہو فریدی صاحب میں والد صاحب کا سامنا نہیں کرنا چاہتا۔"

"اچھا یہ تو تمہیں تسلیم ہے نا کہ حمید نے تم سے کوئی برائی نہیں کی۔"

"ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ سوچ کر جواب دوں گا۔"

"احمق نہ بنو.... اگر تم والد کا سامنا کرنا نہیں چاہتے تو اپنا ضروری سامان لے کر یہاں آجاؤ اور اگر زیادہ دنوں تک سامنا نہ کرنے کا ارادہ ہو تو میرے ہمراہ غیر ممالک کے دورے پر چلو۔"

"غیر ممالک کے دورے پر۔" قاسم نے حیرت سے کہا۔

"ہاں.... ہاں.... چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر تمہارے لئے پاسپورٹ اور ویزا حاصل کرلوں گا۔"

"میں بالکل تیار ہوں۔" قاسم خوش ہو کر بولا۔ "میں تو چاہتا ہوں کہ مجھے کچھ دن تک اس سالی کی اور اس کی کسی ہمدرد کی شکل نہ دکھائی دے۔"

"تو پھر اب تمہیں حمید سے کوئی شکایت نہیں۔" فریدی نے سگار سلگاتے ہوئے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔"

"ہوں.... اچھا اب تم جا کر سامان یہاں لے آؤ۔"

قاسم حد سے زیادہ خوشی کا اظہار کرتا ہوا رخصت ہو گیا۔

حمید اس دوران میں ایک دروازے کے پیچھے کھڑا رہا تھا۔ قاسم کے جاتے ہی وہ فریدی کے

سامنے آکر بولا۔ "مانتا ہوں، اس بگڑے ہوئے ہاتھی کا مہاوت آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ اس کے چہرے پر بیزاری اور اکتاہٹ کے آثار نظر آرہے تھے۔

"تمہاری وجہ سے میرا بہت وقت برباد ہوتا ہے۔" اس نے کہا۔

"غالباً رات بھر میری ہی وجہ سے آپ کا وقت برباد ہوتا رہا تھا۔"

"نہیں وہ وقت کا صحیح مصرف تھا۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ "تمہیں شاید یہ نہیں معلوم کہ پچھلی رات سرکاری خزانے پر ڈاکہ پڑا تھا۔"

"پڑا ہوگا.... ہمیں ڈاکوں واکوں سے کیا غرض۔" حمید لاپرواہی سے بولا۔

"لیکن ساری رقم محفوظ ہے۔"

"تو پھر ڈاکہ کیسا.... مجرم ناکامیاب رہے۔"

"وہ سو فیصدی کامیاب رہے حمید صاحب۔ وہ خزانے سے صرف چاندی کا ایک حقیر سا زیور لے گئے ہیں۔"

"کیا مطلب....؟" حمید اچھل پڑا۔

"انکاقوم کی شہزادی کا طوق....!"

"چلئے اچھا ہی ہوا۔ ہم مفت کی دردسری سے بچ گئے۔" حمید نے مسرت کا اظہار کیا۔

"دردسری تو اب شروع ہوگی حمید صاحب۔" فریدی نے کہا۔ "پہلے تو ہم شاید برٹش گی آنا ہی تک جاتے مگر اب نہ جانے کہاں کہاں کی خاک چھاننی پڑے۔"

حمید نے بہت برا سا منہ بنایا لیکن کچھ بولا نہیں۔

فریدی کہتا رہا۔ "چلی کی حکومت نے ہماری حکومت سے گفت و شنید کے بعد یہ طے کیا تھا کہ ہم اسے برٹش گی آنا تک پہنچا دیں اور وہاں سے پھر ان کے آدمی لے جائیں گے۔"

"آخر ہماری حکومت نے اسے منظور ہی کیوں کیا تھا۔" حمید بولا۔ "وہاں کی حکومت کا کوئی نمائندہ یہیں آکر اسے کیوں نہیں لے سکتا۔"

"سنو! غلطی ہمارے ہی یہاں کے ایک شہری کی تھی۔ لوتھر اسے سنگ ہی کی مدد سے چرا کر لایا تھا۔ اس لئے ہماری حکومت کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ خود ہی اسے واپس کرادے۔"

"ہوں....!" حمید سر ہلا کر بولا۔ "لیکن آخر وہاں کی حکومت اس چاندی کے زیور کے لئے

اتنی بیتاب کیوں ہے؟"

"حماقت آمیز سوال نہ کیا کرو۔" فریدی جھنجھلا گیا۔ "اگر خزانے کی بات محض افواہ ہو تو بھی اس کا شمار آثار قدیمہ میں ہوگا اور چونکہ وہ جنوبی امریکہ ہی کے ایک شاہی خاندان کی یادگا ہے اس لئے وہاں کے کسی بھی ملک کو اس کی خواہش ہو سکتی ہے۔"

"مگر آپ نے تو کہا تھا کہ اس پر کی تحریر حاصل کر لینے کے بعد وہ زیور بیکار ہو جاتا ہے۔ ا کی اتنی اہمیت نہیں رہ جاتی کہ اس کے لئے کوئی جدوجہد کرے۔"

"تم بالکل گدھے ہو۔ اہمیت کا سوال صرف سنگ ہی کے لئے تھا۔ میں اسے سنگ ہی ۔ نقطہ نظر سے دیکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اگر آثار قدیمہ کی حیثیت سے اس کی نظروں میں ا کی کوئی اہمیت ہوتی تو وہ اس مردہ شہزادی کے سارے ہی زیورات اُتار لاتا صرف مشہور ہے کہ انکا قوم کے شاہی خزانے کا سراغ بھی ہو سکتی ہے اب اگر ایک شخص اسے آثار قدیمہ والے نہ نظر سے نہیں دیکھتا بلکہ خزانے کے چکر میں ہے تو اس تحریر کے حاصل ہو جانے کے بعد طوق اس کے لئے ایک بے معنی چیز ہو گیا۔ پھر اس کے لئے ڈاکہ زنی کی ضرورت کیوں پیش آتی؟"

"سمجھ گیا....!" حمید سر ہلا کر بولا۔ "لیکن یہ ڈاکہ پڑا کس طرح۔ وہاں تو بہت سخت پ رہتا ہے؟"

"رہتا ہے.... لیکن پہرے والوں کو بدحواس کرنے کے لئے پانچ عدد اژدھے بہت ز ہوتے ہیں۔"

"کیا مطلب....؟"

"انہوں نے گردو پیش کئی عدد اژدھے رینگتے ہوئے دیکھے۔ ظاہر ہے اگر کسی عمارت بیک وقت کئی عدد اژدھے دکھائی دیں تو وہاں کے لوگوں کا کیا حال ہوگا.... بہر حال سنتری ڈیوٹیاں چھوڑ کر اِدھر اُدھر ہو گئے.... اور پھر جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔"

"اژدھے کیسے تھے؟"

"بالکل بے ضرر.... ایسے ہی جیسے اکثر تم نے سپیروں کی گردنوں میں لٹکتے ہوئے د ہوں گے۔ جنہیں بچے بھی ہاتھوں میں اٹھا لیتے ہیں۔"

"کیا وہ اژدھے بھی ساتھ ہی لے گئے؟" حمید نے پوچھا۔

"نہیں آج صبح وہ مختلف مقامات سے پکڑے گئے ہیں اور ہاں اس چینی کی لاش.... اس سے بہت کچھ رہنمائی ہوتی ہے.... اور حمید صاحب آج کی رات میرے لئے بڑی خوشگوار ثابت ہوگی۔"

اغواءٔ

فریدی نے کیڈیلاک ایک تاریک گلی میں کھڑی کر دی۔ رات کے دس بج چکے تھے اور بندرگاہ کی یہ قریبی بستی سکوت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ وہ کیڈیلاک سے نیچے اُترا۔ اس کے ساتھ قاسم بھی تھا لیکن ایک عجیب حلیے میں۔ اس نے نیلے رنگ کی ایک ڈھیلی ڈھالی پتلون پہن رکھی تھی۔ بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے اور سر کے پچھلے حصے پر ایک چھوٹی سی گول ٹوپی منڈھی ہوئی تھی۔ قمیض کی جگہ ایک ملگجی سی بنیان تھی۔ ڈاڑھی تھی تو چھوٹی ہی.... لیکن.... بال اتنے گنجان تھے.... کہ.... مونچھوں سے مل کر انہوں نے دہانہ بالکل ڈھک لیا تھا.... اور.... پھر دیو جیسا ڈیل ڈول.... بہر حال.... قاسم حد درجہ خوفناک نظر آ رہا تھا۔

گلی سنسان پڑی تھی۔ فریدی تھوڑی دیر تک آہستہ آہستہ کچھ کہتا رہا۔ پھر وہ ایک طرف چل پڑے۔ آگے دوسری گلی تھی جس کے سرے پر رک کر فریدی نے ہلکی سی سیٹی بجائی اور دوسرے ہی لمحے میں تاریک گلی سے اس کا جواب ملا۔ آواز دور کی معلوم ہو رہی تھی۔

"بس اب جاؤ....!" فریدی قاسم کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔

قاسم پہلی گلی کے موڑ پر بھی نہیں پہنچا تھا کہ فریدی کی کیڈیلاک فراٹے بھرتی ہوئی سڑک پر نکل گئی۔

قاسم چلتا رہا۔ اب وہ تاریک گلیوں سے نکل کر ایک کشادہ راستے پر چل رہا تھا۔ جس کے دونوں طرف سالخوردہ پتھروں کی عمارتیں تھیں اور یہاں تاریکی بھی نہیں تھی۔ قاسم ایک عمارت کے سامنے رک گیا جس پر "سیلرس کلب" کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ یہ بندرگاہ کے علاقے میں ایشیائی جہازرانوں کی واحد تفریح گاہ تھی لیکن اکثر یہاں مشرقی منشیات کے شوقین یورپی باشندے بھی دکھائی دے جاتے تھے۔ خصوصاً ہالینڈ کے ملاح جو چرس بھرے سگرٹوں پر جان دیتے ہیں۔

اس عمارت میں پہلے دراصل منشیات کے ایک لائسنس دار تاجر کا کاروبار تھا۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ اس کی دیسی منشیات کی کھپت یوروپین جہازرانوں میں بھی ہونے لگی ہے تو اس نے باقاعدہ طور

پر جانڈو خانہ چلانے کیلئے اجازت حاصل کرلی اور اس کا یہ کاروبار "سیلرس کلب" کے تحت چ لگا۔ حکام سے بنائے رکھتا تھا۔ اس لئے عموماً غیر قانونی حرکتیں بھی اس سے سرزد ہوجاتی تھیں۔

قاسم بے دھڑک اندر گھستا چلا گیا۔ عمارت کا نقشہ اسے پہلے ہی اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھ جیسے ہی وہ بڑے کمرے میں داخل ہوا کئی نظریں اس کی طرف بیساختہ اٹھیں۔ اس کے ڈیل ڈو کا جائزہ لیا اور جھک گئیں۔ قاسم اس لباس میں دراصل کسی جہاز کا خلاصی معلوم ہورہا تھا۔

وہ ایک خالی میز پر بیٹھ گیا۔ گردوپیش سے مختلف قسم کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔

اس نے ایک ویٹر کو اشارے سے بلا کر چائے طلب کی مگر یہاں کی بدبودار فضا میں اس کا د گھٹا جارہا تھا۔ مختلف قسم کے منشیات کے دھوئیں کے مرغولے کمرے میں چکراتے پھر رہے تھے

اس نے کسی نہ کسی طرح چائے زہر مار کی اور بُرا سا منہ بنائے ہوئے کمرے کا جائزہ لیتا ر وہاں مختلف ممالک کے جہاز راں نظر آرہے تھے۔ چینی، جاپانی، ملائی، برمیز، انڈونیشئین وغیرہ، ایک چہرے سفید نسل سے بھی تعلق رکھتے تھے۔

اچانک قاسم کی نظر ایک سانولی سی لڑکی پر پڑی جو کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل کر ہال میں آر تھی۔ وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔

لڑکی کے جسم پر نارنجی رنگ کا اسکرٹ تھا اور اس کے ہونٹوں پر لپ اسٹک کی تہہ چڑ ہوئی تھی۔ چہرے پر پاؤڈر نہیں تھا۔ نہ جانے کیوں؟ ہوسکتا ہے خود اسے ہی اس بات کا احساس ر ہو کہ وہ پاؤڈر سے بغیر ہی اچھی لگتی ہے یا پھر اس میں تھوڑا بہت منطقی شعور بھی رہا ہو۔ کیونک چہرے کا پاؤڈر اسکرٹ کے نیچے کالی کلوٹی پنڈلیوں کا عیب نہیں چھپا سکتا۔

قاسم نے بڑی بے چینی سے کرسی پر پہلو بدلا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ لڑ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی صدر دروازے کی طرف آرہی تھی۔ کبھی کبھی وہ مسکرا کر ادھر اُدھر بیٹ ہوئے لوگوں کی باتوں کا جواب بھی دیتی جاتی تھی۔

جیسے ہی وہ دروازے کے قریب پہنچی قاسم نے اچھل کر اسے پکڑ لیا۔ ایک پل کے لئے ا کی نظر قاسم کے چہرے پر پڑی اور اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ پھر نہ جانے کیا ہوا کہ بیک وقت ہال میں اندھیرا ہوگیا۔ شور مچ گیا۔ کرسیاں اور میزیں الٹنے لگیں۔

قاسم لڑکی کو کاندھے پر ڈالے اور ایک ہاتھ سے اس کا منہ دبائے ہوئے گلی میں بھاگ

تھا۔ اسے یقین تھا کہ قرب وجوار میں اس کے مددگار موجود ہیں ورنہ اس پر بدحواسی کا دورہ کبھی کا پڑچکا ہوتا۔ لیکن اس صورت میں بھی اسے ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے وہ ہوا میں اڑا جارہا ہو۔ اسے نہ اپنی جسامت کا احساس تھا اور نہ اس بوجھ کا احساس جو اسکے شانے پر پڑا ہوا بُری طرح مچل رہا تھا۔

وہ بھاگتا ہوا اس گلی میں پہنچا جس کے سرے پر کھڑے ہو کر فریدی نے کسی کو کچھ اشارہ کیا تھا۔ جیسے ہی وہ گلی میں گھسا اس پر سامنے سے ٹارچ کی روشنی پڑی اور پھر فوراً ہی غائب ہوگئی۔

دوسرے لمحے میں اس نے حمید کی آواز سنی۔

"چلے آؤ.... سیدھے.... گھبرانا مت....!"

لڑکی اس کے شانے پر بُری طرح مچل رہی تھی۔ وہ اپنے منہ پر سے اس کا ہاتھ ہٹانا چاہتی تھی۔ اس سلسلے میں اس نے دونوں ہاتھوں سے قاسم کو نوچ کھسوٹ ڈالا تھا۔ لیکن شاید قاسم کو اس کا بھی احساس نہیں ہوا تھا۔

"ادھر ادھر....!" حمید نے کہا۔ "کار میں ڈال دو.... منہ دبائے رہنا۔"

قاسم اسے کار میں ٹھونس کر خود بھی اندر بیٹھ گیا اور کار چل پڑی۔

"منہ سے ہاتھ نہ ہٹنے پائے۔" حمید نے ایک بار پھر کہا۔

کار گلیوں سے گذرتی ہوئی سڑک پر نکل آئی تھی اس کی کھڑکیوں پر سیاہ پردے چڑھے ہوئے تھے لہٰذا باہر سے دیکھ لئے جانے کا خدشہ نہیں تھا۔ حمید بار بار قاسم کو تاکید کرتا جارہا تھا کہ لڑکی کے منہ سے ہاتھ نہ ہٹنے پائے۔

"یہ! دل گھبرا رہا ہے.... غمید بھائی....!" قاسم بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"اگر میرے کہنے کے خلاف کیا تو گولی ماردوں گا۔" حمید نے غصیلی آواز میں کہا۔

قاسم کے منہ سے عجیب قسم کی آوازیں نکلنے لگیں۔ پتہ نہیں اس نے حمید کی بات کا جواب دینے کی کوشش کی تھی یا لڑکی نے کوئی دوسرا حربہ استعمال کیا تھا۔

"کیا ہوا....؟" حمید نے ہنس کر پوچھا۔

"گک.... غس.... غُس نہیں....!" قاسم ہانپتا ہوا ہکلایا۔

کار فراٹے بھرتی رہی۔ رات زیادہ گذر جانے کی وجہ سے سڑکوں پر بھیڑ بھی نہیں تھی۔

قاسم پر بدحواسی کا دورہ پڑچکا تھا اور اسے اب صرف اس کا احساس رہ گیا تھا کہ اس کی سانس

چل رہی ہے۔ اس کے علاوہ اس کا سارا وجود ذہن کے سناٹوں میں گم ہو چکا تھا۔

پھر آہستہ آہستہ اس پر غنودگی کی سی کیفیت طاری ہونے لگی۔

لیکن اس کے ذہن نے اچانک پھر سنبھالا لیا۔ ساتھ ہی اسے ایک سریلی آواز بھی سنائی دی

"میں شور نہیں مچاؤں گی۔"

"اوہ.... ہف.... شکریہ.... ارے ہائیں۔" قاسم بوکھلاہٹ میں حمید کا سر ٹٹولنے لگا۔

"میں شور نہیں مچاؤں گی.... میری جان نہ لو۔" لڑکی دوبارہ دبی دبی سی آواز میں بولی۔

"ہائیں ابے کیا چھوڑ دیا۔" حمید بھنا کر بولا۔

"ارے.... حمید بھائی۔" قاسم ہکلا کر رہ گیا۔ اس کی سمجھ ہی میں نہیں آیا کہ لڑکی اس کی گرفت سے کس طرح نکل گئی۔

"ابے او قاسم کے بچے۔"

"میں کیا کروں حمید بھائی۔" قاسم رو دینے والی آواز میں بولا۔

"میں کہہ رہی ہوں کہ میں شور نہیں مچاؤں گی۔"

"جی ہاں.... جی ہاں....!" قاسم جلدی سے بولا۔

"اچھا....!" حمید نے قاسم سے کہا۔ "اگر یہ شور مچائے تو گلا گھونٹ کر مار ڈالنا۔"

قاسم کچھ نہ بولا۔ لڑکی بھی ایک کنارے دبکی بیٹھی رہی۔ اس نے قاسم کی خونخوار شکل ایک ہی جھلک دیکھی تھی لیکن اس کے ذہن پر اب بھی اس کا خوف مسلط تھا۔

تھوڑی دیر بعد کار فریدی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ کوٹھی تاریک پڑی تھی۔ حمید کار سیدھا پورٹیکو میں لیتا چلا گیا اور اس نے برآمدہ تاریک ہونے پر ذرہ برابر بھی تشویش کا اظہار نہیں کیا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بھی ان کی اسکیم ہی کا کوئی جزو رہا ہو۔

اس نے کار سے اُتر کر سب سے پہلے قاسم کو کار سے نکالا۔ پھر لڑکی سے اترنے کو کہا وہ چپ چاپ نیچے اُتر آئی۔ حمید نے ٹارچ بھی نہیں روشن کی۔

وہ اندھیرے ہی میں برآمدے سے گذر کر اندر پہنچے۔ اندر روشنی تھی۔ لڑکی نے قاسم کو دیکھا جو ایک آرام کرسی پر پڑا ہانپ رہا تھا۔ اس کی مصنوعی ڈاڑھی کئی جگہ سے اکھڑ گئی تھی چہرے پر ناخنوں کی خراشیں تھیں جن سے خون نکل کر جم گیا تھا۔

"بیٹھ جاؤ....!" حمید نے لڑکی سے کہا۔

لیکن وہ کھڑی رہی۔ قاسم اپنی مصنوعی ڈاڑھی کے بال نوچ نوچ کر پھینک رہا تھا۔ اس نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر لڑکی کی طرف دیکھا۔

لڑکی کی عمر بیس سال سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔ اس کی سانولی رنگت پر لپ اسٹک بُری نہیں معلوم ہوتی تھی۔ وہ خوبصورت نہ سہی مگر جاذب نظر ضرور تھی۔



پرنسٹن کے ایک موٹر گیراج کے سامنے ایک جیپ کار رکی اور اس پر سے ایک آدمی کود کر بھاگتا ہوا گیراج کے اندر چلا گیا۔

کافی رات گذر جانے کے باوجود بھی گیراج میں کام ہو رہا تھا۔ آنے والا بھاگتا ہوا ایک میز کے قریب پہنچا جہاں ایک قوی ہیکل اور بارعب آدمی بیٹھا اونگھ رہا تھا۔

اپنے قریب آہٹ محسوس کر کے اس نے آنکھیں کھول دیں۔ دو خوفناک اور سرخ آنکھیں پھر اس نے اپنی چڑھی ہوئی مونچھوں کو داہنے ہاتھ کے انگوٹھے سے سہارا دے کر آنے والے کی طرف دیکھا۔

"میں سیلرس کلب سے آیا ہوں۔" آنے والے نے اس کے چہرے پر سے نظر ہٹا کر کہا۔

"ہوم! تو پھر....؟"

"لڑکی کو کوئی اٹھا لے گیا۔"

"ہام....!" خوفناک چہرے والا کھڑا ہو گیا۔

"کوئی اٹھا لے گیا۔ کسی نے بجلی کی مین لائن کاٹ دی تھی۔"

اس نے آنے والے کو گریبان سے پکڑ کر ایک طرف دھکیل دیا اور خود آگے بڑھ کر ایک موٹر سائیکل اٹھائی اور پھر وہ موٹر سائیکل گیراج کے اندر ہی سے اسٹارٹ ہو گئی۔

آنے والا ایک کنارے کھڑا اپنا کالر درست کر رہا تھا۔ اس نے گیراج سے نکلتی ہوئی موٹر سائیکل کو بڑی کینہ توز نظروں سے دیکھا۔

موٹر سائیکل اب سڑک پر جا رہی تھی۔ طوفان کی طرح۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سوار یا تو پاگل ہو گیا ہو یا اسے اپنی جان کا خوف نہ ہو۔ موٹر سائیکل زیادہ تر شہر کی سنسان سڑکوں ہی کی

طرف مڑ رہی تھی اور پھر کچھ دیر بعد اس کا رخ لڑکال جنگل کی طرف ہو گیا جب وہ سڑک۔ کچی زمین پر اترنے لگی تو ایک جھاڑی سے ٹارچ کی روشنی کی ایک لمبی سی شعاع اس کے پیچھے پیچھے چلی گئی۔



حمید قاسم کو عجیب انداز سے دیکھ رہا تھا اس میں غصہ مضحکہ اور ہمدردی سبھی کچھ تھا۔ وہ لڑکی جسے وہ "سیلرس کلب" سے بالجبر اٹھا کر لائے تھے اتنے اطمینان سے ایک آرام کرسی پر نیم دراز تھی جیسے ان کی خاص الخاص استدعا پر ٹی پارٹی میں شرکت کے لئے آئی ہو۔

وہ تینوں خاموش تھے اور قاسم بار بار اس طرح اپنی آنکھیں مل کر لڑکی کو دیکھنے لگتا تھا جیسے اسے اس کے وجود پر یقین نہ ہو۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" حمید نے لڑکی سے پوچھا۔

"اوہ.... میرا نام نہیں معلوم۔" لڑکی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"جی ہاں.... جی ہاں نہیں مالوم....!" قاسم ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ پھر وہ اس طرح منہ چلانے لگا جیسے منہ میں مسری کی ڈلی رکھ کر بھول گیا ہو۔

"حیرت ہے کہ آپ لوگ میرا نام بھی نہیں جانتے حالانکہ اس طرح اٹھا کر لائے تھے۔"

"الاقسم نہیں جانتے۔ جھوٹ تھوڑا ہی ہے۔" قاسم لہک کر بولا۔

حمید اسے گھورنے لگا۔

"ہائیں گھورتے کیوں ہو۔" قاسم نے کہا۔ پھر سر پر ہاتھ مار کر بولا۔ "تو تم ہی بات کرو نا.... میں کون ہوتا ہوں۔"

حمید چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر لڑکی سے بولا۔ "لیکن تم اس کے باوجود بھی بہت مطمئن نظر آرہی ہو۔"

"پھر....!" لڑکی مسکرائی اور ایک طویل انگڑائی لے کر بولی۔ "میری زندگی ہی یہی ہے۔"

"زندگی....!"

"ہاں.... لیکن میں شاعری نہیں کررہی ہوں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ قاسم بھی سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ اس نے پھر آنکھیں مل مل کر لڑکی کو

دیکھنا شروع کر دیا۔ پھر اپنے بازو پر زور سے چٹکی لی اور "سی" کر کے رہ گیا۔

لڑکی کمرے کا ساز و سامان دیکھ رہی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ اس کی انگلیاں کرسی کے ہتھے پر اس طرح چل رہی تھیں جیسے اس کے ذہن میں وائیلن کا تصور ہو۔

"ایک سگریٹ دو گے۔" اچانک وہ حمید کی طرف مڑ کر بولی۔

"ہاں.... آں....!" حمید نے قاسم کی طرف دیکھ کر کہا۔ "ذرا میرے کمرے سے سگریٹ کا ڈبہ اٹھا لاؤ۔"

"اچھا....!" قاسم اٹھتے اٹھتے پھر بیٹھ گیا۔

"کیوں....؟"

"کود جاکر لاؤنا.... میں تمہارے باپ کا نوکر تو نہیں۔"

"مجھے بتاؤ.... میں خود لاؤں۔" لڑکی اٹھتی ہوئی بولی۔

"بیٹھو بیٹھو..!" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا اور قاسم کو گھورتا ہوا کمرے سے چلا گیا۔

لڑکی نے قاسم سے کہا۔ "آپ نے بھیس خوب بدلا تھا۔"

"ارے ہی.... ہی.... میں کیا.... انہیں سالوں نے گت بنالی تھی۔"

"یہ ہیں کون....؟" لڑکی نے بڑے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

"ارے تم نہیں جانتیں....؟"

لیکن قبل اس کے کہ وہ جملہ پورا کرتا حمید سگریٹ کا ڈبہ لے کر واپس آگیا۔ قاسم چپ ہو گیا۔ حمید نے شاید اس کا ادھورا جملہ سن لیا تھا۔ اس لئے اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی قاسم سے کہا۔ "اپنے کمرے میں جاؤ۔"

"پھر وہی....!" قاسم بھنا گیا۔ "کیا میں تم سے دبتا ہوں....؟"

"اوہ....!" لڑکی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ "یہ مجھے ناپسند ہے شاید اب.... تم دونوں آپس میں لڑو گے۔"

"ضرورت پڑی تو ضرور لڑیں گے۔" قاسم اکڑ کر بولا۔ وہ اپنے بازوؤں پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔

"تم یہاں اپنی موجودگی کا غلط مقصد سمجھ رہی ہو۔" حمید اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتا ہوا بولا۔ "تھوڑی ہی دیر بعد تم آزاد ہو گی۔"

"مجھے حیرت ہے۔ تم لوگ مجھے بہت ہی خطرناک قسم کے آدمیوں کے درمیان سے لا
ہو۔" لڑکی بولی۔

"کیا واقعی....؟" حمید نے حیرت کا اظہار کیا۔ "میں تو ایسا نہیں سمجھتا۔"

"تم مجھے کیوں لائے ہو....؟"

"بس یونہی تفریحاً.... تمہیں قریب سے دیکھنے کے لئے۔"

"شاید میں پاگل ہو جاؤں گی۔" لڑکی اپنی پیشانی رگڑتی ہوئی بولی۔

"کیوں....؟" حمید اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

"میری زندگی ہی بدمعاشوں میں گذری ہے۔ مگر ایسے بدمعاش.... انہوں نے میر
لئے کافی کشت و خون کیا ہے۔ مجھے دوسرے بدمعاشوں سے چھین لائے ہیں۔ میری نگہداش
ہوتی ہے۔ میں جب بھی باہر نکلتی ہوں میرے ساتھ دو آدمی ہوتے ہیں اور ان کی جیبیں
نہیں ہوتیں۔ وہ ریوالور رکھتے ہیں لیکن مجھے اب تک یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ لوگ مجھے دوسر
سے کیوں چھین لائے ہیں؟"

"پہلے تم کہاں تھیں؟"

"صفدر آباد میں.... کمبرلینڈ ہوٹل کی ہوسٹس لیکن مجھ پر چند بدمعاشوں کا قبضہ تھا۔"

"یہ لوگ تمہیں کب لائے؟"

"ایک ماہ پہلے کی بات ہے۔"

"سرغنہ کون ہے؟"

"میں نام نہیں جانتی لیکن وہ خوفناک آدمی ہے۔ بڑی مونچھوں اور خونخوار آنکھوں والا۔"

"سیلرس کلب کا منیجر....؟" حمید نے پوچھا۔

"نہیں.... وہ تو.... وہ بھی اس سے دبتا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ سیلرس کلب سے اس
تعلق ہے۔"

"تم سیلرس کلب میں رہتی ہو....؟"

"ہاں.... وہاں مجھے ایک کمرہ دیا گیا ہے۔"

"تم سے کام کیا لیا جاتا ہے؟"

"کچھ بھی نہیں.... اکثر شام کو مجھے کاؤنٹر پر بیٹھنے کو کہا جاتا ہے اور بس۔ مجھے قید کر کے نہیں رکھا گیا۔ لیکن پھر بھی نگرانی کافی ہوتی ہے۔ میں تنہا باہر نہیں نکل سکتی اور ہاں رات کو وہ میرا کمرہ باہر سے مقفل کر دیتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ میں خواب میں چلتی ہوں۔ سوچتے ہوں گے ممکن ہے مجھے کوئی حادثہ پیش آ جائے۔ عجیب بات ہے مجھے یقین نہیں آتا مگر لوگ کہتے ہیں۔ صفدر آباد میں ایک سائیکو انیلسٹ نے کہا تھا کہ جو کام میں جاگتے میں نہیں کرنا چاہتی یا کرنا بھول جاتی ہوں اسے نیند.... کی حالت میں کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن مجھے بالکل علم نہیں ہوتا.... ہے نا عجیب بات۔"

حمید چند لمحے اُسے غور سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

"ریکھا ڈینئیل.... میں کرسچین ہوں۔"

"ڈینئیل....؟"

"ہاں وہ میرے باپ تھے۔"

حمید کچھ اور پوچھنے والا تھا کہ اچانک پوری عمارت کی روشنی غائب ہو گئی۔ حمید بوکھلا کر اٹھا۔ وہ قدموں کی آوازیں سن رہا تھا۔ "خبردار.... گولی مار دوں گا۔" وہ ریوالور نکال کر چیخا اور پھر اندھیرے ہی میں ایک فائر بھی کر دیا لیکن اس کے جواب میں اس نے کسی قسم کی آواز نہیں سنی۔

ایک بم کئی لاشیں

"کیا ہوا حمید بھائی؟" اس نے قاسم کی آواز سنی اور پھر اچانک اسے یاد آیا کہ اس سے ایک زبردست غلطی سرزد ہوئی تھی۔ اسے لڑکی کو لے آنے کے بعد پھاٹک بند کرا کے کمپاؤنڈ میں رکھوالی کرنے والے کتے چھوڑ دینے چاہئے تھے۔

فریدی نے خاص طور پر اس کی تاکید کی تھی۔ لیکن وہ بھول ہی گیا۔ وہ بڑی تیزی سے دروازے کی طرف لپکا لیکن اس کا سر بند دروازے سے ٹکرا کر رہ گیا۔

"حمید بھاغی....!" قاسم نے پھر گھٹی گھٹی سی آواز میں اسے پکارا۔

"چپ رہو حمید بھائی کے بچے۔" حمید جھلا گیا۔ وہ دیوار کے سہارے چلتا ہوا کمرے کے دوسرے دروازے ٹٹولتا پھر رہا تھا۔

"بڑے آئے گرجنے برسنے والے۔" قاسم غرا کر بولا۔ "خود مزے کر رہے ہیں... ہاں.... نہیں تو....!"

"ابے کیا بکتا ہے مردود....؟"

"ٹھہر تو جاؤ بتاتا ہوں۔" قاسم اندھیرے میں ادھر اُدھر ہاتھ چلاتا ہوا آگے بڑھنے لگا حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ دفعتاً اسے یاد آگیا کہ اس کی جیب میں سگار لائٹر پڑا ہوا ہے۔ دوسرے ہی لمحے میں سگار لائٹر کی ننھی سی لو اندھیرے میں جگمگانے لگی۔

"ہائیں....!" قاسم بوکھلا گیا۔ "لل.... لڑکی.... کدھر گئی؟"

"جہنم میں....!" حمید غرایا۔

"اماں تم ٹھیک سے بات کیوں نہیں کرتے آخر۔" قاسم آستین چڑھاتا ہوا آگے بڑھا۔

"دور رہنا.... نہیں تو اچھا نہ ہوگا۔ تمہاری وجہ سے وہ نکل گئی۔"

"نکل گئی....؟" قاسم نے حیرت سے کہا۔

"تم شاید سو رہے تھے۔" حمید نے کہا پھر اچانک اس کے منہ سے ایک تحیر زدہ سی آواز نکلی۔ وہ دروازے کے قریب پڑی ہوئی ایک عجیب وضع کی چیز کی طرف دیکھ رہا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ پھر وہ اسے دیکھنے کے لئے جھکا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی اور وہ اچھل کر پیچھے ہٹ آیا۔ سگار لائٹر بجھ گیا۔ اس نے اسے بدقت تمام دوبارہ روشن کیا۔ قاسم نے بھی آگے بڑھ کر اس چیز کا جائزہ لیا اور ہنسنے لگا۔

"اماں بوتل سے ڈرتے ہو.... واہ.... واہ.... مگر ہائیں۔ یہ کیا۔ یہ بوتل ہے یا گھڑی... الاقسم گھڑی کی طرح ٹک ٹک ٹک کر رہی ہے۔"

"قاسم....!" حمید کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔ "دروازہ توڑ دو.... جلدی کرو۔"

"کیوں....؟"

"جلدی کرو.... ادھر آؤ.... اس دروازے میں ٹکر مارو۔"

"کیوں....؟ عجیب آدمی ہو۔"

"جلدی کرو سور.... یہ بوتل یا گھڑی نہیں بلکہ ٹائم بم ہے۔"

"ہائیں بھم.... ارے باپ رے۔" قاسم بدحواسی میں ایک کرسی کے پائے سے الجھ کر منہ

کے بل فرش پر گرا۔

حمید بے تحاشہ ایک دروازے پر ٹکریں مار رہا تھا لیکن اس کے بس کا روگ نہیں تھا۔ کمرے میں پھر اندھیرا چھا گیا۔ سگار لائٹر کی اسپرٹ کب تک چلتی۔

"او قاسم کے بچے۔" وہ حلق پھاڑ کر چیخا۔

"یار مذاق نہ کرو۔" قاسم خوفزدہ آواز میں بولا۔ پھر اس نے ہنسنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "نہیں جھوٹ بم وم کچھ نہیں بنڈل ہے بنڈل.... واہ حمید بھائی۔"

حمید ٹٹولتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ "آؤ.... اٹھو.... خدا کے لئے۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف کھینچنے لگا۔"

"کیوں.... یار پریشان مت کرو.... لائٹ جلاؤ.... مجھے نیند آرہی ہے۔ قاسم نے بھاڑ سا منہ پھاڑ کر جماہی لی۔

"قاسم.... اگر یہ بم پھٹ گیا تو ہمارے پرخچے اڑ جائیں گے۔"

"اماں.... مت اُلو بناؤ۔" قاسم پھر ہنسنے لگا۔

حمید اسے چھوڑ کر دوبارہ دروازے پر ٹکریں مارنے لگا تھا۔



جس وقت "سیلرس کلب" میں ہنگامہ ہوا فریدی عمارت سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اس نے قاسم کو کامیاب ہوتے بھی دیکھا تھا اور اب اسے اس کے رد عمل کا انتظار تھا۔ ہنگامہ بڑھتا ہی گیا۔ لوگ عمارت سے نکل کر سڑک پر اکٹھا ہو گئے تھے اور ان میں سے کچھ قرب و جوار کی تاریک اور سنسان گلیوں میں گھستے پھر رہے تھے۔

اچانک اسی بھیڑ میں ایک جیپ کار اسٹارٹ ہوئی اور بھیڑ کی پرواہ کئے بغیر اندھا دھند ایک طرف بھاگنے لگی۔ لوگ چیختے ہوئے ادھر اُدھر ہٹ گئے دوسرے ہی لمحے میں فریدی نے ایک تاریک گلی میں گھس کر اپنی موٹر سائیکل سنبھالی اور جیپ کار کا تعاقب کرنے لگا۔ پھر اسے چند لمحے پرنسٹن کے موٹر گیراج کے باہر بھی رکنا پڑا۔ کیونکہ جیپ کار ڈرائیور اپنی گاڑی باہر چھوڑ کر گیراج کے اندر چلا گیا تھا۔

پھر اس نے گیراج کے اندر سے ایک موٹر سائیکل نکلتے دیکھی اس پر بیٹھے ہوئے آدمی کو

دیکھ کر وہ چونکا اور پھر اسے جیپ والے کا انتظار فضول معلوم ہونے لگا۔ دوسرے لمحے میں وہ بڑی مونچھوں والے موٹر سائیکل سوار کا تعاقب کر رہا تھا۔

فریدی کی موٹر سائیکل میں بہت ہی نفیس قسم کا سائیلنسر لگا ہوا تھا۔ اس لئے اس کی آواز زیادہ دور تک نہیں پھیل رہی تھی۔

تعاقب جاری رہا۔ متعاقب بہت جلدی میں معلوم ہوتا تھا۔ اس کی موٹر سائیکل طوفان کی طرح آگے بڑھ رہی تھی۔ فریدی نے اپنی موٹر سائیکل کی ہیڈ لائٹ بجھا دی تھی اور آگے والی موٹر سائیکل کی عقبی سرخ روشنی پر نظر جمائے ہوئے تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے محسوس کیا کہ اگلی موٹر سائیکل لڑکال جنگل کی طرف جا رہی ہے۔

فریدی نے مسکرا کر اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی۔ اسے پہلے ہی یقین تھا کہ سنگ ہی لڑکال جنگل میں کسی جگہ چھپا ہوا ہے اسی لئے اس نے اس دوران میں اپنا زیادہ تر وقت لڑکال جنگل میں گذارا تھا۔ لیکن اس طرح کہ سنگ ہی کو اس کا علم ہو جائے اور یہی ایک ایسا طریقہ تھا جس کی بناء پر سنگ ہی تک پہنچ بھی ممکن تھی۔ ورنہ اتنے بڑے اور گھنے جنگل سے کسی کو ڈھونڈ نکالنا مشکل ہی تھا اور آج کی اسکیم تو اس کی دانست میں بہت ہی شاندار تھی۔

سیلرس کلب تک اس کی رسائی اسی حادثے کی وجہ سے ہوئی تھی جو لڑکال جنگل سے واپس آتے وقت پیش آیا تھا۔ حملہ آوروں میں سے ایک چینی کا خاتمہ ہو گیا تھا تحقیقات کرنے پر اس چینی کا تعلق سیلرس کلب سے ظاہر ہوا۔ پھر سیلرس کلب میں ایک ایسی لڑکی دریافت ہوئی جس کی شخصیت بڑی پُراسرار تھی۔ بظاہر وہ معمولی صورت شکل کی ایک آوارہ سی لڑکی تھی ایسی ہی جیسی اس قسم کے مقامات پر عموماً پائی جاتی ہیں مگر وہ کڑی نگرانی میں رکھی جاتی تھی۔

فریدی نے دو تین گھنٹے تک اس کے متعلق چھان بین کی لیکن کسی خاص نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔ پھر اس نے ایک اندھی چال چلی۔ لڑکی کو مرکزی خیال بنا کر ایک پلاٹ مرتب کیا۔ اس نے سوچا تھا کہ اگر وہ لڑکی سنگ ہی سے متعلق ہوئی تو اس طرح سنگ ہی تک رسائی ممکن ہو جائے گی۔

ابھی تک تو اس کے اندازے درست نکلے تھے اور پھر جیسے ہی متعاقب کی موٹر سائیکل نے لڑکال جنگل کا رخ کیا اسے اپنی کامیابی کا سو فیصدی یقین ہو گیا۔

اب دونوں موٹر سائیکلیں جنگل کی وسطی سڑک پر دوڑ رہی تھیں۔ یہاں فریدی تاروں کی

چھاؤں سے بھی محروم ہو گیا تھا اس لئے اسے اپنی موٹر سائیکل کی ہیڈ لائٹ روشن کرنی پڑی۔

کچھ دیر بعد اگلی موٹر سائیکل ایک پگڈنڈی پر مڑ گئی۔ فریدی کافی فاصلے پر تھا۔ اس نے رفتار بڑھائی لیکن دوسرے ہی لمحے میں جنگل پر سکوت طاری ہو گیا۔ اگلی موٹر سائیکل کا انجن بند ہو گیا تھا۔ فریدی نے موٹر سائیکل روکتے روکتے اس پگڈنڈی سے بھی آگے نکل گیا۔

اس نے موٹر سائیکل روک کر ایک طرف کھڑی کر دی۔ اگلی موٹر سائیکل کا انجن بند ہو جانے کے بعد موٹر سائیکل سمیت جنگل میں گھسنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔

وہ آہستہ آہستہ پگڈنڈی کی طرف بڑھنے لگا۔

سارا جنگل سائیں سائیں کر رہا تھا۔ کبھی کبھی آس پاس کے درختوں پر کوئی بڑا پرندہ اپنے پر پھڑپھڑاتا اور پھر وہی بوجھل سکوت طاری ہو جاتا۔

فریدی پگڈنڈی پر مڑ ہی رہا تھا کہ اچانک آسمان سے اس پر کوئی چیز گری ہلکی پھلکی سی چیز.... لیکن اتنی بڑی کہ اس نے فریدی کے گرد احاطہ کر لیا اور پھر وہ اس میں لپٹتا ہوا زمین پر گر گیا۔

"جال....!" اس کے ذہن نے دہرایا اور جیب میں پڑے ہوئے ریوالور کے گرد اس کی گرفت مضبوط ہو گئی۔

وہ جال میں بُری طرح پھنس گیا تھا اور اب وہ غیر ارادی طور پر جال سمیت آگے کی طرف پھسل بھی رہا تھا۔ اس نے بہت کوشش کی کہ وہ خود کو روک سکے لیکن شاید کئی آدمی بیک وقت اس پر اپنا زور صرف کر رہے تھے۔

آخر ایک جگہ اس کے سر میں ٹھوکر لگی شاید یہ کسی درخت کا تنا تھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے اپنا بایاں ہاتھ اس کے گرد پھنسا دیا۔

داہنے ہاتھ میں ریوالور تیار تھا۔ دوسری طرف سے زور ہوتا رہا۔ لیکن جال اس جگہ سے ایک انچ آگے نہ بڑھ سکا۔

پھر فریدی نے جال کی ڈور کے بالکل سیدھ میں کسی کے قدموں کی آواز سنی۔ شاید کوئی جال کی تنی ہوئی ڈور کے سہارے اس طرف آ رہا تھا۔

فریدی کے ریوالور سے شعلہ نکلا اور ایک جگر خراش چیخ دور تک سناٹے میں لہراتی چلی گئی۔

پھر دفعتاً کئی قدموں کی آہٹیں ملنے لگیں۔ فریدی نے پھر فائر کیا۔ اس بار ایک بہت ہی کریہہ آواز گالی کی شکل میں سنائی دی۔ شاید وہ بھی زخمی ہو گیا تھا۔

آہٹیں بند ہو گئیں لیکن کسی آدمی کی ہلکی ہلکی کراہیں اب بھی سنائی دے رہی تھیں۔ جال کا تناؤ کم ہو گیا تھا۔ شاید اس کی ڈور اس چھوڑ دی گئی تھی۔ فریدی نے جال کے پھندے توڑنے چاہے لیکن ایک ہاتھ سے یہ ناممکن تھا.... دوسرے ہاتھ سے اس نے درخت کا تنا جکڑ رکھا تھا۔

اچانک اسے اپنے قریب ہی ہلکی سی سرسراہٹ سنائی دی۔ اس نے پھر آواز کی سمت فائر کر دیا۔ ایک چیخ پھر گونجی۔

"برساؤ.... گولیاں برساؤ" کوئی زور سے چیخا۔ "ادھر.... اس طرف۔"

قبل اس کے کہ فریدی اس آواز پر بھی فائر کرتا۔ بیک وقت کئی فائر ہوئے اور ایک گولی تو اس درخت کے تنے پر بھی لگی جس سے فریدی جال سمیت چمٹا ہوا تھا۔

خطرہ اب بڑھ گیا تھا۔ فریدی نے سوچا اگر انہوں نے چاروں طرف سے گھیر کر فائر کرنا شروع کیا تو بچاؤ ناممکن ہو جائے گا۔

فائر پھر ہوئے اور اس بار وہ بال بال بچا۔ اس کا خدشہ درست نکلا تھا۔ اس بار اس کی پشت کی طرف سے بھی فائر ہوئے تھے۔

اس نے درخت کا تنا چھوڑ دیا لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ منہ کے بل زمین پر چلا آیا۔ جال کی ڈور دوبارہ تن گئی تھی اور اسے پھر کھینچا جانے لگا تھا۔

فریدی کے منہ سے ہلکی سی غراہٹ نکلی اور پھر اس نے چاروں طرف سے ہونے والے فائروں کی پرواہ کئے بغیر جال کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

اس کے بعد اسے وہاں سے نکل بھاگنے کی تدبیر کرنی چاہئے تھی مگر اس پر تو اب خون سوار ہو گیا تھا۔ اس نے ایک درخت کے تنے کی آڑ لے کر اندھا دھند چاروں طرف گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ پھر وہ ریوالور کے خالی چیمبر بھرنے کے لئے رکا ہی تھا کہ اس پر بیک وقت کئی آدمی ٹوٹ پڑے۔

"مل گیا.... مل گیا۔" ان میں سے ایک چیخا۔



حمید حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہا تھا لیکن قاسم کے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی تھی۔ نوکر شاگرد پیشے میں تھے لہٰذا ان تک اس کی آواز پہنچنے کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔ لڑکی کو لانے کے بعد خود اسی نے نوکروں کو چھٹی دے دی تھی۔

وہ پھر جھلا کر قاسم کی طرف پلٹا۔

"اچھا.... مرو سالے.... جہنم میں جاؤ۔"

"اے.... گالی والی مت دینا۔" قاسم غرایا۔

"ابے خدا کی قسم وہ ٹائم بم ہے۔"

"میرے ٹھینگے پر...." قاسم لاپروائی سے بولا۔

"تمہارے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

"پرواہ نہ کرو....!" قاسم ہنس کر بولا۔ "میں تمہیں خوب سمجھتا ہوں.... اس میں بھی کوئی چال ہے۔ بتاؤ وہ لونڈیا کہاں ہے؟"

"لونڈیا کے بچے۔"

"خاموش....!" قاسم حلق پھاڑ کر چیخا۔ "زبان سے گدی کھینچ لوں گا۔ تم خود لونڈیاں کے بچے.... بلکہ چھوکری کے پلے۔"

حمید پھر پلٹ کر دونوں ہاتھوں سے دروازہ پیٹنے لگا۔ اچانک دوسرے کمرے میں لالٹین کی روشنی دکھائی دی۔

"کون ہے.... دروازہ کھولو....!"

"کون ہے....؟" اس نے جواب میں ایک نوکر کی آواز سنی۔

"جلدی کرو.... کھولو....!" حمید چیخا۔

دوسرے لمحے میں دروازہ کھل گیا اور حمید کسی پاگل کتے کی طرح کمرے سے نکل کر چیختا ہوا بھاگا۔ "نکل آؤ.... باہر نکل آؤ.... خطرہ ہے۔"

اب قاسم کی کھوپڑی کی برف بھی کچھ پگھلی وہ سوچنے لگا اگر یہ مذاق ہوتا تو حمید نوکروں کے سامنے اس قسم کی حرکت نہ کرتا۔

نوکر حمید کے پیچھے ہی دوڑتے چلے گئے تھے اور اب پھر اندھیرا چھا گیا تھا۔

کمرے کے سناٹے میں قاسم کو ٹائم بم کی "ٹک ٹک" صاف سنائی دے رہی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ محض واہمہ ہی رہا ہو کیونکہ بم اس سے پانچ یا چھ گز کے فاصلے پر تھا۔

"ارے.... بباپ رے۔" قاسم اچانک اچھل کر بھاگا سب سے پہلے دیوار سے ٹکرایا۔ پھر دروازے سے نکل کر دوسرے کمرے میں اوندھے منہ فرش پر جا گرا۔

"حمید بھائی۔" وہ اپنی پوری قوت سے چیخا اور پھر اٹھ کر ٹٹولتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ کئی منٹ تک وہ مختلف کمروں میں چکراتا پھرا لیکن اسے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ملا۔ ایک تو بدحواسی ہی اس پر بُری طرح مسلط تھی.... اور پھر اندھیرا........

پھر نہ جانے کیوں اسے چپ سی لگ گئی وہ اب حمید کو آوازیں بھی نہیں دے رہا تھا۔ اس کی حالت ایک اندھے گونگے اور بہرے آدمی کی حالت سے مشابہ تھی۔ ذہن میں صرف ایک خیال تھا کہ کسی طرح وہ جلد سے جلد باہر نکل جائے اور وہ باہر کیوں جانا چاہتا تھا؟ اس کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ اسے یاد ہی نہیں رہ گیا تھا کہ وہ باہر کیوں نکلنا چاہتا ہے۔

دفعتاً ایک اتنا زبردست دھماکہ ہوا کہ قاسم کی آنکھوں کے سامنے زمین و آسمان کے چمکدار چیتھڑے اڑنے لگے وہ لہرا کر دھم سے فرش پر گرا۔

حمید اور سارے نوکر باہر لان پر اوندھے پڑے تھے۔

آخر تھوڑی دیر بعد ان کے حواس درست ہوئے۔ قرب و جوار کی کوٹھیوں سے لوگ نکل کر فریدی کی کوٹھی کی طرف آرہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہاں خاصی بھیڑ اکٹھا ہو گئی۔



فریدی کسی وحشی درندے کی طرح ان لوگوں سے لڑ رہا تھا۔ پہلے دو ہی تین تھے مگر اب ان کی تعداد دس تک پہنچ گئی تھی۔

ایک بار پھر وہ جھکائی دے کر ان کے نرغے سے نکل گیا۔ ابھی اس کے دوسرے ہولسٹر میں ایک بھرا ہوا ریوالور باقی تھا۔ ایک تو اس نے اس جدوجہد کے دوران ہی میں کھو دیا تھا۔ ان سے الگ ہوتے ہی اس نے پے در پے دو فائر کئے اور پھر وہ اندھیرے میں دوڑتا چلا گیا۔

حملہ آور ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے۔

"آگے بڑھو....!" کسی نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہماری جانیں فالتو نہیں ہیں۔" کسی دوسرے نے کہا۔ "تم خود کیوں نہیں بڑھتے؟"

"اچھا....!" غرائی ہوئی آواز کے ساتھ ہی ایک فائر ہوا۔ ایک چیخ ابھری اور شاید احتجاج کرنے والا ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا ہو گیا۔

کوئی کچھ نہ بولا اور نہ کسی نے اپنی جگہ سے حرکت کی۔

"کیا تمہاری شامت آگئی۔" غرائی ہوئی آواز پھر سناٹے میں گونجی۔

"کیا کریں جناب اندھیرا۔" کسی نے دبی سی آواز میں کہا۔

"اندھیرے کے بچے! اگر وہ بچ کر نکل گیا تو پھر ہم شہر میں قدم بھی نہ رکھ سکیں گے۔ تم سب نے مل کر اس وقت کا کھیل بگاڑا ہے۔"

مخالف سمت سے پے در پے تین فائر ہوئے اور ادھر دو چیخیں بلند ہوئیں۔

شاید سچ مچ فریدی کا دماغ پھر گیا تھا۔ خطرات میں گھرے ہونے کے باوجود بھی وہ بار بار پلٹ پڑتا تھا۔ دو فائر پھر ہوئے لیکن حملہ آوروں کی طرف سے اس کا جواب نہیں دیا گیا۔ وہ سب بے تحاشہ زمین پر لیٹ گئے تھے۔

پھر قریب ہی کے ایک درخت پر سے ان پر ٹارچ کی روشنی پڑی اور ساتھ ہی دو فائر پھر ہوئے۔ دو چیخیں.... اور پھر فریدی درخت کی ایک شاخ پر بیٹھا دیر تک ان کے بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنتا رہا۔

مل گئی

دوسری صبح حمید کے لئے بڑی پریشان کن تھی۔ کوٹھی کے دو کمرے ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہو گئے تھے۔ قاسم ہسپتال میں تھا۔ اسے چوٹ تو نہیں آئی تھی لیکن دھماکے نے اس کے اعصاب پر بُرا اثر ڈالا تھا۔ رات ہی کو اس کے محکمے کے چند ذمہ دار آفیسر پہنچ گئے تھے اور انہوں نے اپنے سوالات سے ناک میں دم کر دیا تھا۔ لیکن حمید نے انہیں اصل واقع کی ہوا بھی نہ لگنے دی۔ اس نے ان سے یہی کہا کہ وہ اس دھماکے کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا۔ قاسم کے بارے میں بتایا کہ وہ کوٹھی میں تنہا تھا اور قاسم کو تاکید کر دی تھی کہ وہ اپنی زبان بند ہی رکھے۔

اس حال کو پہنچ جانے کے بعد قاسم میں اتنی ہمت نہیں رہ گئی تھی کہ وہ حمید سے بحث کر اس نے چپ چاپ اس کے کہنے پر عمل کیا۔ ڈی ایس پی سٹی نے اس پر سوالات کی بوچھاڑ کی لی اس کے علاوہ اور کچھ نہ معلوم کر سکا کہ قاسم سو رہا تھا۔ اچانک اس کی آنکھ کھلی اور اسے ایسا محسو ہوا جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ پھر اس کے بعد کے واقعات اس کی یاد داشت سے محو ہو گئے۔ بیان حمی تھا اور زبان قاسم کی۔

یہ سب کچھ ہوا مگر فریدی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ حمید کو سب سے زیادہ تشویش اسی کے متعل تھی اسے یقین تھا کہ اسے بھی کوئی نہ کوئی حادثہ ضرور پیش آیا ہوگا کیونکہ مجرم اس کی اسکیم واقف ہو گئے تھے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ لڑکی کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے فریدی کی کو تک کس طرح پہنچتے۔ حمید کو یقین تھا کہ پچھلی رات کسی نے بھی اس کی کار کا تعاقب نہیں کیا تھ پھر ایسی صورت میں اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا تھا کہ مجرم پوری اسکیم سے قبل از وقت واقف ہو گئے تھے۔

فریدی کے لئے وہ بہت زیادہ پریشان تھا۔ مگر وہ اسے ڈھونڈتا بھی کہاں اس نے اپنی پور اسکیم سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ اس کا کام بس اس لڑکی کے اغواء کے بعد ہی سے ختم ہو گیا تھا اور ا اس وقت تک لڑکی کو کوٹھی ہی میں روکے رکھنا تھا جب تک کہ فریدی واپس نہ آ جاتا۔ اس ک بعد کا کیا پروگرام تھا۔ یہ فریدی کو معلوم تھا یا خدا کو!

حمید دن بھر ادھر اُدھر بھٹکتا رہا۔ لیکن فریدی کہیں نہ ملا۔ ایک بار اس نے "سیلرس کلب" پر بھی چھاپا مارا۔ سیلرس کلب کا مالک پُراسرار طور پر کہیں غائب ہو گیا تھا.... ملازمین موجود تھ لیکن وہ اس کے متعلق کوئی ایسی بات نہ بتا سکے جس سے اس کی روپوشی کی وجہ ظاہر ہو سکتی۔ پھ حمید نے اس لڑکی کے متعلق استفسار کیا۔ لیکن جواب میں وہی سب کچھ معلوم ہو سکا جس کا عل حمید کو پہلے ہی تھا۔ لیکن ملازمین لڑکی کی شخصیت پر روشنی نہ ڈال سکے اور وہ ان دونوں آدمیو سے بھی واقف نہیں تھے جو لڑکی کی نگرانی کرتے تھے۔ لڑکی ہی کی طرح وہ دونوں بھی ان کے لئے پُراسرار تھے۔

حمید کے ساتھ انسپکٹر جگدیش اور چند کانسٹیبل تھے۔ انہوں نے پوری عمارت کی تلاشی لی۔ حمید نے اس کمرے کو خاص طور سے دیکھا جس میں لڑکی اور اس کے دونوں نگران مقیم تھے۔ ایک

یک چیز الٹ پلٹ ڈالی لیکن کوئی ایسا سراغ نہ ملا جس سے مجرموں کی شخصیت پر روشنی پڑتی۔

آخر تھک ہار کر وہ ہسپتال کی طرف واپس آ گیا۔ قاسم ابھی ہسپتال ہی میں تھا۔

حمید کو دیکھ کر اس نے بُرا سا منہ بنایا۔

"کب تک یہاں پڑا رہوں گا۔" اس نے کراہ کر کہا۔

"کیا تم یہاں سے چلنا چاہتے ہو؟"

"اور نہیں تو کیا یہاں زندگی بسر کرنے آیا ہوں۔ سالیاں مجھے دیکھ دیکھ کر ہنستی ہیں۔"

"کون....؟"

"یہی نرسیں! سالیاں....!"

"تب تو پھر تمہارے مزے ہی مزے ہیں۔" حمید کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ شاید وہ آج صبح سے اس وقت تک پہلی بار مسکرایا تھا۔

"میاں بس ختم کرو.... خدا غارت کرے ان عورتوں کو.... ان کی بدولت!"

"اچھا تم ٹھہرو.... میں تمہیں لے چلنے کا انتظام کرتا ہوں۔" حمید نے کہا اور ڈاکٹر کے رے کی طرف چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ہسپتال سے گھر کے لئے روانہ ہو گئے۔ قاسم اچھا خاصا تھا اور اب ملے کے اثرات اس کے اعصاب پر سے زائل ہو گئے لیکن وہ خائف اب بھی تھا۔

راستے میں زیادہ تر خاموشی رہی۔ صرف ایک بار قاسم نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا تھا۔

"حمید بھائی! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔"

"کیوں.... کس لئے؟"

"میں تمہاری باتوں میں آ کر بھی مصیبت میں پڑتا ہوں اور نہ آؤں تب بھی میرے لئے ئی نہ کوئی وبال کھڑا ہو جاتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"تمہارا کہنا ماننے پر مجھے گھر چھوڑنا پڑا۔ اور جب پچھلی رات میں نے طے کر لیا تھا کہ تمہاری ات میں کبھی نہ آؤں گا تو مجھے چوہوں کی سی موت نصیب ہوتے ہوتے رہ گئی۔"

حمید بے اختیار مسکرا پڑا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔ اس کا ذہن فریدی میں الجھا ہوا تھا۔

کیڈی شہر کی ایک پُر رونق شاہراہ سے گزر رہی تھی۔

اچانک حمید چونک پڑا۔ اتفاقاً اس کی نظر ملبوسات کی ایک دوکان کی طرف اٹھ گئی تھ اسے وہاں جو کچھ بھی نظر آیا وہ اسے چونکا دینے کے لئے کافی تھا۔

اس نے کیڈی فٹ پاتھ سے لگا کر روک دی۔

"کہاں چلے....؟" قاسم بولا۔

"وہی لڑکی.... رات والی....!"

قاسم نے اسے دونوں ہاتھوں سے دبوچ لیا۔

"یہ کیا حرکت....؟" حمید جھلا کر پلٹا۔

"جانے دو حمید بھائی! خدا کے لئے جانے دو۔" قاسم بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اب اپنے قریب کوئی لڑکی نہیں دیکھنا چاہتا۔"

"الگ ہٹو....!" حمید اسے دھکا دے کر باہر نکل گیا۔

قاسم نڈھال ہو کر سیٹ پر ڈھیر ہو گیا۔ وہ کچھ بڑبڑا بھی رہا تھا۔ حمید اس کی طرف دھ دیئے بغیر ملبوسات کی دوکان میں گھس گیا۔

لڑکی سیلز گرل کی طرف متوجہ تھی اور اس کے پیروں کے قریب چمڑے کا ایک سفری رکھا ہوا تھا۔ حمید اس کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں کے درمیان فاصلہ اتنا کم رہ گیا تھا کہ گرل چونکے بغیر نہ رہ سکی اور وہ لڑکی اس سے گفتگو کرنے میں اتنی محو تھی کہ اسے حمیا موجودگی کی خبر نہ ہو سکی۔ لیکن پھر سیلز گرل کے کے چہرے پر استعجاب کے آثار دیکھ کر مڑی

"اوہ....!" اس کے منہ سے بیساختہ نکلا۔

حمید نہ تو اپنی جگہ سے ہٹا اور نہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی ہوئی اس کے ہونٹ بھنچے ہو تھے اور وہ براہِ راست لڑکی کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"آپ کیا چاہتے ہیں؟" اس نے خوفزدہ آواز میں کہا۔

حمید نے جواب میں جیب سے اپنا ملاقاتی کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

وہ چند لمحے اسے آنکھیں پھاڑے دیکھتی رہی پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔ " نہیں سمجھتی کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"میری کار باہر موجود ہے۔" حمید نے سرد لہجے میں کہا۔

"اوہ.... اچھا....!" اس نے کہا اور پھر سیلز گرل کی طرف دیکھ کر ندامت آمیز لہجے میں لی۔ "آپ کا بہت بہت شکریہ مجھے ذرا ایک کام یاد آ گیا ہے میں جلد ہی واپس آ جاؤں گی۔"

اس نے بیگ اٹھایا اور دروازے کی طرف مڑ گئی۔

حمید اس کے آگے چل رہا تھا۔

حمید نے پچھلی نشست کا دروازہ کھولا اور وہ دونوں اندر بیٹھ گئے۔ قاسم منہ پھاڑے انہیں یکھ رہا تھا۔

"چلو.... ڈرائیو کرو....!" حمید نے قاسم سے کہا۔

"پھر لے چلو گے انہیں؟" قاسم نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"ہاں.... اور اس بار میں شرافت سے پیش نہیں آؤں گا۔" حمید نے کہا۔

لڑکی کچھ نہ بولی۔ اب اس کے چہرے پر بے چینی کے آثار نہیں تھے۔ حمید نے پھر اس کے راز میں پچھلی رات کی سی بے فکری اور لاپروائی محسوس کی۔

"وہ لوگ کہاں گئے؟" حمید نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی۔"

"لیکن اس وقت تمہارے محافظ کہاں ہیں؟"

"میں نہیں جانتی۔ میں کچھ بھی نہیں جانتی۔ میرا خیال ہے کہ اب میں اس شہر کی سڑکوں پر لوں کی طرح چیختی پھروں گی۔"

حمید اسے گھورنے لگا۔

لڑکی پھر بولی۔ "ایسے بدمعاشوں سے آج تک میرا سابقہ نہیں پڑا تھا۔"

"کیسے بدمعاش؟"

"تم جیسے....!" لڑکی بولی۔ "اتنے دیدہ دلیر کہ علانیہ خود کو محکمہ سراغ رسانی کا کوئی آفیسر ہر کریں۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں براہِ راست کوتوالی پہنچایا جائے۔" حمید بھنا کر بولا۔

لڑکی تھوڑی دیر خاموش رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "اگر تم لوگ اس کا مقصد بتا دو تو میں پاگل

ہونے سے بچ جاؤں۔"

"میں یہ پوچھتا ہوں کہ تم یک بیک آزاد کیسے ہوگئیں؟"

"میں خود بھی نہیں جانتی.... آج صبح جب میں باہر نکلی تو میرے ساتھ کوئی بھی نہیں بس اس کے علاوہ مجھے اور کسی بات کا علم نہیں۔"

"سیلرس کلب کا مالک اس وقت موجود تھا؟"

"نہیں! میں نے معمولی ملازمین کے علاوہ اور کسی کو نہیں دیکھا۔"

"وہ لوگ کون تھے جو تمہیں پچھلی رات ہمارے پاس سے لے گئے تھے؟"

"میں ان میں سے کسی کو بھی نہیں پہچانتی۔"

"پہلے کبھی نہیں دیکھا....؟"

"نہیں....!"

حمید چند لمحے خاموشی سے اسے گھورتا رہا پھر بولا۔ "تم پچھلی رات کسی بڑے مونچھ والے کا تذکرہ کر رہی تھیں۔ کیا وہ کوئی چینی ہے؟"

"نہیں! وہ چینی تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔" لڑکی بولی۔ "چینیوں کے چہرے کی ساخت ہی ہوتی ہے۔"

"کیا ان میں کبھی تمہیں کوئی چینی بھی نظر آیا ہے؟"

"کبھی نہیں.... مجھے یقین ہے کہ.... میں نے کسی چینی کو ان میں نہیں دیکھا۔"

"سیلرس کلب میں....؟"

"وہ تو دوسری بات ہے.... وہاں سینکڑوں گاہک آتے جاتے رہتے ہیں۔ ان میں ہر نسل قوم کے آدمی ہوتے ہیں۔"

"اچھا.... یہ تو بتاؤ.... کیا یہ ضروری ہے کہ میں تمہارے بیانات پر یقین ہی کر لوں۔"

"قطعی نہیں.... مجھے یقین ہے کہ آپ یقین نہ کریں گے۔"

"جانتی ہو.... پچھلی رات تمہارے ساتھی ہمارے یہاں ایک ٹائم بم چھوڑ گئے تھے جو بع پھٹ گیا۔"

"ارے....!" لڑکی اچھل پڑی۔ پھر اس نے خوفزدہ سی آواز میں پوچھا۔ "کوئی مرا تو نہیں۔"

"نہیں.... لیکن دو کمرے ڈھیر ہو گئے ہیں۔"

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد حمید نے قاسم سے کہا۔ "گھر کی طرف چلو۔"

"ہائیں.... کوتوالی تو چل رہے تھے۔" قاسم نے کہا۔ پھر چند لمحے خاموش رہ کر گلوگیر آواز میں بولا۔ "حمید بھائی کوتوالی ہی چلو۔"

"میں جو کہہ رہا ہوں کرو.... ورنہ پھر کسی مصیبت میں پڑو گے۔"

"اچھا بھائی....!" قاسم ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

کیڈی چلتی رہی۔

کچھ دیر بعد حمید پھر اس لڑکی سے مخاطب ہوا۔ "مگر گلوخلاصی کا موقع ہاتھ آنے کے بعد بھی تم اسی شہر میں کیوں موجود رہیں کیا تمہیں دوبارہ پکڑ لئے جانے کا خوف نہیں ہے؟"

"اگر آپ میرے چند سوالات کا تشفی بخش جواب دے دیں تو میں ہر قسم کی گفتگو کے لئے تیار ہوں۔"

حمید اسے تیز نظروں سے دیکھ کر رہ گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے لڑکی ابھی کچھ اور بھی کہنا چاہتی ہو۔

"قبل اس کے کہ تم کوئی بات بناؤ۔ میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ پولیس کی نظروں میں تمہاری پوزیشن صاف نہیں ہے۔"

"کچھ بھی ہو لیکن میں ان سوالات کا جواب ہر حال میں چاہوں گی۔ رہی پولیس کی بات.... تو مجھے آج تک دُنیا کی کسی چیز سے خوف نہیں محسوس ہوا۔" لڑکی بولی۔

"ہوں....!" حمید اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ "کیا پوچھنا چاہتی ہو؟"

"پہلی بات تو یہ کہ مجھے اس طرح اغوا کرنے کا کیا مطلب تھا؟"

"تمہارے ذریعہ ہم چند خطرناک مجرموں تک پہنچنا چاہتے تھے۔"

"کیا پولیس بھی اس قسم کے طریقے اختیار کر سکتی ہے؟"

"تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتیں۔"

"مگر میں سمجھنا چاہتی ہوں۔ کیا آپ ان مجرموں کو براہ راست نہیں پکڑ سکتے تھے؟"

"تمہیں ان معاملات سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہئے۔"

"ہونا چاہئے۔" لڑکی سخت لہجے میں بولی۔ "کیونکہ میرا وجود بھی ان گورکھ دھندوں میں ا ہوا ہے۔"

"کن گورکھ دھندوں میں....؟"

"دیکھئے! میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ اصل حالات کی مجھے خبر نہیں!"

"لیکن تم سمجھنا ہی کیوں چاہتی ہو۔ جب کہ تمہیں ابھی تک ان کی ذات سے کوئی نقص نہیں پہنچا اور پھر اب تم آزاد بھی ہو۔"

"آزاد....!" لڑکی نے تلخ لہجے میں کہا اور سر ہلا کر رہ گئی۔

"کیوں.... کیا تمہیں اس میں بھی شبہ ہے؟"

"ہاں! وجوہات ہیں.... یہ بیگ۔" اس نے اپنے سفری بیگ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ' کل رات تک میرے پاس نہیں تھا۔ آج صبح جب میں سو کر اٹھی تو یہ مجھے اپنے سرہانے ملا۔ ا میں ایک کثیر رقم موجود ہے اور میرے نام ایک تحریر بھی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اب : آزاد ہوں اور جہاں چاہوں جا سکتی ہوں۔ خیر یہ سب تو کچھ بھی نہیں۔ ان میں سب سے ز حیرت انگیز چیز میرا اپنا پاسپورٹ ہے جو نیویارک کے لئے حاصل کیا گیا ہے لیکن میرے فرشتو کو بھی اس کے مقصد کا علم نہیں۔ میں نے کبھی خواب میں بھی نیویارک جانے کی خواہش نہ کی۔ پھر نہ صرف پاسپورٹ بلکہ ویزا بھی موجود ہے۔ کرنسی میں کچھ رقم امریکن سکوں کی شـ میں بھی ہے.... ذرا مجھے ان سب کا مقصد سمجھائیے۔"

لڑکی نے بیگ کھول کر حمید کے سامنے رکھ دیا۔

کیڈی کوٹھی کے قریب پہنچ چکی تھی۔ حمید کو پھاٹک پر ایک آدمی دکھائی دیا جس کا چہرہ پٹیو سے ڈھکا ہوا تھا صرف آنکھیں ناک اور دہانہ نظر آرہا تھا۔ حمید کے چہرے پر چھائی ہوئی مرد یکلخت غائب ہو گئی۔ کیونکہ وہ آدمی فریدی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

قاتلہ کے روپ میں

تھوڑی دیر بعد وہ سب برآمدے میں بیٹھے ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔

حمید اپنی داستان سنا چکا تھا اور اب اسے توقع تھی کہ فریدی بھی کچھ کہے گا لیکن وہ خاموش

رہا۔ اس کی نظر لڑکی کے چہرے پر تھی۔ کچھ دیر بعد اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "تم یہاں آنے سے قبل کہاں تھیں؟"

قبل اس کے کہ لڑکی کوئی جواب دیتی حمید اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اتنی دیر میں پہلی بار اس نے فریدی کی آواز سنی تھی۔

"کیا بات ہے؟" فریدی اسے گھورتا ہوا بولا۔

"کچھ نہیں۔" حمید فوراً سنبھل گیا۔ "ذرا مجھے ایک صاحب کو فون کرنا ہے۔"

پھر وہ ان تینوں کو برآمدے میں چھوڑ کر اپنے کمرے میں آگیا۔ اس کے چہرے پر اندرونی ہیجان کے آثار تھے۔ اس نے میز کی دراز کھول کر اپنا ریوالور نکالا اور اسے جیب میں ڈال کر پھر واپس جانے کے لئے مڑ ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔

حمید نے برا سا منہ بنا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "کیا حمید ہو؟"

حمید کے ذہن کو جھٹکا سا لگا اور اس کا پورا جسم کانپ کر رہ گیا۔ کیونکہ یہ سو فیصدی فریدی کی آواز تھی۔

"ہیلو کون ہے؟" دوسری طرف سے پھر آواز آئی۔

"میں حمید ہوں۔"

"اوہ.... کیا ہو گیا ہے تمہیں؟" حمید نے ہلکے سے قہقہے کی آواز سنی۔

"آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟"

"اس کی فکر نہ کرو.... تم لوگوں پر جو کچھ گزری... مجھے معلوم ہے۔"

"مگر برآمدے میں ایک دوسرا فریدی موجود ہے لیکن بیچارے کو اپنی آواز پر قابو نہیں۔ لہٰذا میں اس کی آواز صاف کرنے جا رہا ہوں۔"

"ٹھہرو.... میں نے تمہیں اسی لئے فون کیا تھا کہ کہیں تم کوئی گڑبڑ نہ کرو۔ وہ انور ہے۔"

"اچھا....!" حمید ایک لمبی سانس لے کر رہ گیا۔ پھر اس نے مختصر الفاظ میں لڑکی کے متعلق اسے سب کچھ بتا دیا۔

"اچھا دیکھو.... اس لڑکی کو اپنے ساتھ ہی رکھو۔ یہ کم بخت جو چال میرے ساتھ چل چکے

ہیں وہی اب ان کے منہ پر ماروں گا۔ فکر نہ کرو۔ انور کے پاس پورا پروگرام ہے۔ تمہار
قاسم کے پاسپورٹ بھی اسی کے پاس ہیں۔ اگر قاسم نے اپنا خیال بدل دیا تو اسے مجبور کر
ضرورت نہیں۔ سب سے اہم بات یہ کہ انور سے الجھنے کی کوشش مت کرنا۔۔۔۔"

"گویا مجھے اس کے احکام کی تعمیل کرنی پڑے گی۔" حمید بگڑ کر بولا۔

"نہیں پیارے۔۔۔۔ وقتی ضرورت۔۔۔۔ اچھا بس۔ فکر مت کرو۔ میں لڑکی کے مسئلے
کرنے کے بعد پھر فون کروں گا۔ اُسے فی الحال روکے رہو۔"

"اچھا جناب۔۔۔۔!" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔ "حالانکہ اب قاسم جیسے دیو کا یہ عالم
لڑکیوں کی شکل ہی دیکھ کر پسینہ چھوڑ دیتا ہے۔"

فریدی نے ایک ہلکے سے قہقہے کے ساتھ سلسلہ منقطع کر دیا۔

حمید بڑے اطمینان سے ٹہلتا ہوا برآمدے میں واپس آ گیا۔ یہاں لڑکی فریدی کے ہ
سے الجھی ہوئی تھی۔

"تم رمبا ناچنا جانتی ہو۔۔۔۔؟" حمید نے لڑکی سے پوچھا۔

وہ بڑی سرگرمی سے انور سے بحث کر رہی تھی۔ اس بے تکے سوال پر جھلا گئی۔

"میں اب صرف موت کا ناچ ناچوں گی۔"

"بہت اچھا۔۔۔۔!" حمید مسکرا کر قاسم کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔ "اس ناچ کے لۓ
سے بہتر ہم رقص تمہیں کہیں نہ ملے گا۔"

اس نے ایک بار قاسم پر قہر آلود نظر ڈالی اور پھر انور سے مخاطب ہو گئی۔ "ہاں۔۔۔۔
بات کا جواب دیجئے۔"

"تمہاری بات کا جواب یہ ہے کہ ابھی ہم لوگ تمہاری طرف سے مطمئن نہیں ہیں۔" انور

"مجھے جھونکئے جہنم میں۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ آخر وہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں

"نہ میں تمہیں جہنم میں جھونک سکتا ہوں۔" حمید بولا۔ "اور۔۔۔۔ نہ۔۔۔۔!"

انور نے حمید کو گھور کر دیکھا اور حمید خاموش ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ انور ہر معاملے
فریدی کی نقل اتارنے کی کوشش کر رہا ہے۔

قاسم خاموش بیٹھا تھا۔ اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سب اس کو ذبح کر

وگرام بنا رہے ہوں۔

لڑکی بُری طرح بپھر گئی تھی۔ اس نے چیخ کر کہا۔ "مجھے جانے دو۔"

"یہاں سے جانے کی صورت میں تم حوالات میں ہو گی۔" حمید بولا۔

"مجھے اس کی پرواہ نہیں۔۔۔۔ وہاں کم از کم میرے لئے الجھنیں تو نہ ہوں گی۔"

"الجھنیں تو نہ ہوں گی لیکن وہاں مجھ جیسے شریف آدمیوں سے ملاقات ناممکن ہے۔" حمید
نے کہا۔ "میرے ساتھ آؤ۔ میں تم پر حیرت انگیز انکشاف کروں گا۔"

لڑکی کے چہرے پر جھلاہٹ کے ساتھ ہی ندامت کے آثار بھی ابھر آئے۔

پھر وہ ہنسنے لگی لیکن اس ہنسی میں رو دینے کا سا انداز شامل تھا۔

"چلو چلو! بہت سی باتیں ہیں۔" حمید اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتا ہوا بولا۔ قاسم بڑی بے چینی سے
پہلو بدلنے لگا تھا، دو تین بار کھنکارا بھی لیکن جب حمید کے ہاتھ پکڑنے پر وہ کھڑی ہی ہو گئی تو
ں نے بڑی بے بسی سے انور کی طرف دیکھ کر سر جھکا لیا وہ اسے فریدی ہی سمجھ رہا تھا اور اسے
قع تھی کہ وہ حمید کو اس حرکت سے باز رکھے گا۔

اور پھر جیسے ہی حمید لڑکی کو اندر لے جانے کے لئے مڑا قاسم پر کھانسیوں کا دورہ پڑ گیا۔ لڑکی
دل نخواستہ حمید کے ساتھ چل رہی تھی۔

آخر وہ ایک جگہ رک گئی۔

"کیا کہنا چاہتے ہیں آپ۔۔۔۔؟"

"چلی آؤ۔۔۔۔ میں تمہیں اس ٹائم بم کی تباہ کاریاں دکھاؤں گا۔"

"مجھے یقین ہے کہ ایسا ضرور ہوا ہو گا۔ وہ لوگ بہت خطرناک ہیں۔ انہوں نے مجھے حاصل
رنے کے سلسلے میں دو تین خون کئے تھے۔"

وہ پھر حمید کے ساتھ چلنے لگی تھی۔ حمید نے اسے وہ دونوں کمرے دکھائے جواب اینٹوں اور
اسٹر کا ڈھیر تھا۔

لڑکی تھوڑی دیر خاموش رہی۔ پھر اس نے پوچھا۔ "ان صاحب کے چہرے پر پٹیاں کیسی
دھی ہوئی ہیں؟"

"چوٹیں ہیں۔۔۔۔!"

"کیا.... وہ یہاں تنہا تھے۔" لڑکی نے خوفزدہ انداز میں ملبے کے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا۔

"نہیں.... بہرحال یہ سب کچھ تمہارے ہی سلسلے میں ہوا ہے۔"

"آخر آپ لوگوں کو مجھ سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟"

جواب میں حمید نے ایک طویل سانس لی اور پھر کچھ دیر ٹھہر کر بولا۔ "آؤ واپس چلیں۔"

اب حمید اسے اپنے کمرے میں لایا۔ قاسم اور انور شاید اب بھی برآمدے ہی میں تھے۔

"تم پہلے کس قسم کے لوگوں میں تھیں۔" حمید نے اس سے پوچھا۔

"میں نے پچھلی رات آپ کو جو کچھ بھی بتایا تھا اس میں رتی برابر بھی جھوٹ نہیں۔ کچھ بھ ہو وہ لوگ اتنے خطرناک نہیں تھے وہ جوئے کے اڈے چلاتے تھے اور میرا کام یہ تھا کہ میں شہ کے دولت مند لوگوں کو ان اڈوں تک پہنچاتی تھی۔ لیکن آخر یہ لوگ مجھ سے کیا کام لینا چاہتے تھے؟ میں سچ مچ پاگل ہو جاؤں گی۔"

"تم پھر بہکنے لگیں.... اچھا ہٹاؤ.... چھوڑو ان باتوں کو۔"

"میں بہکنے لگی ہوں؟" لڑکی نے استفہامیہ انداز میں پوچھا اور پھر اس پر جھلاہٹ طاری ہو گئی۔

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو....!"

"کون ہے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ حمید نے آواز پہچان لی۔ دوسری طرف سے بولنے والا فریدی ہی تھا۔

"حمید....!"

"اچھا.... ہاں دیکھو تم نے لڑکی کے پاسپورٹ کے متعلق یہی کہا تھا کہ وہ نیویارک کیلئے ہے۔"

"جی ہاں.... اور ویزا بھی ہے۔"

"پاسپورٹ صرف امریکہ کے لئے یا بین الاقوامی ہے؟"

"صرف امریکہ کے لئے.... اور ویزا صرف نیویارک کے لئے ہے۔"

"خوب.... یہ بڑی دلچسپ بات ہے اور ہاں کل تم لوگ بھی نیویارک کیلئے روانہ ہو جاؤ گے۔"

"پیدل....؟" حمید جھلا گیا۔

"بکواس مت کرو۔ انور کے پاس تم لوگوں کے بین الاقوامی پاسپورٹ موجود ہیں لیکن لڑکی

ہمارے ساتھ ہو گی۔"

"کیا....؟" حمید اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو.... سمجھے۔"

"سمجھ گیا۔ لیکن اگر وہ چلنے پر رضامند نہ ہوئی تو...." حمید نے لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے انیسی زبان میں کہا۔

"کیا وہ اس وقت تمہارے قریب ہی موجود ہے؟"

"جی ہاں....!"

"اچھا.... اگر وہ تیار نہ ہو تو اس سے اتنا ضرور کہہ دینا کہ راجن کو ختم کرنے کے لئے نیلی لھیا استعمال کی گئی تھی۔"

"ذرا وضاحت کیجئے.... میں نہیں سمجھا۔" حمید نے کہا۔

لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ حمید ریسیور رکھ کر لڑکی کی طرف مڑا۔ جو ب ایک آرام کرسی میں پڑی ہوئی حمید کو عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"ہاں.... آپ مجھ سے کہنا کیا چاہتے تھے؟"

"صرف اتنی سی بات کہ ایک بار دھوکا کھا جانے کے باوجود بھی تم پر اعتماد کر لینے کو دل چاہتا ہے۔"

"میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں۔ مجھے مطلق علم نہیں کہ میرے جانے کے بعد کیا ہوا۔"

"اور نہ یہی جانتی ہو کہ اب کیا ہو گا۔"

"میں قطعی نہیں جانتی اور آپ کو آگاہ کر دینا چاہتی ہوں کہ اگر اب کچھ ہوا تو اس کی ذمہ ری مجھ پر نہیں ہو گی۔"

"میں نہیں سمجھا....!"

"جن حالات میں میری گلوخلاصی ہوئی ہے کیا وہ قابل اطمینان ہیں؟"

"ہرگز نہیں....!"

"پھر ہو سکتا ہے کہ یہ بھی ان لوگوں کی کوئی چال ہو۔"

"تمہیں اس کا اعتراف ہے؟"

لڑکی چند لمحے خاموش رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "ہاں مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ میری

سمجھ میں یہی آتا ہے.... آخر آپ مجھے الفاظ کے گورکھ دھندوں میں پھانسنے کی کوشش کیوں کر رہے ہیں؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ آہ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ گفتگو کبھی ختم نہ ہو۔"

حمید نے بڑی لمبی سانس کھینچی تھی لیکن قبل اس کے کہ وہ کوئی دوسرا جملہ کہتا انور اور قاسم بھی وہاں آگئے۔

"اچھا باقی آئندہ۔" حمید سر ہلا کر بولا اور انور اسے گھورنے لگا۔

"ذرا میری ایک بات سنئے گا۔" حمید نے انور سے کہا اور قاسم سے یہ کہتا ہوا کہ وہ وہیں ٹھہرے کمرے سے باہر نکل گیا۔ انور اس کے پیچھے تھا۔ حمید اسے دوسرے کمرے میں لایا۔

"شاید آپ کا گلا بھی گھونٹا گیا تھا پچھلی رات کو....!"

"کیوں....؟" انور نے کہا۔

"آواز کچھ اسی طرح بھیک مانگ رہی ہے۔"

"کیا بکواس ہے....؟" انور جھلا گیا۔

"سنو بیٹا! میں حمید ہوں۔ تمہیں فریدی بننا مبارک.... لیکن اگر میری شان میں ذرہ برابر بھی گستاخی سرزد ہوئی تو تمہاری ناک اکھاڑ لوں گا۔"

بات بڑھ جاتی لیکن ٹیلی فون کی گھنٹی آڑے آئی۔ وہ دونوں کمرے سے نکل کر اس کمرے میں آئے جہاں لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ حمید نے بڑھ کر ریسیور اٹھایا لیکن پھر اس نے اسے انور کی طرف بڑھا دیا۔ شدید کال اسی کے لئے تھی۔

انور گفتگو کے دوران میں زیادہ تر "ہوں.... ہاں" کرتا رہا۔

وہ شام بڑی خوشگوار گذری۔ کئی بار حمید اور انور میں جھڑپیں بھی ہوئیں لیکن بات زیادہ نہیں بڑھنے پائی۔ قاسم پر البتہ قبرستان کا سناٹا طاری تھا۔

رات کو سارے خطرناک کتے کمپاؤنڈ میں آزاد چھوڑ دیئے گئے۔

حمید چونکہ رات بھر کا جاگا ہوا تھا۔ اس لئے اس نے آٹھ ہی بجے سے خراٹے لینے شروع کر دیئے۔ اس کے بعد پھر قاسم بھی سو گیا۔ انور جاگتا رہا۔ وہ بار بار کوٹھی کے مختلف حصوں کے چکر کاٹتا اور پھر ڈرائنگ روم میں آ بیٹھتا۔

لڑکی ایک کمرے میں تنہا سوئی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ انور کے جاگتے رہنے کا مقصد لڑکی کی نگرانی رہا ہو۔ کیونکہ وہ ہر چکر میں اس کے کمرے کے سامنے ضرور رکتا تھا۔ بیرونی برآمدے میں جانے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔ کیونکہ باہر انتہائی خطرناک قسم کے کتوں کا راج تھا۔

کرسی کی پشت سے ٹک کر انور نے سگریٹ سلگائی اور ابھی دو ہی تین کش لئے تھے کہ اسے قریبی راہداری میں کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔

سگریٹ کو ایش ٹرے میں رگڑتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

اس وقت کوٹھی کے کسی حصے میں بھی اندھیرا نہیں تھا حتیٰ کہ حمید اور قاسم نے بھی سوتے وقت اپنے کمروں کے بلب نہیں بجھائے تھے۔

انور کو راہداری میں وہ لڑکی نظر آئی وہ آہستہ آہستہ چل رہی تھی لیکن....اس کی آنکھیں بند تھیں۔ شانے نیچے کی طرف ڈھلکے ہوئے تھے اور ہونٹوں پر عجیب قسم کی مسکراہٹ تھی۔ ایسی مسکراہٹ جس کے لئے تشبیہہ کی تلاش بے سود! زیادہ سے زیادہ اتنا کہا جاسکتا تھا کہ وہ اس وقت ایک ایسی معصوم بچی معلوم ہو رہی تھی جو سوتے میں مسکرا پڑی ہو۔ مگر یہ تشبیہہ بھی ادھوری تھی۔ کیونکہ بچیوں کی مسکراہٹ میں جنسیت کا لگاؤ نہیں ہوتا۔

وہ انور کے قریب سے نکل گئی۔ راہداری روشن تھی ممکن ہے انور سے اس کا فاصلہ ایک فٹ سے بھی کم رہا ہو۔ لیکن لڑکی کی حالت میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہ ہوئی۔

پھر اچانک انور کی نظر اس خنجر پر پڑی جو لڑکی کے ہاتھ میں دبا ہوا تھا۔ وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھا۔ لیکن پھر رک گیا۔ کیونکہ لڑکی بھی حمید کے کمرے کے دروازے پر رک گئی تھی۔ اس نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور کمرے میں چلی گئی انور بھی بجلی کی سی تیزی سے ساتھ کمرے میں داخل ہو گیا۔

حمید چت پڑا سو رہا تھا۔ لڑکی ٹھیک اس کے پلنگ کے پاس رک گئی۔ پھر اس کا خنجر والا ہاتھ بلند ہوا لیکن وہ دوسرے ہی لمحے میں انور کی گرفت میں تھا۔

لڑکی کراہ کر پلٹی اور پھر اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ سرخ سرخ ڈراؤنی آنکھیں.... خنجر فرش پر گر گیا۔ حمید مردوں سے شرط باندھ کر سویا تھا۔ یہ سب کچھ ہوا مگر اسے خبر تک نہ ہوئی۔

اچانک لڑکی کے منہ سے ایک خوفزدہ سی چیخ نکلی اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے فرش پر پڑے

ہوئے خنجر کو دیکھنے لگی۔

"نہیں.... نہیں۔"

وہ سسکیاں لینے لگی۔

"وہ.... وہ.... دونوں تصویریں.... تھیں.... میں اب.... ہوش میں.... ہوں. بالکل.... ہوش میں ہوں.... وہ تصویریں تھیں.... خنجر بھی بیگ میں تھا۔"

دوسری لڑکی

جیسے ہی ہوائی جہاز کے پہیوں نے زمین چھوڑی۔ قاسم کے حلق سے بیک وقت کئی قسم آوازیں نکل کر رہ گئیں۔ یہ اس کا پہلا ہوائی سفر تھا اور ایر ہوسٹس جو ایک کافی خوبصورت لڑ تھی اسے شروع ہی سے تسلیاں دیتی رہی تھی لیکن جیسے ہی ہوائی جہاز اوپر اٹھا قاسم کو ایسا محسو ہوا جیسے اس کی کھوپڑی نیچے ہی رہ گئی ہو.... ہوسٹس قریب سے گذر رہی تھی۔ حمید نے قاسم طرف اشارہ کر کے اس سے کہا

"بھائی کو کچھ چاہئے۔"

"کیا چاہئے آپ کو....؟" ہوسٹس نے قاسم کی طرف جھک کر پوچھا۔

"پپ.... پپ.... پیراشوٹ۔" قاسم حلق پھاڑ کر چیخا۔

نہ صرف ہوسٹس بلکہ آس پاس کے دوسرے لوگ بھی ہنسنے لگے۔ حمید نے قاسم کے شا پر تھپکی دی اور وہ اس طرح اچھل پڑا جیسے اس کی پیٹھ پر سانپ چڑھ گیا ہو۔ قاسم اور انور حمید کے آگے والی سیٹوں پر تھے اور وہ پُراسرار لڑکی حمید کے برابر بیٹھی ہوئی تھی۔ انور اب بھی فریدی کی شکل میں تھا۔ لیکن اب کے چہرے پر پٹیاں نہیں تھیں۔ البتہ یہاں وہاں کچھ ایسے نشانات ضرو نظر آرہے تھے جیسے خون جم کر کھرنڈ پڑ گئی ہو، سر پر ابھی تک پٹی تھی۔ لڑکی نے اپنی نیویارک کی روانگی کے متعلق حیرت سے ضرور سنا تھا لیکن اس نے اس سے انکار نہیں کیا تھا۔ لہٰذا حمید کو د جملہ بھی نہیں دہرانا پڑا تھا جو انکار کی صورت میں فریدی کے کہنے کے مطابق دہرانا تھا یہ سب کچھ تو تھا ہی لیکن پچھلی رات کا واقعہ نوعیت کے اعتبار سے ایسا نہیں تھا کہ اسے نظر انداز کیا جا سکتا۔ انور نے جو شاید فریدی کے ٹھکانے سے واقف تھا اسے اس وقت فون پر اس واقعے کی اطلاع دے

دی تھی۔ اس پر فریدی نے جو رویہ اختیار کیا تھا اسے اس واقعے سے بھی زیادہ تعجب خیز کہنا چاہئے۔ اس نے اس واقعے کو کوئی اہمیت نہ دی اور انہیں تاکید کر دی کہ لڑکی سے اس کے متعلق قطعی کچھ نہ پوچھا جائے۔ دوسرے دن ان کے ساتھ لڑکی کی روانگی ضروری ہے۔

حمید بڑی الجھن میں تھا۔ نہ اسے اس جملے پر حیرت تھی اور نہ فریدی کے رویے پر۔ تعجب تو اسے اس خنجر پر تھا جس سے حملے کا ارادہ کیا گیا تھا۔ اس خنجر سے آدمی تو بہت بڑی چیز ہے ایک ننھا سا پرندہ بھی نہیں ہلاک کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ وہ چمکدار ٹین کا ایک ٹوائے ٹریگر (خنجر نما کھلونا) تھا لیکن لڑکی اس طرح بدحواس ہو گئی تھی جیسے وہ سچ مچ اقدام قتل کے سلسلے میں پکڑی گئی ہو اور پھر اس کے وہ بے ربط جملے.... حمید رات ہی سے کھول رہا تھا لیکن فریدی نے کہہ دیا تھا کہ اس سے کسی قسم کی باز پرس کی ہی نہ جائے اور شاید لڑکی بھی ان کے اس رویے پر حیران تھی اور اس پر سے یہ حیرت انگیز سفر وہ اس وقت گم سم بیٹھی کچھ سوچ رہی تھی۔ آنکھیں اس طرح پھیلی ہوئی تھیں جیسے وہ اندھیرے میں کچھ دیکھنے کی کوشش کر رہی ہو۔

ہوائی جہاز بلندی پر پہنچ کر سیدھا ہو گیا۔

قاسم کے منہ سے پھر ایک بے ہنگم سی آواز نکلی۔

"کیا میں کچھ گفتگو کر سکتی ہوں۔" لڑکی نے حمید سے پوچھا۔

"ضرور.... یقیناً....!"

"نیویارک پہنچنے کے بعد میرا کیا حشر ہو گا؟"

"حشر.... میں نہیں سمجھا.... بھئی میں کہہ رہا ہوں کہ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

لڑکی خاموشی سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ اس کا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری نظر آرہا تھا۔

"ہم وہاں بہترین قسم کی جگہوں پر اعلیٰ قسم کی تفریح میں حصہ لیں گے۔" حمید بولا۔

"ہو سکتا ہے کہ میں وہاں پہنچنے سے قبل ہی پاگل ہو جاؤں۔"

"تم ویسے ہی مجھے پاگل معلوم ہوتی ہو۔"

"میں رات والے واقعے کے متعلق گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

"اوہ....!" حمید نے قہقہہ لگایا۔ "ہم اس مذاق سے کافی محظوظ ہوئے تھے۔"

"نہیں.... نہیں.... وہ مذاق نہیں تھا۔"

"پھر....؟" حمید نے اپنے لہجے میں حیرت کے آثار پیدا کئے۔

"میں کس طرح بتاؤں.... میری سمجھ میں آتا۔ میں نے شاید آپ سے اپنے مرض کا تذکرہ کیا تھا کہ میں نیند کی حالت میں چلتی ہوں۔"

"تم نے بتایا تھا۔"

"لیکن....!"

قبل اس کے کہ لڑکی جملہ پورا کرتی۔ انور پلٹ کر بولا۔ "بہتر ہوگا اگر ہم یہاں اس قسم کی گفتگو نہ کریں۔"

لڑکی نے حمید کی طرف دیکھا اور خاموش ہو گئی۔

"پرواہ نہ کرو۔" حمید نے کہا۔ "زندگی اسی کا نام ہے۔"

لڑکی کچھ نہ بولی۔ اب اس کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آ رہے تھے۔

"کب پہنچیں گے؟" قاسم نے انور سے پوچھا۔

"فکر نہ کرو.... کبھی نہ کبھی پہنچ ہی جائیں گے۔ تم خاموش بیٹھے رہو۔ ورنہ طبیعت خراب ہو جائے گی۔"

قاسم نے پھر کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ اسے چھینک آ گئی۔

"میں نہ کہتا تھا۔" انور مسکرا کر بولا۔ "منہ بند ہی رکھو ورنہ چھینکتے چھینکتے بُرا حال ہو جائے گا۔"

قاسم نے ناک سکوڑ کر منہ پر رومال رکھ لیا۔

"یہ صاحب کچھ عجیب ہیں۔" لڑکی نے قاسم کی طرف اشارہ کر کے آہستہ سے کہا۔

"ہاں تمہارا خیال درست ہے۔" حمید بولا۔ "دراصل یہ افریقہ کے جنگلوں سے پکڑ کر لایا گیا تھا۔"

لڑکی مسکرانے لگی۔

"تم شاید مذاق سمجھتی ہو۔ یہ حقیقت ہے۔ پانچ سال کا تھا اور دور سے بن مانس کا بچہ معلوم ہوتا تھا۔ اسے آدمی بنانے کے سلسلے میں ہزاروں روپے خرچ کئے گئے ہیں اگر تم اس وقت اس کا نام پوچھتیں جب یہ آدھا حیوان تھا تو جانتی ہو کیا بتاتا؟"

"کیا بتاتا تھا....؟"

"کاپُس....!"

"کیا مطلب....؟"

"قاسم کو کاپُس کہتا تھا۔"

"نہیں جھوٹ۔" لڑکی ہنس کر بولی۔ پھر اس نے بڑی سنجیدگی سے دوبارہ قاسم کا جائزہ لیا۔

"میں سب سن رہا ہوں۔" قاسم مڑے بغیر غرایا۔

"بالکل آہستہ بولو تب بھی سن لیتا ہے۔" حمید اس کی طرف دھیان دیئے بغیر لڑکی سے بولا۔

لڑکی ہنسنے لگی۔

"اب اگر اسے پچھلے واقعات یاد دلاؤ.... تو بُرا مان جاتا ہے۔"

"کیوں خواہ مخواہ پریشان کر رہے ہیں آپ! نہیں؟" لڑکی بولی۔

"نہیں! نہیں کرنے دو پریشان۔" قاسم پلٹ کر بولا۔ "میں بھی سمجھ لوں گا کبھی۔"

"دیکھو....! اب کتنی صاف اردو بولتا ہے۔" حمید نے قاسم کی طرف دیکھے بغیر لڑکی سے کہا۔

قاسم اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر پھر سیدھا ہو گیا۔

"تم سنو ہی مت....!" انور نے قاسم سے کہا۔ "سمجھ لو کتا بھونک رہا ہے۔"

"شکر ہے کہ ہماری سیٹ محفوظ ہے۔" حمید لڑکی سے بولا۔ پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر گا۔ "دیکھو کہنے کا مقصد یہ تھا کہ دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں۔ کل کا بن مانس آج ہوائی یں سفر کر رہا ہے۔ حیرت انگیز بات ہے اسی طرح تم بلا مقصد امریکہ کا سفر کر رہی ہو اس لئے ا بھی اس پر نہ تو حیرت ہونی چاہئے اور نہ پریشانی اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ آج تک یں معلوم ہو سکا کہ یہ کس قسم کے جانوروں کی اولاد ہے۔ شروع میں ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ ی ساخت ہاتھیوں جیسی ہے۔ پھر رائے بدل دی۔ اس پر خاصا ہنگامہ ہوا۔"

"ارے تری ہنگائے کی....!" قاسم نے پلٹ کر گھونسہ چلایا۔ حمید پیچھے کی طرف تن گیا کے بازو میں کافی چوٹ آئی.... وہ جھلا کر اٹھ ہی رہا تھا کہ انور نے اس کی کمر پکڑ لی۔

"کیا کر رہے ہو....؟ بیٹھو....!"

"منع نہیں کرتے آپ....!" قاسم غصیلی آواز میں بولا۔

"اب نہیں بولے گا.... بیٹھو تو۔"

قاسم بگڑے ہوئے سانڈ کی طرح "فوں فوں" کرتا ہوا بیٹھ گیا۔ انور حمید کی طرف مڑ کر
"تم باز نہیں آؤ گے۔ خدا کے لئے اپنی زبان قابو میں رکھو۔"

دوسرے مسافر انہیں حیرت سے دیکھنے لگے۔ اتنے میں ایئر ہوسٹس بوکھلائی ہوئی قا پاس پہنچی اور اس نے ہوائی جہاز میں سفر کرنے کے قواعد کے متعلق بتانا شروع کیا۔

"میری رائے ہے کہ آپ کافی پیجئے۔ اس سے بڑا سکون ملتا ہے۔" اس نے اسے مشورہ

"مناسب ہے۔" حمید بولا۔

ایئر ہوسٹس چلی گئی اور حمید پھر لڑکی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ لیکن شاید اس کی طبیعت اب کچھ بگڑنے لگی تھی کیونکہ اس کا بھی یہ پہلا ہی فضائی سفر تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی اور اس کا سر سیٹ کی پشت سے ٹک گیا تھا۔

ادھر قاسم کے لئے کافی آ گئی تھی اس نے جیسے ہی کپ ختم کیا اسے قے کرنے کے تھیلی بھی لینی پڑی اور پھر ایسا معلوم ہونے لگا جیسے جہاز میں کوئی بگڑا ہوا درندہ آ گھسا ہو۔

دوسرے مسافر پریشان ہو گئے۔

قاسم ساتھ ہی "توبہ توبہ" بھی کرتا جا رہا تھا۔ اسے اپنے سارے پچھلے گناہ یاد آ گئے۔ بڑی مشکلوں سے یہ طوفان تھما۔

قاسم بدحواس ہو کر اپنی سیٹ میں پڑ گیا۔ دوسرے مسافر بُرے بُرے سے منہ بنا رہے تھے

حمید نے بھی سیٹ کی پشت سے ٹک کر آنکھیں بند کر لیں۔ طبیعت کی جولانی پر رفتہ رفتہ حسی کی کہر مسلط ہوتی جا رہی تھی لیکن اس کا ذہن اب بھی جاگ رہا تھا۔ سکون ہوتے ہی اسے پچھلی رات کے واقعات یاد آنے لگے اگر انور لڑکی کو بروقت ٹوک نہ دیتا تو ممکن تھا کہ اس کی الجھن تو دور ہو ہی جاتی۔ آخر اس حرکت کا مقصد کیا تھا۔ لڑکی نے ہوش میں آنے کے بعد جو ربط جملے کہے تھے کیا حقیقتاً ان میں کوئی خاص بات پوشیدہ تھی؟ اگر اس کا مقصد قتل ہی کرنا پھر اس خنجر نما کھلونے کا کیا مطلب ہو سکتا تھا۔ پھر اگر وہ نیند ہی کی حالت میں تھی تو حمید کیوں....؟ اس نے قاسم کے کمرے کا رخ کیوں نہیں کیا تھا۔ انور بھی فریدی کے بھیس وہیں موجود تھا۔ اس پر یہ حملہ کیوں نہ ہوا؟ اور پھر اس پر فریدی کا رویہ؟ وہ تو اس واقعے سے زیادہ غیر واضح اور الجھن میں مبتلا کر دینے والا تھا۔ پتہ نہیں وہ لڑکی کیا بلا تھی اور فریدی اسے

بجھ رہا تھا۔

حمید سوچتا اور اونگھتا رہا۔

راستے بھر اس کی بے چینی بڑھتی ہی رہی۔ لیکن اسے ایک بار بھی لڑکی سے اس کے متعلق گفتگو کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ انور بُری طرح سر پر سوار تھا۔ اگر حالات ایسے نہ ہوتے تو وہ کبھی کا نور سے الجھ پڑا ہوتا لیکن اسے فریدی کے کہنے کا پاس تھا۔ پتہ نہیں اس کی اسکیم کیا تھی۔

نیویارک پہنچ کر حمید کو ایک دوسرے حیرت انگیز واقعے سے دوچار ہونا پڑا۔ جیسے ہی وہ ایئر پورٹ پر اترے ایک خوبصورت تندرست اور انتہائی اسمارٹ قسم کی امریکن لڑکی ان کی طرف بڑھی۔

"اگر میں غلطی نہیں کر رہی تو تم ہی کرنل فریدی ہو۔" اس نے انور سے کہا۔

"اوہو....!" انور اس سے گرمجوشی سے مصافحہ کرتا ہوا بولا۔ "کیا میں مس روزا شیپرڈ کو نہیں پہچانوں گا۔"

"پہچان لیا تم نے... ہاہا...!" لڑکی نے قہقہہ لگایا۔ پھر یک بیک سنجیدہ ہو کر بولی۔ "تمہارے سر میں کیا ہوا ہے؟"

"چوٹ....!" انور نے مسکرا کر کہا۔ پھر حمید سے بولا۔ "مس شیپرڈ سے ملو۔ میری اور ان کی دوستی بہت پرانی ہے لیکن ہم نے ایک دوسرے کو پہلے پہل دیکھا ہے یہ میرے ساتھی کیپٹن حمید ہیں۔"

"اوہ! بڑی خوشی ہوئی۔" روزا نے حمید سے مصافحہ کیا۔

"اور یہ مسٹر قاسم میرے دوست اور یہ مس ریکھا۔ کیپٹن حمید کی سیکریٹری۔"

روزا نے قاسم کو حیرت سے دیکھا لیکن اس وقت قاسم کے چہرے سے یتیمی برس رہی تھی اور اس کا چہرہ اتنے بڑے ڈیل ڈول پر بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی پہاڑ کی چوٹی پر ایک حقیر کدو رکھ دیا گیا ہو۔

حمید روزا کو بڑی توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ وہ دل ہی دل میں فریدی کو بُرا بھلا بھی کہہ رہا تھا۔ فریدی جو خود کو عورت کے معاملے میں انتہائی خشک ظاہر کرتا تھا۔

روزا انور سے ہنس ہنس کر باتیں کرتی رہی اور حمید کے سینے پر سانپ لوٹتے رہے۔

"قاسم کیا خیال ہے؟" اس نے قاسم کو آنکھ مار کر کہا۔

"خیال اٹک گیا ہے۔" قاسم کمزور سی آواز میں بولا۔

"کیا مطلب....؟"

"کچھ سجھائی نہیں دیتا۔" قاسم نے اپنے سر پر ہاتھ مار کر کہا۔

حمید نے اسے زیادہ چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔

نیویارک کی سر بفلک عمارتوں نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ ذرا ہی دیر میں اس کا چکرا گیا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ خواب دیکھ رہا ہو۔

اس کی ہم سفر لڑکی ریکھا اس سے بھی زیادہ مبہوت نظر آ رہی تھی۔

وہ ویٹنگ روم میں آئے۔ امریکن لڑکی روزا انور کو باتوں میں الجھائے ہوئے تھی۔ وہ تھوڑی دیر کے لئے وہاں سے ہٹی تو حمید نے انور کو الگ بلا کر اس کے متعلق استفسار کیا۔

"میں کچھ نہیں جانتا۔" انور بولا۔ "فریدی صاحب نے وہاں مجھے اس لڑکی کی ایک تصویر دی اور نام بتایا تھا۔ یہ بھی کہا تھا کہ یہ نیویارک میں ہمیں ملے گی اور ہمارا قیام اسی کے یہاں سے ہوگا۔"

"آخر فریدی صاحب اسے کیسے جانتے ہیں؟" حمید نے کہا۔ "اور پھر تمہیں دیکھ کر اس نے اسطرح گفتگو شروع کی تھی جیسے وہ فریدی صاحب کو جانتی تو ہو مگر ملنے کا اتفاق پہلی ہی بار ہوا ہو۔"

"شاید وہ دونوں پن فرینڈز ہیں۔"

بات یہیں تک پہنچی تھی کہ روزا واپس آ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک نہایت شاندار کار میں بیٹھے ہوئے نیویارک کی کشادہ سڑکوں سے گذر رہے تھے۔

قاسم کی حالت اب پہلے سے بہتر تھی اور روزا کو اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا جیسے وہ اچانک آسمان سے اس کار میں ٹپکی ہو۔ ریکھا آنکھیں بند کئے سوچ رہی تھی۔ شاید وہ روزا کے مقابلے میں احساسِ کمتری کا شکار ہو گئی تھی۔

کار کا سفر طویل ہی معلوم ہو رہا تھا کیونکہ متواتر ایک گھنٹہ چلنے کے بعد بھی وہ کسی عمارت کے سامنے نہ رکی۔

پھر نیویارک کی اونچی عمارتوں والا حصہ بہت پیچھے رہ گیا۔

اب ان کے گردوپیش ہرے بھرے باغات اور کھیتوں کے نہ ختم ہونے والے سلسلے تھے۔

حمید اونگھنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی نیند گہری ہو گئی۔

پھر پتہ نہیں وہ خود ہی جاگا یا کسی نے اسے جھنجھوڑ کر جگا دیا۔

کار رک گئی تھی اور بقیہ لوگ نیچے اتر رہے تھے۔ حمید نے بھی جلدی سے ان کی تقلید کی۔

جہاں کار رکی تھی وہ ایک چھوٹا سا باغیچہ تھا اور اس کے وسط میں ایک مختصر سی دو منزلہ عمارت نظر آ رہی تھی۔

وہ عمارت کی طرف چل پڑے۔ روزا ان کی رہنمائی کر رہی تھی۔ اور پھر اس عمارت میں داخل ہوتے ہی حمید کے ذہن کو اتنا زبردست جھٹکا لگا کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔

اس کے سامنے سنگ ہی کھڑا مسکرا رہا تھا اور اسی کے قریب وہ امریکن ماہر آثار قدیمہ بھی موجود تھا جس کی پارٹی نے مردہ شہزادی کے طوق کے لئے سنگ ہی سے باقاعدہ جنگ کی تھی۔

لیکن.... ان دونوں کے انداز سے ایسا ظاہر ہو رہا تھا جیسے اب وہ بہت گہرے دوست ہوں۔

نئی مصیبت

حمید اور اسکے ہم سفر اس طرح کھڑے تھے جیسے ان کے جسموں کا سارا خون منجمد ہو گیا ہو۔

"کرنل فریدی.... اور کیپٹن حمید۔" سنگ ہی طنزیہ انداز میں جھک کر بولا۔ "وہاں آپ نے مجھے شرفِ میزبانی بخشنے سے انکار کر دیا تھا لیکن میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے ہزاروں میل کی دوری پر مجھے سرفراز فرمایا۔ آپ کھڑے کیوں ہیں؟ تشریف رکھئے نا.... آپ کا یہ خادم یہاں بہت معزز سمجھا جاتا ہے، کیونکہ ڈاکٹر؟" سنگ ہی نے بوڑھے ماہر آثار قدیمہ کی طرف دیکھا۔ پھر اس کی نظر قاسم پر پڑی۔ وہ اس کے ڈیل ڈول کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"آپ کی تعریف....؟" اس نے قاسم کی طرف اشارہ کر کے حمید سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ پہلے تم اس سے تعارف حاصل کرو۔" حمید نے ریکھا کی طرف اشارہ کیا۔

سنگ ہی نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ یہ تم لوگوں کے لئے دردِ سر بنی۔"

"نہیں! یہ ہمارا اخلاقی فرض تھا کہ ہم اسے تمہارے پاس پہنچا دیں۔"

"شکریہ.... شکریہ۔" سنگ ہی سر ہلا کر بولا۔ پھر اس نے انور سے کہا۔ "کرنل صاحب آپ کیوں خاموش ہیں....؟"

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ واقعی تم بہت دلچسپ آدمی ہو۔" انور مسکرا کر بولا۔

"بہت زیادہ..... کرنل..... بہت زیادہ۔"

"ختم کرو! یہ باتیں۔" ڈاکٹر شیپرڈ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ پھر اس نے روزا کی طرف دیکھ کر کہا، "اسی وقت شہر واپس جاؤ۔"

"مگر ڈیڈی..... تم ان لوگوں کو کیا جانو۔ میرے مہمان ہیں۔ میں انہیں یہاں چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہوں۔"

"نہیں بے بی۔" سنگ ہی مسکرا کر بولا۔ "یہ دراصل میرے مہمان ہیں۔"

"میں نہیں سمجھی مسٹر سنگ۔"

"اب سے چھ ماہ پیشتر تمہارے ڈیڈی مشرق میں تھے نا۔"

"ہاں.....!"

"ان لوگوں نے وہاں ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالی تھیں۔"

"کرنل فریدی نے.....؟" روزا کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں.....!"

"کیوں ڈیڈی.....؟"

"تم جاؤ..... تمہیں ان باتوں سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہئے۔" ڈاکٹر شیپرڈ نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں نہیں جا سکتی..... تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا تھا۔ تم جانتے تھے کہ میں نے کرنل سے خط و کتابت کے ذریعہ دوستی کی ہے۔ جب اس نے مجھے ایئر گرام کے ذریعہ مطلع کیا کہ وہ نیویارک آرہا ہے تو تم ہی نے مجھ اس کو اپنے یہاں مدعو کرنے کی ترغیب دی تھی۔ آخر تم نے مجھے پہلے ہی کیوں نہیں بتایا۔"

"مکاروں کو مکاری ہی سے مارتے ہیں بے بی۔" سنگ ہی نے سنجیدگی سے کہا۔

"آہا.....!" قاسم ہاتھ نچا کر دھاڑا۔ "تم سالے جھینگر کی اولاد..... ہمیں مارو گے۔" پھر اس نے انور کی طرف دیکھ کر کہا۔ "مجھے روکئے گا نہیں۔"

"بڑے جیالے معلوم ہوتے ہو۔" سنگ ہی مسکرا کر بولا۔ "ذرا اپنے چاروں طرف بھی ایک نظر ڈال لو۔"

انہوں نے چاروں طرف اچٹتی ہوئی سی نظر ڈالی۔ تین آدمی مختلف جگہوں پر ٹامی گنیں لئے کھڑے تھے۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔" روزا چیخ کر آگے بڑھی۔

"چلی جاؤ.....!" ڈاکٹر شیپرڈ غرایا۔

"ڈیڈی! تم ایک معزز آدمی ہو۔" روزا بے بسی سے بولی "میں تمہیں ایسا نہیں سمجھتی تھی۔ یہ بڑا جرم ہے۔ میرے خدا..... ڈاکٹر شیپرڈ اور قاتل.....!"

"ڈاکٹر.....!" سنگ ہی بولا۔ "بے بی کو یہاں سے ہٹا دو۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔"

"روجر.....!" ڈاکٹر نے کسی کو پکارا۔ دوسرے ہی لمحے میں ایک پستہ قد اور مضبوط جسم کا امریکن کمرے میں داخل ہوا۔

"روزی کو..... شہر لے جاؤ۔"

"میں نہیں.....!"

"شٹ اپ.....!" ڈاکٹر حلق پھاڑ کر چیخا۔ اس کی آنکھیں براہ راست روزا کی آنکھوں میں گڑی ہوئی تھیں اور روزا کے پیر کانپ رہے تھے۔

"چلو مسی.....!" روجر نے اس کا شانہ چھو کر کہا۔

روزا چیختی اور احتجاج کرتی چلی گئی۔

حمید نے انور کی طرف دیکھا جو دم بخود کھڑا ہوا تھا اسے حیرت تھی کہ انور اتنا خاموش کیوں ہے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ سنگ ہی طوق تو حاصل کر ہی چکا ہے۔ پھر اب کیا ضروری ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کو زندہ ہی رکھے۔ فریدی سے اسے اس بات کا خدشہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کا تعاقب کرے گا۔ لہٰذا اپنی دانست میں فریدی پر قبضہ پا لینے کے بعد وہ چوک نہیں سکتا۔

"ہاں کرنل اب بتاؤ۔" سنگ ہی اطمینان سے بیٹھ کر سگریٹ سلگاتا ہوا بولا۔ "میں یہاں دیکھوں گا کہ تم کتنے طاقت ور ہو۔"

اچانک انور کی آنکھوں سے بدحواسی جھانکنے لگی۔ اس نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا اور ہکلا کر رہ گیا۔ اس پر ڈاکٹر شیپرڈ اور سنگ ہی دونوں ہنس پڑے۔

حمید دل ہی دل میں جل بھن کر رہ گیا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ انور کا گلا دبا دے کم بخ
جب فریدی کی پوری نقل نہیں اتار سکتا تو ایسے آدمی کو اپنی جگہ دینے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

یہ سوچ کر حمید کو فریدی پر غصہ آگیا۔

"مجھ سے پوچھو کیا چاہتے ہو....؟" حمید نے سنگ ہی سے گرج کر کہا۔

"ہاں انہیں سے پوچھ لو۔" انور رو دینے والی آواز میں بولا۔ "میں تو ایک غریب آدمی ہو
بُری طرح پھنس گیا ہوں۔"

"شٹ اَپ....!" حمید نے انور کو دھکا دیا۔

"تم بھی مار لو بھائی۔" انور سچ مچ رونے لگا۔

"ہائیں.... فریدی صاحب۔" قاسم گڑبڑا کر بولا۔

"فریدی صاحب کی ایسی کی تیسی۔" انور اپنا سر پیٹنے لگا۔ "میں برباد ہو گیا۔ سنگ ہی اور ڈا
شیپرڈ انہیں حیرت سے دیکھ رہے تھے۔"

"ابے او مردود یہ کیا کر رہا ہے۔" حمید اردو میں دہاڑا۔

سنگ ہی نہ صرف اردو سمجھتا تھا بلکہ اچھی خاصی بول بھی لیتا تھا۔ حمید کی زبان سے ا
آفیسر کے لئے اس قسم کے جملے سنتے ہی وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انور کو دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا انور سے صرف دو ف
کے فاصلے پر رک گیا۔ اس کی چھوٹی چھوٹی اور اندر کو دھنسی ہوئی چمکیلی آنکھیں انور کی آنکھو
میں جھانک رہی تھیں۔

"حمید بھائی پاگل ہو گئے ہو کیا....؟" قاسم حمید کے قریب سرک کر بدبدایا۔

دفعتاً سنگ ہی ڈاکٹر شیپرڈ کی طرف مڑا۔ اس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور نتھنے اس طر
پھول رہے تھے جیسے اس کی سانس رک گئی ہو۔

"یہ فریدی نہیں ہے۔" اس نے ڈاکٹر شیپرڈ سے کہا۔

"کیا....؟" ڈاکٹر شیپرڈ بھی اسی طرح اچھلا جیسے کرسی کے دانت نکل آئے ہوں۔

"ہاں.... یہ فریدی نہیں ہے۔" سنگ ہی پلٹ کر انور کا گریبان پکڑتا ہوا بولا۔ "بتاؤ! تم کو
ہو....؟"

"مم.... میں.... ایک قیدی ہوں۔" انور گڑگڑایا۔ "فریدی نے مجھے اس شرط پر جیل سے رہائی دلائی تھی کہ میں اس کی شکل میں اس کے آدمیوں کے ساتھ نیویارک جاؤں گا۔"

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔" ڈاکٹر شیپرڈ نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہاں.... ہوا تو...." سنگ ہی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ اس کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئی تھیں۔

پھر وہ حمید کی طرف پلٹا۔

"فریدی کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔" حمید نے لاپروائی سے اپنے شانوں کو جنبش دی۔

"میں بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔"

حمید اس کی بات سنی اَن سنی کر کے ڈاکٹر شیپرڈ سے بولا۔

"ڈاکٹر تم مجھے بڑے بے قوف آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"کیوں....؟" ڈاکٹر شیپرڈ بھنا گیا۔

"کیپٹن لوتھر کا انجام پیش نظر ہوتے ہوئے بھی تم نے ایسے خطرناک آدمی سے گٹھ جوڑ کر لیا... یاد رکھو.... سنگ ہی ایک ایسا کتا ہے جو آنکھ بند کر کے حملہ کرتا ہے۔"

"تم اپنی فکر کرو لڑکے۔" سنگ ہی غرایا۔

"پرواہ نہ کرو....!" حمید مسکرایا۔ "شاید تم وہ رات بھول گئے جب تم نے کیپٹن لوتھر[1] کی کوٹھی میں میری جان لینے کی کوشش کی تھی.... کیا تمہیں میری فولادی انگلیاں یاد نہیں؟"

"بکواس بند کرو.... موت تم سے زیادہ دور نہیں۔"

"ہم لوگ موت کے ہمسائے ہیں مسٹر سنگ....!" حمید تضحیک آمیز مسکراہٹ کیساتھ بولا۔

"انہیں تو ختم ہی کرو۔" ڈاکٹر شیپرڈ نے غصیلی آواز میں کہا۔

"ختم تو کئے ہی جائیں گے۔" سنگ ہی ایک طویل سانس لے کر بولا "لیکن ذرا ٹھہرو۔ طوق بھی نامکمل ہے۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔" شیپرڈ بڑبڑایا۔

"طوق نامکمل کیوں ہے۔" حمید نے حیرت سے پوچھا۔

"زبان بند کرو....!" سنگ ہی جھلا کر بولا۔

[1] اس دلچسپ واقعے کے لئے جاسوسی دنیا کا ناول "نیلی لکیر" جلد نمبر 14 ملاحظہ فرمائیں۔

شیپرڈ تینوں مسلح آدمیوں میں سے ایک کو الگ بلا کر آہستہ آہستہ کچھ کہنے لگا۔

"میں نے تمہیں پہلی بار غصے میں دیکھا ہے۔" حمید نے تضحیک آمیز لہجے میں سنگ ہی ۔
کہا۔ "شاید یہ اس شکست کا نتیجہ ہے۔"

"شکست....!" سنگ ہی اپنا موڈ بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ "ابھی فتح و شکست سوال ہی نہیں.... یہ ایک لمبا داؤ ہے.... فریدی بھی کیا یاد کرے گا۔ مگر اتنا مانتا ہوں کہ دونوں کے ستارے بہت اچھے ہیں۔"

"مانتے ہونا.... ہم لوگ ستارے نہیں بلکہ سورج رکھتے ہیں.... مگر سنگ ہی۔ تم نے طو کے نامکمل ہونے کے متعلق کیا بات کہی تھی؟"

"کچھ نہیں! کوئی خاص بات نہیں.... تم لوگ واقعی ہمارے مہمان ہو۔"

"تو کیا تم مجھ سے کیس معاملے میں گفتگو ہی نہ کرو گے؟" حمید نے کہا۔

"کیوں.... کیسی گفتگو؟"

"طوق کے متعلق۔"

"اپنی زندگیوں کے متعلق گفتگو کرنا چاہو تو میں تیار ہوں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"کیا تمہیں زندگی عزیز نہیں ہے؟"

"ہے کیوں نہیں؟"

"پھر ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ۔"

"ہمیں تمہارے خزانے سے غرض نہیں۔" حمید نے کہا۔ "پھر اخیال ہے کہ طوق کی تح ہی تمہارے لئے اہم ہوسکتی ہے۔"

"میں اس کے متعلق کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔"

"تو پھر ہماری زندگیوں کے متعلق بھی تمہارا فکر مند ہونا فضول ہی ہے۔ ہم اسے جل حکومت کے سپرد کئے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔"

سنگ ہی چند لمحے خاموش رہا پھر مسکرا کر بولا۔

"تم شاید اس لئے مطمئن ہو کہ فریدی میری گرفت میں نہیں آیا لیکن اس خیال میں نہ ر

تمہارا ملک نہیں.... یہاں تم سنگ ہی پر سبقت نہیں لے جاسکتے۔ تم نہیں جانتے کہ میں ان اطراف میں کتنا بااثر ہوں۔"

"جی ہاں.... جی ہاں.... آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" قاسم اپنا پیٹ دباتا ہوا بولا اسے اصل بہت شدت سے بھوک لگی ہوئی تھی اور نہ جانے کیوں اسے بالکل خوف نہیں محسوس رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ سب کچھ محض مذاق ہو۔

"یہ کون ہے؟" سنگ ہی نے ایک بار پھر قاسم کو نیچے سے اوپر تک دیکھ کر پوچھا۔

"تم اپنے اثر و رسوخ کی بات کر رہے تھے۔" حمید نے اسے ٹوکا۔

"کچھ نہیں....!" سنگ ہی جھلاہٹ میں ہاتھ ہلا کر بولا۔

ٹامی گنوں سے مسلح آدمی ان کی طرف بڑھے۔

"کھسکو....!" ان میں سے ایک دروازے کی طرف ٹامی گن کی نال سے اشارہ کرتا ہوا غرایا۔

وہ سب دروازے کی طرف چلنے لگے۔

"تم یہیں ٹھہرو....!" سنگ ہی نے ریکھا سے کہا۔

وہ جہاں تھی وہیں رک گئی۔ اس کی آنکھوں میں خوف جھانک رہا تھا۔

اس نے بڑی بے بسی سے حمید کی طرف دیکھا۔

"سنگ....!" حمید بھی چلتے چلتے رک کر بولا۔ "تمہارا مقصد تو پورا ہو ہی چکا ہے اب اسے ے ہی ساتھ رہنے دو۔"

"کیسا مقصد....؟" سنگ ہی نے حیرت سے کہا۔ "تم ہوش میں ہو یا نہیں۔ یہ میری ننھی ی محبوبہ ہے.... میں اسے چاہتا ہوں.... ریکھا ڈارلنگ! اب تم مجھ سے جدا نہیں ہو گی۔"

"میں نے آپ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔" ریکھا خوفزدہ آواز میں بولی۔

"تم چلو....!" ایک مسلح امریکن نے حمید کو دھکا دیا اور وہ چپ چاپ آگے بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک کمرے کے فرش پر بیٹھے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ دروازہ باہر سے بند کردیا گیا تھا۔

یہ کمرہ غالباً گھر کے اسٹور کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا تھا۔ چاروں طرف مختلف قسم کی ں کے انبار تھے اور درمیان میں تھوڑی سی جگہ خالی تھی وہیں یہ تینوں بیٹھے اپنے اپنے مستقبل

میں جھانکنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"یہ تم نے کیا کیا انور....؟" حمید تھوڑی دیر بعد بولا۔

"یہ بھی اسکیم ہی کا ایک حصہ تھا۔"

"میں لعنت بھیجتا ہوں اس اسکیم پر.... جس سے مجھے بے خبر رکھا گیا۔ تم کیا مجھ سے زیادہ ہو؟"

"یہ فریدی صاحب کا نظریہ ہے۔" انور مسکرا کر بولا۔ "میرا اپنا نہیں۔"

"یعنی تم مجھ سے زیادہ ہو۔"

"یقیناً....!"

"میں تمہیں اپنے جوتے کی خاک کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔"

"مت سمجھو۔"

"ارے باپ رے۔" دفعتاً قاسم اچھل پڑا اور پھر وہ باقاعدہ اچھلنے کودنے لگا۔ ایک بڑی چوہیا اس کی پتلون کے پائینچے سے نکل کر بھاگی۔

"ارے خدا تجھے غارت کرے۔" وہ زور سے دہاڑ کر اس کے پیچھے جھپٹا لیکن وہ ڈبوں کے ا میں غائب ہو گئی۔ پھر انہوں نے قاسم کو ہنستے سنا۔ وہ تیزی سے اُن کی طرف پلٹ کا آہستہ بولا۔ "درجنوں ڈبے.... خدا کی قسم.... مزہ آ گیا۔"

"کیا ہوا....؟"

"مچھلیوں اور پھلوں کے ڈبے.... خوب ڈٹ کر کھاؤ مری جان.... آہم۔"

قاسم ڈبوں پر ٹوٹ پڑا۔

پُراسرار مشرقی

روزا راستے میں کافی دیر تک سسکیاں لیتی رہی۔ روجر خاموشی سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ نے ایک بار بھی نہ تو اس کی طرف دیکھا اور نہ اظہار ہمدردی کے سلسلے میں کچھ کہا۔

"روجر....!" آخر روزا ہی نے اسے مخاطب کیا۔ "یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ میں ڈیڈی نہیں سمجھتی تھی۔"

"وہ تو سب ٹھیک ہو رہا ہے لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا کہ ڈاکٹر اس دوغلے چینی

اشتراک کریں۔"

"لیکن وہ ہے کون....؟"

"سنگ ہی.... ایک جلاوطن چینی.... جس نے اپنے ملک کی حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش کی تھی۔"

"ڈیڈی اس سے کس معاملے میں اشتراک کر رہے ہیں۔"

"یہ انہیں سے پوچھئے تو بہتر ہے۔ میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔"

"اچھا تو یہی بتاؤ کہ اس ایشیائی سراغرساں سے وہ کیوں الجھ رہے ہیں؟"

"میں کچھ نہیں بتا سکتا مسی۔"

روزا کچھ دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔

"مجھے ڈیڈی نے دھوکا دیا ہے.... اسے میں کبھی نہ بھولوں گی۔ اوہ اب میں سمجھی۔ انہوں نے اسی لئے مجھے فریدی سے قلمی دوستی پیدا کرنے پر اکسایا تھا۔"

"مسی.... میں تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ تم اس چکر میں نہ پڑو۔"

روزا کچھ نہ بولی۔

تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ "مجھے سسکستھ ایونیو میں وائیلڈ کیٹس کے سامنے اتار دینا۔"

"بہت اچھا....!" روجر بولا۔ "مگر ڈاکٹر نے تو....!"

"اوہ انہوں نے گھر نہیں شہر کہا تھا.... جو میں کہہ رہی ہوں کرو۔"

روجر نے گاڑی سکستھ ایونیو کی طرف موڑ دی۔

اور پھر روزا وائیلڈ کیٹس (Wild Cats) کے سامنے اتر گئی یہ ایک شاندار ہوٹل تھا۔

وہ چند لمحے باہر ہی کھڑی رہی۔

روجر نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ اسے اس کی روانگی کا انتظار تھا۔ وہ تو بس یونہی بلا مقصد باہر رک گئی تھی اور پھر جیسے ہی وہ اندر جانے کے لئے مڑی اسے ایک مشرقی آدمی دکھائی دیا جو اس کے قریب ہی کھڑا اُسے بُری طرح گھور رہا تھا۔ روزا سہم گئی اسے اس کی آنکھوں میں برقی رو سی چلتی محسوس ہو رہی تھی۔ یہ ادھیڑ عمر کا ایک تندرست اور وجیہہ آدمی تھا اور اس کے کاندھوں پر ایک بڑا سا سیاہ رنگ کا نیولا بیٹھا ہوا تھا۔

نیویارک جیسے شہر میں کسی ایسے آدمی کا دکھائی دے جانا معمولی بات نہیں تھی۔ جلد ہی لو اس کے گرد اکٹھا ہو گئے وہ ایک مہذب اور باسلیقہ آدمی معلوم ہوتا تھا۔ مگر اس کے شانے پر ہوا نیولا..... یہ کوئی اچھی علامت نہیں تھی۔

روزا اس کی نظر کی تاب نہ لا کر ہوٹل میں چلی گئی۔

وہ پُر اسرار مشرقی آدمی بھی داخلے کے دروازے کی طرف مڑا۔ باہر کھڑا ہوا محافظ شاید سے واقف تھا..... اس نے مسکرا کر اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی اور اس سے نیولا لے لیا۔

پُر اسرار مشرقی ہوٹل میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے لگی ہوئی بھیڑ نیولے کے ساتھ باہ رہ گئی تھی۔ پھر چند ہی لمحات کے بعد روزا نے اسے اپنی میز کے قریب ہی دیکھا۔

وہ اس سے اس کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت طلب کر رہا تھا۔

"ج..... جی ہاں..... بیٹھئے۔" روزا ہکلائی۔

"شکریہ.....!" مشرقی نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں دراصل آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں

"کیا پوچھیں گے.....؟" روزا کا دل دھڑکنے لگا۔

"اوہ..... کوئی خاص بات نہیں..... میں نے ایئر پورٹ پر آج صبح آپ کے ساتھ ایشیائی آدمی دیکھے تھے اور اگر میں غلطی پر نہیں ہوں، تو ان میں میرا ایک دوست بھی تھا۔"

"کون.....؟"

"وہ غالباً کرنل فریدی تھا۔"

"اوہ..... تو کیا آپ کرنل کے دوست ہیں؟" روزا نے پُر جوش لہجے میں پوچھا۔

"ہاں..... میں اس کا دوست ہوں۔"

"تب تو..... تب تو آپ جلدی کیجئے کیونکہ اس کی زندگی خطرے میں ہے۔"

"کیا بات ہے؟"

"وہ اس وقت اَپ اسٹیٹ (Up State) میں ہے اور اس کے ساتھی بھی..... میں آپ پتہ بتا سکتی ہوں لیکن جلدی کیجئے۔"

روزا اسے پتہ بتانے لگی۔

وہ خاموشی سے سنتا رہا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "آخر وہ لوگ کون ہیں جنہوں نے ا

طرح روکا ہے؟"

"میں نہیں جانتی..... آپ جلدی کیجئے..... جائیے۔"

"مگر وہ تو آپ کے ساتھ تھے۔"

"اوہ..... میں دھوکا کھا گئی۔"

"اچھا تو آپ یہی باتیں میرے ایک ساتھی کے سامنے دہرا دیجئے۔ اس کے بعد پھر ہم کچھ کر سکیں گے۔"

"دیکھئے اس کا وقت نہیں ہے..... میں کہتی ہوں جلدی کیجئے..... اٹھئے میں بھی ساتھ چلوں گی۔"

"شکریہ..... بہت بہت شکریہ۔" مشرقی اٹھتا ہوا بولا۔

دونوں باہر آئے اور محافظ نے نیولا اسے واپس کر دیا۔ اب وہ پھر اس کے کاندھے پر سوار ہو گیا۔

مشرقی آدمی ایک چھوٹی سی کار میں بیٹھ گیا۔ لڑکی گھوم کر بائیں کھڑکی سے اسکے پاس جا بیٹھی۔

کار چل پڑی۔

"آپ کہاں چل رہے ہیں.....؟" روزا دفعتاً چونک کر بولی۔

"زیادہ دور نہیں..... بس آپ میرے ساتھی کے سامنے.....!"

"آپ بھی عجیب آدمی ہیں۔" روزا جھنجھلا گئی۔

"دیکھئے..... اس کے بغیر کام نہیں بنے گا۔"

"آپ اس معاملے کی اہمیت سے واقف نہیں ہیں۔"

"مجھے پورا پورا احساس ہے۔"

روزا خاموش ہو گئی۔ لیکن اس کے چہرے پر ذہنی الجھن کے آثار تھے۔

آخر کار گاڑی ایک سولہ منزلہ عمارت کے سامنے رک گئی اور وہ لفٹ کے ذریعہ دسویں منزل پر پہنچے۔ مشرقی نے ایک فلیٹ کے دروازے کا ہینڈل گھما کر کھولا۔

"آیئے.....!" اس نے روزا سے کہا۔

"وقت برباد ہو رہا ہے.....!" روزا جلدی سے بولی۔ "مجھے ڈر ہے کہ کہیں ان کی زندگیاں خطرے میں نہ پڑ جائیں۔"

"افسوس کہ میرا ساتھی کہیں باہر گیا ہوا ہے۔" مشرقی نے چاروں طرف دیکھ کر مایوسانہ

لہجے میں کہا۔

روزا اسے تیز نظروں سے گھورنے لگی۔ پھر دفعتاً اس کے چہرے پر زردی پھیل گئی۔ مسٹر نیولا اس کے کاندھوں سے اُتر کر گود میں آ گیا تھا اور روزا ایسا محسوس کر رہی تھی جیسے وہ نیولا کینہ توز نظروں سے گھورتا ہو۔

اس کے جسم میں لرزہ طاری ہو گیا۔ پیشانی پر پسینے کی ننھی ننھی سی بوندیں پھوٹ آئیں۔

"کیوں کیا بات ہے۔" مشرقی نے اس کی طرف دیکھے بغیر پوچھا۔ وہ گفتگو کے دوران عموماً مخاطب کے چہرے سے اپنی نظریں ہٹائے ہی رکھتا تھا۔

"دیکھئے....!" روزا تھوک نگل کر بولی۔ "میں سمجھتی ہوں۔ آپ نے مجھے بطور یرغ پکڑ لیا ہے۔ لیکن میں حلفیہ کہتی ہوں کہ آپ کے دوستوں کی مصیبت کی وجہ میں نادانستہ طو بنی ہوں اور آپ خود سوچئے اگر میں اس سازش میں شریک ہوتی تو آپ سے ان لوگوں کا تذکر کیوں کرتی۔"

"ممکن ہے کہ تم مجھے بھی وہیں پہنچانا چاہتی ہو۔" مشرقی سرد لہجے میں بولا۔

"ہرگز نہیں.... میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں۔ اچھا یہ بہتر رہے گا کہ آپ فی الـ مجھے اپنی قید ہی میں رکھئے اور خود پولیس کے ساتھ میرے بتائے ہوئے پتے پر جائیے.... حقیقـ کھل جائے گی۔"

"تمہیں سازش کا علم نہیں تھا۔"

"ہرگز نہیں.... ڈیڈی بھی ایسے آدمی نہیں ہیں۔ انہیں اس دوغلے چینی نے بہکایا ہے۔"

دفعتاً قریب ہی کہیں ایک ہلکی سی آواز کیساتھ کوئی دروازہ کھلا اور قدموں کی آہٹ سنائی دی۔

"او.... شاید میرا ساتھی آ گیا ہے۔" مشرقی کہتا ہوا مڑا۔

اور دوسرے ہی لمحے میں روزا کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ اس کے سامنے فریدی کھ مسکرا رہا تھا۔

"اوہ.... کرنل....!" وہ اس کی طرف بڑھی۔ "خدا کا شکر ہے کہ تم وہاں سے نکل آئے۔"

"یہ تو میرا ساتھی ہے جس سے ملانے کے لئے میں تمہیں لایا تھا۔" مشرقی جلدی سے بولا

"کیا مطلب....؟" روزا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"بیٹھ جاؤ مس شیپرڈ....!" فریدی بولا۔

روزا چپ چاپ بیٹھ گئی۔

"کیا سنگ ہی ڈاکٹر شیپرڈ کے ساتھ ہی ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں.... لیکن.... کیا تم وہیں سے نہیں آ رہے ہو....؟"

"نہیں.... میں تو کل رات سے یہاں ہوں۔"

"کرنل.... میں بہت پریشان ہوں.... اور ساتھ ہی شرمندہ بھی۔ میری پوری داستان سن لو.... پھر طنز کے تیر پھینکنا۔"

"میں طنز نہیں کر رہا ہوں۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم نے مجھ سے قلمی دوستی کیوں کی تھی؟"

"میں اس سوال کا مطلب نہیں سمجھی۔"

"قلمی دوستی کے لئے تم نے مجھے ہی کیوں منتخب کیا؟"

"تمہارے کارناموں کی بنا پر....!"

"ٹھیک اسی لئے میں نے یہاں بھی تمہارے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی۔ ڈاکٹر شیپرڈ اور سنگ ہی دونوں کچھ تھوڑے سے بیوقوف بھی ہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ یہ بھول جاتے ہیں کہ فریدی اتنی معمولی سی چالوں میں نہیں آ سکتا.... مس شیپرڈ جس فریدی کو تم نے مہمان بنایا ہے وہ میرا ایک معمولی سا آدمی ہے سمجھیں۔"

روزا چند لمحے اسے مستفسرانہ نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "میرے خدا! میں سمجھی.... کیا تمہیں اس سازش کا علم پہلے ہی سے تھا؟ مگر آخر کیسے؟ تم ہزاروں میل کی دوری پر تھے۔ میں ہر وقت ڈیڈی کے ساتھ رہتی ہوں.... پھر بھی مجھے کچھ نہ معلوم ہو سکا۔"

"ہو سکتا ہے۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔ "تمہارا پہلا ہی خط موصول ہونے پر میں تمہارے نام کے ساتھ "شیپرڈ" دیکھ کر ٹھٹکا تھا.... اور پھر میں نے یہاں تمہارے متعلق انکوائری کرائی تھی جس سے معلوم ہوا کہ تم ڈاکٹر شیپرڈ کی لڑکی ہو۔"

"اور تم محتاط ہو گئے۔" روزا بولی۔ "لیکن تمہارا اور ڈیڈی کا کیا معاملہ ہے۔ کیا یہ سچ ہے کہ تم نے ان کے ہتھکڑیاں لگائی تھیں؟"

"یہ بالکل درست ہے۔" فریدی سگار سلگا کر بولا۔ "میں نے بلاشبہ ایسا کیا تھا۔ انہوں
معمولی مجرموں کی طرح میرے شہر میں اودھم مچائی تھی اور سنگ ہی نے ان کے کئی آدمیو
ختم بھی کر دیا تھا۔"

"کیوں.... کس لئے؟"

"ڈاکٹر شیپرڈ جیسے عالم کیلئے یہ حرکت باعث ننگ ہے لیکن دولت کی لالچ کسی کو بھی
چھوڑتی۔ تمہیں یاد ہوگا کہ چلی کے ایلیوم پہاڑ کی چوٹی پر انکا نسل کی ایک شہزادی کی لاش ملی تھ

"اوہ.... ہاں مجھے یاد ہے۔ ڈیڈی بھی اسے دیکھنے کے لئے گئے تھے۔"

"لاش سنگ ہی اور اس کے ایک ساتھی نے دریافت کی تھی اور سنگ ہی نے اس
شہزادی کے گلے سے ایک زیور اتارا تھا وہی زیور ڈاکٹر شیپرڈ بھی حاصل کرنا چاہتے تھے اسی
سنگ ہی کے پیچھے لگے ہوئے میرے ملک تک گئے۔"

"زیور.... کیا وہ بہت قیمتی ہے؟"

"بہت زیادہ! ان لوگوں کا خیال ہے کہ اس میں کسی بہت بڑے خزانے کا سراغ پوشیدہ
زیور میں نے ان لوگوں سے حاصل کر لیا تھا اور وہ میرے یہاں کے سرکاری خزانے میں ہ
سنگ ہی اسے دوبارہ لے اُڑا۔ اب ڈاکٹر شیپرڈ اور سنگ ہی میں سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ وہ دونوں خز
کی تلاش میں جائیں گے اور اب میری ایک پیش گوئی بھی سن لو۔ اگر سنگ ہی کو واقعی کوئی
مل گیا تو وہ تمہارے باپ کو وہیں قتل کر دے گا۔"

روزا سناٹے میں آ گئی۔

"ایک بیٹی کی حیثیت سے تمہارا فرض ہے کہ تم انہیں اس سے باز رکھو۔"

"وہ میری نہیں سنیں گے۔" روزا خوفزدہ آواز میں بولی۔

"اگر وہ نہیں سنیں گے تو میری پیش گوئی اٹل ہے۔"

"پھر میں کیا کروں....؟"

"ایک تجویز ہے میرے ذہن میں۔ مگر شاید تم اس پر عمل نہ کر سکو۔"

"میں ہر تجویز پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔ مگر تم مجھ پر اعتماد کیوں کرنے لگے؟"

"اگر مجھے تم پر اعتماد نہ ہوتا تو میں تم سے اس کے متعلق گفتگو ہی نہ کرتا۔"

"تجویز کیا ہے؟"

"مجھے ان کے پروگراموں سے مطلع کرتی رہو۔"

"اور آپ کے آدمیوں کا کیا ہوگا؟ میرا خیال ہے کہ وہ خطرے میں ہوں گے۔"

"اسی صورت میں جب انہیں یہ علم نہ ہو کہ فریدی ابھی تک ان کی گرفت میں نہیں آیا۔ لیکن
میرا خیال ہے کہ اب تک ان پر یہ راز کھل گیا ہوگا لہٰذا ایسی صورت میں میرے آدمی محفوظ ہیں۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"پھر کبھی سمجھ لینا.... میں بتا دوں گا.... مگر ابھی نہیں! فی الحال یہ معلوم کرنے کی کوشش
کرو کہ سنگ ہی اب کہاں جانے کا ارادہ رکھتا ہے؟ میرے متعلق کسی سے بھی کوئی گفتگو نہ کرو گی۔
اور میرے ساتھیوں کی حبس بیجا پر برابر احتجاج کرتی رہو گی۔ غالباً سمجھ گئی ہو گی۔"

"بالکل سمجھ گئی۔"

"میں ہمیشہ یہیں ملوں گا.... اگر میں موجود نہ ہوں تو.... اوہ ٹھہرو.... میں تعارف کرانا تو
بھول ہی گیا.... یہ میرے بزرگ مسٹر طارق[1] ہیں.... اور آپ تو انہیں جانتے ہی ہیں۔"

"میں یہاں کسے نہیں جانتا۔" طارق مسکرایا۔

تھوڑی دیر بعد روزا رخصت ہو گئی۔

"لڑکی قابل اعتماد معلوم ہوتی ہے۔" طارق نے ایک طویل سانس لینے کے بعد کہا۔

"یقیناً.... بہر حال میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ اسے یہاں تک لائے۔"

"تکلفات کو چھوڑو.... تمہارا یہ خزانہ میرے لئے ایڈونچر کا ایک نیا دروازہ کھول رہا ہے....
فکر مت کرو.... میں جنوبی امریکہ کا کیڑا ہوں۔ تم جانتے ہو کہ میری ساری زندگی ہی دفینوں کی
تلاش میں گذری ہے۔"

"میں جانتا ہوں.... اسی لئے میں نے تعاون کی درخواست کی تھی۔"

"درخواست؟ کیا کہہ رہے ہو! میرے بیٹے.... ارے یہ تو میرا اپنا ہی کام ہے۔ مگر تم اپنے
باپ سے بھی زیادہ عجیب معلوم ہوتے ہو۔ وہ کبھی کسی کا احترام نہیں کرتا تھا۔ پھر بھی بڑا عظیم
آدمی تھا۔ دوستوں پر جان دینے والا مجھ پر ان کے کئی بڑے احسانات ہیں۔"

"آپ نے طوق کی تحریر سے کیا اندازہ لگایا؟" فریدی نے موضوع بدل دیا۔

[1] طارق کی پُراسرار شخصیت کی داستان "پراسرار کنواں" میں ملاحظہ فرمائیے۔

"کوئی خاص بات نہیں! جگہ جگہ جنگل اور پہاڑوں کے متعلق اشارے ہیں میرا خیال۔ سنگ اور شیپرڈ بہت کچھ جانتے ہیں۔"

ہوٹل میں ہنگامہ

ایک ہفتہ بعد فریدی اور طارق جنوبی امریکہ کے ایک ملک ایکویڈر کے صدر مقام ک ایک سرائے میں بیٹھے کافی پی رہے تھے۔

ان کے ساتھ ایک خوفزدہ لڑکا بھی تھا۔ وہ پچھلی ہی رات کو ہوائی جہاز سے یہاں پہنچے تھ ان کی رہنمائی اس نوخیز لڑکے نے کی تھی۔

یہ لڑکا روزا شیپرڈ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

روزا انہیں پچھلے سات دنوں میں سنگ ہی وغیرہ کی خبریں برابر پہنچاتی رہی تھی اس انہیں بتایا تھا کہ سنگ ہی کی پارٹی کیتو کے لئے روانہ ہو رہی ہے۔ طارق لڑکی کو ہمراہ لانے پر نہیں تھا۔ مگر فریدی نے اس کی درخواست منظور کر لی تھی۔

روزا اس وقت ان کے پاس موجود نہیں تھی۔ شاید وہ بہت زیادہ تھک جانے کی وجہ سو گئی تھی۔

طارق اور فریدی بھی اپنی اصلی شکلوں میں نہیں تھے۔ طارق مقامی باشندوں کے کسی مذ پیشوا کے روپ میں تھا اور اس کا سیاہ نیولا ہر وقت اس کے کاندھے پر سوار رہتا تھا۔ فریدی نے یہاں کے مقامی لوگوں ہی کی سی وضع اختیار کر لی تھی۔

وہ دونوں کافی دیر سے خاموش بیٹھے کافی سے شغل کر رہے تھے۔ سردی کی شدت نے انہ گرم کپڑے پہننے پر مجبور کر دیا تھا۔ کیتو حالانکہ ٹھیک خط استوا پر واقع ہے۔ مگر سطح سمندر سے ہزار فٹ بلند ہونے کی بناء پر سال بھر سرد رہتا ہے۔

"میرا خیال صحیح تھا۔" فریدی کچھ دیر بعد بولا۔

"کیسا خیال؟"

"یہی کہ وہ پہاڑ اور جنگل برازیل کے خطے کے نہیں ہو سکتے۔ انکا نسل کے قدیم لوگ ا سرزمین کے علاوہ کسی دوسرے ملک سے واقف نہیں تھے۔ لہٰذا ڈھائی تین ہزار میل کا فاصلہ

، برازیل پہنچنا قرین قیاس نہیں۔"

"تمہارا خیال ٹھیک ہے.... میں پھر کہتا ہوں کہ وہ لوگ بہت کچھ جانتے ہیں۔ سنگ ہی نے اسی لئے ڈاکٹر شیپرڈ پر ڈورے ڈالے ہیں۔ شیپرڈ ساری دنیا میں تنہا آدمی ہے جو تصویری وں کو قریب قریب بالکل صحیح پڑھ سکتا ہے۔"

"اب ہمیں ان پر گہری نظر رکھنی چاہئے۔" فریدی بولا۔

"مگر تم اس لڑکی کو کیوں ساتھ لائے ہو؟ خواہ مخواہ ایک رکاوٹ ساتھ لئے پھر رہے ہو۔"

"آپ جانتے ہیں کہ میرے تین آدمی اُس کے ساتھ ہیں اور انہیں ساتھ لئے پھرنے کا ریہ ہے کہ میں انہیں رہا کرانے کی کوشش کروں۔ اس طرح سنگ ہی مجھ پر ہاتھ ڈالنا چاہتا اور میرے ساتھ ڈاکٹر شیپرڈ کی لڑکی ہے جسے میں بطورِ یرغمال اپنے پاس رکھوں گا۔ ابھی ی کسی موقع پر میں ان لوگوں کو یہ بھی یہ بات جتا دوں گا.... ورنہ ہو سکتا ہے کہ وہ میرے یوں کو ختم ہی کر دیں۔"

"ٹھیک ہے۔" طارق اپنے نیولے کو کاندھے سے اتار کر گود میں بٹھاتا ہوا بولا۔ "اب کیا کرنا ہے؟"

"دیکھئے.... یہ میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اگر طوق ہاتھ آگیا تو میں خزانے وغیرہ چکر میں نہیں پڑوں گا.... میرا سب سے پہلا کام یہ ہوگا میں اسے چلی کی حکومت کے سپرد دوں۔"

"اگر یہی کرنا ہے تو میرا خیال ہے کہ یہاں کی پولیس اس کے لئے بہت کارگر ثابت ہوگی۔ ا سنگ ہی کی دال نہیں گلے گی۔ شمالی امریکہ کی بات اور تھی۔"

"یہ قطعی نامناسب ہے میرے بزرگ۔"

"کیوں....؟"

"یہاں کی حکومت کو اگر اس کا علم ہو گیا تو پھر وہ طوق میرے ہاتھ نہیں لگ سکتا۔"

"کیوں....؟"

"آپ جانتے ہیں کہ انکا نسل کے لوگوں کی اصل سرزمین یہی ہے۔ یہاں کی حکومت اور مت چلی سے ابھی تک اس لاش کے متعلق جھگڑا چل رہا ہے۔ روایتی خزانے کے تذکرے ل بھی عام ہوں گے۔"

"لیکن.... یہاں اب انکا نسل کے لوگوں کی حکومت نہیں.... حاکم اسپینی لوگ
طارق نے کہا۔

"کچھ بھی ہو وہ طوق یہاں کی قومی ملکیت ہے۔ لیکن چونکہ وہ چلی سے چرایا گیا تھا ہماری حکومت اسے وہیں پہنچانا چاہتی ہے۔"

طارق کچھ دیر خاموش رہا پھر اس نے کہا۔ "سنگ ہی کے ساتھ پچیس آدمی ہیں۔"

"میں نے آدمیوں کی تعداد کی کبھی پرواہ نہیں کی۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔

"بالکل اپنے باپ کی طرح ضدی بھی ہو۔" طارق ہنسنے لگا۔



سنگ ہی کی پارٹی کیتو کے ایک شاندار ہوٹل میں مقیم تھی۔

حمید قاسم اور انور بظاہر آزاد نظر آتے تھے لیکن ان میں سے ہر ایک بخوبی جانتا تھا کہ معمولی سی لغزش بھی اسے موت کے منہ میں پہنچا سکتی ہے۔ سنگ ہی کا رویہ ان کے دوستانہ تھا۔ لیکن کم از کم حمید اس کی فطرت سے اچھی طرح واقف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ کم بھی کوئی ایسی حرکت کر سکتا ہے جس کا گمان تک نہ ہو۔

وہ پُر اسرار لڑکی بھی پارٹی کے ساتھ تھی اور اب قاسم اس میں خاصی دلچسپی لینے لیکن حمید کی سمجھ میں اب تک یہ بات نہیں آئی تھی کہ آخر ان میں اس لڑکی کی موجود مقصد ہو سکتا ہے۔

انور اب بھی فریدی ہی کے میک اپ میں تھا۔ سنگ ہی نے ایک بار بھی اس سے یہ کہ وہ اسے اس کی اصلی شکل میں دیکھنا چاہتا ہے۔

ہوٹل کی اسپینی خادمائیں قاسم کے لئے بڑی کشش رکھتی تھیں کیونکہ وہ سب تندر مضبوط ہاتھ پیر کی عورتیں تھیں۔

قاسم، انور اور حمید ایک ہی کمرے میں تھے لیکن ان کی کڑی نگرانی ہوتی تھی۔ اس کے بھی حمید نے کئی بار یہ رائے ظاہر کی کہ لڑ بھڑ کر نکل ہی چلنا مناسب ہوگا۔ لیکن انور نے منظور نہیں کیا۔ وہ ہر بات پر یہی جواب دیتا تھا کہ "یہ بھی اسکیم ہی کا ایک حصہ ہے۔"

اور حمید کو لفظ "اسکیم" سے اتنی چڑ ہو گئی تھی کہ اسے سنتے ہی اس کی زبان کی نوک

لنڈی سی گالیاں مچلنے لگتی تھیں۔

وہ اس وقت بھی انور سے لڑ جھگڑ کر بیٹھا تھا۔ ہوٹل میں کئی قسم کی تفریحات موجود تھیں لیکن آج وہ شدت سے بور تھا۔

انور اور قاسم شاید ڈائننگ ہال میں تھے۔

حمید کافی دیر سے کمرے میں بیٹھا نکل بھاگنے کے امکانات پر غور کر رہا تھا۔ اسے یہ بھی محسوس نہ ہو سکا کہ ریکھا کب کمرے میں داخل ہوئی۔ حمید کی پشت دروازے کی طرف تھی۔

"آپ یہاں تنہا ہیں؟"

وہ ریکھا کی آواز پر چونک کر مڑا۔

"آؤ.... آؤ....!" اس نے کہا۔

"میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"کرو! ہمارے پاس فی الحال باتوں کے علاوہ اور کچھ نہیں۔"

"میں اس دن جہاز پر آپ کو بتانا چاہتی تھی کہ میں نے ایک بات آپ سے چھپائی تھی۔ اس کا مقصد خود میری سمجھ میں بھی نہیں آیا تھا۔"

"ہوں.... میں سننا پسند کروں گا۔"

"شروع میں جب وہ مجھے صفدر آباد سے لائے تھے تو مجھے آپ دونوں کی تصویریں دکھائی گئی تھیں۔ وہ دوسرے صاحب یعنی فریدی کی.... اور تصویر دکھاتے وقت سیلرس کلب کا مالک مجھ سے کہا کرتا تھا کہ ان دونوں کو مار ڈالنا.... زندہ نہ چھوڑنا.... اس کا یہ زور کا معمول تھا.... وہ ان دو جملوں کے علاوہ اور کچھ نہیں کہتا تھا.... میں پہلے تو اسے اس کا مقصد پوچھنا چاہا لیکن اس نے ان جملوں کے علاوہ کبھی اور کچھ نہیں کہا۔"

"تو غالباً اب مقصد تم پر واضح ہو گیا ہوگا۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔

"قطعی نہیں.... بالکل نہیں.... اگر وہ میری ایک کمزوری یا بیماری سے فائدہ اٹھا کر آپ دونوں کو میرے ہاتھوں قتل کرانا چاہتے تھے تو پھر اس خنجر نما کھلونے کا کیا مقصد تھا۔ اس صورت میں تو انہیں اصلی خنجر یا ریوالور اس بیگ میں رکھنا چاہئے تھا۔"

"ٹھیک کہتی ہو۔" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "پھر وہ تمہارا پاسپورٹ.... اور ان لوگوں سے

نیویارک ہی میں ملاقات ہوئی.... خیر یہ بھی کچھ نہیں.... تشویش کی بات تو یہ ہے کہ یہ تمہیں کیوں ساتھ لئے پھر رہے ہیں۔"

"وہ سور کا بچہ چینی کہتا ہے کہ تم میری رانی ہو۔ میں ایک بہت بڑے خزانے کی تلاش ہوں۔ اس کے ملتے ہی تم سے شادی کرلوں گا۔"

"لیکن رانی کے لئے ضروری تو نہیں کہ وہ بھی اس کے ساتھ جھک مارتی پھرے۔"

"پھر بتایئے میں کیا کروں....؟"

"مزہ کرو.... وہ تمہیں رانی بنائے گا۔"

"مجھے اس کی صورت سے گھن آتی ہے۔"

"صورت دیکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے.... خزانہ....!"

"جہنم میں گیا خزانہ.... میں پاگل ہو جاؤں گی۔"

"خدا کے لئے اب ہو بھی جاؤ۔ بہت دنوں سے سن رہا ہوں ورنہ پھر میری کپتانی بن رانی بنانے کی حیثیت تو نہیں رکھتا.... وغیرہ وغیرہ....!" حمید خاموش ہو گیا۔

پھر یک بیک اس طرح اچھل پڑا جیسے موجودہ مشکلات کا کوئی حل سامنے آ گیا ہو۔

ریکھا اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

"بس کام بن گیا۔" حمید چٹکی بجا کر بولا۔ "ذرا اور قریب آؤ۔ کیا تم سچ مچ پاگل بن سکتی

"حمید صاحب! میرا مذاق نہ اڑایئے۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو.... اگر تم پاگل بن جاؤ تو سارا کام بن جائے۔ آج رات کا کھانا ک وقت ڈائننگ ہال میں ہلڑ مچا دو۔ سنگ ہی راز داری سے کام لے رہا ہے اور اس کا گروہ بڑا منظم اگر تم پاگل بن گئیں تو لوگوں کی توجہ تمہاری طرف مبذول ہو جائے گی اور یہ چیز پوری پا بدحواسی میں مبتلا کر دے گی۔ تمہیں پاگل خانے تک پہنچانے کے لئے پولیس آ جائے گی اس بعد میں سب دیکھ لوں گا.... بولو منظور ہے۔"

ریکھا نے فوراً ہی جواب نہیں دیا۔ وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "تجویز ہے لیکن اگر میں سچ مچ پاگل خانے پہنچ گئی تو....؟"

"اسے میں سنبھال لوں گا کہتا تو ہوں.... تم یہ بھی جانتی ہو کہ ہم لوگ کون ہیں

بردار.... اس کے متعلق کسی کو بھی نہ بتانا.... میرے دونوں ساتھیوں سے بھی اس کا تذکرہ رنے کی ضرورت نہیں۔"

"اچھا.... لیکن نتیجہ کے آپ ذمہ دار ہوں گے میں تو اس قدر تنگ آ گئی ہوں کہ سب کچھ رگزروں گی۔"

"میں پھر کہتا ہوں کہ تم نتیجے کی فکر مت کرو۔" حمید بولا۔

"لیکن مجھے کرنا کیا ہوگا....؟"

"چیخنا.... توڑ پھوڑ.... تمہارے دل میں کسی بھی چیز کیلئے ذرہ برابر درد نہ ہونا چاہئے.... ائننگ ہال میں ایسی سینکڑوں چیزیں ہیں۔ میزیں الٹ دینا۔ جو چیز ہاتھ میں آ جائے وہی مجمع پر ھینچ مارنا۔"

"بڑا مشکل کام ہے۔"

"جان بچانے کے لئے سب کچھ آسان ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس سفر میں تمہاری شمولیت اکیا مقصد ہے۔"

"کیا مقصد ہے؟" ریکھا تھوک نگل کر بولی۔

"کیا تم نے دفینوں کی بھینٹ کے متعلق کبھی کچھ نہیں سنا....؟"

"میں نے سنا ہے.... لیکن....!"

"لیکن ویکن کچھ نہیں.... کیا تم اپنے والدین کی.... اکلوتی لڑکی ہو....؟"

"نہیں.... قطعی نہیں۔"

"پھر کوئی اور بات ہو گی.... ہاں ٹھیک ہے.... دفینے کی بھینٹ نہیں.... مجھے اس قبیلے کے متعلق تو یاد ہی نہیں رہا جس کے افراد عورت کا گوشت بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔"

"نہیں....!" ریکھا کانپ کر ہذیانی انداز میں چیخی۔

"ارے چپ چپ.... غل غپاڑہ مت مچاؤ.... وہ تمہیں اس قبیلے کو رشوت کے طور پر پیش رکے اس کی سرحد پار اتر جائیں گے ورنہ تم خود سوچو کہ ایسے سفر میں عورت کا کیا کام.... پھر تہ نہیں وہ تمہیں مسلم بھون کر کھائیں یا کچا ہی چبائیں.... خدا کی پناہ۔"

"نہیں.... نہیں....!" ریکھا بری طرح کانپ رہی تھی۔ "میں تمہارا کہنا مانوں گی....!"



رات بہت سرد تھی۔

لیکن اس بڑے ہوٹل کا ڈائننگ ہال سنٹرل ہیٹنگ کی وجہ سے گرمایا ہوا تھا۔ ہر طرف سے قہقہے فضا میں ابھر رہے تھے اور آرکسٹرا نے ہلکے سروں میں ایک لطیف نغمہ چھیڑ رکھا تھا۔

ہال میں کہیں بھی کوئی میز خالی نہیں دکھائی دیتی تھی۔

ریکھا کی میز پر سنگ ہی... بڑی مونچھوں والا خوفناک آدمی اور شیپرڈ تھے۔

اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر انور، قاسم اور حمید تین مختلف میزوں پر تھے ان میں سے ایک کے ساتھ سنگ ہی کے تین تین مسلح آدمی بھی بیٹھے ہوئے تھے وہ بظاہر شریف صورت لیکن ان میں سے شاید ہی کوئی رہا ہو جس کے جیب میں اعشاریہ تین آٹھ کا ریوالور نہ موجود ہو۔

اچانک ہال میں ریکھا کی چیخ گونجی۔ اس نے شوربے کی پلیٹ ڈاکٹر شیپرڈ کے منہ پر کھینچ تھی۔ پھر اس نے میز بھی الٹ دی۔ وہ ہسٹریائی انداز میں چیخ رہی تھی اور ساتھ ہی اس دونوں ہاتھ بھی چل رہے تھے جو خالی نہیں ہوتے تھے۔ ان میں سے ہر بار کوئی نہ کوئی چیز نکل کسی کے لگتی ضرور تھی۔ گلاس.... چمچے.... کانٹے.... چھریاں.... پلیٹیں.... گلدان فض تیرتے پھر رہے تھے۔

پھر اتنا شور ہوا کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔

"یہ کالی عورت کون ہے؟"

"نشے میں ہے۔"

"مارو.... پکڑو....!"

"سارے کالوں کو پکڑلو۔"

"پولیس.... پولیس....!"

"ارے میری ناک....!"

"ارے میرا سر....!"

"مارو.... پکڑو....!"

"پولیس.... پولیس....!"

"بھاگو...." حمید قاسم اور انور کو جھنجھوڑ کر بولا۔ "ورنہ ایک بھی کالا زندہ نہ بچے گا۔"

واقعی ان پر چاروں طرف سے یورش ہو گئی تھی۔

سنگ ہی کے ساتھیوں نے فائر کیے۔

اس پر اور زیادہ ادھم مچ گیا۔

وہ تینوں کسی نہ کسی طرح دروازے تک پہنچ گئے۔

قاسم اس وقت سچ مچ ان کی ڈھال بنا ہوا تھا۔ اگر وہ لوگوں کو اچھال اچھال کر راستہ نہ بناتا تو وہ قیامت تک دروازے کے قریب نہیں پہنچ سکتے تھے۔

باہر نکل کر وہ ایک طرف دوڑتے چلے گئے لیکن وہ اپنے پیچھے بھی قدموں کی آواز سن رہے تھے۔ تعاقب کرنے والا شاید تنہا ہی تھا اور وہ ایک سنسان راستے پر دوڑ رہے تھے۔

"ٹھہرو.... ٹھہرو...." تعاقب کرنے والا اردو میں چیخا۔ "میں دشمن نہیں ہوں.... رک جاؤ.... ورنہ مارے جاؤ گے۔"

وہ رک کر مڑے اور انور نے آنے والے پر ٹارچ کی روشنی ڈالی ان کے سامنے ایک دراز قد بوڑھا کھڑا تھا اور اس کے کاندھے پر ایک بڑا سا نیولا سوار تھا۔

حسن اتفاق

"ٹارچ بجھا دو....!" نووارد نے کہا۔

دوسرے ہی لمحے میں تعمیل کی گئی۔

حمید سوچ رہا تھا کہ کیا یہ فریدی ہے۔ مگر نہیں اگر اس کی یادداشت دھوکا نہیں دے رہی ہے تو وہ اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہے۔

"میرے ساتھ آؤ....!" نووارد بولا۔

"آپ کون ہیں....؟" انور نے پوچھا۔

"دشمن نہیں ہوں.... جو کچھ میں کہوں کرتے جاؤ.... ورنہ مصیبت میں پڑو گے.... میں فریدی کا دوست ہوں۔"

وہ ایک طرف اندھیرے میں چلنے لگے۔ ہوٹل اب بھی زیادہ دور نہیں تھا۔ اس لئے انہیں

شور و غل کی آوازیں صاف سنائی دیتی تھیں۔

"ٹھہرو....!" تھوڑی دور چلنے کے بعد نووارد نے کہا۔ "تم سب ایک دوسرے کے ہا پکڑلو.... اور ایک ہاتھ میرے ہاتھ میں دے کر.... ادھر نشیب میں چلے آؤ.... روشنی ضرورت نہیں۔"

راستہ بڑا خراب تھا۔ وہ سب نشیب میں اترنے لگے۔

نووارد آگے تھا۔ دفعتاً اس کے نیولے نے ایک بہت ہی تیز اور کریہہ قسم کی آواز نکالی۔

اور پھر حمید کو یک بیک یاد آگیا اس نے اس آدمی کو کہاں دیکھا تھا۔

"طارق صاحب" اس نے آہستہ سے کہا۔ "دیر سے پہچاننے پر مجھے افسوس ہے۔"

"میک اپ کے باوجود بھی پہچان لیا۔" طارق نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"آپ کی آنکھیں جو ہزاروں میں پہچانی جاسکتی ہیں۔"

"لیکن یہ یک بیک ہوا کیا؟" طارق نے پوچھا۔

"لڑکی پاگل ہوگئی۔" قاسم بڑبڑایا۔ "وہ بہت دنوں سے کہہ رہی تھی کہ میں پاگل ہو جاؤں گ

"ذرا ٹارچ روشن کیجئے۔" طارق بولا۔ "میں ٹھیک ہی آیا ہوں۔ غالباً غار کا دہانہ یہی ہے۔

ٹارچ روشن کی گئی۔ پھر دوسرے لمحے وہ ایک غار میں اُتر رہے تھے۔ غار بہت زیادہ نہیں تھا۔ مگر پھر بھی باہر کی سردی کے مقابلے میں نسبتاً آرام دہ معلوم ہوتا تھا۔

"آپ لوگ یہیں ٹھہریئے.... تاکہ میں فریدی کو مطلع کردوں.... وہ فکر مند ہوگا اور ان لوگوں میں سے شاید ہی کوئی بچا ہو۔ انہوں نے فائرنگ کر کے اچھا نہیں کیا۔"

طارق چلا گیا۔ وہ کچھ دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔

پھر انور نے پوچھا۔

"یہ کون تھا....؟"

"طارق....!" حمید نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے کہا۔ "فریدی صاحب کے وال دوستوں میں سے ہے اور انتہائی پُر اسرار.... سارا جنوبی امریکہ اس کا چھانا ہوا ہے.... یہا زبانوں پر اسے قدرت حاصل ہے۔"

"کرتا کیا ہے؟"

"سیاحی اور دفینوں کا چکر.... کافی دولت مند ہے.... مستقل قیام نیویارک میں رہتا ہے۔ ر فریدی صاحب کی دور اندیشی کی داد دینی پڑتی ہے.... اس مہم کے لئے طارق سے زیادہ ناسب آدمی ملنا دشوار تھا۔"

"پتہ نہیں اس بیچاری کیا کیا حشر ہوا۔" قاسم بڑبڑایا۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "مگر اس ارق کے کاندھے پر بلی کیوں سوار رہتی ہے؟"

"بلی نہیں.... نیولا تھا....!" حمید نے کہا۔ "اس نسل کا نیولا صرف انہیں اطراف میں پایا جاتا ہے.... اسے یہاں شکا کہتے ہیں.... کچھ قومیں اسے متبرک سمجھ کر پوجتی ہیں۔"

حمید نے پائپ سلگا لیا تھا۔

وہ پھر خاموش ہوگئے۔

کچھ دیر بعد انور نے کہا۔ "آخر یہ یک بیک ہوا کیا؟"

"یہ ساری باتیں تمہاری سمجھ سے بہت اونچی ہیں۔" حمید نے اکڑ کر کہا۔

"کیا مطلب....!"

"اسی لئے تو نہیں بتانا چاہتا کہ تمہیں مطلب بھی سمجھانا پڑے گا۔"

"تو کیا یہ تمہاری حرکت تھی؟"

"حرکت....!" حمید جھنجھلا کر بولا۔ "اگر میں یہ حرکت نہ کرتا تو تم جہنم رسید ہو چکے ہوتے لا تمہیں اتنا چغد نہیں سمجھتا تھا۔"

"ہوں.... تم سمجھتے ہو کہ تم نے کیا کیا ہے۔" انور تیز لہجے میں بولا۔

"تمہیں بیوہ کیا ہے۔" حمید آہستہ سے بولا۔ "اب میرا دماغ مت چاٹو۔"

"مجھے نیند آرہی ہے۔" قاسم نے جماہی لے کر کہا۔ "اگر کسی نے شور مچایا تو گلا گھونٹ دوں.... انور بھائی! تم رشیدہ صاحبہ کو بھی ساتھ کیوں نہیں لائے۔"

انور خاموش ہوگیا۔

حمید ہنس پڑا۔

"رشیدہ....!" اس نے کہا۔ "کیا اب بھی تمہیں اس سے عشق ہے۔"

"ارے لاحول.... ہپ.... کیا گڑ بڑ.... حمید بھائی.... میں ایسا مذاق پسند نہیں کرتا۔"

قاسم بوکھلا گیا۔

انور اس پر بھی کچھ نہ بولا۔ شاید وہ حمید سے الجھنا نہیں چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد انہوں نے غار کے دہانے پر قدموں کی آوازیں سنیں اور سنبھل کر بیٹھ باہر سے ٹارچ کی روشنی اندر رینگ آئی۔ آنے والے تین تھے۔ ٹارچ پھر بجھا دی گئی۔ کے چہرے نہ دیکھ سکے۔

"جگہ تو خاصی ہے۔" انہوں نے اندھیرے میں فریدی کی آواز سنی۔

پھر کسی نے دیا سلائی جلا کر دو موم بتیاں روشن کر دیں ان کے سامنے تین آدمی تھے۔ ایک تو طارق تھا جسے حمید نے اس کی غیر معمولی طور پر چمکدار آنکھوں کی بناء پر پہچان لیا تھا۔

دوسرا یقیناً فریدی تھا لیکن نہ تو اسے حمید پہچان سکا اور نہ انور۔ ویسے وہ قیاساً کہہ سکتے وہ فریدی ہی ہوگا۔ تیسرا ایک نوخیز لڑکا تھا جس کی عمر بظاہر سولہ سال سے زیادہ نہیں معلو تھی۔ ان کے سروں پر نمدے کے ہیٹ تھے اور جسموں پر ہاتھ کے بنے ہوئے اونی لباد کے جوتے بھی بد وضع اور بے ہنگم تھے۔

"جو کچھ بھی ہوا بہت برا ہوا طارق صاحب۔" فریدی پتھر کے بڑے ٹکڑے پر بیٹھتا ہوا!

"اور اس کی تمام تر ذمہ داری حمید پر ہے۔" انور بول پڑا۔

"کیوں حمید نے کیا کیا....؟"

"اسی سے پوچھئے....!"

"تو تمہیں بتا دونا....!" فریدی جھنجھلایا ہوا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ لڑکی بن رہی تھی۔" انور نے کہا۔

"لہٰذا.... یہ حمید کی حرکت ہے....!" حمید طنزیہ لہجے میں بولا۔ "وہ شیطان بن کر ا قالب میں حلول کر گیا تھا۔"

"نہیں جناب۔" قاسم نے کہا۔ "وہ تو عرصے سے کہہ رہی تھی کہ میں پاگل ہو جاؤں

فریدی کچھ نہ بولا۔

حمید نے سوچا تھا کہ جس وقت میں اپنا یہ کارنامہ فریدی کے سامنے دہراؤں گا تو وہ

کر اٹھے گا۔ لیکن اب نقشہ بدلتے دیکھ کر اس نے خاموش ہی رہنا مناسب سمجھا۔

"کچھ بھی ہو۔" فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔ "یہ اچھا نہیں ہوا۔ ابھی تک وہ میری نظروں میں تھے.... مگر اب میں بالکل اندھیرے میں ہوں۔ اب چونکہ انہیں یہاں والوں کی نظروں سے بھی پوشیدہ رہنا پڑے گا اس لئے وہ بہت زیادہ احتیاط سے کام لیں گے سنگ ہی اور اس کے خاص آدمی صاف نکل گئے.... دو فساد کے دوران میں ہلاک ہوئے اور آٹھ پکڑ لئے گئے ہیں.... ان میں قریب قریب سارے آدمی امریکن ہیں.... سنگ ہی کے ساتھیوں میں سے.... نہ تو کوئی پکڑا جا سکا.... اور نہ مارا ہی گیا۔"

"اور ڈاکٹر....؟" انور نے پوچھا۔

"وہ بھی نکل گیا.... اور سب سے زیادہ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ لڑکی کا بال بھی بیکا نہ ہو سکا.... وہ اس کے چاروں طرف چٹان کی طرح جم گئے تھے۔"

"آخر یہ لڑکی ہے کیا بلا....؟" حمید بڑبڑایا۔

فریدی نے اس بات کا جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر بولا۔

"مجھے دراصل تم لوگوں کی فکر تھی ورنہ سنگ ہی میری نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکتا تھا۔"

"لیکن آخر ہمیں اس طرح جھونک دینے کا مقصد کیا تھا....؟" حمید نے پوچھا۔

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ میں ان لوگوں پر نظر رکھ سکوں۔ شاید تم واقف نہیں ہو کہ مجھے سنگ ہی کی اسکیموں کا علم قریب قریب پہلے ہی سے تھا۔"

پھر فریدی نے اپنی اور روزا کی قلمی دوستی کے متعلق سب کچھ دہراتے ہوئے کہا۔ "مجھے پہلے ہی شبہ ہوا تھا کہ سنگ ہی اور ڈاکٹر شیپرڈ مل گئے ہیں۔"

"چلئے مانتا ہوں۔" حمید نے کہا۔ "لیکن اگر وہ ہمیں ٹھکانے لگا دیتے تو؟"

"مجھے کچھ دنوں بعد صبر آ جاتا۔" فریدی نے انتہائی سنجیدگی سے کہا اور روزا کے علاوہ سب ہنس پڑے۔

گفتگو چونکہ اردو میں ہو رہی تھی اس لئے وہ بے تعلقانہ انداز میں الگ بیٹھی اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔

"اس سوال کا جواب سنجیدگی سے دیجئے۔" حمید دوسروں کے قہقہوں کی پرواہ نہ کرتے

ہوئے بولا۔

"سنجیدہ ترین جواب یہ ہے کہ تمہیں زندہ رہنا تو ہے نہیں۔ کبھی نہ کبھی مرنا ہی پڑے گا۔"

"اچھا تو یہی بتادیجئے کہ ہم لوگ زندہ کیوں ہیں....؟"

"بے حیائی ہے تمہاری۔" فریدی بولا اور ایک بار پھر قہقہہ پڑا۔ لیکن حمید نے فریدی کو قسم کے موڈ میں پہلی بار دیکھا تھا۔ بہر حال اسے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ فریدی سب سامنے اس کے متعلق گفتگو کرنے سے احتراز کر رہا ہے۔

روزا بہت زیادہ پریشان نظر آنے لگی تھی۔ اس نے فریدی سے کہا۔ "بتاؤ میں کیا کر ڈیڈی خطرے میں ہیں۔"

نہ صرف حمید بلکہ انور اور قاسم بھی اس کی آواز سن کر چونک پڑے۔

"جب میری نظر ان لوگوں پر نہیں پڑسکتی تو تمہیں مطمئن ہی رہنا چاہئے۔" فریدی کہا۔ "گھبراؤ نہیں.... سنگ ہی اس وقت تک ان کی حفاظت کرے گا جب تک کہ اپنے مقصد کامیاب نہ ہو جائے۔"

"اب حمید کو اچھی طرح یقین ہو گیا کہ وہ روزا شیپرڈ ہی ہے اور اپنے باپ کے لئے فکر مند ہے اس خیال سے اس کا دل باغ باغ ہو گیا کہ اب بھی ایک خوبصورت لڑکی اس کی ہم سفر ہو گی

اچانک اس نے طارق سے پوچھا۔

"کوٹی کی زیارت گاہ کہاں ہے؟"

"کیوں....؟" طارق اس کی طرف مڑا۔

"سنگ ہی اپنی پارٹی سمیت وہیں جانے کے لئے انتظامات کر رہا تھا۔"

"کوٹی کی زیارت گاہ۔" طارق اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بہت زیادہ پُر جوش نظر آ رہا تھا جلد ہی پھر پرسکون دکھائی دینے لگے۔ پھر آہستہ سے بیٹھتا ہوا بولا۔ "کیا؟ اس کا علم عام ط لوگوں کو تھا یعنی میرا مطلب ہے کہ ہوٹل والے اس سے واقف تھے؟"

"سب کو علم تھا.... اس نے کئی درجن باربردار مہیا کئے تھے۔"

"تب تو ہرگز اُدھر نہیں جاسکتے۔" طارق نے کہا۔

"کیوں....؟"

"زیارت گاہ کے راستوں کی نگرانی شروع ہو جائے گی۔ فی الحال یہاں سے ان کا نکلنا ناممکن ہے۔"

کچھ دیر کے لئے پھر سکوت طاری ہو گیا۔ ہر شخص اپنے طور پر کچھ نہ کچھ سوچ رہا تھا۔

"کوٹی کی زیارت گاہ....!" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے طارق کے چہرے پر نظر جما کر ہا۔ "اس کی کیا اہمیت ہے؟"

"مشرقی اترائی میں ایک قدیم زیارت گاہ ہے۔ لوگ تفریحاً بھی وہاں جاتے ہیں لیکن اس کے ںد ہی سے اُن خطرناک جنگلوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ جن کی طرف رخ کرنے کی بھی ہمت ہیں پڑتی۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر تک پھر خاموشی رہی۔

اچانک قاسم نے ایک انگڑائی لی اور بھرائی ہوئی آواز میں کچھ بڑبڑاتا ہوا روزا کو گھورنے لگا۔

"اب یہ ایک نیا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔" فریدی بولا۔ پھر اس نے حمید وغیرہ کو مخاطب کر کے ہا۔ "رات تمہیں اسی غار میں بسر کرنی پڑے گی۔"

"آپ لوگوں میں سے تو کسی نہ کسی کو یہاں ٹھہرنا ہی پڑے گا۔" حمید نے روزا کے چہرے پر ظر جمائے ہوئے کہا۔

"شش....!" اچانک فریدی نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ لی۔ غالباً یہ خاموش رہنے کا اشارہ تھا۔ وہ چند لمحے کچھ سنتا رہا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "کوئی ادھر آ رہا ہے۔" پھر اس نے ہاتھ کے ھٹکے سے دونوں مومی شمعیں بجھادیں۔

بقیہ لوگوں نے کسی قسم کی آہٹ نہیں سنی تھی۔

حمید نے اسے فریدی کی وحشت ہی سمجھا تھا۔

لیکن چند ہی لمحات کے بعد اسے اپنا خیال بدل دینا پڑا۔ وہ کئی قدموں کی آوازیں سن رہا تھا۔

لیکن چلنے والے بہت دور معلوم ہو رہے تھے۔ پھر آہٹیں آہستہ آہستہ قریب ہوتی گئیں۔

"خواہ وہ کوئی بھی ہوں ان تینوں کو چھپ جانا چاہئے۔" طارق نے کہا۔ "ادھر داہنی طرف لہ کافی گہرا نشیب ہے.... جلدی کرو۔"

فریدی نے ٹارچ روشن کرلی اور قاسم، انور اور حمید نشیب میں اتر گئے۔ پھر فریدی نے مومی معیں دوبارہ روشن کر دیں۔

آنے والے شاید غار کے دہانہ پر رک گئے۔

پھر کسی نے باہر سے چیخ کر کچھ کہا.... جس کا جواب طارق نے اندر سے دیا۔ لیکن ب فریدی کے لئے نئی تھی۔

تین آدمی غار میں داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں اور یہ یہی باشندے معلوم ہوتے تھے۔

طارق کو دیکھ کر وہ ٹھٹک گئے۔

اور پھر فریدی نے محسوس کیا جیسے وہ اس سے خائف ہوں.... اس کا احترام ہوں.... وہ تھوڑی دیر تک طارق سے گفتگو کرتے رہے پھر باہر نکل گئے۔

جب قدموں کی آوازیں بہت دور ہوگئیں تو طارق فریدی کی طرف مڑا۔

"وہ سنگ اور اس کے ساتھیوں کو تلاش کر رہے ہیں۔"

"لیکن.... آپ کے ساتھ ان کا رویہ....!"

"اوہ....!" طارق مسکرا کر اپنے نیولے کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "یہ سب شکا کی ہے.... یہاں کے مقامی باشندے اسے مقدس سمجھتے ہیں.... اور صرف ان کا مذہبی پیشوا پال سکتا ہے.... میں نے انہیں بتایا کہ ہم مسافر ہیں اور سردی سے بچنے کے لئے ہم نے اس پناہ لی ہے.... اس پر انہوں نے ہمارا میزبان بننے کی خواہش ظاہر کی مگر میں نے انکار کر دیا۔"

"مگر میں حمید وغیرہ کے لئے سوچ رہا ہوں.... انہیں کس طرح بچایا جائے.... سنگ پارٹی میں ان کا بھی شمار ہوتا تھا۔"

"میک اپ....!" طارق بولا۔

"ہو سکتا ہے.... مگر قاسم ایک اچھا خاصا اشتہار ہے.... ہوٹل ہی میں وہ نظروں پر چڑھ گیا

"یہ مجھ پر چھوڑ دو.... جب تک شکا کی میرے شانے پر سوار ہے، متفکر ہونے کی ضر نہیں.... تم اسی وقت جا کر سرائے سے میک اپ کا سامان لے آؤ.... اور ہاں اپنے ساتھیو کہہ دو کہ وہ جہاں ہیں فی الحال وہیں رہیں.... یہاں نہ آئیں.... ہو سکتا ہے کہ دوسری ٹولی تلاش میں آ رہی ہو.... مگر نہیں.... ٹھہرو.... اگر راستے میں کسی سے مڈبھیڑ ہوگئی تو....

"اوہ....!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "آپ میری فکر نہ کیجئے.... میں یہاں کی زبان نہیں

کیا ہوا.... گونگے دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم میں پائے جاتے ہیں آپ کا یہاں موجود رہنا بہت ضروری ہے۔"

پھر فریدی باہر جانے کے لئے اٹھا ہی تھا کہ دو تین آدمی بے تحاشا غار میں گھس آئے.... وہ اس طرح ہانپ رہے تھے جیسے اب تک کوئی درندہ ان کا تعاقب کرتا رہا ہو۔

ان میں سے ایک نے ریوالور نکال کر فریدی وغیرہ کی طرف تان لیا اور ساتھ ہی اپنے دانتوں پر انگلی رکھ لی۔

ریوالور نکالنے والا سنگ ہی تھا۔

فریدی نے بقیہ دو آدمیوں کو بھی پہچان لیا۔

ان میں سے ایک تو ڈاکٹر شیپرڈ تھا اور دوسرا بڑی مونچھوں والا بھاری بھرکم آدمی.... جو سنگ ہی کے ساتھ مشرق ہی سے آیا تھا۔ اس کے کاندھے پر ریکھا غالباً بیہوش پڑی تھی۔

فریدی روزا کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔ اس نے اس کی طرف جھک کر آہستہ سے کہا۔

"خبردار.... تمہارا انداز بالکل بے تعلقانہ ہونا چاہئے۔"

شکار اور شکاری

طارق مقامی زبان میں کچھ بڑبڑانے لگا۔

"سنگ! ریوالور رکھ لو....!" ڈاکٹر شیپرڈ نے انگریزی میں کہا۔ "یہ لوگ بے ضرر قسم کے کسان ہیں.... غالباً شب بسری کے لئے یہاں رکے ہیں، انہیں خوفزدہ کرنے کی بجائے اپنا مددگار بناؤ۔"

پھر اس نے آدھی اسپینی اور آدھی انگریزی میں طارق سے گفتگو کرنے کی کوشش کی۔

طارق بے دھڑک اسپینی بولنے لگا۔

یہ زبان فریدی بھی سمجھتا تھا۔

طارق نے کہا۔ "میں کوٹی کی زیارت گاہ کا ایک پجاری ہوں۔ میری طرف دشمن کی نگاہ سے دیکھ کر زندہ نہ رہ سکو گے.... تم ہو کون؟"

"ہم مسافر ہیں۔" شیپرڈ بولا۔ "ہمارے چند دشمن ہمارے تعاقب میں ہیں ان سے بچنے کے لئے ہم یہاں آ گئے ہیں.... ہم آپ کے دشمن نہیں.... ریوالور اس لئے نکالا گیا تھا کہ کہیں

آپ لوگ شور نہ مچادیں۔"

"اچھا یہ بات ہے۔" فریدی اسپینی میں بولا۔"تم بالکل پریشان نہ ہو..... ابھی ابھی تین آدمیوں کو پناہ دی ہے۔وہ بالکل گونگے ہیں۔یا پھر ہم ان کی زبانیں نہیں سمجھ پاتے۔"

"کہاں ہیں.....؟" ڈاکٹر شیپرڈ جلدی بولا۔

"ٹھہرو..... میں انہیں لاتا ہوں۔" فریدی نے کہا اور نشیب میں اُتر گیا۔

اس کے جاتے ہی ڈاکٹر شیپرڈ نے گفتگو کا ماحصل سنگ ہی کو انگریزی میں بتادیا۔

طارق اس دوران میں انہیں اس طرح گھورتا رہا جیسے وہ دو عدد گونگے آدمیوں کو عجیب کی آوازیں نکالتے سن رہا ہو۔

"تم لوگ انگریزی سمجھتے ہو؟" دفعتاً ڈاکٹر نے طارق کی طرف مڑ کر اسپینی میں سوال کیا۔

طارق نے نفی میں سر ہلا دیا۔

ڈاکٹر شیپرڈ کے چہرے پر مسرت کے آثار ابھر آئے۔ اس نے سنگ ہی سے انگریزی کہا۔"قدرت مہربان معلوم ہوتی ہے..... اگر اس بوڑھے سے کسی طرح یہ نیولا حاصل جائے تو ساری مشکلیں آسان ہو جائیں۔"

"میں نہیں سمجھا....." سنگ ہی پلکیں جھپکاتا ہوا بولا۔

"یہ مقدس نیولا ہے..... اسے یہاں کے مذہبی پیشواؤں کے علاوہ اور کوئی نہیں پال سکتا بوڑھا بھی کوئی مذہبی پیشوا معلوم ہوتا ہے۔"

"لیکن مشکلیں کس طرح آسان ہوں گی۔"

"ہم میں سے کوئی ایک یہ نیولا اپنے ساتھ رکھے گا اور ہم بخیر و خوبی کوٹی کی زیارت گاہ پہنچ جائیں گے۔"

"محض اس نیولے کی وجہ سے۔" سنگ ہی نے تحیر آمیز انداز میں پوچھا۔

"ہاں..... ہم سب یہاں کے مقامی زائرین کی سی وضع اختیار کرلیں گے۔ ہم میں سے ایک مذہبی پیشوا بن جائے گا۔"

"خیال اچھا ہے.....!" سنگ ہی سر ہلا کر رہ گیا۔

فریدی..... حمید، انور، قاسم کو ساتھ لے کر واپس آگیا۔

"اَخاہ.....!" سنگ ہی طنزیہ انداز میں مسکرا کر بولا۔"آپ لوگ ہیں۔ مجھے توقع نہیں تھی دوبارہ ملاقات ہو سکے گی۔"

حمید نے اس پر ریوالور نکالنے کی بڑی اچھی ایکٹنگ کی حالانکہ اس کے پاس ریوالور نہیں تھا۔ لیکن اس کا ہاتھ جیب میں جانے سے پہلے ہی سنگ ہی کا ریوالور نکل آیا۔

"ہرگز نہیں.....!" وہ مسکرا کر بولا۔"تم اب بھی میرے قبضے میں ہو۔"

حمید، انور اور قاسم نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھالئے۔

"میں نہیں سمجھا یہ کیا معاملہ ہے۔" طارق اسپینی زبان میں بڑبڑایا۔

"اوہ مقدس بزرگ.....!" ڈاکٹر شیپرڈ بولا۔"یہ ہمارے ادنیٰ غلام ہمارے مخالف ہو گئے ہیں۔ محض اس بات پر کہ ہم کوٹی کی عظیم روح سبوتا کی خدمت میں حاضری کیلئے جارہے ہیں۔"

"مگر تم آسمانی مذہب کے پیرو کار معلوم ہوتے ہو۔"

"پھر کیا ہوا..... ہم سبوتا سے عقیدت رکھتے ہیں..... وہ سبوتا جو پتھروں کی خالق ہے..... جس کی گود سے چشمے پھوٹتے ہیں..... جس نے آگ اگلنے والے پہاڑ پر اپنا سایہ ڈال کر ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا کر دیا..... جس نے آگ کے دیوتا جارس کو اس کے تخت سے کھینچ کر نیچے پھینک دیا تھا..... ہم اس پر اسے بھینٹ چڑھائیں گے۔"

ڈاکٹر شیپرڈ نے بڑی مونچھوں والے آدمی کے کاندھے پر پڑی ہوئی بیہوش لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا یہ سچ ہے.....؟" طارق نے تالی بجا کر کہا اور آسمان کی طرف اپنے ہاتھ جوڑ لئے۔

"حقیقت ہے مقدس بزرگ.....!" ڈاکٹر شیپرڈ نے کہا۔"یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ بیسار ہنما ہمیں اس طرح غیر متوقع طور پر مل گیا۔"

"تمہارے دشمن ہمارے دشمن ہیں۔" فریدی بولا۔ پھر حمید وغیرہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ اُن کے لئے جو کچھ کہو کیا جائے۔"

"ہم انہیں بھی سبوتا جیسی عظیم روح پر قربان کریں گے۔"

"واہ واہ.....!" طارق نے اس بار تین مرتبہ تالی بجائی اور اپنے ہاتھ پہلے ہی کی طرح آسمان کی طرف اٹھا کر جوڑ لئے۔

فریدی نے انور، حمید اور قاسم کی ٹائیاں کھول کر ان کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے۔

"ہمارے ستارے پھر موافق معلوم ہوتے ہیں۔" سنگ ہی نے شیپرڈ سے انگریزی میں کہا۔

"اب تم لوگ آرام سے بیٹھ جاؤ۔" فریدی نے ان لوگوں سے اسپینی میں کہا۔

"ہم تمہاری اچھی طرح حفاظت کریں گے۔" وہ سب بیٹھ گئے۔

بڑی مونچھوں والے نے لڑکی کو زمین پر لٹا دیا۔

"مگر...." ڈاکٹر شیپرڈ سنگ ہی کی طرف مڑ کر بولا۔ "مگر مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ تیز انہیں ہمارے متعلق کچھ بتا نہ دیں۔"

"اوہ.... ناممکن....!" سنگ نے مسکرا کر کہا۔ "یہ لوگ اسپینی کے علاوہ شاید اور کوئی زبان نہیں سمجھ سکیں گے.... کیا خیال ہے؟"

"ہے تو ایسا ہی!" شیپرڈ سر ہلا کر بولا اور کچھ سوچنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے طارق کو مخاطب کیا.... "مقدس بزرگ! ہم لوگ شاید آپ کی مقدس زیارت گاہ تک نہ پہنچ سکیں۔"

"کیوں؟ کس لئے؟" طارق نے حیرت سے کہا۔

"ان تینوں آدمیوں کی بدولت ہم پر ایک بہت بڑی مصیبت نازل ہوئی ہے۔"

"کیا ہوا....؟" طارق نے پُر وقار انداز میں آہستہ سے پوچھا۔

"ہم لوگ یہاں ایک ہوٹل میں مقیم تھے.... گانکلس ہوٹل.... ان تینوں نے اس لڑکی کو شراب پلا کر وہاں ہنگامہ برپا کرا دیا۔ اس پر یہاں کے لوگوں نے ہمارے آٹھ آدمی پکڑ لئے اور دو کو جان سے مار دیا.... ہوٹل والوں کو معلوم تھا کہ ہم کوٹی کی زیارت گاہ کی طرف جائیں گے.... اب آپ جانتے ہیں کہ کیا ہوگا.... وہ لوگ تمام راستوں کی نگرانی شروع کر دیں گے.... آہ.... شاید ہم زیارت سے محروم رہ جائیں۔"

"ہرگز نہیں....!" طارق جوش میں کھڑا ہو گیا۔ "کوٹی کی عظیم روح سبوتا اپنے بچوں کو مایوس نہیں کرے گی۔"

"کیا ہم سبوتا کے حضور میں حاضر ہو سکیں گے۔"

"ضرور.... قطعی....!"

"لیکن وہ لوگ ہمیں پہچانتے ہی قتل کر دیں گے۔"

"کوٹی کی عظیم روح انہیں اندھا کر دے گی۔" فریدی بولا۔ "تمہارے ساتھ مقدس وٹمی ہوں گے۔"

طارق کے چہرے پر نہ جانے کہاں کا تقدس پھٹ پڑا ہے۔ وہ سر ہلا کر بڑے شاہانہ انداز میں کہنے لگا۔ "میرے بچے شائد یہاں کے رسم و رواج سے واقف نہیں ہیں.... خصوصاً انہیں کوٹی کی عظیم روح کی خدمت میں حاضری دینے کا طریقہ نہیں معلوم....!"

"ہم نہیں سمجھے مقدس بزرگ....!" ڈاکٹر شیپرڈ سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"زائرین اپنے چہرے ڈھانک کر زیارت گاہ تک جاتے ہیں۔ صرف ان کی آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔"

"مگر مقدس بزرگ.... وہ لوگ چہرے کھلوا لیں گے۔"

"ہرگز نہیں....!" طارق پھر جوش میں آگیا۔ "تمہارے ساتھ سبوتا کا پجاری.... موگوٹمی ہوگا.... وہ ہرگز ایسا نہ کر سکیں گے.... تمہاری طرف اٹھے ہوئے ہاتھ خشک ہو جائیں گے۔"

"زندہ باد.... زندہ باد.... مقدس بزرگ زندہ باد....!"

سنگ ہی خاموش بیٹھا بیہوش ریکھا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر شیپرڈ سے انگریزی میں کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اب ہمیں بقیہ لوگوں کو بھی ڈھونڈنا چاہئے۔"

"ضرور ضرور....!" ڈاکٹر شیپرڈ بولا۔ "یہاں تو معاملات حیرت انگیز طور پر طے ہو رہے ہیں.... بوڑھا پجاری ہمیں زیارت گاہ تک پہنچانے کا ذمہ لیتا ہے.... میں نے اس سے کہا ہے کہ اس لڑکی کو سبوتا پر قربان کریں گے۔"

"اوہ.... تو کیا وہاں آدمیوں کی قربانی دی جاتی ہے؟" سنگ ہی بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ہاں میرا خیال ہے کہ چوری چھپے اب بھی ایسا ہوتا ہے۔ ویسے یہاں اسپینیوں نے بڑے سخت قوانین بنا رکھے ہیں۔"

"تو اسے یقیناً خوشی ہوئی ہوگی۔"

"بہت زیادہ.... اچھا اب ہمیں اٹھنا چاہئے۔" ڈاکٹر شیپرڈ نے کہا۔ "لڑکی اور تینوں سوروں کو یہیں چھوڑتے ہیں۔"

"ابے.... تو خود سور....!" قاسم غرا کر بولا۔ اس نے لفظ "ابے" اردو میں کہا تھا اور بقیہ الفاظ انگریزی میں۔

"چپ چپ" حمید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔"اس وقت ان کے ستارے عروج پر ہیں۔ خاموش رہو۔ بولنے کی ضرورت نہیں۔ ویسے میں جانتا ہوں کہ ڈاکٹر شیپرڈ کی بارات کیسے چڑھے گی"

"یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟" طارق نے ڈاکٹر شیپرڈ سے اسپینی میں پوچھا۔

"اوہ.... یہ مردود....!" ڈاکٹر نے دانت پیس کر کہا۔"آپ کو اور آپ کے ساتھیو گالیاں دے رہے ہیں۔"

"اوہ.... اچھا....!" طارق مسکرا کر بولا۔"فکر نہ کرو..... قربان گاہ کے عظیم تیغ ا زبان پاک کر دیں گے.... کوٹی کی عظیم روح سب کچھ سن رہی ہے.... سب دیکھ رہی ہے۔"

"اچھا مقدس بزرگ! ہم یہ قربانیاں آپ کی خدمت میں پیش کر کے اپنے بقیہ ساتھیوا تلاش میں جا رہے ہیں۔"

"کب تک واپس آ جاؤ گے؟" طارق نے مشفقانہ لہجے میں پوچھا۔

"صبح سے پہلے ہی۔"

"کوٹی کی عظیم روح تمہاری حفاظت کرے.... اگر کہو تو میں تمہارے ہمراہ چلوں۔"

"آہ.... بہت بڑا احسان.... مقدس موگومی.... تمہارے پاؤں ہماری گردنوں پر ر گے.... اے عظیم روح کے عظیم بیٹے۔"

"اچھا تو.... اپنے کمبلوں سے اپنا لباس اچھی طرح ڈھانک لو..... چہرہ چھپاؤ.... کوٹی عظیم روح تمہاری مدد کرے گی۔"

طارق کھڑا ہو گیا۔ نیولا پھر اس کے کاندھے پر سوار ہو گیا تھا۔

پھر تینوں طارق کے ساتھ باہر نکل گئے۔

ریکھا اب بھی بیہوش پڑی تھی۔ ان کے جاتے ہی سب سے پہلے ردزا بولی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"اب تو بالکل ٹھیک ہو رہا ہے ننھی بچی۔" فریدی اس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔"اب اس طر میں قریب سے تمہارے باپ کی نگرانی کر سکوں گا۔"

"لیکن یہ کھیل یہیں کیوں نہیں ختم کر دیتے۔ اس سے طوق چھین لو۔"

"نہیں.... اب میں نے اسکیم بدل دی ہے۔ ایڈونچر میری سب سے بڑی تفریح ہے اور

ایڈونچر جس میں قدم قدم پر موت سے ملاقات ہو جانے کے امکانات ہوں۔ ہاں اگر تم چاہو تو تمہیں نیویارک واپس بھجوا سکتا ہوں۔"

"نہیں.... میں واپس نہیں جاؤں گی۔"

حمید ایک لمبی آہ بھر کر رہ گیا۔ پھر اس نے قاسم سے کہا۔"تم بھی تو ذرا ایک آہ بھرنا پیارے۔"

فریدی اسے گھورنے لگا۔ لیکن اس نے کچھ کہا نہیں۔ انور بدستور خاموش بیٹھا رہا۔

"لیکن حضور!" حمید نے فریدی سے کہا۔"ہم کب تک اس طرح بیٹھے رہیں گے۔"

"صبح تک....!" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

"ہائے.... میرے تو ہاتھ ٹوٹے جا رہے ہیں۔" قاسم کراہ کر زنانہ لہجے میں بولا اور اس پر لو بھی ہنسی آ گئی۔

"آپ نے تو کہا تھا کہ میں صرف طوق حاصل کرنا چاہتا ہوں۔" حمید نے کہا۔

"قطعی.... میرا اب بھی یہی خیال ہے۔" فریدی بولا۔

"تو پھر! سنگ ہی اب قریب قریب آپ کے قبضے میں ہے اور میرا دعویٰ ہے کہ وہ طوق اس گلے میں پڑا ہوا ہے۔"

"میں جانتا ہوں لیکن طارق خزانے کے لئے مصر ہے۔"

"لیکن میں طارق کے لئے اپنی گردن نہیں کٹوا سکتا۔"

"تم سب اگر واپس جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اچھا دیکھو شاید وہ ہوش آ رہی ہے۔ خاموش رہو لیکن اسے صحیح حالات کا علم نہ ہونا چاہئے۔ کیا سچ مچ تم نے اسے ب پلائی تھی؟"

"ہرگز نہیں! یہ سو فیصدی جھوٹ ہے۔" حمید بولا۔

ریکھا کا جسم حرکت کر رہا تھا اور پھر وہ یک بیک اٹھ بیٹھی۔ سب سے پہلے اس کی نظر حمید پر پڑی۔

"آپ....!" اس کے ہونٹ کانپ کر رہ گئے۔

"ہاں ریکھا....! سنگ ہی نے ہمیں دوبارہ پکڑ لیا ہے۔ لیکن وہ اب خود بھی خطرے میں ہے۔ ی پارٹی کے دو آدمی مارے گئے اور آٹھ پکڑ لئے گئے۔ سنگ تمہیں کسی نہ کسی طرح نکال لایا۔"

"بہت بُرا ہوا۔" ریکھا چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی اور فریدی پر نظر پڑتے ہی یک بیک

چونک کر حمید سے پوچھا۔ "وہ سب کہاں ہیں.... اور ہم۔"

"ہم تو اس غار میں ہیں۔" قاسم بول پڑا۔ "اور وہ سالے جھک مارنے گئے ہیں۔"

فریدی ریکھا کو بہت دلچسپی اور توجہ سے دیکھ رہا تھا۔

فریدی کے علاوہ اور سب پر غنودگی کا حملہ ہو چکا تھا۔

صبح ہونے سے قبل ہی طارق واپس آگیا۔ اس نے یہ اطلاع دی کہ اب تک سنگ ہی صرف دس آدمی مل سکے ہیں۔ پانچ اب بھی غائب ہیں۔

"ایک اور بات بھی قابل غور ہے۔" فریدی نے کہا۔ "کیا سنگ کے سارے آدمیوں کو مہم کے مقصد کا علم ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ نہیں۔" حمید نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور سوتی ہوئی ریکھا کی طر اشارہ کر کے پوچھا۔ "یہ جانتی ہے! ڈاکٹر شیپرڈ جانتا ہے اور وہ بڑی مونچھوں والا جو حقیقتاً سیل کلب کا مالک ہے جسے لوگ عام طور پر کلب کا مالک سمجھتے ہیں وہ اصل میں کلب کا منیجر تھا۔"

"مجھے علم ہے.... نریش ہی کلب کا مالک ہے۔"

"ہاں تو یہی تین ہستیاں اس راز سے واقف ہیں۔"

"ان لوگوں کی روانگی کب ہو گی؟" فریدی نے طارق سے پوچھا۔

"آج.... میں نے سارے انتظامات مکمل کر لئے ہیں۔" طارق نے کہا اور اپنے نیولے کی پشت پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

روانگی

دوسرے دن وہ سب غار ہی میں چھپے رہے اور طارق روانگی کے انتظامات مکمل کرتا رہا۔

سنگ ہی کے بقیہ پانچ آدمیوں کا پتہ نہ چل سکا۔ صرف دس آدمی اس کے ساتھیوں میں رہ گئے تھے۔ چار وہ خود تھے۔ ڈاکٹر شیپرڈ، نریش، ریکھا اور سنگ ہی۔

حمید، انور اور قاسم کی حیثیت قیدیوں کی سی تھی۔ لیکن اب ان کے ہاتھ کھول دیئے گئے اور یہ فرض کر لیا گیا تھا کہ ایسے حالات میں وہ خود ہی بھاگنے کی ہمت نہ کر سکیں گے۔

ریکھا بالکل دم بخود تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ جاگتے میں بھی سو رہی ہو۔ سنگ ہی

ل سے اس کی حرکت کے بارے میں استفسار بھی کیا، لیکن ریکھا اس کے علاوہ اور کوئی جواب نہ ے سکی کہ اسے اس کے متعلق کچھ یاد ہی نہیں۔

سنگ ہی نے پھر مزید سوالات نہیں کئے اور اس کے ساتھ اس کا رویہ بھی بڑا اچھا رہا۔

شام تک طارق نے سارے انتظامات مکمل کر لئے۔ بار برداری کے لئے جانور اور آدمی بہ سانی مل گئے۔ قاسم لاموں[1] کو دیکھ کر بہت ہنسا۔ نہ جانے کیوں وہ اسے مضحکہ خیز معلوم رہے تھے۔

تیسری صبح وہ وہاں سے کوٹی کی زیارت گاہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ ان سب نے اون کے لمبے ادے پہن رکھے تھے اور ان کے چہرے آنکھوں تک ڈھکے ہوئے تھے۔

طارق سب سے آگے تھا اور صرف اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔

بیس آدمیوں کا یہ قافلہ چکردار راستوں سے کیتو کے نشیب میں اتر رہا تھا۔

سفید بادلوں کے ٹکڑے کبھی ان کے سروں پر سایہ ڈالتے.... اور کبھی آفتاب چمکنے لگتا۔ ن دھوپ ہو جانے کے باوجود بھی انہیں اپنے چاروں طرف دھند ہی دھند نظر آتی۔

طارق جو جنوبی امریکہ کا بہت پرانا سیاح تھا انہیں ایک ایسے راستے سے لے جا رہا تھا جو صرف ٹی کے خاص پجاریوں کے لئے وقف تھا۔ لیکن انہیں وہاں بھی جگہ جگہ حکومت کے مسلح میوں سے ٹکرانا پڑا۔ خیریت یہ ہوئی کہ ابھی تک انہیں کوئی ایسی ٹولی نہیں ملی تھی جس میں ئی یوروپین بھی ہوتا۔ یہ سب یہاں کے قدیم باشندے ہی تھے اس لئے طارق کا نیولا کافی بااثر بت ہوا، اور کسی نے طارق کے پیچھے چلتے ہوئے قافلے کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ وہ ب اسے دیکھ کر احتراماً اپنی گردنیں ہی جھکاتے رہے.... روزا کا ہاتھ فریدی کے ہاتھ میں ....اور حمید کے سینے پر سانپ لوٹ رہے تھے۔

"تھک گئی ہو گی بیچاری....!" قاسم نے روزا کی طرف دیکھ کر حمید سے کہا۔

"لدوا دوں تمہارے اوپر....؟" حمید بولا۔

"ارے واہ....!" قاسم ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

"اچھا میں کوشش کروں گا۔"

"نن.... نہیں....!"

[1] لاما.... بار برداری کے کام آنے والا ایک جانور جو اونٹ سے چھوٹا اور لمبی گردن والا تا ہے۔ اونٹ سے وہ صرف اس لئے مختلف ہے کہ اس کے کوہان نہیں ہوتا۔

دوسری طرف روزا فریدی سے کہہ رہی تھی۔ "شاید ڈیڈی کا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔"

"نہیں! ایسا تو نہیں ہے۔"

"آخر اس سفر کا انجام کیا ہوگا؟"

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا.... جب تھک جاؤ تو بتا دینا۔"

"تو اس سے کیا ہوگا.... سب ہی پیدل چل رہے ہیں۔"

"نہیں تمہارے لئے انتظام ہو جائے گا۔"

"میں لاما پر تو ہرگز نہ بیٹھوں گی.... وہ لڑکی بیچاری شاید تھک گئی ہے۔" روزا نے ریکھا کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ لڑکی۔ اس نے مجھے عرصہ سے الجھن میں مبتلا کر رکھا ہے۔"

"کیوں....؟" روزا چونک کر فریدی کو گھورنے لگی۔

"میں ابھی تک سنگ کی پارٹی میں اس کی موجودگی کا مقصد نہیں سمجھ سکا۔"

"تم کبھی نہیں سمجھ سکو گے۔" روزا آہستہ سے بولی۔

"کیوں....؟"

"کیونکہ یہ ایک لڑکی کا معاملہ ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ دفعتاً وہ بہت زیادہ سنجیدہ نظر آنے لگا تھا۔ روزا نے اس کی طرف دیکھا پھر اور کچھ کہنے کی ہمت نہ کر سکی۔ وہ ان تھوڑے ہی دنوں میں فریدی کی فطرت سے اچھی طرح واقف ہو گئی تھی۔

فریدی کچھ دیر بعد بولا۔ "تمہیں اس لڑکی کے حالات کا علم نہیں۔ بہت عرصے کی بات ہے کہ یہ ایک کافی دولت مند آدمی کی سیکریٹری تھی۔ چند خطرناک آدمیوں نے اسی کے ہاتھوں اُسے زہر دلوا دیا اور پھر انہوں نے کچھ ایسے حالات پیدا کئے کہ پولیس اس پر شبہ بھی نہ کر سکی.... بہرحال میں اس لڑکی کو ان لوگوں کا غلام بننا پڑا.... اور وہ اس سے ذلیل سے ذلیل کام لینے لگے۔ پھر سنگ ہی کے آدمیوں کے ہتھے چڑھ گئی.... لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا ہوا کیوں؟... سنگ کے ساتھیوں کو اسے حاصل کرنے کے سلسلے میں کافی کشت و خون کا سامنا کرنا پڑا تھا۔"

"عورتوں کے لئے پورے پورے ملک تباہ ہو گئے ہیں۔" روزا مسکرا کر بولی۔

"تم پر رومان بُری طرح سوار ہے۔"

"میں نے ہمیشہ بڑے شاندار خواب دیکھے ہیں۔"

"بُری بات ہے.... جب یہ خواب حقیقتوں سے ٹکرا کر ٹوٹتے ہیں تو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔"

"تمہیں اس کا تجربہ ہے؟"

"میں نے یہ تو نہیں کہا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "میں نے کبھی خواب نہیں دیکھے۔"

"میں کہتی ہوں.... یہ بہت بُری بات ہے.... اگر آدمی ان خوابوں سے بھی محروم ہو جائے تو پھر زندگی میں رہ ہی کیا جائے گا۔"

"کیا خواب تمہیں سچی مسرت بخشتے ہیں؟"

"میں سچی اور جھوٹی کے چکر میں نہیں پڑتی۔ لیکن مجھے خوابوں سے بڑا سکون ملتا ہے۔"

فریدی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی بات پر حمید اور قاسم لڑ پڑے۔ قاسم اس پر جھلا کر جھپٹا ہی تھا کہ حمید اچھل کر بھاگا۔

"خبردار گولی مار دوں گا۔" سنگ ہی چیخ کر بولا اور پھر وہ سب ایک جگہ اکٹھا ہو گئے۔

فریدی قہر آلود نظروں سے حمید کو گھور رہا تھا۔

"میں انہیں ٹھکانے ہی کیوں نہ لگا دوں۔" سنگ ہی نے ڈاکٹر شیپرڈ سے کہا۔

"ہرگز نہیں.... تم انہیں کوٹی کی قربانی کے لئے وقف کر چکے ہو.... اگر تم نے اس کا ارادہ ظاہر کیا تو معاملات قابو سے باہر ہو جائیں گے۔"

"یہ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئیں گے۔"

"اوہ.... تو انہیں یہاں تک لانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ میں نے تو وہیں کہا تھا۔"

وہ پھر چلنے لگے۔

اس بار حمید قاسم کا ساتھ چھوڑ کر آگے بڑھ گیا تھا۔

سنگ ہی تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر ڈاکٹر شیپرڈ سے بولا۔ "میں نے یہ جھنجھٹ محض اسی لئے کی تھی کہ فریدی کھل کر سامنے آ جائے۔ مگر ابھی تک تو اس سے مڈ بھیڑ نہیں ہوئی۔"

"میرا خیال ہے کہ شاید وہ ادھر آنے کی ہمت ہی نہ کر سکے۔" ڈاکٹر شیپرڈ بولا۔

"خام خیالی ہے.... میں ہر ہر سیکنڈ اس کا منتظر ہوں۔"

"یہاں شاید وہ کامیاب نہ ہو سکے۔" ڈاکٹر شیپرڈ نے کہا۔

سنگ ہی کچھ نہ بولا۔ اس کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئی تھیں۔

"سنو ڈاکٹر....!" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "میں نے اپنی زندگی میں کبھی اتنا نہیں سوچا۔"

"کس چیز کے متعلق۔"

"فریدی! میرے سینے میں دل کی جگہ پتھر کا ٹکڑا ہے.... لیکن.... لیکن" سنگ ہی یک خاموش ہو گیا۔

"تم کچھ کہہ رہے تھے۔" ڈاکٹر شیپرڈ نے تھوڑی دیر بعد اسے ٹوکا۔

"میں تمہیں ایک رات کا واقعہ سناؤں.... میرے آدمیوں نے فریدی پر حملہ کیا وہ تن لیکن ایک کو جان سے مار کر صاف نکل گیا اور اسی آدمی کی لاش سے وہ میرے ٹھکانے پہنچا.... اگر میں پہلے ہی سے ہوشیار نہ ہو گیا ہوتا تو....!"

سنگ ہی نے ریکھا کے اغواء کے واقعات دہرائے اور پھر بولا۔ "مجھے یقین تھا کہ فریدی نہ کوئی چال ضرور چلے گا لہٰذا میں نے وہی کیا جس کی وہ توقع رکھتا تھا۔ اسے بھی یقین تھا کہ کوئی نہ کوئی آدمی مجھے اس واقعے کی اطلاع ضرور دے گا۔ لہٰذا میں نے پہلے ہی سے ساری مرتب کر لی۔ میرے ایک آدمی نے لڑکال جنگل کا رخ کیا اور فریدی اس کا تعاقب کرنے لگا۔ اس وقت بھی وہ تنہا ہی تھا لیکن جانتے ہو کیا ہوا؟ اس نے میرے آٹھ آدمی ختم کر دیئے۔ پورے آٹھ.... اور ایک واقعہ تو خود تمہاری نظروں سے بھی گذر چکا ہے.... اس نے کتنی صفائی سے اپنی گردن بچالی.... حالانکہ تمہیں پورا یقین تھا کہ وہ دام میں آگیا ہے.... آخر تمہاری لڑکی نے روزا شیپرڈ کے نام سے خط و کتابت کیوں کی تھی؟"

"اسے اصل واقعات کا علم نہیں تھا۔"

"لیکن تم تو مقصد سے واقف تھے۔"

"اگر میں کسی دوسرے نام سے خط و کتابت کرنے کی ترغیب دیتا تو وہ اس کا مقصد ضرور پوچھتی۔"

"خیر جو ہوا سو ہوا۔ مجھے اب بھی بہتر حالات کی توقع نہیں۔ جب تک فریدی قابو میں آجائے.... ہمیں مطمئن نہ ہونا چاہیئے۔"

"چھوڑو.... ہٹاؤ.... میں بلاوجہ الجھن میں نہیں پڑتا۔" ڈاکٹر شیپرڈ ہاتھ ہلا کر بولا۔

وہ دونوں طارق کے پیچھے تھے۔ طارق ان کی گفتگو صاف سن رہا تھا۔ لیکن اس نے ایک بار بھی مڑ کر ان کی طرف نہیں دیکھا۔ اس کے چلنے کا انداز بالکل ایک گونگے اور بہرے آدمی کا سا تھا۔

فریدی اور روزا قافلے کے پیچھے تھے۔ آخری آدمیوں سے ان کا فاصلہ کم از کم سو گز ضرور ہو گا۔ سفید بادلوں کے پرے کے پرے شمال کی طرف اڑے جا رہے تھے۔ کبھی وہ نکیلی چوٹیوں والے سر بفلک درختوں کے درمیان سے گذرتے ہوئے معلوم ہوتے اور کبھی ایسا لگتا جیسے وہ ان چوٹیوں سے الجھ کر رک گئے ہوں۔ اس وقت ہلکی سی خنکی بہت خوشگوار معلوم ہو رہی تھی۔

فریدی بہت زیادہ محتاط نظر آرہا تھا۔ اس نے تقریباً پانچ یا چھ گھنٹے سے اپنے مخصوص سگار نہیں پئے تھے لیکن اس کے باوجود بھی کوئی اس کی ظاہر حالت سے یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ اس کے ذہن پر تمباکو کے نشے کی طلب مسلط ہے۔

"میں واقعی تھک گئی ہوں۔" اچانک روزا نے کراہ کر کہا۔

"اچھا میں انتظار کرتا ہوں۔"

"کیا انتظار کرو گے.... میں لاما پر ہرگز نہیں بیٹھوں گی۔"

"میں تمہارے لئے ہاتھی مہیا کروں گا.... وہ دیو کا بچہ دیکھا ہے نا تم نے! تم اس کی پیٹھ پر سفر کرو گی۔"

"کیا....؟ نہیں ہرگز نہیں۔"

"تو پھر آؤ کیا کروں....!" فریدی جھنجھلا گیا۔ "میں نے تو کہا تھا کہ واپس چلی جاؤ۔"

"خفا کیوں ہوتے ہو.... اب نہ کہوں گی کہ تھک گئی ہوں۔"

"آؤ....!" فریدی زمین پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "لدو میرے ہی اوپر لدو۔"

"نہیں ٹھیک ہے.... میں چل تو رہی ہوں۔"

"چلو! ورنہ گردن مروڑ کر کسی کھڈ میں پھینک دوں گا۔" فریدی نے آنکھیں نکال کر کہا اور روزا سچ مچ کانپ گئی۔ تعمیل کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔

"ڈر گئیں....؟" فریدی نے اسے اپنی پشت پر سنبھال کر اٹھتے ہوئے قہقہہ لگایا۔

"دیکھو.... فریدی ڈیئر یہ کتنا بُرا معلوم ہوتا ہے.... نہیں مجھے نیچے اُتار دو۔"

"تم اس وقت لڑکی نہیں بلکہ لڑکے ہو.... ڈمبولڈی کے چھوٹے بھائی پنگ پانگٹی ہو۔"

روزا ہنسنے لگی۔

کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ "اس طرح تم بھی تھک جاؤ گے۔"

"میں تین دن تک تمہیں اسی طرح اٹھائے ہوئے چل سکتا ہوں۔"

"صرف مجھے یا کوئی بھی ہو؟" روزا نے پوچھا۔

"کوئی بھی ہو! خواہ اس کا وزن تم سے دوگنا ہو۔"

روزا کو شاید اس جواب سے مایوسی ہوئی تھی۔ کیونکہ دوسرے ہی لمحے میں اس نے اَ طویل سانس لی۔

اتفاقاً حمید نے پلٹ کر ان کی طرف دیکھا اور بُرا سا منہ بنائے ہوئے پھر قاسم کے سا ساتھ چلنے لگا۔

"دیکھا فرزند...!" اس نے قاسم سے کہا۔ "ذرا پیچھے دیکھو۔"

قاسم نے پلٹ کر دیکھا اور ہنسنے لگا۔

شام ہوتے ہی طارق نے ایک کافی کشادہ غار ڈھونڈ لیا... پورا قافلہ اس میں بہ آسانی را گذار سکتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے طارق اس سرزمین کے چپے چپے سے واقف ہو۔

غار کے باہر جگہ جگہ الاؤ جل رہے تھے حالانکہ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا لیکن پھر بھی گہر تاریکی نہیں تھی۔ بادلوں کے پیش منظر میں دور کے پہاڑوں کی چوٹیاں صاف نظر آ رہی تھیں۔

طارق، سنگ ہی اور ڈاکٹر شیپرڈ غار کے دہانے پر بیٹھے دن بھر کی تھکن دور کر رہے تھے۔

"اب ہمیں کتنا اور چلنا پڑے گا۔" ڈاکٹر شیپرڈ نے اسپینی میں پوچھا۔

"کل شام تک....!" طارق ایک طرف اپنا داہنا ہاتھ پھیلا کر بولا۔ "عظیم سبوتا مسکن.... ہلالی شکل کی دو چوٹیاں دیکھ رہے ہو.... یہ مقدس ہلال سبوتا کا مسکن ہے.... کوئی کی عظیم روح تم سفید فام آدمیوں پر مہربان ہو گئی ہے۔ تم جو اس کی تکذیب کرتے ہو۔"

"ہرگز نہیں.... مقدس بزرگ ہم اس کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔"

"میں خاص طور پر تمہیں نہیں کہہ رہا ہوں۔" طارق مسکرا کر بولا۔ "تمہارے پہلے حملہ آور فرانسسکو ہزارو کو اندھیری رات میں کس نے راستہ دکھایا تھا کوئی کی عظیم روح اپنے قدیم پرستاروں سے ناخوش ہو گئی تھی اس نے تم سفید آدمیوں کے ہاتھوں انہیں ذلت بخشی۔ ہزارو کی

ہیں جب رات کے اندھیرے میں بھٹک رہی تھیں تو تم جانتے ہو کیا ہوا تھا؟"

"ہم نہیں جانتے مقدس بزرگ۔"

طارق کے لہجے میں اس وقت عجیب قسم کی عظمت پیدا ہو گئی تھی۔

ڈاکٹر شیپرڈ جو اسپینی سمجھتا تھا لیکن زبان کے لہجوں پر قادر نہیں تھا کچھ اس طرح مرعوب نظر ہا تھا جیسے وہ اس کے سامنے ایک ننھا سا بچہ ہو۔

فضا پر ہلکا سرمئی غبار سا طاری تھا۔ فلک بوس چوٹیاں سکوت میں ڈوبی کھڑی تھیں اور اس اسرار سناٹے میں طارق پانچ سو سالہ پرانی داستان دہرا رہا تھا۔ ڈاکٹر شیپرڈ کو ایسا محسوس ہو رہا تھا ے طارق بھی اسی زمانے کی کوئی بھٹکی ہوئی روح ہو.... ایسی روح.... جو صدہا سال تک ان وت میں ڈوبے ہوئے پہاڑوں کے گرد منڈلاتے رہنے کے بعد پہلی بار بولی ہو۔

ڈاکٹر شیپرڈ کی نظر اچانک ان چوٹیوں کی سمت اٹھ گئی جن کی طرف طارق نے اشارہ کیا تھا۔ نہ نے کیوں اسے محسوس ہوا جیسے وہ ہلالی شکل کی چوٹیاں اپنے پس منظر سے الگ ہو گئی ہوں۔

طارق کہہ رہا تھا۔

"پھر ان مقدس چوٹیوں سے ایک چیخ بلند ہوئی.... ایک روشنی پھوٹی اور انکا قوم کی سرزمین تباہی نازل ہو گئی.... اس روشنی میں رات ننگی ہو گئی تھی.... حملہ آور آگے بڑھتے گئے.... ان چاروں طرف خون ہی خون تھا.... پھر ایک وبا آئی.... سبوتا کے ستاروں کے جسموں پر ے بڑے آبلے پڑنے لگے جن سے زرد رنگ کا پانی بہتا تھا.... پھر وہ خوفناک پرندے جن کے ے کے پرے شمال کی طرف سے آ رہے تھے.... انہوں نے لاشوں کی طرف رخ بھی نہ !.... زندہ آدمیوں کی بوٹیاں نوچنے لگے.... مگر سبوتا کا مسکن جیسا تھا ویسا ہی رہا.... میں ہیں آگاہ کرتا ہوں کہ ایک دن پھر ان ہلالی چوٹیوں سے روشنی پھوٹے گی.... رات ننگی جائے گی.... اور اس دن انکا کسانوں کے ہاتھ میں سفید فاموں کے سر ہوں گے.... ایسے ر.... جن سے ایک ایک بوند کر کے خون ٹپک رہا ہوگا۔"

طارق خاموش ہو گیا۔

ڈاکٹر شیپرڈ کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی سی معلوم ہونے لگیں۔ اس کا سارا جسم کانپ رہا تھا۔ نگ ہی نے اسے مخاطب کرنے کی کوشش بھی کی لیکن.... ڈاکٹر شیپرڈ کے منہ سے آواز تک نہ

نکل سکی۔

رائفل اڑ گئی

دوسری شام وہ کوٹی زیارت گاہ تک پہنچ گئے۔

یہ پتھروں کی ایک چھوٹی سی ٹوٹی پھوٹی عمارت تھی۔ کچھ حصوں پر اب بھی چھتیں تھیں۔ اس عمارت میں کل نو آدمی تھے جن کی وضع قطع طارق سے ملتی جلتی تھی۔ یہ سب کے مندر کے پجاری تھے۔

طارق کو انہوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا لیکن اس کے ہمراہ غیر ملکیوں کو دیکھ کر انہوں نے ظاہر کی۔ طارق نے انہیں سمجھایا کہ وہ سبوتا کے عقیدت مند ہیں۔ اس کے باوجود بھ ملکیوں کو عمارت کی چھتوں کے نیچے پناہ نہیں دی گئی۔ انہیں باہر ہی ایک غار میں قیام کرنا پڑا یہ بات فریدی کو پسند نہیں آئی۔ وہ ان لوگوں کو ایک سیکنڈ کے لئے بھی نظروں سے او نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔

"اب کیا کہتے ہو؟" طارق نے فریدی سے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ رات ہی سے آگے بڑھ جانے کی کوشش کریں گے لیکن انہیں ایک دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ان کا کوئی آدمی بھی مقامی زبانوں سے واقف نہیں برداروں کے بغیر یہ سفر کرنے سے رہے۔ صرف تحریر کے سہارے سفر جاری رکھنا ان کے سے باہر ہوگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ باربردار آگے جانے پر رضامند ہوں گے ؟ نہیں۔ کیونکہ وہ ان کی زبان نہیں سمجھ سکیں گے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" طارق نے پوچھا۔

"یہی کہ اگر ہم یہ سفر ساتھ ہی جاری رکھیں تو کیا حرج ہے؟"

"بھلا یہ کس طرح ممکن ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ہم کو صرف یہیں تک آنا تھا۔"

"ہوسکتا ہے.... ابھی میں نے جن دشواریوں کا تذکرہ کیا ہے اس کا احساس انہیں ہوگا.... پوری پارٹی میں صرف آپ ہی ایک ایسے آدمی ہیں جو مقامی زبانوں سے واقف ہیں۔"

"پھر....؟"

"ٹھہریئے بتاتا ہوں۔" فریدی نے کہا اور اِدھر اُدھر دیکھ کر ایک سگار سلگا لیا.... اس نے دن سے سگار نہیں پیا تھا۔ دو تین گہرے کش لینے کے بعد وہ طارق سے آہستہ آہستہ کچھ کہنے پھر شاید پندرہ بیس منٹ تک ان میں ردوقدح ہوتی رہی اس کے بعد طارق ہنستا ہوا اس غار کی ف چلا گیا جہاں سنگ ہی وغیرہ مقیم تھے۔

طارق کو غار میں داخل ہوتے دیکھ کر وہ سب بوکھلا گئے۔ شاید وہ وہاں سے نکل جانے ہی کے لق گفتگو کر رہے تھے۔

طارق انہیں چند لمحے گھورتا رہا پھر یک بیک مقامی زبان میں برسنے لگا۔ باربردار قلی غار کے رتھے اور سنگ ہی کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی اس زبان کو نہیں سمجھتا تھا.... وہ سب متحیر خوف زدہ نظروں سے طارق کی طرف دیکھتے رہے۔

طارق ایک لمحے کے لئے رکا ہی تھا کہ ڈاکٹر شیپرڈ نے ڈرتے ڈرتے انگریزی میں کہا۔ "مقدس رگ.... ہم یہ زبان نہیں سمجھ سکتے۔"

"تو میں تمہیں سمجھاتا ہوں....!" طارق بھی انگریزی ہی میں گرجا۔ "تم لوگ جھوٹے ہو۔"

ڈاکٹر شیپرڈ سنبھل کر کھڑا ہوگیا۔

"میں نہیں سمجھا مقدس بزرگ....!"

"تم ہرگز اس لڑکی کو قربان نہیں کروگے.... تم نے جھوٹ کہا تھا۔"

"نن.... نہیں.... قربان کریں گے۔" ڈاکٹر شیپرڈ ہکلایا۔

"میں اب مزید جھوٹ نہیں سننا چاہتا۔" طارق نے اپنے نیولے کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ئے کہا۔ "ابھی ابھی مراقبے میں میں نے سبوتا کے ہرکارے سیویام سے گفتگو کی ہے۔ وہ غلط ریں نہیں دیتا.... اس نے بتایا ہے کہ تم ان تینوں قیدیوں کو قربانی کے لئے پیش کر کے لڑکی کو اف بچالے جانے کی کوشش کروگے۔"

ڈاکٹر شیپرڈ کی ہکلاہٹ کا سلسلہ جاری رہتا اگر سنگ ہی اسے اپنی طرف مخاطب نہ کرلیتا۔

"کیا کہہ رہا ہے؟" سنگ ہی نے پوچھا۔

ڈاکٹر شیپرڈ نے ساری بات دہرا دی۔

"اس زیارت گاہ میں کل کتنے آدمی ہوں گے؟"

"میں نہیں جانتا۔" ڈاکٹر شیپرڈ نے کہا۔

"ہوں گے.... جتنے بھی ہوں.... ہمارے پاس کافی اسلحہ ہے ہم سمجھ لیں گے یہ
جادوگر ہوتے ہیں۔ اگر انہیں یہاں ہمارے آنے کا مقصد معلوم ہو گیا تو مصیبت ہی آجائے

"تو پھر میں کیا کروں؟" ڈاکٹر شیپرڈ نے بے بسی سے کہا۔

"اسے تھوڑی دیر کے لئے ٹال دو.... میں سارا انتظام کئے لیتا ہوں۔"

ڈاکٹر شیپرڈ نے طارق کی طرف دیکھا جو ایک ٹانگ پر کھڑا کچھ بدبدا رہا تھا۔

"مجھے بتاؤ کہ تم نے اپنے ساتھی سے کیا گفتگو کی ہے۔" طارق نے غرا کر کہا۔ "جھوٹ کہنا.... اس وقت بھی سبوتا کے ہرکارے سیلوبام کی روح میرے ساتھ ہے۔"

"وہ کہہ رہا ہے کہ مقدس بزرگ کو یقین دلا دو کہ لڑکی ضرور قربان کی جائے گی۔"

"جھوٹ.... سراسر جھوٹ.... سیوبام کی روح کہہ رہی تھی کہ تم اپنے دھماکے ہتھیاروں سے ہمیں ختم کر دینے کی اسکیم بنا رہے ہو.... لیکن سبوتا کے پجاریوں کی قوت واقف نہیں ہو.... تمہاری رائفلیں بیکار ہو جائیں گی سیوبام کی روح ہر وقت میرے گرد ناچتی رہتی ہے۔"

ڈاکٹر شیپرڈ کے چہرے پر پسینے کی بوندیں پھوٹ آئیں۔

"میں کس طرح یقین دلاؤں...." ڈاکٹر شیپرڈ نے رومال سے اپنے چہرے کا پسینہ کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا تم ذرا میرے ساتھ باہر آؤ۔"

ڈاکٹر شیپرڈ نے مڑ کر سنگ ہی کی طرف دیکھا۔

"کیا بات ہے؟" سنگ نے پوچھا۔

"مجھے اپنے ساتھ باہر لے جانا چاہتا ہے۔"

"میں بھی ساتھ چلوں گا۔"

"یہ بھی میرے ساتھ جانا چاہتا ہے۔" ڈاکٹر شیپرڈ نے کہا۔

"اوہ.... تم سب آؤ.... میں تمہیں ذبح کرنے کے لئے نہیں لے جا رہا ہوں....!" نے غصے میں کہا اور غار سے باہر نکل گیا۔ سنگ ہی اور ڈاکٹر شیپرڈ نے بھی اس کی تقلید کی۔

طارق چلتے چلتے ایک جگہ رک گیا۔

سنگ کا ہاتھ جیب میں پڑے ہوئے ریوالور پر تھا۔

"سیوبام کی روح کیا کہہ رہی ہے.... بتاؤں تمہیں....؟" طارق نے ڈاکٹر شیپرڈ سے کہا۔

ڈاکٹر شیپرڈ کچھ نہ بولا۔

طارق نے مسکرا کر کہا۔ "وہ کہہ رہی ہے کہ تمہاری منزل کوٹی کی زیارت گاہ نہیں ہے.... گے جاؤ گے۔"

"ہم کہاں جائیں گے؟" ڈاکٹر شیپرڈ نے تیزی سے پوچھا۔

"تم جہاں بھی جاؤ گے ہم تمہارے ساتھ ہوں گے۔"

"کیا کہہ رہا ہے؟" سنگ ہی نے پوچھا۔

ڈاکٹر شیپرڈ نے گفتگو انگریزی میں دہرا دی۔

"تم اسے باتوں میں لگائے رہو۔" سنگ ہی نے کہا۔ "میں سب ٹھیک کئے لیتا ہوں۔"

پھر وہ تیز قدموں سے چلتا ہوا غار کی طرف واپس آ گیا۔ سامان کے ساتھ اسلحہ جات کے روق بھی باہر ہی پڑے ہوئے تھے۔ سنگ ہی نے صندوق کھول کر ایک ایسی رائفل نکالی جس سائیلنسر لگا ہوا تھا۔ پھر وہ اسے ہاتھ میں لئے ہوئے جھکا جھکا چٹانوں کی اوٹ میں چلنے لگا۔ ایک رک کر اس نے ادھر نظر ڈالی جہاں طارق اور ڈاکٹر شیپرڈ کھڑے گفتگو کر رہے تھے.... یرا ضرور تھا مگر تاروں بھرے آسمان کے پیش منظر میں ان کے جسم صاف دکھائی دے رہے ے.... اور طارق.... اسے پہچان لینا تو بالکل ہی آسان تھا کیونکہ نیولا اب بھی اس کے کاندھے سوار تھا۔ سنگ ہی نے اِدھر اُدھر دیکھ کر رائفل سیدھی کرنی ہی چاہی تھی کہ وہ اس کے ہاتھ ے نکل کر فضا میں اچھل گئی اور پھر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اڑتی ہوئی بیکراں تاریکیوں میں گم و گئی ہو۔

سنگ ہی اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے رائفل گرنے کی آواز نہیں سنی۔

وہ ڈرپوک نہیں تھا لیکن اس واقعے پر اسے اپنے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔ آس پاس کوئی بھی نہیں تھا.... اس کے جسم کے مسامات سے پسینہ ابل پڑا۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ سرپٹ غار کی طرف بھاگ رہا تھا۔ پھر جیسے ہی وہ غار میں داخل ہوا

اس پر چودہ طبق روشن ہو گئے۔ کیونکہ یہاں حمید انور اور قاسم کی حکمرانی تھی۔ انہوں نے کے دسوں ساتھیوں کو باندھ لیا تھا۔ سنگ ہی یہ ماجرا دیکھ کر پلٹا ہی تھا کہ انور نے اپنے ر رخ اس کی طرف کر دیا۔

"خبر دار.... اگر تم نے ذرہ بھی حرکت کی تو.... وہیں کھڑے رہو اور اپنے دونوں اوپر اٹھاؤ.... ٹھیک....!"

ٹھیک اسی وقت ڈاکٹر شیپرڈ بھی غار میں داخل ہوا اور اس کے منہ سے ایک تحیر آ نکلی.... انور نے اسے بھی ہاتھ اوپر اٹھا لینے کو کہا۔

"خدا کی قسم....!" شیپرڈ اپنے ہاتھ اٹھاتا ہوا بڑبڑایا۔ "وہ بوڑھا سچ مچ جادوگر معلوم ہوتا ہے"

"قاسم انہیں بھی باندھ لو....!" انور بولا۔

قاسم رسی لیکر ان کی طرف بڑھا لیکن ابھی ان کے قریب نہیں پہنچا تھا کہ طارق غا داخل ہوا۔ طارق نے یہاں کی کیفیت دیکھ کر ایک چبھتا ہوا سا قہقہہ لگایا۔

"خبردار.... تم بھی ہاتھ اٹھاؤ۔" انور گرجا۔

اس پر طارق نے بلند آواز میں کچھ بڑبڑانا شروع کر دیا۔ انور اور حمید کے ریوالور آہستہ نیچے جھکنے لگے اور پھر زمین پر گر گئے۔ قاسم کے منہ سے ایک خوفزدہ سی آواز نکلی.... اچھل کر انور اور حمید کے پیچھے جا چھپا۔

طارق نے پھر ایک قہقہہ لگایا اور ڈاکٹر شیپرڈ سے بولا۔ "اگر میں نہ ہوتا تو تم لوگ اس کہاں ہوتے۔"

سنگ ہی انور وغیرہ کی طرف لپکا۔

"روکو.... اسے.... کیا کرتا ہے۔" طارق غرایا۔

ڈاکٹر شیپرڈ نے جھپٹ کر سنگ ہی کو پکڑ لیا اور بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "سنگ کر رہے ہو.... ٹھہر جاؤ.... بوڑھا جو کچھ کہے اس پر عمل کرو۔"

"کیوں....؟" سنگ ہی جھلا کر پلٹا۔

"اوہ.... اس وقت اسی نے مجھے اطلاع دی تھی۔ اچانک گفتگو کرتے کرتے اس نے مجھ کہا تھا فوراً جاؤ تمہارے ساتھی خطرے میں ہیں اور یہاں آکر سچ مچ میں نے یہی دیکھا۔"

سنگ ہی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر طارق کو دیکھنے لگا۔

"اوہ یہ تمہارا ساتھی....!" طارق نے تلخ ہنسی کے ساتھ کہا۔ "اس نے تھوڑی دیر قبل مجھے بے آواز رائفل سے مار ڈالنا چاہا تھا۔ اسی وقت جب ہم تم گفتگو کر رہے تھے۔ اس سے پوچھو کہ وہ رائفل کہاں گئی؟"

ڈاکٹر شیپرڈ نے حیرت سے سنگ ہی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "کیا یہ صحیح ہے؟"

"کیا پوچھ رہا ہے؟" سنگ بولا۔

"کیا تم نے کچھ دیر پہلے اس پر گولی چلانے کا قصد کیا تھا؟"

"ہاں یہ صحیح ہے۔"

"وہ طنزیہ لہجے میں پوچھ رہا ہے کہ رائفل کہاں گئی؟"

"میرے خدا....!" سنگ ہی سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر اکتائے ہوئے انداز میں بولا۔ "ڈاکٹر ہم سچ مچ کسی شیطانی چکر میں پھنس گئے ہیں۔ رائفل میرے ہاتھ سے نکل کر سیدھی آسمان کی طرف چلی گئی تھی۔"

"ارے باپ رے۔" قاسم کے منہ سے ڈری ڈری آواز نکلی۔ حمید اور انور آنکھیں بند کئے بے جان مجسموں کی طرح کھڑے رہے۔ ان کے ریوالور ان کے پیروں کے پاس پڑے تھے۔

دفعتاً ڈاکٹر شیپرڈ نے طارق سے کہا۔ "مقدس بزرگ! یہ اپنی حرکت پر نادم ہے اور اب پوری طرح آپ کی قوتوں پر ایمان لے آیا ہے۔"

"میں اسے نہیں مانتا۔ اسے یہ بات اپنے اعمال سے ثابت کرنی ہوگی۔ میں تمہیں بتاؤں.... ابھی تمہارا ایک خطرناک دشمن تمہاری تاک میں ہے اور وہ ابھی تک کھل کر تمہارے سامنے نہیں آیا.... اگر تم نے میری تجویزوں پر عمل نہ کیا تو پچھتاؤ گے.... میں جا رہا ہوں.... ان تینوں کو گرفتار کر لو۔ جان سے مارنے کی ضرورت نہیں.... یہ بڑے برے وقت ہمارے کام آئیں گے۔"

پھر طارق ڈاکٹر شیپرڈ کے جواب کا انتظار کئے بغیر غار سے باہر نکل گیا۔

حمید اور انور اب بھی اسی طرح کھڑے تھے.... اور قاسم زمین پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔

حمید، قاسم اور انور دوبارہ باندھ لئے گئے۔ سنگ اور شیپرڈ اپنے ساتھیوں کو کھول رہے تھے

لیکن ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں.... خاص طور پر ا
اور اس کے ساتھیوں کی حالت پر حیرت تھی۔ وہ بالکل بے جان نظر آ رہے تھے....
ہو رہا تھا جیسے ان میں ہلنے جلنے کی بھی سکت نہ رہ گئی ہو۔

"سنو سنگ....!" شیپرڈ کراہ کر بیٹھتا ہوا بولا۔ "جو کچھ بھی کہہ رہا ہوں اس پر سنج
غور کرو... ہاں پہلے یہ بتاؤ کہ رائفل کا کیا معاملہ تھا....؟"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کیسے ہوا۔ میں چاہتا تھا کہ بے آواز رائفل سے اس شیط
کر دوں۔ لیکن اچانک رائفل میرے ہاتھ سے نکل کر آسمان کی طرف چلی گئی۔"

"اب تم ایسی حرکت نہیں کرو گے.... سمجھے.... تم نہیں جانتے کہ حالات کیا ہیں
بوڑھا ہمارے اور ہمارے مقاصد کے متعلق سب کچھ جانتا ہے۔ وہ پُر اسرار قوتوں کا مالک
کہتا ہے کہ اس خزانے کے متعلق سینہ بسینہ ایک پیشینگوئی چلی آ رہی ہے جس کی رو سے
کی مدد کے بغیر نہیں مل سکتا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ تقدیر تھی کہ ہم کیتو کے اس غار میں ملیں
غار میں دراصل ہمارا انتظار ہی کر رہا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق پیشین گوئی یہ ہے
حاصل کرنے والی پارٹی کے بڑے ارکان میں سے ایک دوغلا زرد نسل کا آدمی ہو گا اور دو
سفید فام.... اور ان کی قیادت سبوتا کا ایک پجاری کرے گا.... وہ کہتا ہے کہ میری مدد
تم لوگ وہاں پہنچ ہی نہ سکو گے۔"

"یہ تو اچھا نہیں ہوا۔" سنگ ہی بڑبڑایا۔

"دیکھو سنگ! ٹھنڈے دماغ سے غور کرو.... اور اس بوڑھے کے خلاف تمہارے
جتنے بھی خیالات ہیں انہیں نکال پھینکو.... وہ سب کچھ جانتا ہے۔"

"تب تو پھر وہ اس جگہ کے متعلق بھی جانتا ہو گا جہاں خزانہ ہے۔"

"ہو سکتا ہے.... لیکن وہ مقدر بتاتا ہے.... کہتا ہے کہ خزانے کے حصوں کے لئے ب
ہو چکی ہے کہ سفید اور زرد آدمیوں کے ساتھ موگومی بھی ہو.... نہ اکیلا موگومی خزا
پہنچ سکتا ہے نہ ہم دونوں۔"

"افسوس کہ مجھے اسپینی نہیں آتی ورنہ میں اس سے گفتگو کرتا۔" سنگ ہی نے کہا۔ "
چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ ہم کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہونے والے ہیں۔"

"ظاہر ہے کہ اب ہم ایسے جنگلوں میں داخل ہوں گے جہاں آج تک کسی کے قدم نہیں
پہنچے اور ہم وہاں اس طرح نہ چلیں گے جیسے اپنے پائیں باغ میں ٹہل رہے ہوں.... بہر حال کہنے
کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں ایک ایسا آدمی بھی چاہئے جو ان اطراف سے اچھی طرح واقف ہو...
اور یہاں کی مختلف زبانوں پر قدرت رکھتا ہو۔"

"تو کیا تمہیں اس کی باتوں پر یقین ہے۔"

"کیا تمہیں یقین نہیں آیا جبکہ تمہارے ہاتھوں سے رائفل اس طرح نکل چکی ہے۔"

سنگ ہی چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "اس کے ساتھ کتنے آدمی ہوں گے۔"

"بس اتنے ہی جتنے یہاں تک ساتھ آئے تھے۔"

"میں تیار ہوں۔" سنگ ہی ایک طویل سانس لی کر بولا۔ ساتھ ہی اس کے ہونٹوں پر ایک
پھیکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

جنگ اور گرفتاری

دوسرے ہی دن قافلہ آگے بڑھا۔ فریدی اور روزا قافلہ کے پیچھے تھے۔ طارق پھر
میر کارواں بن گیا تھا لیکن اس بار اس کے داہنے اور بائیں سنگ اور شیپرڈ تھے۔ حمید، قاسم اور انور
بدستور قیدیوں کی حیثیت میں تھے۔

سنگ ہی خاموش تھا۔ روانگی کے وقت سے وہ اب تک بولا نہیں تھا۔ ڈاکٹر شیپرڈ نے کئی بار
اسے مخاطب کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔ دوپہر تک وہ ایک ایسی جگہ۔ پہنچ گئے جہاں سے انہیں
منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے سمت کا تعین کرنا تھا۔ ڈاکٹر شیپرڈ نے طارق کی طرف دیکھا لیکن
طارق بے تعلقانہ انداز میں کھڑا رہا۔

"اب آپ ہی ہماری رہنمائی کیجئے۔" ڈاکٹر شیپرڈ نے طارق سے کہا۔

"ٹھہرو....!" طارق ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں سیلوبام کی روح سے رجوع کرتا ہوں۔"

وہ آنکھیں بند کر کے ایک پیر پر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہونٹ ہل رہے تھے اور آنکھوں کے
پپوٹے کانپ رہے تھے۔ فریدی قریب ہی کھڑا تھا۔ اس نے اس موقع کے لئے طارق کو ہدایات
نہیں دی تھیں۔ اس نے سوچا معلوم نہیں اس سلسلے میں طارق کا جواب کیا ہو۔ لہٰذا اس نے

دوسرے ہی لمحے میں روزا کو لنگوا جیرال[1] میں مخاطب کیا۔ تخاطب تو دراصل طارق ہی سے فریدی کو یقین تھا کہ پوری پارٹی میں طارق کے علاوہ اور کوئی اسے نہ سمجھ سکے گا۔ اس نے "کہہ دو کہ اب اس وقت اسی جگہ قیام کرو.... کل صبح تمہیں راستہ معلوم ہو جائے گا.... یہی کہہ رہی ہے۔"

روزا بڑی ذہین لڑکی تھی۔ اس نے اس انداز میں سر ہلا دیا جیسے اس نے فریدی کی با جواب اثبات میں دیا ہو۔

طارق نے تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھولیں اور فریدی کے کہے ہوئے الفاظ اسپینی میں دیئے۔ شیپرڈ نے یہ بات سنگ ہی کو بتائی اور وہ اور زیادہ متفکر نظر آنے لگا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔

ابھی گھنے جنگلوں کا سلسلہ نہیں شروع ہوا تھا انہیں جلد ہی ایک ایسی جگہ مل گئی جہا با آسانی قیام کر سکتے تھے۔

دوپہر کا کھانا کھا لینے کے بعد روزا نے اسٹوو پر کافی کا برتن رکھ دیا وہ اور فریدی سب سے تھلگ بیٹھے ہوئے تھے۔

"رات تم نے اس کی رائفل کیسے اڑائی تھی؟" روزا نے ہنس کر پوچھا۔

"بس ہاتھ کی صفائی۔"

"لیکن آخر تم اپنے ساتھیوں کی درگت کیوں بنوا رہے ہو؟"

"وہ بہت آرام سے ہیں۔"

"اچھا یہ بتاؤ تمہاری زندگی میں بھاگ دوڑ کے علاوہ بھی اور کچھ ہے؟"

"ہاں ساٹھ ستر کتے بھی ہیں۔" فریدی تنکے سے اپنے دانت کریدتا ہوا بولا۔

"تم عجیب آدمی ہو۔ میں نے تمہارے بچوں کے متعلق پوچھا تھا۔"

"ہیں ہی نہیں بتاؤں کیا۔"

"بیوی بھی نہیں؟"

"نہیں.... نہیں.... نہیں.... ذرا جلدی سے کافی دو۔" فریدی ران پر ہاتھ مار کر بولا "اگر ہوتے تو کیا فائدہ ہوتا.... نہیں ہیں تو کون سا نقصان ہوا جا رہا ہے۔"

"کیا تمہاری زندگی میں اب تک کوئی عورت نہیں داخل ہوئی۔"

[1] جنوبی امریکہ کے ملک برازیل میں عام طور پر بولی جانے والی زبان۔

"یہ سب معلوم کر کے کیا کرو گی۔" فریدی اکتائے ہوئے انداز میں بولا۔

روزا چند لمحے کافی کے برتن پر نظر جمائے رہی پھر آہستہ سے بولی۔ "ہم دوست ہیں نا! تم سے مانتے ہو۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"کچھ نہیں....!" روزا مسکرا کر بولی۔ "جس کی زندگی میں ساٹھ ستر کتے داخل ہوں اسے تو ان پڑی آواز نہ سنائی دیتی ہو گی.... لہٰذا....!"

"ٹھہرو....!" اچانک فریدی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ وہ مڑ کر اپنے پیچھے بکھری ہوئی چٹانوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ بڑی تیزی سے اٹھ کر ادھر جھپٹا۔ لیکن اگر وہ ذرا سا ترچھا نہ ہو گیا ہوتا تو چٹانوں کے پیچھے سے ہونے والے فائر نے دوسری دنیا کی سیر کرا دی ہوتی.... دوسرا فائر ہوا اور فریدی چٹانوں کی طرف جانے کے بجائے ادھر بھاگا جہاں قافلے کے دوسرے لوگ دوپہر کے کھانے کے بعد اونگھ رہے تھے۔

"طارق ہوشیار....!" اس نے لنگوا جیرال میں کہا۔ "سنگ ہوشیار ہو گیا ہے.... میگزین پر قبضہ کر لو.... میرے تینوں ساتھیوں کو بھی خبردار کر دو.... شیپرڈ نکل کر نہ جانے پائے.... مزدوروں کو اپنے کنٹرول میں رکھو۔"

سنگ ہی اس وقت وہاں موجود نہیں تھا۔ فریدی نے پھر ادھر ہی کا رخ کیا روزا اس کے پیچھے بھاگتی پھر رہی تھی۔

"تم وہیں واپس جاؤ۔" فریدی نے کہا۔

"نہیں! میرے پاس ریوالور ہے۔"

"بھاگ جاؤ....!" فریدی جھلا کر بولا اور چٹانوں میں کود گیا۔ اس بار وہ پھر بال بال بچا۔ گولی سنسناتی ہوئی اس کے داہنے بازو اور پہلو کے درمیان سے نکل گئی۔ اس کے سنبھلنے سے پہلے ہی سنگ ہی نے دوسرا فائر کر دیا۔ فریدی کے منہ سے ایک قسم کی چیخ نکلی اور گر کر نشیب میں لڑھکنے لگا۔ سنگ ہی دو چٹانوں کی درمیانی دراڑ سے نکل کر اس کی طرف جھپٹا۔

روزا نے فریدی کی چیخ سنی تھی اور وہ ابھی تک وہیں کھڑی ہوئی تھی جہاں فریدی اسے چھوڑ گیا تھا۔ فریدی کی چیخ سنتے ہی وہ بے تحاشہ چٹانوں کی طرف دوڑی اور پھر اس نے نشیب میں

بھاگتے ہوئے آدمی پر فائر کردیا گولی نشانہ پر نہیں بیٹھی۔ سنگ ہی ایک گندی گالی دے کر
دیوانوں کی طرح اس نے روزا پر پے درپے تین فائر کردیئے لیکن ساری گولیاں سا
چٹانوں پر پڑیں.... روزا اپنا نشانہ خطا ہوتے دیکھ کر پہلے ہی ہوشیار ہو گئی تھی۔

ایسے موقع پر سنگ ہی کو چاہئے تھا کہ وہ بھی اپنی حفاظت کی تدبیر کرتا لیکن وہ پا
طرح بڑے بڑے پتھروں کو پھلانگتا ہوا نشیب میں بھاگ رہا تھا۔

یک بیک ایک طرف سے اس نے ٹھوکر کھائی اور پھر منہ کے بل زمین پر گرنے کی
کئی فٹ اوپر اچھل گیا۔ اس کی دونوں پنڈلیاں فریدی کی فولادی گرفت میں تھیں اور اس کا
جھول رہا تھا.... لیکن وہ دوسرے ہی لمحے کسی سانپ کے سر کی طرح دھڑ سمیت اوپر اٹھا
سنگ ہی کو اس کے جاننے والے محض اسی صلاحیت کی بناء پر جونک سے تشبیہہ دیتے تھے
جسم کو حیرت انگیز طور پر توڑنے مروڑنے میں وہ اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔

فریدی کی گردن اس کے بازوؤں میں جکڑ کر رہ گئی۔

"اچھا بیٹے۔" فریدی اس کی ٹانگیں چیرتا ہوا بولا۔ "آج تم یہ حربہ مجھ پر بھی آزمالو۔"

سنگ ہی کچھ نہ بولا۔ وہ فریدی کی گردن پر اپنی گرفت صرف کر رہا تھا.... اچانک فر
ایسا محسوس ہونے لگا جیسے سچ مچ اس کا دم گھٹ رہا ہو۔ وہ اس کی پنڈلیاں چھوڑ کر اپنی گرد
اس کے بازوؤں کی گرفت ڈھیلی کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

دونوں ٹانگیں بھی فریدی کے گرد لپٹ گئیں۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی
کے پیٹ سے اس کا بچہ چپک کر رہ گیا ہو۔ فریدی تھوڑی دیر تک زور لگاتا رہا لیکن سنگ
گرفت ڈھیلی نہ ہوئی۔ آخر کار اس نے اس کے سر کے پشت کے نچلے حصے میں اپنی انگلیاں
دیں۔ سنگ ہی پہلے تو ضبط کرتا رہا لیکن پھر اس کے منہ سے ایک ہلکی سی آواز نکلی اور وہ فر
کے جسم سے علیحدہ ہو کر کسی مردہ چھپکلی کی طرح نیچے چلا آیا۔

وہ بیہوش ہو گیا تھا۔ فریدی بے ساختہ اس پر جھک پڑا اور اس کی گردن ٹٹول رہا تھا۔ پھ
نے اس کی جامہ تلاشی لی۔ لیکن انکا نسل کی شہزادی کا پراسرار طوق اس کے پاس سے برآمد نہ

دوسری طرف طارق اپنا تسلط جما چکا تھا۔ سنگ ہی کے ساتھی جکڑ لئے گئے تھے۔ طارق
بار بردار مزدوروں کو پہلے ہی سے اپنے قبضے میں رکھا تھا۔ ان کی وجہ سے سنگ کے ساتھیوں

وہانے میں اور زیادہ آسانیاں ہو گئی تھیں۔

ڈاکٹر شیپر ڈرہ رہ کر سبوتا اور اس کے ہرکارے سیلو بام کی دہائیاں دے رہا تھا۔

روزا سنگ ہی اور فریدی کو ایک دوسرے سے گتھا ہوا دیکھ کر ان کی طرف بھاگی تھی۔

"کیپٹن حمید۔" اس نے چیخ کر کہا۔ "دوڑو.... ادھر....!"

انور، حمید اور قاسم بے تحاشا چٹانوں کی طرف دوڑنے لگے روزا ابھی ان کے ساتھ ہی
انہوں نے فریدی کو دیکھا جو ایک پتھر پر بیٹھا اپنا دایاں بازو دیکھ رہا تھا اور اس کی آستین خون
تر تھی۔ شاید اب اسے احساس ہوا تھا کہ اس کا ایک بازو سنگ ہی کی گولی سے زخمی ہو چکا ہے۔
ہی اس کے پیروں کے پاس اوندھا پڑا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

"کیا تم زخمی ہو۔" روزا چیخ کر فریدی پر جھک پڑی۔

"فکر نہ کرو.... میں بالکل ٹھیک ہوں۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

قاسم نے بیہوش سنگ ہی کو ہاتھوں پر اٹھایا اور وہ سب کیمپ کی طرف چل پڑے۔

"اب ڈیڈی کا کیا ہو گا....؟" روزا نے فریدی سے پوچھا۔

"اوہ! تم نے اچھا یاد دلایا.... دیکھو ابھی یہ بات ڈاکٹر پر ظاہر نہ ہونے پائے کہ تم روزا
... سمجھیں۔"

"کیوں....؟"

"پھر بتاؤں گا.... اس وقت مجھ سے بحث نہ کرو۔ جو کہوں کرتی جاؤ۔"

"اوہ! معاف کرنا.... مجھے تمہارے زخم کا خیال نہیں تھا۔"

"کوئی خاص بات نہیں.... صرف بازو کی کھال پھٹی ہے۔"

تھوڑی دیر بعد سنگ ہی باہوش حواس اپنے دوسرے ساتھیوں کے درمیان میں بیٹھا ہوا
ری کو قہر آلود نظروں سے گھور رہا تھا۔

"طوق کہاں ہے؟" فریدی نے اس سے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔"

"میں تمہیں بڑے بے دردی سے مار ڈالوں گا۔"

"جو دل چاہے کرو.... طوق تمہیں نہیں مل سکتا۔"

گفتگو انگریزی میں ہو رہی تھی اور ڈاکٹر شیپرڈ سنگ ہی کو تحسین آمیز نظروں سے دیکھ ر
اس دوران میں اسے اس بات کا علم ہو چکا تھا کہ وہ اور اسکے آدمی اب فریدی کے قبضے میں ہیں۔

"طوق کے بغیر تم خزانہ نہیں حاصل کر سکتے۔" ڈاکٹر شیپرڈ فریدی سے بولا۔ "اس کے طوق ضروری ہے۔"

"دیکھو ڈاکٹر احمق نہ بنو.....!" فریدی نرم لہجے میں بولا۔ "تم نے ایک ایسے آدمی ـ جوڑ کیا ہے جو پہلے بھی تمہارا دشمن تھا اور اب بھی ہے۔"

"تم اس کی پروانہ کرو۔" ڈاکٹر برا سا منہ بنا کر بولا۔ "میں اپنے حالات سے بخوبی واقف ہوں

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم خزانے تک ہماری رہنمائی نہیں کرو گے۔" فریدی نے کہ

"ہرگز نہیں خواہ تم میری بوٹیاں ہی کیوں نہ اڑا دو۔"

"زندہ باد ڈاکٹر.....!" سنگ ہی بولا۔ "میں ایسے بہادر اور بیباک دوستوں کو پوجتا ہوں۔"

فریدی اور اس کے ساتھیوں نے ایک ایک کی جامہ تلاشی لی۔ سارا سامان چھان ڈالا طوق نہ ملا اور ڈاکٹر شیپرڈ اپنی ضد پر اڑا رہا۔

اور یہ بات سوچی ہی نہیں کہ وہ لوگ طوق اپنے ہمراہ نہ لائے ہوں۔ طوق بھی جس لئے سنگ ہی نے ایک زبردست خطرہ مول لے کر سرکاری خزانے پر ڈاکہ ڈالا تھا۔ وہ یقیناً اس کے لئے ضروری تھا۔ ورنہ سنگ اسے سرکاری خزانے سے اڑا کر خواہ مخواہ پولیس والوں کو ا پیچھے کیوں لگاتا۔

"پھر بتاؤ اب کیا کیا جائے؟" طارق نے فریدی سے پوچھا۔

"سنگ ہی جانتا ہے کہ اس کی زندگی اور موت کا انحصار صرف اسی طوق پر ہے اور یہ حقیقہ ہے اگر طوق مل گیا ہوتا تو میں اسے زندہ نہ چھوڑتا۔"

"ڈاکٹر شیپرڈ بھی پھیل گیا۔ میرا خیال ہے کہ وہ بھی زبان نہیں کھولے گا۔"

"آپ اس کی زبان کھلوا سکتے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"بھلا میں کس طرح کھلوا سکتا ہوں؟"

"کیا آپ ہپناٹزم کے ماہر نہیں ہیں۔" فریدی بولا۔

"اوہ..... خدا کی قسم تم نے ٹھیک یاد دلایا۔" طارق ہنسنے لگا۔ "واقعی اس کی زبان کھلوائی جا

ہے۔ اسکی قوت ارادی صفر کے برابر ہے ایک بہت معمولی سا ٹرانس اس کیلئے کافی ہو گا۔ مگر یہ سنگ ہی.....؟ اس سے نپٹنا میرے بس کا روگ نہیں..... یہ ذہنی طور پر بہت زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے۔"

"اسے تو میرے گھونسوں اور تھپیڑوں کے لئے چھوڑ دیجئے۔ میں سب ٹھیک کر لوں گا۔"

روزا کے قریب آجانے پر وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

وہ رات بڑی عجیب تھی۔ جنگل کے سناٹے میں سنگ ہی کے ساتھیوں کی گالیاں گونج رہی تھیں۔ پوری پارٹی میں صرف ڈاکٹر شیپرڈ ایسا تھا جس کے ہاتھ نہیں باندھے گئے تھے اور ریکھا بھی آزاد تھی۔ لیکن وہ ہر وقت خاموش رہتی تھی..... ہوٹل والے واقعے کے بعد سے کسی نے اسے بولتے نہیں سنا تھا۔ روزا دوپہر کے بدلتے ہوئے حالات کے بعد سے زیادہ تر ڈاکٹر شیپرڈ کے قریب ہی قریب رہتی تھی۔ لیکن اس نے اس پر اپنی اصلیت نہیں ظاہر کی تھی۔ رات گئے اسے ڈاکٹر شیپرڈ سے الگ ہونا پڑا کیونکہ طارق اس پر عمل تنویم کرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر شیپرڈ اس اسکیم سے واقف نہیں تھا۔ جب طارق نے اس سے کہا ذرا میری طرف دیکھنا تو شیپرڈ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ اس سے مرعوب نہیں ہے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے اس کے جسم کی ساری قوت طارق کی آنکھوں میں کھنچی جا رہی ہو۔ اس نے دوسری طرف دیکھنے کی کوشش کی لیکن طارق کی آنکھوں سے نظر ہٹانے میں کامیاب نہ ہوا۔ اس کے حواس خمسہ جواب دیتے جا رہے تھے۔ طارق کی آواز اسے میلوں دور سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔ جو برابر کہے جا رہا تھا "تم سو رہے ہو..... تمہاری نیند گہری ہوتی جا رہی ہے..... اور گہری ہوتی جا رہی ہے..... تم مجھے خزانے تک پہنچنے کا راستہ بتاؤ گے..... یقیناً بتاؤ گے..... دنیا کی کوئی قوت تمہیں اس سے نہیں روک سکتی..... تم سو رہے ہو..... تم سو رہے ہو۔"

شیپرڈ بہت جلد ٹرانس[1] میں آگیا۔ زیادہ دیر تک سجیشنز یا پاسز نہیں دینے پڑے۔ وہ آنکھیں بند کئے زمین پر چت پڑا تھا۔ پھر طارق نے سوالات کرنے شروع کئے۔ شیپرڈ جواب میں اس طرح بڑبڑا رہا تھا جیسے خواب میں کسی سے گفتگو کر رہا ہو۔

جس غار میں عمل کیا گیا تھا وہاں فریدی، طارق اور شیپرڈ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ چار موٹی شمعیں بھی غار کا اندھیرا دور نہیں کر سکتی تھیں۔ کچھ عجیب سا پُراسرار ماحول تھا۔ فریدی سر

[1] یہ سب ہپناٹزم کی تکنیکی اصطلاحات ہیں۔ ان کی توضیح کے لئے صفحات سیاہ کرنا فضول ہے۔

جھکائے بڑی تیزی سے ڈاکٹر شیپرڈ کے الفاظ نوٹ کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد طارق نے کہا۔ "میں سمجھ گیا.... معلومات مکمل ہیں۔ اب اسے دو.... خود بخود جاگے گا۔"

فریدی کاغذ پر نظر ثانی کرتا ہوا بولا۔ "مگر ایک بات رہ گئی۔ اس لڑکی کی موجودگی کا مق

"بس اب یہ پھر کبھی دیکھا جائیگا.... مگر.... میرے خدا.... یہ تو.... وادیٔ تاریک کا پتہ۔

"وادیٔ تاریک....؟" فریدی نے استفہامیہ انداز میں دہرایا۔

"ہاں میں ایک بار وہاں جا چکا ہوں.... اگر اسے ہیروں کی وادی کہا جائے تو بے ہوگا.... لیکن اس کے قریب پہنچ کر بھی میں ناکام ہی رہا تھا۔ میں نے دھوپ میں ہیروں کی دیکھی ہے.... معمولی سنگریزوں کی طرح بکھرے ہوئے ہیرے.... لیکن ان تک میری ہو سکی۔ تم سوال کرو گے آخر کیوں....؟ آہ تم بھی محسوس کرو گے.... جو کچھ میں نے پہنچنے پر محسوس کیا تھا... میرا خیال ہے کہ ہم یہیں سے واپس ہو جائیں۔ بڑی کوفت ہوتی ہے

"کچھ بتائیے بھی تو....!"

"دو ہزار فٹ کی گہرائی میں ایک وادی ہے جس کا رقبہ پچیس مربع میل سے کسی طرح ہوگا اور کوئی ڈھلان ایسی نہیں ہے جس کے ذریعے نیچے تک پہنچنا ممکن ہو۔ وادی کے چا طرف سیدھی کھڑی ہوئی دیواریں سی نظر آتی ہیں۔ کنارے پر کھڑے ہو جائیے بس یہ م ہوگا جیسے کسی دو ہزار فٹ بلند دیوار پر کھڑے ہوں۔ نیچے گنجان جنگل نظر آتے ہیں جہاں در نہیں ہیں، وہاں دھوپ کی روشنی میں ستارے چمکتے نظر آتے ہیں۔"

عجیب آوازیں

"لیکن آپ واپسی کے لئے کیوں کہہ رہے ہیں۔" فریدی نے حیرت سے کہا۔

"میں ایک بار اس وادی میں اترنے کی کوشش کر چکا ہوں۔ مگر ناکام رہا۔"

"ضروری نہیں کہ دوسروں کو بھی ناکامی ہو۔" فریدی بولا۔

"برخوردار! یہ سراغ رسانی نہیں ہے۔"

فریدی اس سوال پر جھنجھلا گیا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔ وہ طارق کا احترام کرتا تھا۔ محض ا

وہ اس کے باپ کے دوستوں میں سے تھا۔ طارق جیسے جہاندیدہ آدمی کی نظروں سے ا کا جذباتی تغیر پوشیدہ نہ رہ سکا۔ اس نے فوراً ہی مسکرا کر کہا۔ "تم یہ مت سمجھو کہ میری م ہو گئی ہے۔ اس طوق کا مسئلہ تو ایک بالکل ہی نئی چیز ہے۔ کاش میں نے بھی اس پر ایک ل لی ہوتی۔"

"مجھے یقین ہے کہ وہ اب بھی سنگ ہی کے قبضے میں ہے۔" فریدی نے کہا۔

"لیکن اس نے اسے کہیں چھپا دیا ہے.... میرا خیال ہے کہ یہ مسئلہ بھی عمل تنویم سے حل ہے۔"

"سنگ ہی....!" طارق نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ناممکن ہے۔ وہ ٹرانس میں ہرگز نہ آئے ی قوت ارادی کافی پختہ معلوم ہوتی ہے۔ اس کے ٹائپ سے میں بخوبی واقف ہو گیا ہوں۔ ل ایسے بھی ہوتے ہیں مثال کے طور پر تمہیں بھی ٹرانس میں لانا ممکن نہیں۔ حمید ٹرانس جائے گا۔ قاسم جیسے دیو پیکر کو بھی ٹرانس میں لا سکتا ہوں.... انور بھی آجائے گا.... مگر ی کے ساتھ۔"

"یہاں سے کتنے دنوں کی راہ ہو گی؟" فریدی نے پوچھا۔

"یہاں سے۔" طارق بڑبڑایا۔ "یہ راستہ طویل بھی ہے اور پُر خطر بھی۔ یہ لوگ اسی راستے رہے تھے جس کا ذکر اس طوق کی تحریر میں ہوگا۔ سینکڑوں سال پرانی بات ہے.... میں ستے سے گیا تھا وہ نسبتاً آسان ہے۔"

"خیر.... فی الحال ہمیں سونا چاہئے۔ شاید ڈاکٹر صبح سے پہلے نہ اٹھے۔"

ہ اسی غار میں پڑے رہے.... سنگ ہی اور اس کے ساتھی دوسرے غار میں تھے انہیں فریدی ر کی نگرانی میں چھوڑا تھا.... اس لئے اسے اطمینان تھا اگر معاملہ صرف حمید کا ہوتا تو شاید ہی کے پاس سے ایک منٹ کے لئے بھی نہ ہٹتا.... لیکن دوسری صبح اس کے لئے ایک نئی لے کر نمودار ہوئی۔ سنگ ہی.... ریکھا اور اپنے سات مشرقی ساتھیوں سمیت غائب تھا۔ پرڈ کے ساتھیوں میں سے تین امریکن جو یہاں تک ساتھ آئے تھے بدستور موجود تھے۔ ی حال میں ملے جس میں رکھے گئے تھے۔

نور بہت زیادہ شرمندہ نظر آرہا تھا۔ اس نے اس سلسلے میں فریدی سے گفتگو بھی کرنی چاہی۔

"پرواہ نہ کرو۔" فریدی نے کہا۔ "غلطی میری ہی تھی۔ سنگ ہی کے مقابلے میں طفل مکتب ہوں۔ خود مجھے اس کی نگرانی کے لئے موجود رہنا چاہئے تھا۔"

پھر اس نے ڈاکٹر شیپرڈ سے کہا۔ "دیکھا تم نے اپنے وفادار دوست کو۔ تمہیں مص چھوڑ کر خود فرار ہو گیا۔ حتیٰ کہ وہ تمہارے امریکن ساتھیوں تک کو چھوڑ گیا۔"

ڈاکٹر شیپرڈ کا سر ندامت سے جھک گیا اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "چلو اب میں تمہ بتاؤں گا۔ اسے پچھلی رات کے واقعات قطعی یاد نہیں تھے۔"

"شکریہ....!" طارق مسکرا کر بولا۔ "ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ اب ہم تمہیں پر مجبور نہ کریں گے۔ ویسے اگر تم نے کل ہی ہمارا ساتھ دیا ہوتا تو وہ طوق سنگ ہی نہ لے

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد ڈاکٹر شیپرڈ نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ میرے بتا راستے سے منزل پر پہنچ جائے لیکن وہ اس طوق سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔"

"کیوں؟" طارق نے حیرت کا اظہار کیا۔

"طوق نامکمل ہے۔ لہٰذا وہ خزانہ نہیں حاصل کر سکتا۔"

"اوہ.... تو کیا وہ خزانہ کسی کی حفاظت میں ہے؟"

"ہاں! ہزار ہا سال سے ایک وحشی نسل اس کی حفاظت کرتی آئی ہے اور غالباً آج بھ اسی کی حفاظت میں ہوگا۔ طوق کی تحریر سے میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اس طوق کو د بغیر کوئی خزانے کی جھلک بھی نہیں دیکھ سکتا۔"

"لیکن طوق نامکمل کیوں ہے؟"

"اس کے گرد چاندی کا ایک سانپ لپٹا ہوا تھا جو اب نہیں ہے۔ سنگ ہی کا خیال تھ فریدی کے پاس ہے۔"

طارق نے استفہامیہ انداز میں فریدی کی طرف دیکھا اور فریدی نے اقرار میں سر ہوئے کہا۔ "وہ سانپ حقیقتاً میرے ہی پاس ہے۔ میں نے طوق کو سرکاری تحویل میں دی قبل سانپ اس سے الگ کر لیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ سنگ اسے اڑانے کی کوشش کرے گا۔"

"ہاں! اسے توقع تھی کہ وہ تمہیں ضرور پکڑ لے گا۔" ڈاکٹر شیپرڈ بولا۔

"وہ اس لڑکی کو ساتھ لئے کیوں پھر رہا ہے؟" فریدی نے پوچھا۔

"اوہ.... تحریر بڑی عجیب ہے۔" ڈاکٹر شیپرڈ نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "اس کے طابق محض اتنا ہی کافی نہیں کہ وہ طوق ان وحشیوں کو دکھایا جائے بلکہ ایک لڑکی اسے پہن سانپوں والے غار میں اتر جائے.... پتہ نہیں غار کیا بلا ہے۔ سنگ کا خیال تھا کہ وہ سانپوں کا کن ہوگا.... یہ لڑکی دراصل اسی مقصد کے تحت ساتھ لائی گئی ہے۔ دیدہ دانستہ کوئی شخص بھی ے غار میں نہیں اتر سکتا جس میں سانپ رہتے ہوں.... اور اس لڑکی میں ایک ایسا مرض پایا جاتا ے جس کی بناء پر اس سے یہ کام لیا جا سکتا ہے۔ وہ نیند کی حالت میں اٹھ کر چلتی ہے اور ان کاموں سر انجام دے ڈالتی ہے جنہیں کسی وجہ سے جاگتے میں نہیں کر پاتی۔ سنگ ہی کی اسکیم یہ ہے کہ اس سے غار میں اترنے کو کہے گا۔ ظاہر ہے کہ لڑکی سانپوں کے خوف سے صاف انکار کر دے لیکن پھر نیند کی حالت میں وہی کر گزرے گی۔ کیونکہ اس کا ذہن اس سے بہت زیادہ متاثر ہوگا۔ ں چیز سے ہم خائف ہوتے ہیں وہ ہمیں خواب میں اکثر دکھائی دیتی ہے۔ اور نیند میں چلنے والے عام طور پر اس کا شکار ہوتے ہیں۔ وہ یقیناً اس قسم کا خواب دیکھے گی کہ وہ غار کی طرف جا رہی ہے دہ سوتے ہی سوتے اٹھے گی اور غار کی طرف چلی جائے گی۔"

"شرم.... شرم.... ڈیڈی۔" روزا چیخ پڑی۔ "تمہیں شرم آنی چاہئے...." ڈاکٹر شیپرڈ نک کر اُسے گھورنے لگا۔

"اس طرح نہ دیکھو۔" روزا ہذیانی انداز میں بولی۔ "میں روزا ہوں.... تمہاری بیٹی.... میں ہاری آنکھوں کے سامنے سانپوں والے غار میں اُتر جاؤں گی.... فریدی! میرے باپ کے ہاتھ رہ دو! اسے دھکے دیتے ہوئے وہاں تک لے چلو.... میں سانپوں والے غار میں اُتروں گی.... ے خزانہ مل جائے گا.... اسے خزانہ چاہئے.... یہ اپنی بیٹی کو موت کے منہ میں دھکیل سکتا ے.... اسے خزانہ ضرور ملے گا.... یہ میرا باپ ہے.... اس کے گلے میں مقدس صلیب لٹک ی ہے.... اس کی ڈاڑھی کرائسٹ کی ڈاڑھی سے مشابہ ہے۔ ہاہا.... کرائسٹ ایک معصوم لڑکی سانپوں کے حوالے کر رہا ہے.... ہاہا....!" وہ پاگلوں کی طرح قہقہے لگاتی رہی.... اور پھر ہوش ہو کر گر گئی۔

ڈاکٹر شیپرڈ بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ وہ آنکھیں پھاڑے بیہوش روزا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ راس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا۔

"طارق صاحب۔" فریدی مضطربانہ انداز میں بولا۔ "جلدی کیجئے..... مجھے اس لڑکی
قیمت پر بچانا ہے۔"

انہوں نے بہت جلدی میں روانگی کا انتظام کیا۔ روزا کے ہوش میں آنے کا بھی انتظا
گیا۔ ڈاکٹر شیپرڈ اُسے اپنے کاندھے پر اٹھائے ہوئے چل رہا تھا۔

سنگ ہی کے فرار نے فریدی کے ذہن پر اتنا ناگوار اثر نہیں ڈالا تھا جتنا کہ ریکھا کا م
معلوم ہونے کے بعد پڑا۔ تین چار میل چلنے کے بعد انہیں شمال کی طرف مڑنا پڑا۔ اد
جنگلوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا لیکن جنگلوں میں انہیں اب تک زندگی کے آثار صرف گل
اور چھوٹے چھوٹے بندروں کی شکل میں ملے تھے۔

چمبیلی کی خود رو جھاڑیاں پھولوں سے لدی ہوئی تھیں۔ جیسے جیسے وہ ڈھلان میں اتر
جنگلوں کا سلسلہ گھنا ہوتا گیا۔

سورج اپنی آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا لیکن درختوں کی چھاؤں میں وہ بڑی خو
قسم کی خنکی محسوس کر رہے تھے۔

روزا ہوش میں آتے ہی ڈاکٹر شیپرڈ کے کاندھے سے کود پڑی۔ فریدی قریب ہی چل
اس نے اسے سنبھال لیا۔ ورنہ پتھریلی زمین پر اس کا سر پاش پاش ہو جاتا۔

"تم نے اس کے ہاتھ نہیں باندھے.....؟" اس نے فریدی کو جھنجھوڑ کر کہا۔

"بکواس مت کرو۔" فریدی نے جھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"میں اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتی۔"

حمید نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔ "تم ان دونوں کی شکل نہ دیکھ
دوسرے پر سنگ ہی کے خون کی پیاس سوار ہے۔ اس پوری پارٹی میں صرف میں ہی ایسا آدمی
جسے کشت و خون سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

روزا اس کے ساتھ چلنے لگی۔ حمید نے اپنی رفتار کچھ کم کر دی اور پھر وہ دونوں قافلے
پیچھے ہو گئے۔

قاسم بھلا کب حمید کا پیچھا چھوڑنے والا تھا۔ بتدریج رفتار کم کرتے کرتے وہ بھی ان د
کے برابر پہنچ گیا۔ روزا کا ایک ہاتھ حمید کے ہاتھ میں تھا اور حمید اس سے کہہ رہا تھا۔ "یہ ز

بھولی لڑکی..... یہاں ایسے بہتیرے حادثے ہوا کرتے ہیں۔"

"مگر مجھے اپنے باپ سے ایسی امید نہیں تھی۔ میں اسے اپنا باپ کہتے ہوئے شرم محسوس کرتی ہوں۔"

"یہی ہونا چاہئے۔" قاسم بڑی سنجیدگی سے بڑبڑانے لگا۔ "میرا باپ بھی اس قابل ہے کہ اسے گولی مار دی جائے۔ اسی کی بدولت میں ان اجاڑ جنگلوں میں دھکے کھاتا پھر رہا ہوں۔"

"کیوں؟ تمہارے باپ نے کیا کیا ہے؟" روزا نے پوچھا۔

"اسے پیدا کیا ہے.....؟" حمید بولا۔

"تم چپ رہو۔" قاسم جھلا کر بولا۔ "میں تمہاری صورت نہیں دیکھنا چاہتا..... سب تمہاری ہی بدولت ہوا ہے۔"

"ابے تو کیا میں تیرا باپ ہوں۔"

"باپ سے بھی بدتر۔" قاسم نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"تم دونوں کی باتیں عجیب ہوتی ہیں..... جنہیں میں سمجھ نہیں پاتی۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح قاسم ٹل جائے۔ شیپرڈ کی زبانی ریکھا کے انجام کا پلان سن کر اُس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے لیکن اس پر جو اثر بھی ہوا تھا وقتی تھا نہ جانے کیوں وہ پچھلے دو تین دنوں سے ہمدردی اور رحم جیسے جذبات سے قطعی محروم ہو گیا تھا کہ یہ جنگل کی ہوا کا اثر رہا ہو۔

شام ہو گئی لیکن وہ چلتے ہی رہے۔ طارق نے قیام کیلئے کہا بھی لیکن فریدی نے پرواہ نہ کی۔

"کیا ستم کر رہے ہو۔" طارق نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔ "میں اس راستے سے تمہیں لے چل رہا ہوں جہاں آدمیوں کی آمد و رفت رہتی ہے اس لئے دن کو یہاں خطرات سے سامنا نہیں ہوتا..... لیکن راتیں..... تم نہیں سمجھ سکتے یہاں رات کو اژدھوں کی حکمرانی ہوتی ہے۔ سورج غروب ہونے سے پہلے ہی ہمیں اپنے قیام کے لئے کوئی جگہ منتخب کر لینی چاہئے اور ہم اپنے گرد آگ روشن کئے بغیر اس صورت میں بھی محفوظ نہیں ہوں گے۔"

سارا جنگل گلہریوں اور بندروں کے شور سے گونج رہا تھا کچھ عجیب سا ماحول تھا۔ درختوں کی چوٹیوں پر شام کی سرخی مائل دھوپ بکھری ہوئی تھی انہوں نے قیام کے لئے ایک جگہ منتخب کر لی

اوراس کے گرد خشک لکڑیوں کے ڈھیر لگانے لگے۔ پھر تاریکی پھیلتے ہی ان میں آگ لگادی گ
رات گئے انہوں نے سچ مچ بڑے بڑے اژدھے دیکھے جو شکار کی تلاش میں ادھر اُدھر
پھر رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر کاہل قسم کے آدمیوں کا تصور ذہن میں پیدا ہوتا تھا۔ وہ آگ
دائرے کے قریب آتے اور اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے انہیں گھورتے اور وہ آنکھیں کچھ عجی
معلوم ہوتیں جن سے بے تعلقی کا اظہار ہوتا۔ لیکن بار بار منہ سے لپکتی ہوئی زبانیں کچھ او
تھیں بالکل ایسا معلوم ہوتا جیسے کوئی ایسا فقیر کھڑا دروازے پر صدا لگارہا ہو جس کی آنکھوں
طلب ہو۔۔۔۔ اور نہ انداز ہی سے حاجت مندی کا اظہار ہوتا ہو۔

اچانک روزا چیخ پڑی۔ ایک اژدھا ایک درخت کی شاخ سے آہستہ آہستہ اپنے بل کھو
ان کی طرف منہ بڑھا رہا تھا۔ فریدی نے رائفل اٹھالی۔

"مارتے ہو تو گولی سر ہی پر پڑے۔" طارق چیخا۔ ساتھ ہی فریدی نے فائر کیا گولی
اژدہے کے سر کے چیتھڑے اڑادیئے۔ اس نے بڑے کرب کے عالم میں اپنے جسم کو گردش
اور شاخ سے اس کے سارے بل یکلخت کھل گئے اگر وہ سب پھرتی سے ایک طرف ہٹ نہ
ہوتے تو اس نے مرتے مرتے دوچار کو لپیٹ میں لے لیا ہوتا۔

بہرحال وہ رات پھر باری باری سوتے جاگتے رہے اگر دن بھر کے تھکے ہوئے نہ ہو
شاید ایک لمحے کے لئے بھی ان کی پلکیں نہ جھپکتیں۔

صبح ہوتے ہی اژدھے نہ جانے کہاں غائب ہوگئے۔

ان کا سفر جاری رہا۔ حمید کا خیال تھا کہ وہ سو رہا ہے اور نہ جاگ رہا ہے۔ ایک درمیانی
کیفیت تھی جس میں ہر بات کا احساس تو ہوتا ہے لیکن قوت فیصلہ قریب قریب مفقود ہو
ہے۔ قاسم کی صورت سے ایسی وحشت ظاہر ہوتی تھی جیسے وہ اپنے غول سے بچھڑا ہوا کوئی ج
بھینسا ہو۔

تیسرے دن طارق نے بتایا کہ وہ منزل مقصود پر پہنچ گئے ہیں۔ طارق آتش فشاں
لاوے سے بنی ہوئی تقریباً پانچ سو فٹ بلند ایک سطح مرتفع کی طرف اشارہ کر رہا تھا اس نے بتایا
حقیقتاً وہ بھٹکتے ہوئے ادھر آئے ہیں ورنہ اور پہلے پہنچنا چاہئے تھا۔ طارق کو راستے ہی میں اس بات
احساس ہوگیا تھا کہ وہ راستہ بھول گیا ہے لیکن اس نے یہ بات کسی پر ظاہر نہیں کی تھی۔ منز

دپر پہنچنے کے بعد اس نے اس کا اظہار کیا "اوہ تب تو۔۔۔۔ تب تو سنگ ہی پہنچ چکا ہوگا۔"
ی نے مفکرانہ انداز میں کہا۔ "بہت بُرا ہوا۔۔۔۔ وہ لڑکی۔۔۔۔؟"

"فکر مت کرو۔۔۔۔!" ڈاکٹر شیپرڈ بولا۔ "وادی میں اترنے کا راستہ اُسے نہیں معلوم۔"

"کیا تم جانتے ہو۔۔۔۔؟"

"راستے کا سراغ تمہارے پاس ہے۔" ڈاکٹر شیپرڈ بولا۔ "وہ سانپ جو تم نے طوق سے الگ کیا
سانپ نہیں بلکہ وہ چاندی کا پتر ہے اور اسے موڑ کر سانپ کی شکل دی گئی ہے۔ اگر اس کے
ولے جائیں تو ہمیں غالباً اس پر بھی ایک تصویری تحریر ملے گی۔ وہی دراصل نیچے جانے
استے کا سراغ ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" فریدی سر ہلا کر رہ گیا۔

"لاؤ۔۔۔۔ مجھے دو۔۔۔۔ میں دیکھوں۔" ڈاکٹر شیپرڈ بے صبری سے بولا۔ لیکن فریدی اس کی
دھیان دیئے بغیر طارق سے لنگوا جبرال میں گفتگو کرنے لگا۔

اوپر پہنچ کر انہیں وادی کے سرے تک پہنچنے کے لئے زیادہ دور نہیں چلنا پڑا۔ سطح مرتفع کا
حصہ بالکل بنجر تھا۔ کسی طرف بھی سبزے کا نشان تک نہیں نظر آتا تھا۔ البتہ کہیں کہیں
گھاس کے لمبے لمبے تنکے جن کی پتیاں گر چکی تھیں۔ کھڑے دکھائی دے جاتے تھے۔ پھر وہ
کے سرے پر پہنچ گئے وادی بالکل ویسی ہی تھی جیسا نقشہ طارق پہلے ہی الفاظ میں پیش کر چکا
ریدی نے چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن کہیں بھی کوئی ایسا راستہ نہ سجھائی دیا جس سے نیچے
امکان ہوتا۔ وہ سچ مچ "تاریک وادی" ہی تھی۔ اتنا گھنا جنگل انہیں راہ میں بھی کہیں نہیں ملا
ریدی دوربین سے نیچے دیکھنے لگا۔

"زندگی کے آثار بھی نہیں معلوم ہوتے۔" اس نے تھوڑی دیر بعد آنکھوں پر سے دوربین
ہا۔

نہ جانے کیوں ان سبھوں پر عجیب قسم کا اضمحلال طاری تھا۔ وہ ایک روایتی خزانے کے
پہنچ گئے تھے مگر پھر بھی ان میں کسی قسم کا جوش و خروش نہیں پایا جاتا تھا۔

"کیوں نہ ہم کنارے کنارے پوری وادی کا ایک چکر لگا ڈالیں۔" انور بولا۔ "ممکن ہے کوئی
۔۔۔!"

"مجھے راستے کی نہیں۔" فریدی اس کی بات کاٹ کر بولا۔ "سنگ ہی کی تلاش ہے۔"

"ضروری نہیں کہ وہ یہاں تک پہنچ ہی جائے۔" طارق نے کہا۔

"کیوں....؟"

"ڈاکٹر شیپرڈ کا بتایا ہوا راستہ میری معلومات کے مطابق ناقابل عبور جنگلوں سے ہو
اور وہاں اب بھی پرانی نسل کے مردم خوروں کے پائے جانے کے امکانات ہو سکتے ہیں۔"

اچانک ایک عجیب قسم کی آواز نے انہیں اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ پتہ نہیں وہ کیسی لیکن محسوس یہی ہوا تھا جیسے کسی نے قہقہہ لگایا ہو۔ پھر ایک چیخ سنائی دی.... نسوانی چ
پھر وہی قہقہہ.... چیخ.... اور قہقہے میں کوئی خاص فرق نہیں تھا۔

آتشی بگولے

وہ آواز کی طرف چل پڑے۔ آواز تھوڑی دیر کے بعد سنائی دیتی لیکن ا
ہو رہا تھا جیسے وہ لحظہ بہ لحظہ دور ہوتی جا رہی ہو۔ وہ چلتے رہے حتیٰ کہ "تاریک وادی" آ
گئی۔ بار بردار لائے انہوں نے چند قلیوں کی نگرانی میں نیچے ہی چھوڑ دیئے تھے۔

"یہ تو کسی عورت کی آواز معلوم ہوتی ہے حمید بھائی۔" قاسم نے کہا۔

"ہمیں قبر میں بھی عورتوں ہی کی آوازیں سنائی دیں گی۔" حمید نے ٹھنڈی سانس ل
وہ اب بھی آواز ہی کی سمت چل رہے تھے۔

"ادھر....!" فریدی نے ایک طرف اشارہ کیا اور پھر وہ ڈھلان میں اترتے چلے گئے

"ارے....!" دفعتاً طارق چلتے چلتے رک گیا۔ پھر دوسرے لمحے میں وہ ایک بڑے
ہاتھ ٹیکے دائیں جانب نیچے دیکھ رہا تھا۔ "خدا کی قسم یہ سنگ ہی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو
وہ سب اسی طرف متوجہ ہو گئے۔ پندرہ بیس فٹ نیچے انہیں ایک آدمی دکھائی دیا
کاندھے پر ایک عورت اس طرح پڑی تھی جیسے مردہ ہو۔ اس کے ہاتھ اور پیر بندھے ہوئے
آوازیں سن کر وہ آدمی اوپر دیکھنے لگا۔ وہ بلاشبہ سنگ ہی تھا لیکن عجیب حال میں ک
ہوئے تھے جن میں اس کی گردن کسی خشکی کے کچھوے کی گردن کی طرح اوپر کی طرف
تھی۔ سچ مچ وہ آدمی کے بجائے خشکی کا کچھوا ہی معلوم ہو رہا تھا۔

"آؤ....!" اس نے انہیں دیکھ کر قہقہہ لگایا۔ "خونی بگولے تمہارا انتظار کر رہے ہیں....
یں فریدی کو مخاطب کر رہا ہوں۔"

اس کے کاندھے پر پڑی ہوئی عورت نے پھر ایک ہذیانی سا قہقہہ لگایا اور سنگ ہی اس کی پشت پر بڑے پیار سے ہاتھ پھیرنے لگا پھر اس نے چیخ کر کہا۔ "ڈاکٹر شیپرڈ! میں جانتا تھا کہ تم ان ہانجاروں کو ضرور ساتھ لاؤ گے۔ مگر میرا اب کسی سے بھی جھگڑا نہیں۔ میں خزانے کا تنہا مالک ہوں۔ مجھے اب اس سانپ کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ راستہ مجھے مل گیا۔ آؤ تمہیں دکھاؤں.... آؤ.... ڈرو نہیں.... میرا اب کسی سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔"

"شاید اس کا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔ جو سنگ ہی کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ نیچے اترنے لگے۔ لیکن ان کے ہاتھ اپنے ریوالوروں پر تھے۔ پھر انہوں نے نیچے پہنچ کر سنگ ہی کو نرغے میں لے لیا۔ سنگ ہی کھڑا لاپروائی سے مسکراتا رہا۔

"لڑکی کے ہاتھ پیر کھول دو۔" فریدی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"مشورہ قابل قبول نہیں ہے۔" سنگ ہی آہستہ سے بولا۔ "اس کا دماغ الٹ گیا ہے اگر میں نے اسے آزاد کر دیا تو یہ کسی چٹان سے چھلانگ لگا دے گی۔ نہیں مائی ڈیئر ہرگز نہیں۔ اوہ آؤ میں تمہیں راستہ دکھاؤں۔"

سنگ ہی بڑے اطمینان سے ان کے نرغے سے نکل کر ایک طرف چلنے لگا۔ وہ بھی اس کے پیچھے بڑھے۔ پھر انہیں جلد ہی ایک عجیب قسم کی آواز سنائی دینے لگی۔ بالکل ایسی ہی جیسے کوئی ریلوے انجن اسٹیم چھوڑ رہا ہو.... "شائیں شائیں۔"

"وہ دیکھو....!" سنگ ہی نے ایک جگہ رک کر ایک غار کے دہانے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "وہ رہا راستہ۔"

'شائیں شائیں' کی آواز اسی غار سے نکلتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی اور دہانے کے قریب ہی انہیں تین لاشیں نظر آئیں جو سنگ ہی کے ساتھیوں کی تھیں۔

"بے صبری اچھی نہیں ہوتی۔" سنگ ہی مسکرا کر بولا۔ "انہوں نے اندر گھسنا چاہا تھا لیکن اچھل کر اتنی دور آپڑے اور ختم ہو گئے۔ یہ کسی قسم کے بگولے ہیں.... آواز بھی عجیب ہے۔"

"اور بقیہ چار کہاں ہیں؟" فریدی نے سوال کیا۔

"وہ.... ان میں سے کچھ تو ریچھوں کا شکار ہوئے اور کچھ کو اژدھے چٹ کر گئے۔" سنگ نے کچھ ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ کسی کو اپنے اخراجات کا حساب دے رہا ہو۔ وہ چند لمحے خا رہا۔ پھر بولا۔ "میں ان بگولوں کے ختم ہونے کا انتظار کروں گا۔"

"بکواس ختم کرو۔" فریدی اسے گھورتا ہوا بولا۔ "لڑکی اور طوق کو میرے حوالے کر دو۔ کے بعد تم جہنم میں جاؤ۔ تم اس حال کو پہنچ گئے ہو کہ میں تم پر ہاتھ اٹھانے میں خود اپنی ت سمجھتا ہوں۔"

"اگر تم نے طوق یا ریکھا کا مطالبہ کیا تو میری طرف سے اسے اعلان جنگ سمجھو.... میرا ہے اور میرا ہی رہے گا۔"

"او کمینے! میں خزانے کے لئے یہاں نہیں آیا ہوں۔"

سنگ ہی کچھ نہ بولا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی گہری سوچ میں ہو پھر یک بیک و ریوالور نکال کر گرجا۔ "اگر کسی نے بھی میری طرف بڑھنے کی کوشش کی تو جہنم میں پہنچا دوں نہ تمہیں لڑکی ملے گی اور نہ طوق اور ہاں.... تم فریدی چپ چاپ وہ سانپ نکال کر میر حوالے کر دو۔ ورنہ تم سب کی لاشیں یہاں پڑی سڑا کریں گی۔"

پھر اس نے اندھا دھند فائر کرنا شروع کر دیئے۔ پوزیشن لیتے لیتے تین قلی مارے گئے۔

ریوالور کے سارے چیمبر خالی ہو گئے تو سنگ ہی ایک طرف بھاگ نکلا۔ راستہ ناہموار ہو کے باوجود بھی اس کی رفتار تیز تھی۔

لیکن وہ زیادہ دور تک نہیں دوڑ سکا۔ کیونکہ اس کے کاندھے پر نہ جانے کب سے لڑکی کا بو رہا ہو۔ وہ ایک جگہ رک کر بیٹھ گیا۔ بالکل کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح لیکن اب بھی اس چہرے سے خوف کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔

"اچھا فریدی۔" اس نے یک بیک ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "آدھا تمہارا.... آدھا میرا۔"

"بکواس بند کرو.... اور طوق میرے حوالے کر دو۔"

"میرے پاس نہیں ہے۔" سنگ ہی نے لاپروائی کے اظہار میں اپنے شانوں کو جنبش دے کہا۔ "تم ایک بار اچھی طرح میرے اور میرے ساتھیوں کی تلاشی لے چکے ہو۔"

"کیوں....؟" فریدی ڈاکٹر شیپرڈ کی طرف مڑا۔

"طوق اسی کے پاس ہے۔" ڈاکٹر شیپرڈ بولا۔ "ہمارے لکڑی کے صندوقوں میں سے ایک کی دوسرے تختوں کی تھی اور طوق انہیں دونوں تختوں کے درمیان رکھا ہوا تھا۔ یہ اپنے ساتھ صندوق بھی لے گیا تھا۔"

"ڈاکٹر شیپرڈ....!" سنگ ہی دفعتاً اسے قہر آلود نظروں سے گھورنے لگا۔

"تم دغا باز ہو۔" ڈاکٹر ہتھے سے اکھڑ گیا۔ "تم مجھے موت کے منہ میں چھوڑ کر خود نکل آئے تھے۔"

"آہا ڈاکٹر....!" سنگ ہی ہنس پڑا۔ "تم مجھے اس طرح آنکھیں نہیں دکھا سکتے میں نے تم پر ان کیا ہے ورنہ عادت کے مطابق مجھے تم کو اسی وقت ٹھکانے لگا دینا چاہئے تھا جب تم نے تحریر کر مجھے راستے کا پتہ دیا تھا۔"

"سنگ....! لڑکی کو کاندھے سے اُتار کر الگ ہٹ جاؤ۔" فریدی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"خوب، بہت اچھے۔ میں خزانے کی کنجی تمہارے حوالے کر دوں۔ سنو کرنل۔ سنگ اس ت تک ہار ماننے کا قائل نہیں جب تک آخری سانس باقی رہے۔"

"تم پاگل ہو گئے ہو مجھے تم پر رحم آتا ہے۔" فریدی نرم لہجے میں بولا۔

"آہا....!" سنگ ہی زور سے چیخا۔ "شروع کر دو۔"

ساتھ ہی ان پر چاروں طرف سے گولیاں برسنے لگیں۔ فریدی اور اس کے ساتھی بوکھلا ۔ سنگ ہی کے قہقہے ٹامی گنوں کی "ریٹ ٹیٹ" سے ہم آہنگ ہو گئے تھے۔ فریدی نے نیچے نگ لگا دی۔ یہ حقیقت ہے کہ اسے اپنے ساتھیوں کا ہوش نہیں تھا حملہ اچانک ہوا تھا اور حملہ نامعلوم تھے سنگ ہی نے چار ساتھیوں کے متعلق بتایا تھا کہ وہ راستے ہی میں حادثات کا شکار ئے تھے اور بقیہ تین ساتھیوں کی لاشیں اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں فریدی کے ھ ہی حمید اور انور نے بھی چھلانگیں لگائی تھیں۔ روزا بھی چونکہ قریب ہی تھی اس لئے اس بھی تساہلی نہیں برتی۔ وہ بے تحاشا بھاگتے رہے۔ فریدی کا ریوالور اس ہنگامے کے دوران میں ں گر گیا تھا وہ کافی دور نکل آئے تھے اور ٹامی گنوں کی آوازیں بھی اب نہیں آ رہی تھیں۔

"بہت بُرا ہوا۔" حمید ہانپتا ہوا بولا۔

"بقیہ لوگ یقیناً مارے گئے ہوں گے مجھے افسوس ہے۔" فریدی رک کر چاروں طرف دیکھتا بولا۔ "تم نے خود میری مجبوری دیکھی ہے۔ یہ بلا غیر متوقع طور پر نازل ہوئی تھی اب بتاؤ میں

تمہارے باپ کے لئے کیا کر سکتا تھا۔"

"مصیبتوں کی جڑ وہی ہے۔" روزا نے بیزاری سے کہا۔ "مجھے ذرہ برابر بھی افسوس نہ فکر نہ کرو۔ مگر بیچارہ بوڑھا طارق.... قاسم.... مجھے ان کی موت پر گہرا صدمہ ہوگا۔"

"آؤ کوئی راہ نکالیں۔" فریدی نے کہا اور وہ پھر پلٹ پڑے کچھ دور چلنے کے بعد فرید

"ادھر سے آؤ۔"

وہ ایک تنگ سی دراڑ میں اتر گئے۔ زیادہ سے زیادہ پندرہ قدم چلنے کے بعد وہ پھر ایک ک جگہ میں آ نکلے۔ لیکن آگے جانے کا راستہ نہیں تھا کیونکہ ان کے اور دوسری طرف کی چٹان درمیان میں پانی کا ایک چھوٹا سا چشمہ حائل تھا وہ کنارے کنارے سے چلنے لگے۔ بائیں ط زمین دور سے خشک معلوم ہوتی تھی لیکن قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ وہ دلدل تھی۔ عجیب دلدل جو بالکل اسی طرح کھول رہی تھی جیسے پانی پڑنے پر چونا کھولنے لگتا ہے۔ بلبلے بنتے ا جاتے۔ ہلکی سی سنسناہٹ کی آواز فضا میں گونج رہی تھی۔ فریدی چند لمحے کھڑا کچھ سوچتا رہا سے بولا۔ "ذرا اپنے پائپ کی نلکی نکال کر مجھے دینا۔"

"کیا مطلب۔"

"اس وقت بھی دماغ چاٹو گے؟" فریدی جھلا کر بولا۔ "میرا ذہنی توازن درست ہے۔"

حمید نے چپ چاپ تمباکو نوشی کے پائپ کی نلکی نکال کر اس کی طرف بڑھادی۔ فر اسے ایک جگہ دلدل میں گاڑ دیا۔ انور روزا اور حمید اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن ک کہنے کی ہمت نہ کر سکا۔ روزا کی آنکھوں سے رحم اور ہمدردی کے جذبات کا اظہار ہو رہا تھا۔ بھی یہی سمجھی تھی کہ فریدی کا دماغ الٹ گیا ہے۔

فریدی نے جیب سے دیا سلائی نکال کر جلائی اور اسے نلکی کے سرے پر لگا دیا دوسر لمحے میں نلکی کے سوراخ سے نیلے رنگ کی لپک پھوٹ نکلی جو برابر جلتی رہی اور پھر اس دلدل سے نکال کر اس کا نچلا سرا صاف کرنے کے بعد حمید کو واپس کر دیا۔ حمید پھر کچھ سکا۔ نہ جانے کیوں وہ اس وقت فریدی سے بہت زیادہ خوفزدہ ہو گیا تھا۔

"میں یہ نہیں مان سکتا۔" فریدی نے جلدی سے کہا۔ "کہ سنگ ہی اس سے واقف میرے خدا اگر انہوں نے ہمارے سامان پر قبضہ کر لیا تو پھر انہیں وادی میں پہنچنے میں دش

جانتے ہو وہ ہمارے گیس ماسک نکال لیں گے اور بے دھڑک اس غار میں اتر جائیں گے۔"

"وہ ہے کیا بلا؟ آواز کیسی ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"کیا تم نے ابھی دیکھا نہیں۔ یہاں ان پتھروں کے نیچے کسی جلنے والی گیس کا بہت بڑا ذخیرہ غار کے دہانے سے گیس کا اخراج ہوتا ہے بس اتنی سی بات۔ کیا اب بھی نہیں سمجھے؟"

"خدا کے لئے جلدی کرو.... طارق وغیرہ....!" روزا گھٹی گھٹی سی آواز میں بولی۔

"میں مجبور ہوں اپنی عادت سے۔" فریدی تیز قدموں سے پیچھے کی طرف لوٹتا ہوا بولا۔

"اگر بستر مرگ پر بھی کوئی تحقیقی مسئلہ ہاتھ آ جائے تو میں اس میں الجھ کر رہ جاؤں گا۔"

دراڑ سے گذر کر وہ پھر باہر آ گئے۔ فریدی بے تحاشہ دوڑ رہا تھا اور وہ سب اس کا ساتھ دے تھے۔ پھر وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے غار کا دہانہ صاف نظر آ رہا تھا۔ یہ لوگ نشیب میں تھے ں نے سنگ ہی کے ساتھیوں میں سے دو آدمیوں کو دیکھا جو ٹامی گنیں لئے غار کے دہانے سے ے ہی فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے لیکن ان کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ غافل ہیں پھر انہیں دو اور آدمی دکھائی دیئے جو دوسری طرف کے نشیب سے چڑھ کر غار کے نے کی طرف آ رہے تھے اور انہوں نے چہروں پر گیس ماسک چڑھا رکھے تھے۔ اس لئے پہچانے سکے۔ وہ کچھ ذرا اور اوپر آئے تو انہیں ان کے ساتھ ایک تیسری ہستی بھی دکھائی دی جسے وہ پیر پکڑے لٹکائے ہوئے تھے اور اس کے چہرے پر گیس ماسک چڑھا ہوا تھا۔ یہ یقیناً ریکھا ہی جسے وہ اس طرح غار میں لے جا رہے تھے۔

"اے ریوالور بھی ہے کسی کے پاس....؟" فریدی نے دانت پیس کر سرگوشی کی۔

"نہیں.... گر گئے۔" سب کا یہی جواب تھا۔

"نہیں لے جا سکتے۔" فریدی ہذیانی انداز میں بولا۔ "وہ اسے نہیں لے جا سکتے اگر میری وں کے سامنے یہ اس درندگی کی بھینٹ چڑھ گئی تو میں خودکشی کر لوں گا۔"

پھر اس نے بڑی پھرتی سے اپنا کوٹ اتارا اور دیا سلائی کھینچ کر اس میں آگ لگا دی سنگ ہی ک کا ساتھی ریکھا کو اٹھائے ہوئے غار کے دہانے کی طرف بڑھتے آ رہے تھے۔ جب کوٹ میں طرح آگ لگ گئی تو فریدی نے اسے غار کے دہانے کی طرف اچھال دیا۔ دفعتاً ایک زوردار پیدا ہوئی اور دوسرے ہی لمحے میں غار کے دہانے سے درجنوں فٹ اونچی لپک نکلنے لگی اور

ساتھ ہی اتنے زور کا زناٹا پیدا ہوا کہ حمید وغیرہ بوکھلا گئے۔ سنگ ہی اور اس کے مسلح ا
گنیں پھینک کر بے تحاشہ دوسری طرف بھاگے۔ لیکن سنگ ہی کی حاضر دماغی
تھی۔ اس نے ریکھا کو نہیں چھوڑا۔ اس کا ساتھی تو ریکھا کا پیر چھوڑ کر بھاگ نکلا تھا لیکن
نہایت اطمینان سے اسے کاندھے پر ڈال کر وہاں سے ہٹا.... فریدی نے اوپر پہنچ کر د
گنیں اٹھالیں اور پھر وہ آہستہ آہستہ دوسری طرف بڑھے۔ وہ چاروں سینے کے بل لیٹ
اور رینگتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ حمید اور فریدی آگے تھے اور ان کے ہاتھوں میں
تھیں۔ فریدی نے آہستہ سے کہا۔ "ان میں میگزین کم ہے۔ ذرا احتیاط سے.... انگلی
ہی تمہارا ذہن بھی ٹریگر ہی پر ہونا چاہئے۔"

ابھی وہ سرے اوپر پہنچے بھی نہیں تھے کہ انہوں نے قدموں کی آوازیں سنیں۔
اپنے تین ساتھیوں سمیت دوبارہ اوپر کی طرف آرہا تھا۔ دو کے ہاتھوں میں ٹامی گنیں
فریدی نے اندازہ لگالیا کہ ان پاس چار سے زیادہ ٹامی گنیں نہیں ہیں۔

"شروع ہو جاؤ۔" فریدی نے آہستہ سے کہا۔

ٹامی گنوں سے گولیاں نکلیں اور سنگ ہی کے دونوں مسلح آدمی ڈھیر ہوگئے۔ سنگ ا
دوسرا ساتھی سر پر پیر رکھ کر بھاگے۔ ادھر سے پھر فائر ہوئے لیکن وہ دونوں زد سے
تھے۔ انہوں نے نیچے اُتر کر بقیہ دو ٹامی گنوں پر بھی قبضہ کر لیا۔

"بس سیدھے ادھر ہی۔" فریدی بولا۔ "جدھر ہم نے اپنا سامان چھوڑا تھا۔"

لیکن اتنے دور جانے کی نوبت نہیں آئی۔ سنگ ہی اور اس کا ساتھی راستے ہی میں مل

"خبردار....!" فریدی نے للکارا۔ "رک جاؤ.... ورنہ...." جملہ پورا کرنے سے
سنگ ہی رک گیا لیکن اب بھی اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نہیں تھے وہ اتنے پر سکو
میں رک کر مڑا تھا جیسے اس کے کسی شناسا نے سر راہ اسے پہچان کر آواز دی ہو۔

"تم بہت ذہین اور دلیر ہو۔ میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔" سنگ ہی مسکرا کر بولا۔

"جب بھی میں اس سفر کے حالات لکھنے بیٹھوں گا تو مجھے تمہاری یاد بے حد ستائے گ
ان بگولوں کا تذکرہ خونی بگولوں کے نام سے کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن اب لکھنا پڑے گا کہ
کی ذہانت نے انہیں آتشی بگولے بنا دیا تھا۔ مگر فریدی! مجھے افسوس ہے کہ تمہاری قبر ایسی ج

گی جہاں کوئی مجاور بھی نہ نصیب ہوگا۔"

"بہت اچھا بیٹے! لیکن یہ بتاؤ کہ میرے ساتھیوں کا کیا بنا....؟"

"وہ میری قید میں ہیں اور میں ان سے بار برداری کا کام لوں گا۔ میں نہیں چاہتا تھا مگر کیا
کروں ڈاکٹر شیپرڈ کی موت ہی آ گئی تھی۔"

روزا نے یہ خبر بڑے سکون کے ساتھ سنی اور فریدی نے سنگ ہی سے کہا۔ "اپنے دونوں
ہاتھ آگے بڑھاؤ۔ میں تمہیں طوق سمیت زندہ واپس لے چلوں گا۔"

"نہ تم مجھے لے جاسکتے ہو اور نہ طوق....!" سنگ ہی نے ایسے لہجے میں کہا جس سے خود
اعتمادی مترشح ہوتی تھی۔

"حمید اس کے گلے سے طوق نکال لو۔"

سنگ ہی چپ چاپ کھڑا رہا۔ جیسے ہی حمید اس کے قریب پہنچا نہ جانے کیا ہوا کہ سنگ ہی کا
یک پیر اس کے سر پر پڑا اور ایسا معلوم ہوا جیسے سنگ ہی ہوا میں اڑ گیا ہو۔ کئی فٹ بلند ہو کر وہ پھر
مین پر آیا اور ایک طرف بھاگا۔ پھر فریدی سے کچھ دور کے فاصلے پر رک گیا۔ فریدی نے جھلا کر
ائر کیا۔ سنگ ہی بڑی پھرتی سے وار بچا گیا اور پھر ٹامی گن سے گولیاں ابلنے لگیں لیکن سنگ ہی
ی جگہ کھڑے کھڑے اچھل کود کر اس طرح گولیاں خالی دے رہا تھا جیسے کوئی بندر کچھ شریر
بوں کے پتھراؤ سے خود کو بچا رہا ہو۔ آخر میگزین ختم ہو گیا۔ فریدی نے جھلاہٹ میں ٹامی گن اس
کھینچ ماری۔ لیکن وہ اسے بھی بچا کر اس طرح ہنسنے لگا جیسے کسی ننھے بچے کو چڑا رہا ہو۔ فریدی کسی
ضب ناک بھیڑیئے کی طرح غراتا ہوا اس کی طرف جھپٹا۔

سنگ ہی تین چار چھلانگوں میں اوپر پہنچ گیا۔ فریدی نہتا ہی اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ غار کے
ہانے سے اب بھی اسی زور و شور کے ساتھ درجنوں فٹ اونچی لپک اٹھ رہی تھی اس کا محیط بھی
ر کے دہانے ہی کے برابر تھا۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے جہنم کی کوئی بھٹی کھل گئی ہو۔

"تم مجھے نہیں پاسکتے۔" سنگ ہی نے اپنی پوری قوت سے چیخ کر کہا۔ "طوق بھی میں اپنے
اتھ لے جا رہا ہوں؟.... سمجھے۔"

پھر قبل اس کے کہ فریدی اس کے قریب پہنچتا اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے جہنم کے دہانے
ں چھلانگ لگادی۔

فریدی جہاں تھا وہیں رک گیا۔ چند لمحے کھڑا خلا میں گھورتا رہا پھر واپسی کے لئے مڑا۔ کے پیچھے حمید، روزا اور انور متحیر کھڑے تھے۔ فریدی ان کی طرف مخاطب ہوئے بغیر نیچے اتر لگا۔ اس کے چہرے پر پسینے کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ نیچے اتر کر ایک پتھر پر گیا۔ وہ تینوں بھی اس کے ساتھ ہی ساتھ نیچے آئے تھے۔ روزا اس کے پیروں کے پاس بیٹھ گ وہ حیرت سے اس کے چہرے پر نظر جمائے ہوئے تھے۔

"جاؤ.... طارق وغیرہ کو تلاش کرو۔" فریدی مضمحل آواز میں بولا۔ "غالباً وہ وہیں ہوں جہاں ہمارا اسامان ہے۔"

انور اور حمید چپ چاپ چلے گئے۔ روزا وہیں بیٹھی رہی۔

"یہ میری فتح نہیں شکست ہے۔" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔

"غلط ہے.... وہ لڑکی طوق سے زیادہ قیمت رکھتی ہے۔ تم نے اس کی جان بچائی ہے۔ نہیں.... فریدی.... تم عظیم ہو۔ یہ تمہاری سب سے بڑی فتح ہے۔ ایک انتہائی سرکش قس مجرم تم سے تنگ آکر خودکشی کر لیتا ہے۔"

"میں ڈاکٹر کو نہ بچا سکا۔ میں نے وعدہ کیا تھا۔"

"میں اسے اپنے ہاتھ سے گولی مار دیتی۔" روزا نے فخریہ انداز میں کہا۔

"اسی طرح جیسے کسی پاگل کتے کو ماری جاتی ہے۔ باپ کے رشتے سے زیادہ میں انسانیت اہمیت دیتی ہوں۔"

"میں تمہاری عظیم روح کو سلام کرتا ہوں۔" فریدی اس کی ٹھوڑی پکڑ کر اس کی آنکھ میں دیکھتا ہوا بولا۔ "میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"

پھر وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد قاسم اور طارق بھی وہاں پہنچ گئے۔ انور کا سر زخمی تھا۔ سنگ ہی کے بقیہ ساتھیوں نے کافی اودھم مچایا تھا اور وہ انور ہی کے ہاتھوں انجام کو پہنچ گئے تھے۔ طارق نے پو روداد سنی کچھ دیر خاموش رہا اور پھر بولا۔

"اب کیا ارادہ ہے....؟"

"وہ لڑکی کہاں ہے....؟" فریدی نے پوچھا۔

نمبر 15

جواب میں طارق نے بتایا کہ وہ حمید کی نگرانی میں ہے اور پھر وہ اپنے سوال کے جواب کا ر کرتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی بولا۔ "اب واپسی کا ارادہ ہے۔"

"کیا اتنی مصیبتیں اٹھانے کے بعد یونہی ہی واپس ہو جائیں گے؟"

"بس طارق صاحب۔" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اب اگر کسی نے خزانے کا نام لیا تو میں اسی آگ میں جھونک دوں گا.... اوہ معاف کیجئے گا.... آپ میرے بزرگ ہیں.... آپ سوچئے.... کیا یہ ایک کھلی ہوئی دیوانگی نہیں ہے؟ کتنے اس دیوانگی کی بھینٹ چڑھ گئے.... اتنا روحانی سکون خزانے ملنے کے بعد نہ ہوتا جتنا اس لڑکی کو بچا کر نصیب ہوا ہے۔ آپ خود کیجئے... میرے بزرگ...." فریدی خاموش ہو گیا۔ کوئی کچھ نہ بولا۔

آگ کی لپک کا زناٹا اب بھی کان پھاڑ رہا تھا۔

اندھیرا ہو چلا تھا اور اسی آگ سے دور دور تک روشنی پھیل رہی تھی۔

دفعتاً فریدی نے کہا۔ "مگر میں یہاں ایک بار پھر آؤں گا.... وادی تاریک میرے لئے کافی ش رکھتی ہے.... لیکن مطمع نظر خزانے کا حصول نہ ہوگا۔ کیا نیچے تک پہنچنا ہی ایک بڑا کارنامہ ہوگا....؟"

سناٹے میں جلتی ہوئی گیس کا زناٹا گونجتا رہا۔

ختم شد

جاسوسی دنیا نمبر 46

لاشوں کا سوداگر

(مکمل ناول)

نامعلوم مہم

کیپٹن حمید نے پانچویں بار کچھ پوچھنے کی کوشش کی لیکن فریدی کی تیز نظروں کی تاب نہ لاکر خاموش ہو گیا۔ رات کے ساڑھے بارہ بج چکے تھے اور کرنل فریدی کی سیاہ آسٹن شہر کی سڑکوں کے چکر کاٹ رہی تھی.... فریدی اور حمید دونوں سیاہ لباس میں ملبوس تھے اور فریدی کے زانوؤں پر چمڑے کا ایک تھیلا رکھا ہوا تھا جس میں نقب زنی اور قفل شکنی کے آلات کے علاوہ ایک عجیب وضع کی چھوٹی سی مشین بھی تھی۔

حمید فریدی کے پروگرام سے قطعی ناواقف تھا۔ اُسے بس ساتھ چلنے کے لئے کہا گیا تھا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ فریدی کبھی اسے اپنی اسکیموں کے متعلق کچھ نہیں بتایا کرتا تھا اور حمید کو بھی اس سلسلے میں کچھ ضد سی ہو گئی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ فریدی قبل از وقت کبھی کچھ نہیں بتاتا لیکن پھر بھی وہ پوچھنے سے باز نہیں آتا تھا۔

کار جیسے ہی چیتھم روڈ پر مڑی اس نے کہا۔ "میرے ذہن میں ایک اسکیم ہے۔"

"کیسی اسکیم....؟" فریدی نے پوچھا۔

"آپ مجھے یہیں اُتار دیجئے۔"

"کیوں....؟"

"میں کار کے پیچھے دوڑوں گا۔"

"بکو مت۔"

"اور یہ چیختا ہوا دوڑوں گا روکو.... روکو میری عقل اگلی سیٹ پر رہ گئی ہے۔"

فریدی مسکرا کر رہ گیا.... حمید بڑبڑاتا رہا۔ "خدا نے مجھے نائب تحصیلدار نہیں بنایا حشر کے

دن اس کا شکوہ کروں گا۔ اس محکمے میں نہ عزت ہے نہ آرام۔ گاؤں کے پٹواری مجھ سے زیا کرتے ہوں گے۔"

"تم کیا چاہتے ہو۔"

"آرام....!"

"تب تو تمہیں نائب تحصیلدار کی بیوی بننے کی خواہش کرنی چاہئے۔"

"میں بیوی کا نائب تحصیلدار بھی بننے پر تیار ہوں۔ مگر مجھے تھوڑا سا آرام ضرور چا میں اپنی افتادِ طبع سے مجبور ہو کر اس محکمے میں نہیں آیا ہوں۔"

"تو بیٹے خاں! تمہیں محکمہ آرام تو دنیا کے کسی بھی حصے میں نہیں ملے گا۔ ویسے نظروں میں صرف ایک جگہ ایسی ہے جہاں آرام ہی آرام ہے۔"

"مجھے اس کا پتہ بتائیے۔"

"قبر....!"

"میں وہاں بھی جانے کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ کوئی خوبصورت سی لڑکی بھی میرے دفن ہونے کا وعدہ کرلے۔"

"آ گئے اوقات پر۔" فریدی منہ بنا کر بولا۔

"میرے باپ دادا کی بھی یہی اوقات تھی جس کا نتیجہ میں بھگت رہا ہوں۔"

"اچھا بکواس بند کرو۔"

"بند ہو گئی۔ لیکن آپ کو یہ تو بتانا ہی پڑے گا کہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔"

"ابھی معلوم ہو جائے گا۔"

فریدی نے کار کی رفتار کم کر دی۔ وہ ایک ایسے علاقے میں تھے جہاں کئی بڑی بڑی کوٹھ تھیں لیکن ان میں سے شائد دو تین ہی ایسی رہی ہوں جن کی کسی کھڑکی میں روشنی نظر آ رہی؛ ایک جگہ فریدی نے کار روک دی۔

"اُترو....!" اس نے حمید سے کہا۔ "تم یہیں کھڑے رہو میں ابھی آتا ہوں۔"

"یہ بھی بتا دیجئے کہ اگر آپ واپس آنا بھول گئے تو میں کیا کروں گا۔"

"بکواس مت کرو۔" فریدی نے اُسے نیچے دھکیلتے ہوئے کہا۔

کار آگے بڑھ گئی۔ حمید اندھیرے میں مکا ہلاتا رہ گیا۔ جھلاہٹ شاید آخری منزل پر تھی لیکن خاموشی کے علاوہ اور چارہ ہی کیا تھا۔ وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا اور کسی وقت بھی بارش ہو سکتی تھی۔

شائد دس منٹ بعد فریدی واپس آ گیا۔ کار کہیں چھوڑ آیا تھا۔ لیکن چمڑے کا تھیلا اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ حمید کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے ایک عمارت کی طرف بڑھا۔ پھاٹک کے قریب پہنچ کر اس نے حمید سے کہا۔ "میں پھاٹک کا تالا توڑنے جا رہا ہوں۔"

"بسم اللہ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے کہئے تو قریب کے تھانے میں اطلاع کر دوں۔"

"سنجیدہ ہو جاؤ.... ورنہ تھپڑ مار دوں گا۔"

فریدی نے تھیلے سے ایک اوزار نکالا اور اسے قفل کے کنڈے میں پھنسا کر زور کرنے لگا۔

دوسرے ہی لمحے میں کنڈا ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ الگ ہو گیا۔

پھاٹک کھول کر وہ اندر داخل ہوئے۔ چاروں طرف قبرستان کی سی ویرانی تھی۔ پائیں باغ چھوٹا ہی تھا۔ انہیں اصل عمارت تک پہنچنے میں دیر نہ لگی۔

برآمدہ بھی تاریک تھا اور بظاہر عمارت کے کسی بھی حصے میں زندگی کے آثار نہیں پائے جاتے تھے۔ فریدی نے جیب سے ٹارچ نکالی۔

صدر دروازہ بھی مقفل تھا اور یہ قفل ایسا نہیں معلوم ہوتا تھا جسے آسانی سے توڑا جا سکتا۔

فریدی اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ پھر وہ ایک کھڑکی کی طرف بڑھا۔

کھڑکی کا شیشہ توڑنے میں کیا دشواری ہو سکتی تھی۔ دوسرے ہی لمحے میں اُس نے شیشہ سے نکلی ہوئی جگہ میں ہاتھ ڈال کر اندر سے چٹخنی گرا دی۔ کھڑکی کھل گئی۔

اندر پہنچتے ہی حمید نے کچھ اس قسم کی بو محسوس کی جیسے اس عمارت میں عرصہ سے تازہ ہوا کا گزر نہ ہوا ہو۔ وہ ایک آراستہ کمرے میں کھڑے ہوئے تھے۔ فرنیچر پر گرد کی تہیں نظر آ رہی تھیں۔ فریدی کی ننھی سی ٹارچ کی شعاع بڑی تیزی سے کمرے میں گردش کر رہی تھی۔ پھر وہ پوری عمارت کا چکر لگانے کے بعد اس کمرے میں دوبارہ واپس آئے جہاں انہوں نے کسی قسم کا بھی کوئی سامان نہیں دیکھا تھا۔ یہ کمرہ بالکل خالی تھا۔ دیواریں اور فرش ننگے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہاں کبھی کوئی سامان رہا ہی نہ ہو۔ فریدی نے سوئچ آن کر کے کمرے میں روشنی کر دی۔

حمید نے محسوس کیا کہ فریدی آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کر رہا ہے۔ اس کے چہرے اس قسم کے آثار تھے جیسے اُسے اس کمرے کو اس حال میں دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی ہو۔

"کچھ نہ ہوا۔ کچھ بھی نہ ہوا۔" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔

"کیا نہ ہوا۔"

"اس کمرے کی حالت دیکھ رہے ہو۔"

"دیکھ رہا ہوں۔۔۔ مگر مجھے کوئی خاص بات نظر نہیں آتی۔"

"یہاں پہلے بھی کافی سامان رہا ہوگا۔ ممکن ہے فرش پر قالین یا دری بھی رہتی ہو

حمید متحیرانہ انداز میں فریدی کو گھورنے لگا۔

"ٹھہرو بتاتا ہوں۔" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ پھر اس نے تھیلے سے وہ مشین نکالی جس استعمال سے حمید ابھی تک ناواقف تھا اور نہ پہلے ہی کبھی وہ فریدی کے پاس نظر آئی تھی۔ اس پچھلے حصے میں تار سے لگا ہوا ایک پلگ لٹک رہا تھا۔ فریدی نے وہ پلگ دیوار سے لگے ہوئے سو بورڈ میں نصب کر دیا۔ مشین زیادہ بڑی نہیں تھی اور اس کی شکل بکس نما کیمرے سے مشابہ تھ حمید تو یہی سمجھا کہ شاید وہ کسی قسم کا کیمرہ ہے جس سے فریدی کمرے کا فوٹو لینے کا ارادہ رکھتا ہے

لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ چھوٹی سی مشین ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ چل پڑی اور ا میں سے مٹیالے رنگ کا گہرا غبار نکل کر فرش پر منتشر ہونے لگا۔

فریدی اپنے ہاتھوں کو آہستہ آہستہ جنبش دے رہا تھا۔

شاید ایک یا ڈیڑھ منٹ تک مشین چلتی رہی پھر فریدی نے اُسے بند کر دیا۔

"اب دیکھو۔۔۔!" فریدی نے فرش کی طرف اشارہ کیا۔

اب فرش پر بے شمار قدموں کے نشانات نظر آرہے تھے۔ مشین سے غبار منتشر کرنے سے پہلے فرش بالکل صاف دکھائی دیتا تھا۔

"مگر شاید تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں نے یہ سب کچھ پیروں کے نشانات کے لئے کیا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"میں کچھ بھی نہیں سمجھ رہا ہوں۔"

"تو اب سمجھو۔ مجھے توقع تھی کہ اس کمرے میں تھوڑی جگہ ایسی بھی ہوگی جہاں پیروں کے

ت نہ ہوں گے۔"

"نہ ہوں گے۔ میں اب بھی نہیں سمجھا۔ لیکن ہاں اس طرف کونے میں نشانات نہیں ہیں۔"

صاف ہے۔"

"ٹھیک۔۔۔ ذرا ٹھہرو۔" فریدی نے کہا اور دیوار کی جڑ کے ساتھ چلتا ہوا اس حصے تک پہنچ جہاں قدموں کے نشانات نہیں تھے۔ پھر اس نے رک کر چاروں طرف دیکھا اور دیوار پر جگہ نظر جما دی۔

خاموشی کا ایک طویل وقفہ۔ حمید کو الجھن ہونے لگی تھی اور اب وہ فریدی کی طرف دیکھ نہیں رہا تھا۔ پھر اچانک وہ ایک عجیب طرح کا شور سن کر فریدی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

فریدی بھی اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"ادھر دیکھو مجھے اس کی تلاش تھی۔" فریدی نے ایک ایسے خلاء کی طرف اشارہ کیا جو فرش اسی جگہ پیدا ہو گیا تھا جہاں قدموں کے نشانات نہیں تھے۔

حمید آنکھیں پھاڑے اُدھر ہی دیکھتا رہا۔

"دیوار سے ملے ہوئے ادھر ہی چلے آؤ۔" فریدی بولا۔

"میں آرہا ہوں۔۔۔ لیکن یہ سب ہے کیا بلا۔" حمید دیوار کے سہارے اس کی طرف بڑھتا وا بولا۔

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی ٹارچ کی روشنی تہہ خانے میں رینگ گئی۔ سامنے ہی یڑھیاں تھیں۔



آسکر اسٹریٹ میں سناٹا تھا۔ پوری سڑک روشن تھی۔ لیکن رات زیادہ گذر جانے کی وجہ سے آمدورفت بند ہو گئی تھی۔ مکانوں کی کھڑکیوں میں زیادہ تر گہری نیلی روشنی نظر آرہی تھی۔

اچانک آسکر اسٹریٹ کا سکوت شوروغل میں تبدیل ہو گیا۔ لیکن وہاں کے رہنے والے بدستور سوتے رہے۔ اگر کسی کی آنکھ کھلی بھی ہوگی تو بڑی بے پروائی سے کروٹ بدل کر دوبارہ سو گیا ہوگا۔ سب ہی جانتے تھے کہ آسکر اسٹریٹ میں ایک شراب خانہ بھی ہے اور اس کا مالک کوئی اچھا آدمی نہیں۔ سب ہی جانتے تھے کہ وہاں اچھے آدمی نہیں آتے۔ اسی لئے کسی میں اتنی ہمت

بھی نہیں تھی کہ وہ اس شراب خانے یا اس میں ہونے والی مذموم حرکات کے خلاف آواز
گریٹی کو سب جانتے تھے۔ وہ ایک لمبا تڑنگا دیسی عیسائی تھا۔ اس کی پیشانی زخموں
سے داغدار تھی اور بایاں گال ٹھوڑی سے لے کر کان کے نیچے تک دو حصوں میں تق
بھی کسی گہرے زخم ہی کا نتیجہ تھا۔ جبڑے بھاری اور چہرہ کافی بڑا تھا۔

گریٹی ہی اس شراب خانے کا مالک تھا اور اس شراب خانے میں رات کو عموماً شہر
ہوئے بدمعاش اکٹھا ہوا کرتے تھے۔ اکثر وہ نشے میں ہنگامہ برپا کر بیٹھتے اور اتنا شور ہو
پڑوس کے بہرے آدمیوں کی بھی نیندیں اچٹ جاتیں لیکن جیسے ہی گریٹی اپنے کمرے
مجمعے تک آتا اچانک اس طرح خاموشی چھا جاتی جیسے بھیڑوں کے گلے میں کوئی بھیڑیا گھر
بہکے ہوئے شرابیوں کا نشہ ہرن ہو جاتا۔

آج بھی یہی ہوا۔ دو آدمی کسی بات پر لڑ بیٹھے۔ پہلے بوتلیں چلیں پھر میزوں اور
کی باری آگئی جب تک گریٹی اپنے کمرے سے نکلتا کئی آدمیوں کے سر لہولہان ہو گئے اور
کرسیاں ٹوٹ گئیں۔

"کیا ہو رہا ہے" ہنگامہ کرنے والوں نے گریٹی کی گرجدار آواز سنی اور جہاں تھے
گئے۔ اس طرح سناٹا چھا گیا جیسے کچھ دیر قبل کوئی بات ہی نہ رہی ہو۔

"جھگڑا.... کس نے شروع کیا تھا۔" گریٹی کی تیز قسم کی سرگوشی کمرے میں گونج گ
اس کی خونی آنکھیں مجمعے کو گھور رہی تھیں اور وہ کمر پر ہاتھ رکھے سینہ تانے اس طرح کھڑا
کوئی دیو بالشتیوں کے سرزمین میں پہنچ گیا ہو۔

لوگوں نے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا۔ یہ بھی ایک کافی تندرست اور خوش پوش آ
لیکن اس کی آنکھوں سے پتہ چلتا تھا کہ وہ انتہائی کینہ توز اور خونی قسم کا آدمی ہے۔

"ادھر آؤ....!" گریٹی نے اس سے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"میں تمہارے باپ کا نوکر نہیں ہوں۔" دوسرا گرج کر بولا۔

گریٹی ایک دوسری میز کی طرف دیکھنے لگا جس کے گرد چار آدمی بیٹھے کچھ دیر قبل
کھیل رہے تھے لیکن اب انہوں نے تاش کی گڈی ایک طرف رکھ دی تھی اور گریٹی کے
کو بھوکی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ گریٹی نے انہیں کچھ اشارہ کیا اور وہ اپنے کمرے کی طر

واپس چلا گیا۔

دوسرا آدمی ہوشیار ہو چکا تھا لیکن اسے مدافعت کا موقع نہ مل سکا۔ چاروں اس پر ٹوٹ پڑے
تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں اس کے ہاتھ پیر سست پڑ گئے۔

دوسرے لمحے میں وہ اُسے کھینچتے ہوئے گریٹی کے کمرے کی طرف لے جا رہے تھے۔

گریٹی نے اُسے بڑی حقارت سے دیکھ کر اپنے آدمیوں سے کہا۔ "اس کے کپڑے اتار دو۔"

دوسرے آدمی نے پھر جدوجہد کرنی چاہی لیکن بس نہ چلا۔ انہوں نے اسے قابو میں کر کے
اس کے کپڑے اتار دیئے۔ جسم پر صرف ایک انڈرویئر رہ گیا۔

"اب دروازے کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔" گریٹی نے اس سے کہا۔

دروازہ کھلا ہوا تھا۔ یوں ہی وہ دروازے کی طرف مڑا۔ گریٹی نے اس کی کمر پر ایک لات
رسید کر دی۔ وہ منہ کے بل شراب خانے میں جا گرا۔ اس بار شراب خانے کی چھت قہقہوں کے
شور سے جھنجھنا اٹھی۔

"ان سے کہو زیادہ شور نہ مچائیں۔" گریٹی نے اپنے آدمیوں سے جھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

اتنے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی اور وہ چاروں کمرے سے نکل گئے۔

گریٹی نے ریسیور اٹھا لیا۔ "ہیلو۔"

"گریٹی۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ہاں میں گریٹی بول رہا ہوں۔"

"چیتھم روڈ والی کوٹھی میں دو آدمی داخل ہوئے ہیں۔"

"کون ہیں۔"

"میں نہیں جانتا۔ فوراً پہنچو۔"

"اچھا....!" گریٹی ریسیور رکھ کر دروازے کی طرف مڑا۔



"ہم کہاں جا رہے ہیں۔" حمید نے چاروں طرف دیکھ کر کہا۔

"آؤ۔" فریدی تہہ خانے کی پہلی سیڑھی پر پیر رکھتا ہوا بولا۔

"ٹھہرو....!" اچانک پشت سے آواز آئی۔ فریدی اور حمید کے ہاتھ بے اختیارانہ طور پر اپنی

پیشانیوں کی طرف گئے اور پھر دوسرے ہی لمحے میں اُن کے چہروں پر سیاہ نقابیں کھینچ گئیں دروازے کی طرف مڑے۔

پانچ مسلح نقاب پوشوں کے ریوالور اُن کی طرف اٹھے ہوئے تھے۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔" سب سے اونچے آدمی نے کہا۔

اُن کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ لمبا آدمی چند لمحے انہیں گھورتا رہا پھر اس نے اپنے آدمیوں کہا۔"ان کے چہرے کھول دو۔"

دو آدمی آگے بڑھے۔ انہوں نے اپنے ریوالور جیب میں رکھ لئے تھے لیکن اب بھی ریوالوروں کی نالیں فریدی اور حمید کی طرف تھیں۔

وہ دونوں ان کے قریب آگئے۔

"خبردار....!" لمبے آدمی نے للکارا "کوئی حرکت نہ ہو ورنہ دوسرے لمحے میں تم مردہ ہو گے

"ترکیب نمبر چوبیس۔" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا اور حمید بڑی پھرتی سے زمین پر بیٹھ گ فریدی نے بھی یہی کیا تھا۔

دونوں نقاب پوش اپنے ہی زور میں ان پر آرہے۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے میں وہ فریدی ا حمید کی گرفت میں تھے۔ بیک وقت تین فائر ہوئے لیکن تینوں گولیاں سامنے والی دیوار پر پڑیں۔

قبل اس کے کہ وہ دوسرا راؤنڈ چلاتے فریدی نے اپنے قابو میں آئے ہوئے آدمی کو اُن کھینچ مارا۔ تین فائر پھر ہوئے لیکن کوئی گولی چھت پر پڑی اور کوئی دیوار پر کیونکہ وہ تینوں گر گ تھے۔ فریدی ان پر بھوکے بھیڑیئے کی طرح جھپٹ پڑا۔ حمید کو کچھ نہ سوجھی تو اس نے اپنے شکا کو تہہ خانے میں دھکا دے دیا لیکن اسے اتنا ہوش کہاں تھا کہ وہ اس کی چیخ سن کر محظوظ ہو دوسری طرف فریدی ان چاروں سے گتھا ہوا تھا۔ حمید نے ریوالور نکالا۔ لیکن اس کی سمجھ ہی میں نہیں آیا کہ وہ کیا کرے۔ اس نے ریوالور پھر جیب میں ڈال لیا۔

پھر وہ بھی ان چاروں سے بھڑ گیا۔ اب ان میں سے کسی کے بھی ہاتھ میں ریوالور نہیں تھے۔

یہ چھ آدمی نہیں معلوم ہو رہے تھے۔ ان کے ہاتھ پیر تیزی سے حرکت کر رہے تھے اور حلق سے ایسی ہی آوازیں نکل رہی تھیں جیسے وہ جھلائے ہوئے درندے ہوں۔

چاروں نقاب پوش اس کوشش میں تھے کہ فرش سے اپنے ریوالور اٹھالیں لیکن شاید فریدی

ی یہی چاہتا تھا۔ ان کے ہاتھ ریوالوروں کی طرف نہ جا سکیں۔

"او گدھے! ریوالور سمیٹو!" فریدی نے جھلائی ہوئی آواز میں حمید سے کہا۔

حمید کو ہوش آگیا۔ واقعی اس سے ابھی تک گدھا پن سرزد ہوتا رہا تھا۔ وہ ریوالوروں کی رف جھک پڑا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں لمبے آدمی کی لات اس کی کمر پر پڑی اور وہ اوندھے منہ ش پر ڈھیر ہو گیا۔

حمید چوٹ کی پرواہ کئے بغیر پھر پلٹا۔ اس بار اگر اس سے ذرہ برابر بھی غفلت ہو جاتی تو لمبے دمی کی ٹھوکر سے اس کے چہرے کا بھرتا بن گیا ہوتا۔ وہ بڑی تیزی سے ایک طرف سرک گیا۔ دوسری طرف فریدی کا گھونسہ لمبے آدمی کی پیشانی پر پڑا اور حمید کو چاروں ریوالوروں کو سمیٹ لینے کا موقع مل گیا۔

لیکن اس کی حسرت دل ہی میں رہ گئی کیونکہ جیسے ہی اس نے ریوالوروں پر قبضہ کیا وہ چاروں اگ نکلے۔

کار میں لاش

دوسری صبح ناشتے کی میز پر حمید اونگھ رہا تھا۔ رات کی غیر متوقع ورزش نے اس کے جسم کا بند بند دکھا دیا تھا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر وہ لوگ اتنی جلدی کہاں غائب ہو گئے تھے۔" اس نے چونک کر کہا۔

"تم نے بات بھی پوچھی تو بے تکی۔" فریدی بولا۔

"ہاں بے تکی۔" حمید آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"بے تکی ہی ہے۔ تم نے اس آدمی کے متعلق غور نہیں کیا جسے تم نے تہہ خانے میں پھینکا تھا آخر وہ کہاں غائب ہو گیا۔ زندہ یا مردہ اسے تو کم از کم ملنا ہی چاہئے تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ تہہ خانے کے اندر بھی کوئی تہہ خانہ ہو گا۔"

"بس تو پھر یہ سوال ہی فضول ہے کہ وہ لوگ اتنی جلدی کہاں غائب ہو گئے۔"

"اچھا تو پھر بتائیے کہ میں اور کیا پوچھتا۔" حمید نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

فریدی نے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے کہا۔ "خیر سنو! تم نے اس

دوران میں ایک بڑی حیرت انگیز خبر سنی ہوگی۔ یہی کہ بازار میں سو سو روپے کے لا
نوٹ پھیل گئے ہیں۔"

"ہاں مجھے معلوم ہے۔"

"لیکن یہ نہ معلوم ہوگا کہ وہ نوٹ آئے کہاں سے۔"

"نہیں.... میں نہیں جانتا۔"

"وہ نوٹ سنٹرل بینک سے نکل کر پھیلے ہیں۔"

"سینٹرل بینک سے۔" حمید کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"ایک حیرت انگیز واقعہ جس کا تذکرہ ناممکنات کی تاریخ میں کیا جانا چاہئے۔"

"لیکن سینٹرل بینک سے کس طرح۔"

"یہی مسئلہ تو غور طلب ہے۔" فریدی نے کافی کی پیالی رکھتے ہوئے طویل سانس
کہا۔ "نوٹ وہیں سے ایشو ہوئے ہیں اور اب بھی اُن کی کافی بڑی تعداد بینک کے اسٹرو
میں موجود ہے اس کا مطلب سمجھتے ہو۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ جواب طلب نظروں سے فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ٹکسال سے آئے ہوئے اصلی نوٹ اڑا کر اُن کی جگہ جعلی رکھ دیے

"بھلا یہ کس طرح ممکن ہے۔"

"ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے تو یہ معاملہ میرے سپرد کیا گیا ہے فرزند۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ اس کے امکانات پر غور کر رہا تھا۔

"تو کیا رات کچھ اسی قسم کا چکر تھا۔" اُس نے پوچھا۔

"قطعی.... آخر تم نے اُس تہہ خانے میں کیا دیکھا تھا۔"

"مجھے وہاں ایک ملک الموت کی پرچھائیں نظر آئی تھی۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"اُس تہہ خانے میں کسی قسم کی مشین نصب تھی۔ کیا تم نے ان کے نشانات نہیں دیکھے۔
کمرہ اس طرح خالی دیکھ کر ہی سمجھ گیا تھا کہ اب وہاں کچھ نہ ہوگا۔ وہ لوگ مشین نکال لے گئے

"مگر کوٹھی تک آپ کی رسائی کیسے ہوئی تھی۔"

"میں نے اس دوران میں ایک ایسے آدمی پر نظر رکھی تھی جو کسی زمانے میں جعلی نوٹوں

ں بنانے کے سلسلے میں پکڑا گیا تھا۔ اُسی کے ذریعے میں اُس عمارت تک پہنچا۔ لیکن اب میں
بات کا ثبوت نہیں دے سکتا کہ اُس تہہ خانے میں نوٹ ہی چھاپنے کی مشین نصب تھی۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ مجرم کافی ہوشیار ہیں اور خاص طور سے آپ پر نظر رکھتے ہیں۔"

"ہاں.... آں....!" فریدی نے ایک طویل انگڑائی لی اور ناشتے کی میز سے اٹھ گیا۔



گریٹی کا شراب خانہ اس وقت سرد تھا۔ گریٹی سوتا بھی وہیں تھا۔ اُسی کمرے میں جہاں اُس
نے اپنا آفس بنا رکھا تھا۔

ابھی وہ سو ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ گریٹی نے غرا کر کروٹ بدلی اور پھر آنکھیں بند
لیں۔ لیکن گھنٹی بجتی ہی رہی.... پھر وہ ایک گندی سی گالی بکتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

"ہیلو....!" وہ ریسیور میں حلق پھاڑ کر چیخا۔

"گریٹی....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اوہ.... آپ ہیں۔" گریٹی کی آواز نرم پڑ گئی۔

"کل رات وہ دونوں کون تھے۔"

"وہ دیکھئے! بات دراصل یہ ہے کہ وہ بچ کر نکل گئے۔ میرا ایک آدمی بھی بُری طرح زخمی
ہو گیا ہے۔"

"کیا تم پہچان بھی نہیں سکے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اُن کے چہروں پر نقابیں تھیں۔"

"اچھا خیر.... خیر تمہیں بتاتا ہوں۔ وہ کرنل فریدی تھا۔"

"ارے....!" گریٹی کی آواز حلق میں پھنس گئی۔

"اپنے آدمیوں کو سمجھا دو کہ اُس عمارت کی طرف اب رخ بھی نہ کریں۔"

"بہت بہتر.... جناب بہتر۔"

"اور سنو.... راجو کو جانتے ہو نا۔"

"جی ہاں.... بہت اچھی طرح.... وہی راجو....!"

"ہاں تم جانتے ہو۔ اچھا.... سنو.... اُسی کی وجہ سے کرنل کی رسائی اُس عمارت تک ہوئی تھی۔"

"وہ کس طرح۔"

"کسی طرح بھی ہو.....اس سے سروکار نہیں۔ بہر حال راجو کو چھٹی دے دو سمجھ

"جی ہاں اچھی طرح..... مگر کرنل۔"

"اس کی فکر نہ کرو..... لیکن اُس نے تمہیں پہچانا تو نہیں۔"

"ہرگز نہیں جناب..... میں بچہ نہیں ہوں۔"

"ہاں بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔"

"آپ مطمئن رہیں..... راجو کو کل تک چھٹی دے دی جائے گی۔"

"کل نہیں آج..... جتنی جلدی ممکن ہو سکے۔"

گریٹی نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کیا جا چکا تھا۔

اُس نے ریسیور رکھ دیا۔ اُس کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔ وہ چند لمحے میز کھڑا فون کو گھورتا رہا پھر کپ بورڈ سے شراب کی بوتل اٹھا کر ہونٹوں سے لگالی۔ دو تین گ خالص شراب کے لے کر اُس نے بوتل پھر اُس کی جگہ پر رکھ دی۔

پھر اُس نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ بار بار دباتا ہی رہا۔ عمارت کے کسی دور حصے میں گھنٹی بج رہی تھی۔

پھر ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی دوڑتا ہوا کمرے کی طرف آرہا ہو۔ دوسرے ہی لمحے میں د کھلا اور ایک اینگلو انڈین لڑکی کا چہرہ دکھائی دیا۔

"یس ڈارلنگ.....!" اُس کی سریلی آواز کمرے میں گونج گئی۔

"ڈارلنگ کی بچی چائے کہاں ہے۔" گریٹی دہاڑ کر بولا۔

"اوہ..... ابھی آئی۔ خفا کیوں ہوتے ہو۔" اُس نے کہا اور پھر دوڑتی ہوئی چلی گئی۔ گریٹ سامنہ بنائے بیٹھا رہا۔ شاید دو تین منٹ بعد وہ اپنے ہاتھوں پر ناشتے کی ٹرے اٹھائے ہوئے دا کمرے میں داخل ہوئی۔

"چڑچڑا..... گریٹی بالکل اچھا نہیں معلوم ہوتا۔" اُس نے ٹرے کو میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"شٹ اَپ.....!" گریٹی دہاڑا۔

لڑکی پر بظاہر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ کافی خوبصورت اور تندرست تھی۔ عمر بیس ا

پچیس کے درمیان رہی ہوگی۔ عنابی رنگ کے اسکرٹ میں خاصی جچ رہی تھی۔

اُس نے گریٹی کے لئے چائے انڈیلی اور خود بھی ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"بات کیا ہے..... آج صبح ہی صبح۔"

"چپ رہو۔" گریٹی جھلا کر بولا۔

"نہیں چپ رہوں گی۔" لڑکی نے اُسی لہجے میں کہا۔ "تم ہمیشہ مجھے کتیا کی طرح دھتکارتے رہتے ہو۔"

"تم میری ہو کون.....؟"

"میں تمہاری کوئی ہوں یا نہ ہوں..... لیکن تم میرے ہو۔"

"زبردستی.....!" گریٹی کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ "حالانکہ تم میرے لئے کچھ نہیں کر سکتیں۔"

"کبھی کچھ کہہ کر تو دیکھو۔"

"تم نہیں کر سکو گی۔"

"گریٹی..... کمینے..... تم بتاؤ بھی تو۔"

"آج رات..... اُس آدمی کو بیہوش کرنا ہے۔"

"کسے.....!"

"اوہ..... یہ کام بہت آسانی سے ہو جائے گا۔ تم اُسے جانتی ہو۔ وہ تم سے لفٹ ملنے کا خواہاں ہے۔ ہلکے سے اشارے پر تمہارے پیچھے لگ جائے گا لیکن تم اُسے کہیں اور لے جاؤ گی۔ یہ کام یہاں نہ ہوگا۔ سمجھیں راجو کو جانتی ہو۔"

"اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"میں تمہیں بیہوشی کی دوا دوں گا۔ لیکن تم اُسے دوا دینے کے بعد پھر اُس جگہ نہیں ٹھہرو گی۔ سمجھیں۔"



"ہیہات..... ہیہات.....!" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "کتنا حسین موسم ہے اور میں اُلو کا پٹھا جعلی نوٹوں کے چکر میں پڑ کر دنیا اور عاقبت دونوں برباد کر رہا ہوں۔"

فریدی نے کار کو ایک تنگ سی گلی میں موڑتے ہوئے کہا۔ "زندگی سے زیادہ حسین د
کوئی چیز نہیں۔ حسن کا معیار ہی زندگی ہے اور زندگی کیا ہے۔ شاید تم نہ جانتے ہو۔"

"زندگی....!" حمید نے پھر ٹھنڈی سانس لی۔ "زندگی چاند سی عورت کے سوا کچھ نہیں"

"نابدان کے کیڑے ہو تم۔" فریدی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"نہیں اس سے بھی بدتر۔ اس کی بھی مادہ ضرور ہوتی ہوگی۔"

"دماغ مت چاٹو.... سمجھے۔" فریدی آنکھیں نکال کر بولا۔ "میں تم سے ہزار بار کہہ ہوں کہ شادی کرلو۔"

"تب تو میں اور زیادہ اُلو ہو جاؤں گا۔"

"تب پھر سردی کھائے ہوئے کتے کے پلوں کی طرح ٹیاؤں ٹیاؤں نہ کیا کرو۔ سمجھے۔"

حمید نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔

کار گلی سے نکل کر دوسری سڑک پر آگئی تھی۔ زیادہ سے زیادہ رات کے آٹھ بجے ہو گے۔ موسم کافی خوش گوار تھا اور شہر کی سڑکوں پر رونق نظر آرہی تھیں۔

"حمید....!" فریدی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اس گروہ میں کوئی عور بھی ہے۔"

"اگر ایسا ہے تو حمید.... ہے ہے اپنے سر پر جعلی نوٹوں کا بھوت سوار کرلوں گا۔ کیوں آج کسی اندھے کنوئیں میں دھکیلنے کا ارادہ ہے۔"

"نہیں میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ کل تم نے پیروں کے نشانات کی طرف دھیان نہیں دیا تھا۔ ان میں کسی عورت کے پیروں کے نشانات بھی تھے۔"

"بھلا کسی عورت کے پیر کے نشان کی پہچان کیا ہے۔"

"اونچی ایڑی کے جوتے کا نشان۔ سول سے ایڑی کا فاصلہ اور دونوں کا تناسب۔"

"آہا خوب یاد آیا۔ آخر آپ وہ مشین اب تک کہاں چھپائے ہوئے تھے۔"

"مشین! ارے تو کیا تم نے اسے پہلے پہل دیکھا ہے۔"

"جی ہاں۔"

"وہ تو ایک بہت ہی عام چیز ہے۔ انگلینڈ کی لائبریریوں میں عام طور پر پائی جاتی ہے۔ وہاں

کے ذریعے کتابوں کی الماریوں میں کیڑوں کو فنا کرنے کے لئے پاؤڈر چھڑکا جاتا ہے۔ لیکن میں اس کا ایک دوسرا اور اس سے بھی زیادہ کار آمد مصرف دریافت کیا ہے۔ لیکن جو پاؤڈر میں ال کرتا ہوں وہ میری اپنی ایجاد ہے۔"

"کیا آپ اس کے استعمال کو عام کریں گے۔ میرا خیال ہے کہ اس سے محکمے کو بہت فائدہ گا۔"

"یقیناً.... میں اسے رائج کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"مگر اس وقت ہم کہاں جارہے ہیں۔"

"آج پھر میں راجو کا تعاقب کروں گا۔"

"کون راجو۔"

"وہی جس کا تعاقب کرتے کرتے میں اس عمارت تک پہنچا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"لیکن وہ ہمیں ملے گا کہاں۔"

"آرلکچو میں.... وہ ہمیشہ آٹھ سے دس تک آرلکچو میں بیٹھ کر پیتا ہے۔ آج سے ایک ماہ کوڑی کوڑی کو محتاج تھا۔ لیکن آج کل دولت مندوں کی سی زندگی بسر کررہا ہے۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ....!"

"ہاں مجھے یقین ہے کہ وہ بھی اس کھیل میں شریک ہے۔"

کیڈی آرلکچو کی کمپاؤنڈ کے باہر ہی رک گئی۔ وہ دونوں نیچے اُترے۔ لیکن آگے بڑھنے کی ئے فریدی ایک طرف ہوگیا۔ ایسا کرتے وقت اس نے آہستہ سے حمید کا ہاتھ بھی دبایا تھا۔

حمید کی نظر سامنے اٹھ گئی۔ ایک ادھیڑ عمر آدمی جس کے جسم پر شام کا سوٹ تھا بدمست ابیوں کی طرح لڑکھڑاتا ہوا اندر سے پھاٹک کی طرف آرہا تھا۔

"راجو....!" فریدی آہستہ سے بولا۔

"اچھا.... یہی ہے.... مگر بُری طرح ڈاؤن معلوم ہوتا ہے۔"

آنے والا پھاٹک سے گزر کر فٹ پاتھ پر رک گیا۔ فریدی اور حمید اس سے تھوڑے ہی صلے پر تھے۔ راجو نے ہاتھ اٹھا کر ایک گزرتی ہوئی ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا اور ٹیکسی فٹ پاتھ ے آلگی۔

"پپ.... پریٹی ولا۔" راجو پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھتا ہوا بولا۔

ٹیکسی چل پڑی۔ فریدی کی کیڈی لاک اس کا تعاقب کر رہی تھی۔

"تو کیا یہ پریٹی ولا میں رہتا ہے۔" حمید نے حیرت سے کہا۔ "وہاں تو بہت زیادہ د
لوگ رہتے ہیں۔"

"پتہ نہیں.... اس کی جائے قیام کا پتہ آج تک مجھے نہیں معلوم ہو سکا۔"

دونوں کاریں سڑک پر فراٹے بھرتی رہیں۔ شاید بیس منٹ بعد ٹیکسی پریٹی ولا ـ
پہنچ گئی۔

فریدی نے بھی کیڈی تیس یا چالیس گز کے فاصلے پر روک دی اور خود نیچے اتر
بڑھنے لگا۔ انہوں نے ٹیکسی ڈرائیور کو دیکھا جو پچھلی نشست کا دروازہ کھولے ہوئے
آوازیں دے رہا تھا۔ اتنے میں فریدی اور حمید اس کے قریب پہنچ گئے۔

اس نے ان کی طرف مڑ کر بے بسی سے پوچھا۔ "صاحب آپ ادھر ہی رہتے ہیں۔"

"ہاں کیوں....؟"

"یہ صاحب! پتہ نہیں کدھر رہتے ہیں۔ پی کر بے ہوش ہو گئے ہیں۔ اب میں انہیں
لے جاؤں۔"

"ذرا اندر کی لائٹ جلاؤ۔" فریدی نے کہا۔ "ممکن ہے ہم انہیں جانتے ہی ہوں۔ پھر
سے انگریزی میں بولا اگر بے ہوش ہوا تو کیوں نہ ہم اسے اپنے ساتھ لے چلیں۔ کیا خیال

"یہ زیادہ اچھا ہوگا۔ میں آپ کا یہ طریقہ بہت پسند کرتا ہوں۔"

ڈرائیور نے اندر روشنی کر دی۔

"اوہ.... ہاں....!" فریدی بولا۔ "یہ تو میرا پڑوسی ہے۔ اچھا میں اسے گھر پہنچا دوں
فکر مت کرو۔ تمہارے پیسے کتنے بنے۔"

"میٹر دیکھ کر بتاتا ہوں۔" ڈرائیور نے کہا اور میٹر پر جھک پڑا۔

فریدی نے بے ہوش راجو کو ٹیکسی سے نکالنے کے لئے ہاتھ بڑھائے لیکن دوسرے ہی
میں اس کے منہ سے تحیر زدہ سی آواز نکلی۔

وہ چند لمحے اسی طرح جھکا کھڑا رہا۔ پھر حمید کی طرف مڑ کر آہستہ سے بولا۔ "یہ

د گیا۔"

"کیا مطلب....!"

فریدی نے ڈرائیور کو مخاطب کر کے پرسکون لہجے میں کہا۔ "یہ بے ہوش نہیں بلکہ مردہ ہے۔"

"جی صاحب....!" ڈرائیور بوکھلا کر دو چار قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"تم اسے کہاں سے لائے تھے۔"

"ج جناب.... میں.... کک.... کچھ نہیں جانتا۔"

"ہم جانتے ہیں کہ تم اسے آرلکچو سے لائے تھے۔ ڈرو نہیں۔ ہم پولیس کے آدمی ہیں۔ اچھا
م پھر وہیں واپس چلو جہاں سے اسے لائے تھے۔"

ڈرائیور بُری طرح کانپ رہا تھا۔ فریدی نے حمید سے کہا کہ وہ کیڈی میں چلے اور خود ٹیکسی
رائیور کے ساتھ بیٹھ گیا۔

"اوہو.... تم بہت گھبرائے ہوئے ہو۔" فریدی ڈرائیور کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ "اچھا ادھر ہٹو
یں ڈرائیو کروں گا۔ کہیں ایکسیڈنٹ نہ کر بیٹھو۔"

ڈرائیور دوسری طرف کھسک گیا۔ فریدی ڈرائیو کرنے لگا۔ آرلکچو کے پھاٹک پر پہنچ کر
س نے گاڑی روک دی اور نیچے اتر کر حمید سے بولا۔ "ہیڈ ویٹر کو یہیں بلا لاؤ میرا نام لینا۔ وہ ہم
سے بخوبی واقف ہے۔ میں اسے شہرت نہیں دینا چاہتا۔ سمجھے۔"

حمید تین یا چار منٹ بعد ہیڈ ویٹر کے ساتھ واپس آ گیا۔ ہیڈ ویٹر کے چہرے پر سراسیمگی تھی۔
وہ فریدی سے اچھی طرح واقف تھا اور جب اس نے ٹیکسی میں لاش دیکھی تو کانپ کر رہ گیا۔

"تم اسے پہچانتے ہو۔ یہ یہیں سے اٹھ کر گیا تھا۔" فریدی نے اس سے کہا۔

"جی ہاں.... راجو صاحب ہمارے مستقل گاہک.... مگر....!"

"تم نے آج اسے دیکھا تھا۔"

"جی ہاں...."

"اس کے ساتھ کون تھا....؟"

"ایک اینگلو انڈین لڑکی جو غالباً پہلی بار ان کے ساتھ آئی تھی۔"

"کیا تم نے بھی اسے پہلی بار دیکھا تھا۔"

"جی ہاں.... میرا خیال ہے کہ وہ یہاں کبھی نہیں آئی۔"

"اس کا حلیہ۔"

"یہ ذرا مشکل کام ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں کتنا مشغول رہتا ہوں۔ ویسے میرا خ
کہ وہ نارنجی رنگ کے اسکرٹ میں تھی اور یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ کافی دلکش تھی۔"

"اچھا تم.... اس لاش کا تذکرہ کسی سے نہیں کرو گے۔" فریدی پر رعب آواز میں بو

بے رحم آدمی

دوسری صبح گریٹی اپنے کمرے میں ناشتہ کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ اس کی اینگلو انڈین سونیا بھی تھی۔

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ آج کل تم کیا کر رہے ہو۔" سونیا بولی۔ "پچھلی رات راجو کا نہ کیا حشر ہوا ہو۔ نہ جانے بے چارہ کہاں جا کر بے ہوش ہوا ہو۔"

"بے ہوش....!" گریٹی مسکرا کر بولا۔ "وہ بے چارہ تو مر بھی گیا۔"

"کیا مطلب....!" سونیا چائے کا گھونٹ لیتے لیتے رک گئی۔ پھر اس نے پیالی میز پر رَ
گریٹی کے چہرے پر نظریں جما دیں۔

"کیا کہہ رہے ہو....!" وہ آہستہ سے بولی۔

"ہاں.... یہ اخبار دیکھو۔ پہلے ہی صفحے پر اس کی لاش کی تصویر موجود ہے.... ڈاکٹرو
کہنا ہے کہ اس کی موت کسی قسم کے زہر سے واقع ہوئی ہے۔"

سونیا اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اس کا چہرہ زرد ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے خشک ہونٹوں پر ز
پھیر کر کچھ کہنا چاہا لیکن کامیاب نہ ہوئی۔

"کیوں! ارے یہ پیالی تو ختم کرو۔" گریٹی مسکرا کر بولا۔

"تو وہ زہر تھا۔" سونیا اس طرح بولی جیسے خواب میں بڑبڑا رہی ہو۔ "وہ سفوف جسے تم
بے ہوشی کی دوا کہا تھا۔"

"چلو بیٹھ جاؤ....!" گریٹی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "یہ اسٹیج نہیں میرا آفس ہے۔ ویسے
جانتا ہوں کہ تم ایک اچھی اداکارہ ہو۔"

"گریٹی تم نے بہت بُرا کیا۔" سونیا کانپتی ہوئی بیٹھ گئی۔

"بکواس بند کرو۔" گریٹی بگڑ گیا۔ "آخر تم اسے اتنی اہمیت کیوں دے رہی ہو۔"

"اوہ.... تم.... میں نے تمہارے کئی جرموں میں شرکت کی ہے۔ لیکن میں یہ سوچ بھی
ہیں سکتی تھی کہ تم مجھے ایسے کاموں میں بھی استعمال کرو گے۔ نہیں، نہیں یہ بہت بُرا ہے۔"

"اب اگر تم خاموش نہیں رہو گی تو تمہارا بھی یہی انجام ہو گا.... سمجھیں۔"

"آخر تم نے اُسے کیوں ختم کرا دیا۔"

"سنو گی.... اچھا سنو! اگر وہ راستے سے نہ ہٹایا جاتا تو.... اوہ میں کیا بک رہا ہوں۔ دیکھو
بی! اپنے کام سے کام رکھو۔ گریٹی کے معاملات میں دخل اندازی کی سزا موت ہے۔ کس میں
تنی ہمت ہے کہ وہ گریٹی سے کسی بات کا جواب طلب کر سکے۔"

"یہ تو نہ کہو....!" سونیا چڑ کر بولی۔ "اس انگریز کے بوٹ کی مٹی چاٹنے سے فرصت ملے تو
س قسم کی باتیں کرنا اس کے سامنے ایک ذلیل سے گیدڑ نظر آتے ہو۔"

"شٹ اَپ....!" گریٹی نے جھلا کر اس کے منہ پر ہاتھ مارا اور وہ کرسی سمیت الٹ گئی۔

وہ فرش پر بیٹھی پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

گریٹی نے کھڑے ہو کر ناشتے کی میز پر ٹھوکر ماری۔ میز گری اور کمرہ چینی کے برتنوں کی کھنک سے گونج اٹھا۔

پھر وہ پیر پٹختا ہوا کمرے سے نکل گیا۔



فریدی اپنی تجربہ گاہ میں ایک ٹسٹ ٹیوب پر جھکا ہوا ہلکے نیلے رنگ کے کسی سیال کا جائزہ لے رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ٹسٹ ٹیوب کو ریک میں رکھ کر ایک طویل سانس لی اور نوکر کو بلانے کے لئے گھنٹی بجانے لگا۔ نوکر کو آنے میں دیر نہیں لگی۔

"حمید کو یہاں بھیج دو۔" اس نے نوکر سے کہا۔ "اور سگار کا ڈبہ لینے لگا۔"

نوکر چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد حمید تجربہ گاہ میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں کئی رنگوں میں کپڑوں کی متعدد دھجیاں تھیں۔

"نارنجی رنگ کون سا ہے۔" اس نے آتے ہی ان دھجیوں کو فریدی کے چہرے کے کر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں....؟"

"اس کے اسکریٹ کا رنگ نارنجی ہی تو بتایا گیا تھا۔"

"وقت نہ برباد کرو۔" فریدی کے لہجے میں تلخی تھی۔

"پھر بتلایئے کہ میں اسے کس طرح تلاش کروں۔ ہیڈ ویٹر نے یہ بھی بتایا تھا کہ خوبصورت تھی۔ میں صبح سے اس چکر میں ہوں کہ وہ نارنجی اسکرٹ میں کیسی لگتی ہوگی۔"

"سنجیدہ ہو جاؤ۔ ورنہ بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔"

"آپ پوری بات بھی سنئے۔" حمید ایک کرسی پر گرتا ہوا بولا۔

"بکواس بند کرو۔" فریدی نے سگار سلگا کر کہا۔ "میں تمہیں ایک جگہ بھیجنا چاہتا ہوں۔"

"کافی ہاؤز کے علاوہ اور میں ہر جگہ جا سکتا ہوں۔ خواہ وہ جہنم ہی کیوں نہ ہو۔"

"تمہیں لاشوں کے سوداگروں کی نگرانی کرنی ہے۔"

"لاشوں کے سوداگر۔ کیا آپ اس وقت الف لیلیٰ سے بول رہے ہیں۔"

"نہیں میں جیتی جاگتی دنیا سے بول رہا ہوں فرزند۔ یہ بھی ایک عجیب سا لطیفہ ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"وہ لاشوں کے سوداگر ہیں۔ علانیہ لاشیں فروخت کرتے ہیں۔"

"اور میں ان کی نگرانی کے لئے مقرر کیا جا رہا ہوں۔"

"ہاں ہاں! تمہیں حیرت کیوں ہے۔"

"حیرت ویرت کچھ بھی نہیں۔ جب آپ جیسے آدمی کا ساتھ ہو تو متحیر ہونا وقت کی برباد کے علاوہ اور کچھ نہیں۔"

"سمجھ دار آدمی ہو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

حمید کہنے ہی والا تھا کہ ایک نوکر تجربہ گاہ میں داخل ہوا۔

"صاحب! وہ کہتا ہے کہ میں ملے بغیر نہ جاؤں گا۔" اس نے کہا۔

"کیا....!" فریدی اسے گھورنے لگا۔ "کون کہتا ہے۔"

"ایک آدمی جو صورت سے شریف نہیں معلوم ہوتا۔"

حمید قہقہہ لگا کر بولا۔ "سنا آپ نے۔ ابھی کیا ہے۔ اگر اس گھر کے کھٹمل اور مچھر بھی سراغ ں نہ ہو جائیں تو نام بدل دوں گا۔"

"نہیں کپتان صاحب! آپ خود دیکھ لیجئے۔ وہ مجھے کوئی اچھا آدمی نہیں معلوم ہوتا۔" نوکر کہا۔

گھر کے سارے نوکر اسے کپتان صاحب کہنے لگے تھے اور یہ اسی کی ایما پر ہوا تھا اگر کوئی اسے ن "صاحب" کہہ کر مخاطب کرتا تو دوسرے ہی لمحے میں اسے اس کی انگلیاں اپنی گردن میں ت ہوتی ہوئی محسوس ہوتیں اور پھر جب تک وہ کپتان صاحب کا نعرہ مار کر اپنی غلطی پر نادم نہ بتا اسے اپنی گردن چھڑانا مشکل ہو جاتا۔

"ہوں....!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اچھا.... چلو میں آ رہا ہوں۔"

وہ دونوں نیچے آئے۔ حمید کا ذہن لاشوں کے سوداگروں میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ اور فریدی ان کے متعلق جس قسم کے لہجے میں گفتگو کی تھی اُسے وہ محض مذاق سمجھنے کے لئے تیار نہیں ۔ڈرائنگ روم میں اسے ایک ایسا آدمی نظر آیا جسے وہ بارہا دیکھ چکا تھا۔ شہر کے ان غنڈوں میں کا شمار تھا جو عام آدمیوں میں خود کو اعلیٰ سوسائٹی کے افراد ظاہر کرنے کی کوشش کرتے تھے ن ان کی اصل حرکات سے صرف محکمہ سراغ رسانی ہی واقف تھا۔

"کیوں رجپال یہاں کیسے؟" فریدی اسے تیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"ایک بہت ہی اہم اطلاع کے ساتھ حاضر ہوا ہوں۔ ایسی اطلاع جسے آپ ہر حال میں پسند یں گے۔ میں نے ابھی ابھی اخبار میں راجو کی تصویر دیکھی ہے۔"

"کیا یہ اطلاع ہے؟" حمید نے تمسخر آمیز حیرت کا اظہار کیا۔

"آپ نہیں سمجھے جناب۔" رجپال بولا۔ "وہ اطلاع راجو کی موت کے سلسلے میں ہے۔"

"بیٹھ جاؤ۔" فریدی صوفے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

"میں جانتا ہوں کہ اس کی موت میں کس کا ہاتھ ہے۔" رجپال نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہوں.... کہتے چلو۔" فریدی بولا۔

"اس کی موت میں گریٹی کا ہاتھ ہے۔"

"بہت خوب....!" فریدی مسکرایا۔ "کیا آج کل اس سے جھگڑا ہو گیا ہے۔"

"دیکھیے آپ یہ نہ سمجھیے گا کہ میں اسے خواہ مخواہ پھنسوانا چاہتا ہوں۔ لیکن ہاں مجھے اعتراف ہے کہ اُس سے میرا حال ہی میں جھگڑا ہوا ہے اور یہ میرا جذبہ انتقام ہے جو مجھے یہا لایا ہے۔ لیکن میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ محض میری جھلاہٹ نہیں ہے بلکہ اس میں حقیقت دخل ہے۔"

"جھگڑا کیوں ہوا تھا۔" فریدی نے اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔

"اس نے میری سخت توہین کی تھی۔ آپ یقین نہ کریں گے۔ ایک معمولی سی بات نے میرے کپڑے اتروا کر مجھے اپنے شراب خانے سے نکلوا دیا تھا۔"

"کمال ہے میں تمہیں اتنا کمزور نہیں سمجھتا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"جب تین تین ریوالور نکل آئیں تو ایک نہتا آدمی کیا کر سکتا ہے۔"

کچھ دیر خاموشی رہی۔ فریدی کچھ سوچ رہا تھا اور اس کی نظر رجپال کے چہرے پر تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ "آخر تم کس بناء پر گریٹی کو راجو کا قاتل ٹھہراتے ہو۔"

"دیکھیے میں بتاتا ہوں۔ گریٹی کی ایک داشتہ ہے۔ سونیا وہ اس کے شراب خانے میں بار کے فرائض بھی انجام دیتی ہے۔ گریٹی اس پر کڑی نظر رکھتا ہے اور وہ جب بھی باہر نکلتی ہے گر اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ میں نے کبھی اسے نہ تو تنہا دیکھا اور نہ یہی دیکھا کہ وہ گریٹی کے علاوہ اور کے ساتھ ہو۔ لیکن کل شام وہ مجھے راجو کے ساتھ نظر آئی تھی۔"

"کس لباس میں تھی۔" حمید نے پوچھا۔

"اسکرٹ میں.... وہ اینگلو انڈین ہے۔"

"اسکرٹ کا رنگ کیا تھا۔"

"نارنجی....!"

"لیکن یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔" فریدی نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ تمہیں اسے کسی دوسر کے ساتھ دیکھنے کا اتفاق ہی نہ ہوا ہو۔"

"جی ہاں ممکن ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ راجو اس پر بُری طرح مرتا تھا اور اس نے کئی بار اس پر ڈورے ڈالنے کی بھی کوشش کی تھی۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس سلسلے میں اکثر گریٹی اور

راجو لڑ بھی گئے ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ گریٹی نے پانی سر سے اونچا ہوتے دیکھ کر اسے ختم ہی کر دیا ہو۔"

"تم نے انہیں کہاں دیکھا تھا۔"

"آر لکچو میں۔"

"کیا تم راجو کی روانگی تک آر لکچو ہی میں رہے تھے۔" فریدی نے پوچھا۔

"جی نہیں.... میں ان کے جانے سے پہلے ہی اٹھ گیا تھا۔"

"اچھا وہاں گریٹی کا بھی کوئی آدمی موجود تھا۔"

"میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔"

"دونوں کے مل بیٹھنے کا انداز کیا تھا۔"

"حیرت انگیز.... انتہائی حیرت انگیز جناب میں نے اسی سونیا کا برتاؤ راجو کے ساتھ گریٹی کے شراب خانے میں بھی دیکھا ہے۔ وہ اسے کبھی منہ نہیں لگاتی تھی وہ اگر اس سے گفتگو بھی کرنا ہتا تھا تو اس کی بھنویں تن جاتی تھیں۔ لیکن کل شام کو سونیا اس سے اس طرح ہنس ہنس کر یں کر رہی تھی اور اس کے انداز میں اتنی لگاوٹ تھی کہ دوسرے لوگ اسے راجو کی بیوی یا وبہ ہی سمجھتے ہوں گے۔"

"ہوں.... تم وہاں سے کس وقت اٹھے تھے۔"

"شائد ساڑھے سات رہے ہوں گے۔"

"ٹھیک.... اچھا....!" فریدی کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد ا نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "اچھا رجپال اس اطلاع کا شکریہ۔ میں تمہاری فراہم کردہ لومات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کروں گا۔"

رجپال کے چلے جانے کے بعد کافی دیر تک فریدی خاموشی سے بیٹھا رہا۔

لاشوں کے سوداگر والی بات اب بھی حمید کے ذہن میں کھٹک رہی تھی۔

"اب مجھے خواہ مخواہ الجھایا نہ کیجیے۔" اس نے تنگ آ کر کہا۔

"کیا....؟" فریدی اس طرح چونکا جیسے اسے وہاں اس کی موجودگی کا علم ہی نہ رہا ہو۔

"لاشوں کے سوداگر....!" حمید کرسی کے ہتھے پر ہاتھ مار کر بولا۔

"فی الحال اسے بھول جاؤ.... میں راجو کے متعلق سوچ رہا تھا۔"

"اچھا تو وہی بتائیے.... کچھ بولئے بھی تو۔ آپ کو خاموش دیکھ کر میری اپنی آواز حلق
پھنسنے لگتی ہے۔"

فریدی صرف مسکرا کر رہ گیا۔

"راجو کے قتل کو دو حیثیتوں سے دیکھنا ہے۔" فریدی نے سگار سلگا کر صوفے کی پشت
ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔ پہلی حیثیت تو یہ ہے کہ وہ جعلی کرنسی بنانے کے سلسلے میں مشتبہ تھا
تعاقب کرتے کرتے میں اس عمارت تک پہنچا تھا اور وہاں جو کچھ بھی پیش آیا اس سے تم واقف
اور شائد تم نے ہی یہ بات کہی تھی کہ مجرم ہماری طرف سے خاص طور پر ہوشیار ہیں اگر یہ
ہے تب تو راجو کا قتل اسی سلسلے میں ہوا ہے۔ یعنی ان لوگوں کی نشاندہی کرنے والا ہمارے
سے ہٹا دیا گیا.... دوسری حیثیت.... وہ گریٹی کی محبوبہ کا عاشق تھا۔"

"ذرا ٹھہریئے.... کیا آپ کو رجپال کی بات پر یقین ہے۔" حمید بولا۔

"کیوں.... میرا خیال ہے کہ یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے۔ یہ حقیقت
گریٹی نے اسے اپنے شراب خانے میں سب کے سامنے ذلیل کیا تھا۔"

"آپ کیا جانیں۔"

"بالکل غیر ضروری سوال ہے۔ دو خطرناک قسم کے بدمعاشوں میں جھگڑا ہو اور اس
مجھ تک نہ پہنچے۔"

"خیر اچھا.... آپ دوسری حیثیت کا جائزہ لے رہے تھے؟"

"دوسری حیثیت میں کچھ دشواریاں ہیں۔ اگر راجو کا قتل رقابت کے سلسلے میں ہوا تھا
کی نوعیت ایسی نہیں کہ اس پر یقین کیا جاسکے جس کے لئے قتل کے بھی امکانات ہو سکتے ہیں
خود اس کے ساتھ تھی۔"

"میں اس پر یقین نہیں کر سکتا۔"

"اگر یقین نہیں کر سکتے تو کھڑے ہو جاؤ۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"میں آر لکچو کے ہیڈ ویٹر کو فون کر رہا ہوں۔ اسے ساتھ لے کر گریٹی کے شراب

جاؤ۔"

"میں جا رہا ہوں۔ فون کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"تم سمجھے نہیں۔ میں اس سے کہوں گا کہ وہ گاہک بن کر وہاں جائے کچھ شراب خریدے اور
باہر آکر تمہیں اطلاع دے اور وہاں تم پس منظر ہی میں رہو گے۔"

"کیوں؟ میرے خیال سے اسکی ضرورت ہی نہیں۔ ہم براہِ راست گریٹی سے گفتگو کریں۔"

"نہیں معاملات کو خراب نہ کرو۔ وہ بڑا چالاک ہے۔ مجھے تو اب بھی توقع نہیں ہے کہ وہ
وہاں موجود ہو۔"

"کیوں....؟"

"میں نے کہا نا کہ.... گریٹی کافی چالاک ہے۔"



گریٹی اپنے کمرے میں بیٹھا اخبار دیکھ رہا تھا سامنے میز پر وہسکی کی بوتل اور سائیفن رکھے
ے تھے۔ گلاس آدھے سے زیادہ خالی تھا اور ایش ٹرے پر رکھا ہوا سگریٹ آدھے سے زیادہ جل
ا۔

اچانک سونیا بوکھلائی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ گریٹی نے اخبار سے نظر ہٹا کر اس کی
دیکھا تک نہیں۔

"کیا ہے....؟" اس نے بدستور اخبار پر نظر جمائے ہوئے پوچھا۔

"گریٹی ڈیئر.... ابھی یہاں آر لکچو کا ہیڈ ویٹر آیا تھا۔ اس نے اسکاچ کی دو بوتلیں خریدیں
گیا۔" سونیا نے کہا۔

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔" گریٹی اخبار سے نظر ہٹا کر اسے گھورتا ہوا بولا۔

سونیا شاید کچھ اور کہنا چاہتی تھی۔ لیکن گریٹی نے اسے بولنے کا موقع نہ دیا۔ وہ اس پر برس پڑا
تم خواہ مخواہ مجھے بور کرتی ہو۔ بھلا یہ بھی کوئی ایسی بات تھی اگر وہ دو بوتلیں خرید کر لے
تو....!"

فعتاً وہ چونک کر کھڑا ہو گیا اور اس نے تیزی سے پوچھا "کون تھا۔"

"آر لکچو کا ہیڈ ویٹر۔"

"یہاں سے خرید کر لے گیا ہے۔"

"ہاں....!"

"کتنی دیر ہوئی۔"

"جیسے ہی وہ باہر گیا، ادھر چلی آئی۔"

"گڈ.... لارڈ.... تم بالکل گدھی ہو تم نے آر لکچو کا انتخاب کر کے سخت غلطی کی اسے کسی غیر معروف جگہ لے جانا تھا۔"

"ہوں....!" سونیا دانت پیس کر بولی۔ "اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اسے میں زہر د ہوں تو میں بھی اسی کے ساتھ جہنم میں چلی جاتی۔"

"بکواس بند کرو....!" گریٹی نے گرج کر کہا۔

"تم کتے ہو۔ تم نے مجھے دھوکا دیا۔ سونیا بھی اسی طرح گرجی۔"

دفعتاً گریٹی نرم پڑ گیا۔ اس نے مسکرا کر اس کے گال پر تھپکی دی اور آہستہ سے بولا۔ "چھپ جانا چاہئے ڈارلنگ ورنہ تمہارا گریٹی بڑی مشکلات میں پھنس جائے گا۔"

"نہیں میں ہرگز نہیں چھپوں گی۔" سونیا کے لہجے میں بھی تلخی باقی تھی۔

"پاگل نہ بنو میری ننھی ڈارلنگ۔ آؤ میرے ساتھ آؤ۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کر گھسیٹ لے گیا۔

وہ دونوں ایک نیم تاریک سی راہداری طے کر رہے تھے۔ سونیا بظاہر احتجاج کر رہی ت انداز سے ایسا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کے ساتھ جانے پر تیار نہ ہو۔

اچانک ایک جگہ رک کر گریٹی نے اس کی گردن دبوچ لی۔ ایک ہاتھ سے وہ اس کا منہ ہوئے تھا اور دوسرے ہاتھ سے گلا گھونٹ رہا تھا۔ سونیا بُری طرح مچل رہی تھی۔ لیکن گریٹی کی فولادی گرفت سے نہ نکل سکی۔

تھوڑی دیر بعد وہ راہداری میں بے جان پڑی تھی اور گریٹی گٹر کا ڈھکنا اٹھا رہا تھا۔

پھر شائد پانچ منٹ کے اندر ہی اندر سونیا کی لاش گٹر میں ڈال دی گئی۔

چھان بین

اس وقت شراب خانہ بالکل خالی تھا۔ گریٹی کے ساتھی بھی موجود نہیں تھے وہ سونیا کو ھکانے لگا کر شراب خانے میں واپس آیا اور پھر صدر دروازہ بند ہی کرنے جا رہا تھا کہ فریدی اور ید داخل ہوئے۔ گریٹی گڑبڑا کر پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن پھر اس نے حیرت انگیز طریقے پر اپنی الت سنبھال لی۔

"اوہ.... کرنل صاحب۔" وہ اپنے مخصوص طنزیہ انداز میں مسکرایا۔ "فرمائیے میرے لائق ئی خدمت....!"

فریدی بھی جواباً مسکرایا لیکن کچھ بولا نہیں۔ وہ تیز نظروں سے شراب خانے کا جائزہ لے رہا تھا۔ گریٹی کا چہرہ زرد پڑنے لگا تھا۔ لیکن وہ اس وقت اپنے ذہن سے لڑ رہا تھا۔

"میں سونیا سے ملنا چاہتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"کیوں.... کس لئے بھلا آپ کو میری محبوبہ سے کیا سروکار۔"

"یونہی! اس سے کچھ پوچھنا ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ وہ اس وقت موجود نہیں ہے۔"

"کیا کچھ دیر قبل موجود تھی۔"

"جی نہیں! وہ صبح ہی سے کہیں گئی ہوئی ہے۔"

"کس کے ساتھ....!"

"ساتھ سے کیا مراد ہے آپ کی۔"

"تم ساتھ کا مطلب نہیں سمجھے۔" حمید نے پوچھا۔

"نہیں یہ بات نہیں۔ میں لفظ "ساتھ" کی اہمیت سمجھنا چاہتا ہوں۔"

"اہمیت یہ ہے کہ وہ باہر عموماً تمہارے ہی ساتھ دیکھی جاتی ہے۔ باہر کسی نے اسے کبھی تنہا ادیکھا۔"

"آپ اس سے کیا پوچھیں گے۔" گریٹی نے ذرا گرم ہو کر پوچھا۔

"یہی پوچھوں گا کہ اس وقت یہاں آر لکچو کا ہیڈ ویٹر کیوں آیا تھا۔"

گریٹی نے اپنی حالت پر اس وقت قابو پالیا تھا اس لئے اس پر اس جملے کا کوئی خاص اثر نہیں

"مجھے افسوس ہے کہ وہ اس طرح موجود نہیں۔ ویسے آپ تشریف رکھئے۔ آج بہت تیز ہے۔ آپ کے لئے کیا تیار کروں۔ میں بہترین قسم کی شرابیں اپنے اسٹاک ہوں۔"

"میں شراب نہیں پیتا۔ لیکن کیا تم یہاں اس وقت تنہا ہی ہو۔"

"جی ہاں.... مگر آپ یہ سب کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"کتنی دیر سے تنہا ہو۔"

"میں آپ کے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔"

"میں تمہیں اس پر مجبور بھی کر سکتا ہوں۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔"

"اپنے سوالات کے جواب۔"

"سوالات کا مقصد ہے۔"

"مقصد سے سروکار نہ ہونا چاہئے۔"

"میں سمجھ گیا۔ شاید کسی دشمن نے میرے خلاف آپ کے کان بھرے ہیں۔"

"میرے سوال کا جواب دو۔" فریدی نے تیز لہجہ میں کہا۔ "تم یہاں کتنی دیر سے تنہا

"میں کیسے کہہ سکتا ہوں۔ کیونکہ صبح سے اب تک کئی گاہک آچکے ہیں۔"

"گاہکوں کے علاوہ۔"

"گاہکوں کے علاوہ.... تب تو میں تنہا ہی ہوں۔"

"لیکن تمہاری قمیض کے کالر پر لپ اسٹک کا بڑا سا دھبہ ہے جو غالباً تازہ ہی ہے۔"

گریٹی نے بوکھلا کر اپنے کالر پر ہاتھ پھیرا اور پھر انگلیوں کو دیکھنے لگا۔ مگر اس کا ذہن تھا۔ لہٰذا اس غیر متوقع جملے کا بھی اُس پر کچھ زیادہ اثر نہیں ہوا۔

اس نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگا کر فریدی سے کہا۔ "اوہ.... تو اب آپ میری نجی ز کریں گے۔"

"نہیں میں صرف یہ پوچھوں گا کہ وہ عورت سونیا کے علاوہ اور کون تھی۔"

گریٹی جھینپی ہوئی سی ہنسی ہنس رہا تھا چند لمحے بعد اس نے کہا۔ "دیکھئے خدارا سونیا سے اس کا تذکرہ نہ کیجئے گا۔ جی ہاں ابھی یہاں ایک عورت تھی اور محض اس کے لئے میں نے آج سونیا کو تنہا باہر جانے دیا تھا۔"

"اچھا.... اچھا....!" فریدی جواباً مسکرایا۔ چند لمحے معنی خیز انداز میں سر ہلاتا رہا پھر بولا۔ چلو مجھے اسی عورت سے ملا دو۔"

"شاید آپ آج مذاق کے موڈ میں ہیں۔ لیکن مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کبھی آپ کے ساتھ آداب کی حدود سے تجاوز کیا ہو۔"

"نہیں گریٹی میں سنجیدہ ہوں۔ میں اس دوسری عورت سے بھی ملنا ضروری سمجھتا ہوں۔"

"تب تو آپ کو مایوسی ہو گی۔ کیونکہ تھوڑی دیر قبل ہی وہ یہاں سے گئی ہے۔"

"کس راستے سے۔"

"اسی سے۔" گریٹی نے صدر دروازے کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اندازاً کتنی دیر قبل۔"

"ایک گھنٹہ قبل۔"

"ابھی تم نے ایک گاہک کے ہاتھ اسکاچ کی بوتلیں فروخت کی تھیں۔"

"جی ہاں....!"

"خود تم نے یا کسی اور نے۔"

"میں عرض کر چکا ہوں کہ یہاں میرے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔"

"کیا تم اس گاہک کو پہچانتے ہو۔"

"جی ہاں! وہ آرلکچنو کا ہیڈ ویٹر تھا۔"

"وہ دوسری عورت اس آدمی کے آنے کے بعد گئی تھی۔"

"جی نہیں پہلے ہی۔"

"لیکن وہ تو کہتا ہے کہ اینگلو انڈین لڑکی نے اس کے ہاتھ بوتلیں فروخت کیں۔"

"تب مجھے کہنے دیجئے کہ وہ پکا جھوٹا ہے۔"

"گریٹی بکواس نہ کرو۔ تمہاری فروخت کردہ بوتلیں میرے پاس ہیں اور ان پر سونیا کی

انگلیوں کے نشانات محفوظ ہیں۔"

"ضرور ہوں گے۔" گریٹی نے سر ہلا کر کہا۔ "شراب خانے کی مہتمم وہی ہے۔ سینکڑوں بار اس کے ہاتھ بوتلوں پر پڑتے ہیں۔ مگر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔ کھل کر کہئے مجھے الجھن میں نہ ڈالئے۔ آجکل میرا دل بہت کمزور ہو گیا ہے۔ ذرا سی الجھن میں ہار ہو جاتا ہے۔"

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سونیا پولیس کی نظروں میں مشتبہ ہے اسے فوراً میرے سا ہیڈ ویٹر کو اسی نے شراب دی تھی اور پھر اس کے بعد وہ باہر نہیں نکلی۔"

"پھر میں آپ کو یقین بھی نہیں دلا سکتا۔" گریٹی نے لاپروائی سے کہا۔

"نہیں کوشش کرو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "ممکن ہے مجھے یقین آہی جائے۔ لیکـ بہتر صورت یہی ہوگی کہ تم سونیا کو میرے سامنے لاؤ۔"

"اچھا یہی بتا دیجئے کہ پولیس اسے کیوں چاہتی ہے۔"

"راجو کی موت کے سلسلے میں۔"

"اوہ.... تو یہ بات ہے۔" گریٹی طویل سانس لے کر بولا۔ "میں پہلے ہی سمجھ گیا تھ پر ضرور آفت آئے گی۔"

"کیوں؟ تم یہ کیوں سمجھتے تھے۔"

"حالات.... کرنل صاحب حالات۔" گریٹی الفاظ پر زور دیتا ہوا بولا۔ پھر اس نے ک آپ لوگ کب تک یونہی کھڑے رہیں گے۔ آئیے ادھر آئیے۔"

گریٹی انہیں اپنے کمرے میں لایا۔

"میں آپ کو بتاؤں۔" اس نے میز کے کونے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "راجو میرا رقیب تھ ہی کے سلسلے میں میرا اس سے کئی بار جھگڑا ہو چکا تھا۔"

"سونیا بھی غالباً اس کی طرف جھک رہی تھی۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں جناب اسے تو اس کی صورت سے نفرت تھی۔"

"لیکن اس کے باوجود بھی وہ کل آٹھ بجے رات تک راجو کے ساتھ رہی تھی۔"

"بہتان ہے.... الزام ہے۔" گریٹی بھڑک کر کھڑا ہو گیا۔ "یہ ناممکن ہے۔ اگر ا

خودکشی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میری عورت اور کسی دوسرے کے پاس چلی جائے۔"

"کیا وہ کل شام کو یہاں تھی۔" فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں.... وہ سینما گئی تھی۔"

"تم بھی ساتھ تھے۔"

"نہیں.... کل بھی میں نے اسے تنہا ہی جانے کی اجازت دے دی تھی۔"

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھے تمہاری بکواس پر یقین آگیا ہوگا۔"

"اگر نہیں آیا تو میں اسے اپنی بدقسمتی سمجھتا ہوں۔ بہر حال شائد اب آپ کسی دشمن کی ریشہ نیوں کی بناء پر یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں نے ہی راجو کو زہر دلوایا ہے اور اسی سے دلوایا ہے۔ جس لئے ہم دونوں میں رنجش ہو گئی تھی۔ واقعی اگر آپ یہی سوچتے ہیں تو یہ اپنی نوعیت کا واحد ہوگا۔ اس پر سے دوسری عجیب بات یہ کہ میں نے اس کے لئے آر لکچو کا انتخاب کیا۔ گویا و دانستہ اپنی گردن میں پھانسی کا پھندا ڈالا۔ کیوں جناب کیا آپ گریٹی کو اتنا بدھو سمجھتے ہیں۔ یہ نہیں کہتا کہ میرا دامن جرائم سے پاک ہے لیکن میں کبھی کچا کام نہیں کرتا کرنل صاحب۔"

"تمہارے دلائل تو واقعی کچے نہیں معلوم ہوتے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"اور اسی سے میں نے اندازہ لگالیا ہے کہ یہ کام بھی کچے پن کے ساتھ نہیں ہوا لیکن گریٹی اس وقت اس عمارت کی تلاشی ضرور لوں گا۔"

"تلاشی کا وارنٹ ہے آپ کے پاس۔" گریٹی نے برجستہ پوچھا۔

"نہیں....!"

"تب تو آپ ہرگز نہیں لے سکتے تلاشی۔"

"مجھے کون روکے گا۔"

"قانون.... میں آپ پر مداخلت بیجا کا مقدمہ قائم کردوں گا۔"

"اگر اتنی مہلت ملے تو ایسا ضرور کرنا۔"

"نہیں آپ تلاشی نہیں لے سکتے۔" گریٹی پھر کھڑا ہو گیا۔

"حمید" فریدی نے حمید کو مخاطب کیا۔ حمید اس کا مطلب سمجھ گیا۔

چلو.... ادھر بیٹھ جاؤ۔" حمید نے جیب سے ریوالور نکال کر اس کا رخ گریٹی کی طرف کرتے

ہوئے کہا۔

"ہاں تم چپ چاپ بیٹھ جاؤ۔" فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔ "ورنہ اگر حمید کے ر مارے بھی گئے تو ہمیں صرف ایک تحریری بیان دینا پڑے گا اور بس۔"

"یہ کیا آپ میرے ساتھ شرافت کا برتاؤ کر رہے ہیں۔ جب قانون کے محافظ ہی ا دھاندلیاں کرنے لگیں تو پھر بے چارے قانون کا کیا بنے گا۔" گریٹی کے لہجے میں بڑی تلخ

فریدی اس کی بات کا جواب دیئے بغیر کمرے سے نکل گیا۔

"بیٹھ جاؤ گریٹی۔" حمید نے ریوالور کی نال سے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

گریٹی لاپروائی سے ایک صوفے میں گرتا ہوا بولا۔ "مجھے بہت صدمہ ہے۔ کپتان ص آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں آپ لوگوں سے ہاتھاپائی کروں گا آپ نہیں جانتے کہ میں کرنل کی کتنی عزت کرتا ہوں۔ میں نے تو یہ چاہا تھا کہ تھوڑی مہلت مل جائے۔ جب تک آپ وارنٹ حاصل کریں میں شراب کا وہ ذخیرہ یہاں سے ہٹا دوں جسے میں نے غیر قانونی طو چھوڑا ہے۔ اب یہ ہوگا کہ خواہ مخواہ دو چار دن حوالات کی سیر کرنی پڑے گی۔"

"شراب وراب سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں۔ یہ پولیس والوں کا کام ہے۔"

"اوہ کپتان صاحب بہت بہت شکریہ۔ فی الحال میں آپ کی خدمت میں صرف دو حقیر رقم پیش کر سکتا ہوں۔ ویسے وعدہ کرتا ہوں کہ ہمیشہ آپ لوگوں کی خدمت کرتا رہو

"اچھا تو کیا اب فریدی اور حمید بھی رشوت لینے لگے ہیں۔ یہ نئی اطلاع ہے۔" ح حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"ارے.... نہیں.... یہ رشوت نہیں بلکہ نذرانہ ہے۔"

اتنے میں فریدی واپس آگیا۔ اس کے چہرے پر جھنجھلاہٹ کے آثار تھے۔ اس نے گر گھورتی ہوئی آنکھوں سے دیکھا اور حمید کو واپس چلنے کا اشارہ کر کے کمرے سے نکل گیا۔

گریٹی ان دونوں کو رخصت کرنے کے لئے صدر دروازے تک آیا اور پھر جب وہ باہ رہے تھے تو اس نے تمسخر آمیز انداز میں کہا۔ "دوسری بار تلاشی کا وارنٹ لانا نہ بھولئے گا۔"



فریدی تھوڑی دور چلنے کے بعد رک کر بولا۔

"حمید! مجھے اپنی یہ حماقت بھی زندگی بھر یاد رہے گی۔"

"میں خود بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

"مجھے آر لکچو کے ہیڈ ویٹر کو وہاں نہ بھیجنا چاہئے تھا۔"

"کیا آپ نے اچھی طرح تلاشی لی تھی۔"

"مجھے یقین ہے کہ میں نے عمارت کا گوشہ گوشہ دیکھ ڈالا ہے۔"

"کوئی دوسرا راستہ جس سے وہ باہر جا سکے۔"

"نہیں.... کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں۔"

"تہہ خانے....!"

"ہو سکتا ہے۔"

"تب تو آپ کو وہاں سے آنا نہ چاہئے تھا۔"

"ٹھیک ہے! لیکن میں فی الحال اس معاملے کو طول نہیں دینا چاہتا۔ ورنہ جعلی کرنسی والا کیس چوپٹ ہو جائے گا۔ یہ سب کچھ کسی انتہائی منظم اسکیم کے تحت ہو رہا ہے میں ایک بات اور سوچ رہا ہوں کہیں گریٹی نے اس لڑکی کو ختم ہی نہ کر دیا ہو۔"

"لیکن لاش تو ملتی ہی۔" حمید نے کہا۔

"نہیں ٹھہرو۔ اسے تم تسلیم کرتے ہو کہ ہیڈ ویٹر جھوٹ نہیں بولتا۔"

"قطعی....!"

"اس نے لڑکی ہی سے شراب خریدی تھی لیکن گریٹی بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ اسے جھوٹا ثابت کر رہا ہے۔ ساتھ ہی اس کا بھی اعتراف کرتا ہے کہ وہ پچھلی شام تین چار گھنٹے غائب رہی تھی۔ جانتے ہو اس کا کیا مطلب ہوا۔ یعنی وہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ لڑکی اس جرم میں شریک نہیں ہے۔"

"تو آپ اس سے کیا مطلب اخذ کرتے ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"یہی کہ وہ ہاتھ سے گئی۔" فریدی مضطربانہ انداز میں بولا۔ "اگر وہ ہمیں نہ ملی تو گریٹی اپنی گردن صاف بچالے جائے گا۔ وہ کہے گا کہ وہ اسی شام باہر رہی تھی ہو سکتا ہے وہ راجو کی موت کی ذمہ دار رہی ہو۔ اور پھر پولیس ایک مفرور ملزمہ کو تلاش کرتی پھرے گی۔ نہیں حمید صاحب وہ ختم

کردی گئی۔ گریٹی کی بچت اسی میں ہو سکتی تھی کہ لڑکی اقبال جرم نہ کرے۔"

"مگر لاش کیا ہوئی اس کی۔"

"ہو سکتا ہے کہ گودام کے کسی بورے میں ٹھونس دی گئی ہو۔ مجھے ایک زندہ ع
تلاش تھی مردہ کی نہیں۔ اسی کی مناسبت سے میں نے تلاشی بھی کی تھی۔ اچھا تم یہیں
دروازے کی کڑی نگرانی کرنا۔ میں پرنسٹن کے تھانے کو فون کر کے فورس منگواتا ہو
عمارت کے فرش کا پلاستر اُکھڑوا دوں گا۔"

فریدی قریب ہی کی ایک دکان میں گھس گیا۔ غالباً وہ وہاں فون کرنے کے لئے گیا تھا
حمید کی نظر شراب خانے کے دروازے کی طرف تھی لیکن وہ بند تھا۔ کھڑکیاں
کردی گئی تھیں۔

پرنسٹن کے تھانے سے فورس کے آنے میں دیر نہیں لگی۔ شائد انہیں دس یا پند
تک انتظار کرنا پڑا تھا۔ شراب خانے کا دروازہ بدستور بند تھا۔ دروازے پر دستک دی گئی۔

دروازہ کھلا۔ گریٹی کی شکل دکھائی دی وہ اب اپنا پچھلا لباس تبدیل کر چکا تھا۔

"کیوں کیا بات ہے۔" اس نے پولیس والوں کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"تلاشی.....!" فریدی آہستہ سے بولا۔

"تلاشی کا وارنٹ۔" گریٹی نے بھی اسی انداز میں دہرایا۔

"ہتھکڑیاں لگادو اس کے۔" فریدی نے پرنسٹن کے تھانے کے انچارج سے کہا۔

"آخر میری خطا سرکار۔" گریٹی طنزیہ انداز میں مسکرا کر بولا۔

"تم ایک ایسی عورت کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہو جو زہر خورانی کے ایک کیس کے
میں مطلوب ہے۔"

"اچھا..... آپ کی مرضی۔ ویسے میں کسی ایسی عورت سے واقف نہیں۔"

گریٹی کے ہتھکڑیاں لگادی گئیں اور اس نے اس پر ذرہ برابر بھی احتجاج نہ کیا۔

تلاشی شروع ہوگئی۔ فریدی نے گودام میں رکھا ہوا ایک ایک بورا کھلوادیا۔

کسی تہہ خانے کی تلاش میں کئی کمروں کے فرش کا پلاستر تک اکھاڑ دیا گیا۔ لیکن سونیا کی
کہیں نہ ملی اور نہ کسی تہہ خانے ہی کا سراغ ملا۔

واپسی پر اچانک فریدی راہداری میں ایک جگہ رک گیا۔ اس کی نظر گٹر کے ڈھکن پر جمی ہوئی تھی۔

"آج حماقتوں کا دن ہے حمید۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔

"کیوں؟ اب کیا ہوا.....؟"

فریدی گٹر کے ڈھکن کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔ "بھلا اس سے بہتر اور کیا صورت رہی
گی۔"

گٹر کا ڈھکن اٹھوانے سے پہلے فریدی نے قرب وجوار کا گہرا جائزہ لیا۔

"صفائی ہو چکی ہے..... یقیناً یہاں کی صفائی ہوئی ہے۔ ورنہ ڈھکن گرد آلود ہوتا۔ ہم نے
اسے اس کا موقع دیا تھا حمید صاحب یہ حماقت زندگی بھر یاد رہے گی۔ کاش ہم اسے یہاں تنہا نہ
چھوڑتے۔ وہ اس وقت اسے ٹھکانے ہی لگا کر واپس آیا تھا اور میں نے بھی پہلی بار تلاشی کے
دوران میں اس گٹر کو نظر انداز کر دیا تھا۔"

گٹر کا ڈھکن اٹھایا گیا۔ بدبو سے ان کے دماغ پھٹنے لگے۔ تیز رفتار گندے پانی کی آواز انہیں
سنائی دے رہی تھی۔ ٹارچ کی روشنی اندر ڈالی گئی لیکن بے سود تیزی سے بہنے والے گندے پانی
کے علاوہ انہیں اور کچھ نہ دکھائی دیا۔

وہ پھر اس کمرے میں واپس آگئے۔ یہاں گریٹی رہتا تھا۔ یہاں فریدی نے وہ قمیض برآمد کرلی
جس کے کالر پر لپ اسٹک کا بڑا سا دھبہ دیکھا تھا۔ پھر وہ کمرے کی دوسری اشیاء کا جائزہ لینے کے
سلسلے میں وہیں کا سامان الٹنے پلٹنے لگا۔

"حمید صاحب۔" وہ تھوڑی دیر بعد ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "پھر وہی لاشوں کے سوداگر۔"

"لاشوں کے سوداگر.....!" حمید نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں.....!" فریدی نے آہستہ سے کہا۔ اُس کے ہاتھ میں کاغذ کا ایک ٹکڑا تھا جس پر مصر
کے عجوبہ ابوالہول کی چھوٹی سی تصویر تھی۔

فرعون کی روح

شام خوشگوار تھی۔ دن بھر تیز دھوپ ہونے کے بعد مطلع ابر آلود ہو گیا تھا اور ہوا میں خنکی
پیدا ہوگئی تھی..... اور حمید کی کھوپڑی میں عجیب قسم کی سرسراہٹیں پرورش پارہی تھیں..... اس

نے پروگرام بنایا تھا کہ آج آٹھ سے گیارہ تک آرلکچو میں ڈانس کرے گا۔ اس کے بعد بقیہ رار کسی نائٹ کلب میں گزارے گا۔ کیونکہ دوسرے دن اتوار تھا۔

گریٹی والے کیس کی طرف سے اسے اطمینان تھا کہ اب کوئی دوسری شکل نہیں اختی کرسکتا۔ کیونکہ سونیا کی لاش شہر کے باہر اس نالے میں مل گئی تھی جس میں شہر کا سارا گندہ پانی بہتا تھا گریٹی بدستور ... ت میں تھا۔ لاش دستیاب ہوتے ہی اس کی حالت بگڑنے لگی تھی۔

بہر حال حمید ... راوی چین لکھتا تھا لیکن اسی کی دانست میں شام کو جیسے ہی وہ با جانے کے لئے تیار ہوا اسے نوکر نے اطلاع دی کہ فریدی اُسے بلا رہا ہے۔

پھر اس کی جھلاہٹ کا کیا پوچھنا۔ وہ سوچنے لگا کہ یقیناً پھر اس کی شامت آنے والی ہے اور ا خوشگوار شام سے لطف اندوز نہ ہوسکے گا۔

"فرمائیے۔" وہ فریدی کے کمرے میں درانہ گھستا ہوا بولا۔

فریدی شیو کر چکا تھا اور اب کپڑوں کا انتخاب کر رہا تھا۔

"تھوڑی تفریح کا خیال ہے۔" فریدی نے کہا۔

"یہ آپ بول رہے ہیں۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "اچھا تفریح کے ہجے کیجئے۔"

"نہیں فرزند! میں سچ کہہ رہا ہوں۔ ایسی تفریح تمہیں کبھی خواب میں بھی نصیب نہ ہوئی ہوگی۔"

"آپکی تفریح کا جو معیار ہے اسے میں قبر میں بھی نہ پسند کروں گا۔ خواب تو معمولی چیز ہے۔"

"بہر حال تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔"

"کاش کبھی یہ جملہ ملک الموت کی زبانی سن سکوں۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیا تم کہیں اور جانے کے لئے تیار تھے۔"

"جناب والا....!"

"اچھا تو جاؤ میں دراصل تمہیں ایک ایسی جگہ لے جانا چاہتا تھا جہاں خالص انگریز لڑکیوں سے ملنے کی توقع کی جاسکتی ہے۔"

"بعض انگریز لڑکیاں اسی سال کی عمر تک مس رہتی ہیں۔ میں نے سوچا شائد آپ نہ جانتے ہوں اس لئے بتا دیا آگے آپ کی مرضی۔"

"بھئی تم نہیں جانا چاہتے تو نہ جاؤ.... میں تمہیں مجبور نہیں کرتا۔"

"نہیں میں جانے پر مجبور ہوں خصوصاً جب آپ مجبور نہ کریں۔ ایسے حالات میں ہمیشہ وہی تا ہے جو آپ چاہتے ہیں۔"

"سمجھتے تو ہو....!" فریدی مسکرا کر بولا۔

حمید نے جو کچھ کہا تھا وہ حقیقت تھی۔ اگر حمید کے انکار پر فریدی کوئی کام اسی کی مرضی پر یتا تھا تو پھر وہ کام حمید کو کرنا ہی پڑتا تھا۔ یہ کئی بار کا تجربہ تھا فریدی کچھ ایسا رویہ اختیار کرتا راس پر مجبور ہی ہو جاتا۔

"بس ذرا سے میک اپ کی ضرورت پیش آئے گی۔" فریدی نے کہا۔

"کمال کرتے ہیں آپ بھی۔" حمید بھنا کر بولا۔ "اچھا میں یہ کپڑے اُتار کر آتا ہوں ورنہ ‌ جائیں گے۔"

"بہت ہی معمولی سا میک اپ ہے۔" فریدی بولا۔ "کپڑے نہیں خراب ہوں گے بس ایک ں صورت بدل جائے گی۔ ادھر دیکھو۔"

میدنے فریدی کے چہرے کی طرف دیکھا جس پر اس نے اپنا داہنا ہاتھ رکھ لیا تھا۔ دوسرے ، میں ہاتھ چہرے سے ہٹا لیا گیا اور حمید "ارے" کہہ کر اُسے گھورنے لگا۔ فریدی کی شکل رل گئی تھی اور اب وہ صرف آنکھوں اور پیشانی ہی کی بناء پر پہچانا جاسکتا تھا۔ ناک اور ہونٹ ا کے نہیں معلوم ہو رہے تھے۔

"کیوں!" فریدی مسکرا کر بولا۔ اس کی آواز میں ہلکی سی منمناہٹ تھی۔ "اب اگر میں تاریک ا کی عینک لگالوں تو مجھے کون پہچان سکے۔"

"کیا آپ جادوگر ہیں۔" حمید بوکھلا کر بولا۔ "ابھی تو آپ اچھے خاصے تھے۔"

"نہیں یہ دو ربڑ اسپرنگ ہیں جنہیں نتھنوں میں رکھ لینے سے ناک اوپر کی طرف اٹھ جاتی اس سے اوپری ہونٹ میں بھی تھوڑا سا کھنچاؤ ہوتا ہے اور دہانے کی ہیئت بدل جاتی ہے۔ اسی اگر ناک کی نوک نیچے کی طرف جھکائی جائے تو حلئے میں ایک نمایاں فرق نظر آئے گا۔"

"تو کیا آپ میری ناک نیچے کی طرف جھکائیں گے۔"

"نہیں جڑ سے اڑا دوں گا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"لیکن ہم جائیں گے کہاں۔"

"برکلے ہاؤز۔ داخلہ صرف مخصوصین کے لئے ہے۔ میں نے دو عدد دعوت نامے کئے ہیں اور ہماری حیثیت ملک کے دو بڑے سرمایہ داروں کی ہوگی جو اس شہر کے باشندہ ہیں بس اب وقت نہ برباد کرو سمجھے۔"



تھوڑی دیر بعد وہ شہر کی مشہور عمارت برکلے ہاؤز کے سامنے کھڑے تھے۔ اندھیرا تھا۔ عمارت کے سامنے کئی شاندار کاریں ایک قطار میں کھڑی تھیں۔

وہ دونوں کمپاؤنڈ سے گذر کر پورچ میں آئے۔

ایک دبلا پتلا سا انگریز جو سیاہ سوٹ میں ملبوس تھا ان کے استقبال کے لئے آگے بڑھا۔ نے دونوں دعوت نامے اس کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔

"اوہ.... ادھر سے تشریف لے چلئے۔" انگریز ایک طرف ہٹ کر قدرے جھکتا ہوا بو

وہ انہیں ایک ایسے کمرے میں لایا جس کی ہر چیز سیاہ تھی۔ دیواریں، فرنیچر، پ دروازے سب سیاہ حتیٰ کہ میزوں پر رکھے ہوئے ایش ٹرے تک سیاہ تھے۔ یہاں انہیں آٹھ آدمی دکھائی دیئے۔ فریدی ان میں سے ایک ایک کو پہچانتا تھا۔ یہ سب شہر کے بڑے داروں میں سے تھے۔

"کیا آپ کے ناموں کا اعلان کردوں۔" مذقوق انگریز نے آہستہ سے پوچھا۔

"نہیں، شکریہ۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ "اس کی ضرورت نہیں۔"

انگریز نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کیا اور وہ دونوں بیٹھ گئے۔ دوسرے لوگ آپس سرگوشیاں کر رہے تھے اور ان کی نظریں ان دونوں کی طرف تھیں۔

دفعتاً ایک دروازے کا پردہ سرکا اور پھر ایسا معلوم ہوا جیسے اس تاریک ماحول میں چاند نکل ہو۔ یہ ایک انتہائی حسین لڑکی تھی اور اس کے جسم پر بے داغ سفید سلک کا لبادہ تھا۔ وہ آہستہ چلتی ہوئی ان دونوں کے قریب آئی۔ حمید آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھ رہا تھا اور سوچ کہ فریدی نے اس وقت سچ مچ اس پر احسان کیا ہے۔ لڑکی نے ایک نوٹ بک اور پنسل ان سامنے رکھی ہوئی چھوٹی سی میز پر رکھ دی۔

"نام اور پتہ۔" لڑکی نے کہا اور حمید کے کانوں میں چاندی کی گھنٹیاں سی بج اٹھیں۔

"کیا یہ ضروری ہے۔" فریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

"قاعدہ یہی ہے۔ ویسے جو آپ مناسب سمجھیں۔"

فریدی نے وہی نام لکھ دیئے جو دعوت ناموں پر تحریر تھے۔

"شکریہ۔" لڑکی نوٹ بک اور پنسل سمیٹ کر واپس چلی گئی۔

پھر شائد دو یا تین منٹ بعد ایک دوسری لڑکی کمرے میں آئی۔ یہ بھی کافی دلکش تھی اور اس ے جسم پر بھی سفید ہی لبادہ تھا۔ اس نے آتے ہی کمرے کی روشنی گل کردی۔ پھر ایک بڑی لش آواز اندھیرے میں گونجی۔

"کروڑ ہا برس گذرے جب یہ زمین آگ کا گولا تھی۔ ہزار ہا سال گذرے جب مصر پر یوتاؤں کی حکومت تھی۔ ابوالہول اور اہرام خالص انسانی کارنامے نہیں ہیں۔ ان میں دیوتاؤں کا ی ہاتھ تھا۔"

لڑکی خاموش ہوگئی۔ کمرے کا اندھیرا حمید کو گراں گذر رہا تھا۔ اچانک انہوں نے دبی دبی سی سکیوں کی آوازیں سنیں۔

پھر وہی آواز ہچکیوں اور سسکیوں کے ساتھ سنائی دینے لگی۔ "نہ اب وہ مصر ہے اور نہ آگ لولا۔ لیکن ہمارے دل سلگ رہے ہیں۔ ایک انجانی سی آگ۔ ایک انجانی سی آگ۔"

سسکیاں تیز ہوگئیں۔ آواز آتی رہی۔ "سب کچھ تباہ ہو جائے گا لیکن دیوتا ہمیشہ زندہ رہیں گے۔"

سسکیوں کی آوازیں دور ہوتی جارہی تھیں۔ دفعتاً حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے رونگٹے ڑے ہوگئے ہوں۔ سسکیوں کی آواز دور ہوتی جارہی تھی۔ لیکن لڑکی کی آواز بدستور اسی جگہ م تھی جہاں پہلے تھی۔ حالانکہ کچھ دیر پہلے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے لڑکی ہی سسکیوں اور ہچکیوں ے ساتھ گفتگو کر رہی ہو۔ لیکن اب دونوں آوازیں الگ ہوگئی تھیں۔ لڑکی کہہ رہی تھی۔ "لیکن ج یہ کیا ہو گیا ہے۔ روحیں اس طرف متوجہ نہیں ہو رہی ہیں.... فرعون.... فرعون.... ں تجھے پکارتی ہوں۔ آج تجھ سے بہتیرے راز دریافت کیے جائیں گے۔"

لڑکی خاموش ہوگئی.... اندھیرے اور سناٹے کا امتزاج ڈراؤنا معلوم ہونے لگا۔

چند لمحے خاموش رہ کر لڑکی پھر بولی۔ "حاضرین سے استدعا ہے کہ وہ دس منٹ اس طرح اموش بیٹھیں کہ ان کے ہونٹ کھلے ہوئے ہوں اور براہِ کرم وہ مٹھیاں نہ باندھیں.... فرعون

کی روح ٹھیک دس منٹ بعد حاضر ہوگی۔"

دس منٹ کی طویل خاموشی۔

حمید کو اپنے دل کی دھڑکنیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔

پھر دس ہی نہیں بلکہ پندرہ منٹ گذر گئے لیکن کسی قسم کی بھی آواز نہیں سنائی دی۔ حمید ہتھیلیاں اور ہونٹ کھولے بیٹھا تھا۔

اچانک اسے اپنے قریب ہی ایک عجیب قسم کی روشنی دکھائی دی اور وہ بیساختہ اچھل روشنی کمرے میں گردش کرنے لگی اور پھر کافی دیر بعد یہ بات حمید کی سمجھ میں آئی کہ فریدی اپنی ٹارچ روشن کرلی تھی اور کمرے میں چل رہا تھا۔ کمرے کا بلب بھی روشن ہو گیا۔ فریدی، بورڈ کے قریب کھڑا چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

کمرے میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ نہ صرف لڑکی بلکہ ان کے جانے پہچا لوگ بھی غائب ہو چکے تھے۔

"یہ کیا تماشہ تھا۔" حمید گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا۔

فریدی کے ہونٹوں پر ایک شرارت آمیز مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے کہا "توقع کے خلاف..... اچھا آؤ ہم دیکھیں کہ دوسرے کمروں میں کیا ہے۔"

فریدی ایک دروازے کا پردہ ہٹا کر کمرے سے نکل گیا۔ حمید بھی اس کے پیچھے تھا وہ دوسرے کمرے میں آئے یہاں بھی تاریکی تھی۔ فریدی نے ٹارچ روشن کرلی۔ یہ کمرہ بھی خالی تھا وہ آگے بڑھے، ایک دروازے کے اس طرف روشنی نظر آرہی تھی۔ فریدی پردہ ہٹا آگے بڑھ گیا۔ حمید نے بھی اس کی تقلید کی۔

لیکن یہ کمرہ خالی نہیں تھا۔ انہیں سامنے ہی آرام کرسی پر ایک معمر انگیز نیم دراز نظر آ بھورے رنگ کی فرنچ کٹ ڈاڑھی میں وہ خاصا شاندار نظر آرہا تھا۔ انہیں دیکھ کر وہ اس انداز سیدھا ہو کر بیٹھ گیا جیسے ان کا منتظر ہی رہا ہو۔

"آیئے کرنل فریدی اور کیپٹن حمید، خوش آمدید تشریف رکھئے۔"

حمید بوکھلا گیا لیکن اس نے فریدی کی حالت میں کسی قسم کا بھی تغیر محسوس نہیں کیا۔

"شکریہ.....!" فریدی ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ پھر اس نے حمید کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا

"کرنل..... یہ ہاتھ کی صفائی کا کھیل نہیں ہے اوہ مگر ٹھہریئے میں پہلے اپنا تعارف مجھے ہڈسن کہتے ہیں ڈاکٹر ہڈسن۔"

"ڈاکٹر ہڈسن۔" فریدی نے آہستہ سے بڑبڑا کر سر ہلا دیا۔

"ہاں تو کرنل میں یہ کہہ رہا تھا کہ یہ شعبدہ بازی نہیں ہے۔ آخر آپ بھیس بدل کر کیوں تھے۔"

"محض یہ دیکھنے کے لئے کہ یہ کام علانیہ کیوں نہیں ہوتا۔"

"بس اتنی سی بات۔" ہڈسن بولا۔ "جواب یہ ہے کرنل کہ اسے صرف مستحق آدمیوں کے مخصوص رکھنا چاہتا ہوں۔ عوامی بھیڑ سے کوئی فائدہ نہیں۔"

"لیکن تم نے اپنا کام جاری کیوں نہیں رکھا۔"

"وہ تو اب بھی جاری ہے۔" ہڈسن نے مسکرا کر کہا۔ "فرعون کی روح نے محض اس بناء پر اسے انکار کر دیا تھا کہ دو آدمی بھیس بدل کر اور غلط نام اختیار کر کے آئے تھے۔"

"بھلا فرعون کی روح کو اس سے کیا سروکار۔"

"بہت بڑا سروکار ہے کرنل۔ روحیں بے اعتمادی نہیں پسند کرتیں۔ اگر تم لوگ اپنی صحیح میں آتے تو اس کی نوبت ہی نہ آتی۔"

"صحیح شخصیت میں شاید مجھے داخلے کی بھی اجازت نہ ملتی۔"

"ملتی اور ضرور ملتی کرنل۔ تم شائد یہ سمجھتے ہو کہ روحوں کی آڑ میں یہاں کوئی جرم ہو رہا ہے۔"

"ضروری نہیں کہ میں یہی سمجھوں۔ حیرت انگیز باتوں کے لئے تجسس قطعی فطری امر ہے۔"

"میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔ اگر آپ اس سلسلے میں مجھ سے گفتگو کرتے تو میں آپ کو کمرے میں بیٹھنے کی اجازت دے دیتا۔"

"خیر اب سہی۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"اب آج تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کاروائی آدھی سے زیادہ ختم ہو چکی ہے اور لوگ اپنے سوالات کر رہے ہیں۔"

"کیا.....؟" فریدی کے لہجے میں حیرت تھی۔ "مگر وہاں تو اب کوئی بھی نہیں ہے۔"

"سب ہیں..... کاروائی جاری ہے۔"

"لیکن میں تو ابھی وہیں سے آرہا ہوں۔"

ڈاکٹر ہڈسن نے قہقہہ لگایا اور پھر بولا۔ "یہی تو میں کہہ رہا ہوں مسٹر فریدی کہ یہ صفائی یا شعبدہ نہیں ہے۔ تم جس وقت ہال میں آئے تھے سب وہیں موجود تھے اور اب ی یہ اور بات ہے کہ وہ تمہیں نظر نہ آئے ہوں۔ وہ فرعون کی روح تھی جسے طلب کیا گیا تھا تمہاری اس حرکت کی بناء پر تمہیں محروم کر دیا۔ اچھا شائد تمہیں یقین نہیں آرہا ہے۔ ساتھ آؤ۔"

ہڈسن انہیں پھر اسی تاریک کمرے کی طرف لے گیا۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ حالانکہ قبل فریدی یہاں کا بلب روشن کر کے گیا تھا جس وقت یہ لوگ دروازے کے قریب پہنچے کمرے میں ایک بھرائی ہوئی سی آواز گونج رہی تھی۔ "تمہیں بہت سمجھ بوجھ سے کام لینا تین دن کے اندر اندر روئی کا بازار گر جائے گا۔ اس لئے اس میں فی الحال ہاتھ لگانے کی ض نہیں۔ وہ کمبخت سراغ رساں پھر آگئے ہیں لہٰذا یہ سلسلہ بند ہو رہا ہے۔"

دوسرے ہی لمحے میں کمرے کا بلب پھر روشن ہو گیا اور فریدی کی نظر اُن لوگوں جنہیں وہ عمارت میں داخل ہوتے ہی دیکھ چکا تھا۔ شہر کے چند بڑے سرمایہ دار۔ وہ سب سے اٹھے اور باہر نکل گئے۔

"دیکھا تم نے۔" ہڈسن مسکرا کر بولا۔

"تو اس روح نے انہیں ہماری نظروں سے غائب کر دیا تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"قطعی یہی بات ہے مسٹر.... آر.... کرنل فریدی۔"

"ڈاکٹر ہڈسن.... تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔" فریدی انتہائی گرمجوشی سے مصا ہوا بولا۔

"اب آؤ.... اطمینان سے باتیں ہوں گی۔" ڈاکٹر ہڈسن نے فریدی کو اسی کمرے کی کھینچتے ہوئے کہا جہاں سے وہ چند لمحے پیشتر اٹھ کر آئے تھے۔

وہ بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر ہڈسن نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی کا بٹن دبایا۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ لڑکی اندر داخل ہوئی جس نے تاریک کمرے میں فریدی ا کے دستخط لئے تھے۔

"مشروبات میں کرنل فریدی کو کیا پسند ہے۔" ہڈسن نے لڑکی سے پوچھا۔

"کافی....!" لڑکی نے جواب دیا۔

"تو ٹھیک کافی ہی لاؤ۔ مگر ٹھہرو.... کیپٹن حمید کیا پسند کرتے ہیں۔"

"ٹھہریئے۔" لڑکی نے کہا اور آنکھیں بند کئے چند لمحے خاموش رہی پھر آہستہ آہستہ اس کی ں کھلیں اور ساتھ ہی ایک بڑی دلآویز سی مسکراہٹ بھی اس کے ہونٹوں پر پھیلتی گئی۔

"کیپٹن حمید کی کوئی پسند نہیں۔" لڑکی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہ کافی بھی پی لیں .. ویسے میں انہیں بہت پسند آئی ہوں۔"

"خوب....!" ڈاکٹر معنی خیز انداز میں سر ہلاتا ہوا بولا۔ لڑکی چلی گئی۔

"کیا یہ بھی کوئی روح ہے ڈاکٹر۔" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں روحوں کی ایک خادمہ۔ روحیں اسے ہر وقت ہر بات کی اطلاع پہنچاتی ہیں۔"

"کتنی لڑکیاں ہیں تمہارے ساتھ؟" حمید نے پوچھا۔

"دو....!"

"اور مرد کتنے ہیں۔"

"تین....!" ڈاکٹر ہڈسن نے کہا۔ "اور سات عدد لاشیں۔"

"دو لاشیں تو تم فروخت بھی کر چکے ہو۔" فریدی نے کہا۔

"ہاں پہلے نو عدد تھیں۔"

"کیسی لاشیں۔" حمید بول پڑا۔

"تم خاموش رہو۔" فریدی نے اردو میں کہا پھر ڈاکٹر ہڈسن سے بولا۔ "تم انہیں خاص طور لما کیوں فروخت کر رہے ہو۔ دنیا کے کسی دوسرے ملک کا انتخاب کیوں نہیں کیا۔"

"ابھی تمہارے شبہات رفع نہیں ہوئے۔" ڈاکٹر ہڈسن مسکرا کر بولا۔ "میں تمہاری حکومت ا کے لئے باقاعدہ طور پر اجازت نامہ حاصل کر چکا ہوں۔ اور انہیں یہاں اس لئے فروخت ں کہ یہ بھی دیوتاؤں ہی کی سرزمین ہے۔"

ہڈسن کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ دفعتاً پوری عمارت ایک عجیب قسم کے شور سے گونج اٹھی۔ ر ہڈسن بے تحاشہ اٹھ کر بھاگتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

بغداد سنہ ۱۱۲۱

حمید نے فریدی کی طرف دیکھا اور فریدی سر ہلا کر مسکرانے لگا۔

"یہ کس بھوت خانے میں پکڑ لائے آپ مجھے۔" حمید نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"فکر مت کرو۔ ان مغربیوں کا عجیب حال ہے۔ یہ ہمیں آج بھی احمق سمجھتے ہیں۔"

"مگر وہ لڑکی.....!"

"سب فراڈ ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "ویسے ہمارے متعلق ان کی معلومات بہت وسیع

"لیکن تاریک کمرے والے واقعے کے متعلق کیا خیال ہے۔"

"کیا تم مجھے خیالات قائم کرنے کی مشین سمجھتے ہو۔" فریدی جھنجھلا گیا۔

"اچھا یہی بتا دیجئے کہ وہ لاشیں شکر کی ہیں یا پلاسٹر آف پیرس کی۔"

فریدی جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ڈاکٹر ہڈسن واپس آ گیا۔

وہ بہت زیادہ غصے میں معلوم ہوتا تھا۔

"کرنل اپنی تباہ کاری دیکھ لو چل کر۔" اس نے کہا۔

"میں نہیں سمجھا ڈاکٹر۔"

"میرے ساتھ آؤ۔"

وہ آگے تھا اور یہ دونوں اس کے پیچھے اور ان کے قدم بھی اسی مناسبت سے اٹھ
جس رفتار سے ہڈسن چل رہا تھا۔

جیسے ہی وہ ایک راہداری مڑے حمید کی نظر ایک لڑکی پر پڑی جو فرش پر چت پڑی
یہ وہی لڑکی تھی جسے تھوڑی دیر قبل کافی کے لئے بھیجا گیا تھا۔ شائد وہ بیہوش تھی۔

"دیکھو.....!" ہڈسن نے رک کر بیہوش لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

"لیکن ڈاکٹر مجھے اس سے کیا سروکار۔ میں تو اس کمرے میں تھا۔" فریدی نے تشو
لہجے میں کہا۔

"تم ذمہ دار ہو اس کے۔"

"آخر کس طرح۔"

"یہ روح کا انتقام ہے۔ یہاں آنیوالی تمام روحیں اس لڑکی پر اعتماد کرتی تھیں۔"

"تو میری وجہ سے اس اعتماد میں فرق آنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔"

"آخر تم بھیس بدل کر کیوں آئے۔"

"میں یہاں کا ایک ذمہ دار آفیسر ہوں۔ میرا فرض ہے کہ میں ایسے معاملات کو دیکھوں۔"

"لیکن یہ لڑکی بیہوش کس طرح ہوئی۔" حمید نے ہڈسن سے پوچھا۔

"خدا ہی جانے۔" ہڈسن نے تشویش آمیز لہجے میں جواب دیا۔ "ہمارے لئے یہ پہلا واقعہ ہے۔"

وہ کچھ دیر خاموش رہے پھر ہڈسن نے کہا۔ "روحوں کا خیال ہے کہ تم ہمیں کسی جرم سے
تھی کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا وہ براہِ راست ڈاکٹر ہڈسن کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"کس جرم میں منتھی کرنا چاہتا ہوں۔" تھوڑی دیر بعد اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"کل روح کی زبانی سن لینا۔ آج اس نے تفصیل نہیں بتائی۔ لیکن خدا کیلئے اپنی اصل شکل
سا آنا اور کاپی پر صحیح دستخط کرنا۔ اچھا کرنل اب مجھے اجازت دو۔ مجھے اس لڑکی کی جان بچانی ہے۔"

"ہمارے لائق کوئی خدمت ڈاکٹر.....!" حمید نے کہا۔

"اوہ..... نہیں بھلا تم کیا کر سکو گے۔ یہ روحوں کی شکار ہے۔ آج میری ساری رات برباد
جائے گی۔"

"کچھ روحیں میرے قبضے میں بھی ہیں ڈاکٹر...!" حمید بولا۔ "کہو تو میں ان سے مدد طلب کروں۔"

"کتنی پرانی روحیں ہیں۔"

"پانچ لاکھ برس پرانی۔"

ڈاکٹر ہڈسن ہنسنے لگا۔ "تم لوگ سچ مچ اسے شعبدہ سمجھتے ہو۔ لیکن میں تمہیں بتاؤں گا ضرور آنا
اچھا شب بخیر۔"

فریدی اور حمید باہر آ گئے۔ فریدی غیر معمولی طور پر سنجیدہ اور خاموش تھا۔

"اب کیا خیال ہے؟" حمید نے اسے چھیڑا۔

"کچھ نہیں وقت کی بربادی ہے..... اس کیس میں میرا دل نہیں لگ رہا ہے۔"

"لیکن یہ بتائیے کہ آپ یہاں آئے کیوں تھے اور ابھی آپ نے کس کیس کا حوالہ دیا ہے۔"

"جعلی نوٹوں والا کیس۔"

"بھلا اس سے اور اُس معاملے سے کیا تعلق۔"

"تعلق ہے تو دریافت کرنا ہے۔"

"زبردستی۔"

"حالات ایسے ہیں فرزند۔ راجو نوٹوں والے معاملے سے منسلک تھا۔ راجو کے ذریعہ مشتبہ عمارت تک پہنچے۔ وہاں ہماری چند نامعلوم آدمیوں سے مڈبھیڑ ہوئی۔ پھر گریٹی۔ زہر دلوا دیا اور ہمیں اُس لڑکی کی بھی لاش ملی جس نے راجو کو زہر دیا تھا۔ گریٹی حراست اور میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس رات اُس عمارت میں جن نقاب پوشوں ۔ ہوئی تھی اُن میں گریٹی بھی تھا.... خیر گریٹی کے یہاں تلاشی کے دوران میں ایک ای ہے جس کا تعلق براہِ راست ڈاکٹر ہڈسن سے ہے۔"

"کیسا کاغذ.... آپ شاید پہلی بار اس کا تذکرہ کر رہے ہیں۔"

"نہیں تو.... کاغذ تو تمہارے سامنے ہی ملا تھا۔ وہی جس پر ابوالہول کی تصویر دراصل ڈاکٹر ہڈسن کے نجی رائٹنگ پیڈ کا سرنامہ ہے۔ ایسے ہی ایک کاغذ پر میں ہڈسن کی درخواست دیکھ چکا ہوں جو اُس نے لاشوں کی فروخت کے سلسلے میں اجازت حاصل کر لئے دی تھی۔"

"دیکھئے! اس سے بھی دونوں کا تعلق نہیں ظاہر ہوتا۔" حمید نے کہا۔

"کیوں....؟"

"ایسے حالات میں ڈاکٹر ہڈسن کا لیٹر ہیڈ شہر میں کسی کے بھی پاس پایا جاسکتا ہے۔ طلب کی ہوئی روحیں شائد مستقبل کا حال بتاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ آدمی ہر حال میں اپنے سے باخبر ہونے کی خواہش رکھتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ گریٹی نے بھی اسی سلسلے میں ڈاکٹر ہڈ خط و کتابت کی ہو۔ لہٰذا اُس تک ہڈسن کا لیٹر ہیڈ اس طرح پہنچ سکتا ہے۔"

"تمہاری یہ دلیل معقول ہے لیکن کچھ اور باتیں بھی ہیں۔"

"اور وہ باتیں مجھے حشر کے دن معلوم ہوں گی۔" حمید جھنجھلا گیا۔

"چلو بیٹھو....!" فریدی اُسے کار میں دھکیلتا ہوا بولا۔

حمید اگلی سیٹ پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "اور آپ اُن لاشوں کے متعلق کبھی نہ بتائیں گے۔"

"تم احمق ہو۔" فریدی نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ "بعض اوقات تمہیں الف اور بے انا پڑتا ہے۔ تم خود کیوں نہیں سوچتے کہ وہ لاشیں کس قسم کی ہوسکتی ہیں۔"

"میں کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں۔ ہڈسن نے گفتگو کے دوران میں قدیم مصر کا حوالہ دیا تھا کیا وہ ں ہیں۔"

"ٹھیک ہیں.... وہ ہزاروں سال پرانی حنوط کی ہوئی لاشیں ہیں۔ مصر میں ڈاکٹر ہڈسن نے مین خریدی تھی اور یہ لاشیں اسی زمین کی کھدائی کے دوران میں نکلی تھیں۔"

"تو اس طرح یہ لاشوں کے سوداگر ہیں۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "آپ ذرا ذرا سی باتوں کو بھی پُراسرار بنا کر پیش کرتے ہیں.... لیکن ہاں وہ دوسرے اسباب کیا ہیں جنکی بناء پر آپ گریٹی لوگوں سے منسلک سمجھتے ہیں۔"

"اوہو! بڑی خوشی سے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "میں سچ مچ تمہیں ایک ذمہ دار آدمی دیکھنا ہوں اور میں آج کل ایک دوسرے مسئلے میں بھی الجھا ہوا ہوں۔"

"کون سا مسئلہ....؟"

"تمہیں یورپ کے مشہور بلیک میلر لیونارڈو یاد ہے۔"

"اچھی طرح....!"

"زندگی میں پہلی بار اُسے میری ہی وجہ سے ہتھکڑیاں نصیب ہوئی تھیں۔"

"جی ہاں.... مجھے یہ بھی یاد ہے۔"

"وہ انگلینڈ کے ایک قید خانے میں عمر قید کی سزا بھگت رہا تھا۔ ہونی تو چاہئے تھی اُسے ئے موت ہی لیکن اُس پر کوئی قتل نہیں ثابت ہوسکا تھا بہر حال قصہ مختصر یہ کہ وہ جیل سے وگیا ہے۔"

"تو آپ کیوں فکر مند ہیں۔ انگلینڈ جانے اور لیونارڈ۔"

"یہ بات نہیں ہے فرزند.... تم اُس کی پچھلی ہسٹری سے واقف نہیں ہو لیونارڈ ایسے ل کو بھلانا نہیں جانتا جن کی ذات سے اسے ذرہ برابر بھی نقصان پہنچا ہو۔"

"مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔" حمید بولا۔

"زیادہ خوش فہمی اچھی چیز نہیں ہے۔ اندھیرے سے آئے ہوئے تیر کا منہ کون
ہے۔ لیونارڈ کبھی کھل کر سامنے نہیں آتا۔ اگر تم اُس کے شکاروں کی فہرست دیکھو تو
تمہیں اسکاٹ لینڈ یارڈ کے کئی بہترین دماغ ملیں گے۔ انسپکٹر مورلینڈ، چیف انسپکٹر
سارجنٹ گراہم، سپرنٹنڈنٹ مارشاسمتھ وغیرہ یہ سب لیونارڈ کے ہاتھوں قتل ہوئے لیکن
پر مقدمہ چلایا گیا تو وہ ایک بھی قتل کا مرتکب نہ ثابت ہو سکا۔"

"تو آپ اس سے خوفزدہ ہیں۔"

"مستقبل کے متعلق جو تشویش ہوتی ہے ہر حال میں خوف نہیں کہلاتی۔"

"وہ کب فرار ہوا ہے۔"

"آج سے تین دن قبل کی بات ہے۔"

"اوہ تب تو ان لوگوں میں نہیں ہو سکتا۔" حمید نے کہا۔

"یہ لوگ....!" فریدی حقارت آمیز مسکراہٹ کیساتھ بولا۔ "یہ لوگ تو مسخرے

"تو آپ یہ کیس مجھے دیتے ہیں نا....!"

"قطعی.... لیکن تم ان لڑکیوں کے چکر میں پڑ کر اپنی حجامت نہیں بنواؤ گے۔"



پتہ نہیں رات کو دو بجے تھے یا تین.... روزیٹی سوتے سوتے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی لیکن
اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ وہ تو برکلے ہاؤز کے ایک آرام دہ کمرے میں سوئی تھی۔ پھر
ودق میدان میں کہاں سے پہنچی۔ پورا چاند آسمان پر چمک رہا تھا اور چاروں طرف پھیلی
دودھیا چاندنی بکھری پڑی تھی۔

روزیٹی بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔ پھر اس کے منہ سے ایک ڈری ڈری سی چیخ نکلی۔
سمجھی کہ شائد خواب دیکھ رہی ہے۔ لیکن اب یقین ہو گیا کہ یہ حقیقت ہے۔

اس کے منہ سے متواتر کئی چیخیں نکلیں اور دھڑام سے زمین پر گر گئی۔ اس کی سمجھ میں
آ رہا تھا کہ وہ کہاں ہے اور اس ویرانے میں کیونکر پہنچی۔

"یہ کون احمق ہے جس نے مجھے جگا دیا۔" قریب ہی کوئی ناک کے بل بولا۔
منمناہٹ قدرتی معلوم ہو رہی تھی۔ روزیٹی پھر چیخنے لگی۔ ہسٹریائی انداز کی چیخیں تھیں

لوم ہو رہا تھا جیسے وہ خاموش رہنے کی کوشش کر رہی ہو۔ لیکن اسے اپنی آواز پر قابو نہ رہ گیا ہو۔

دوسرے لمحے میں ایک عجیب الخلقت آدمی اس کے سامنے کھڑا تھا۔

اس کے سر پر ہالی ووڈ کے "بغداد مارکہ۔" فلمی کرداروں کی سی پگڑی تھی اور جسم پر ایک لمبا
.....ڈاڑھی گلہری کی دم کیطرح سینے پر جھول رہی تھی۔ وہ گلہری کی دم سے اسلئے مشابہ تھی
سکا پھیلاؤ ٹھوڑی سے آگے نہیں تھا۔ لیکن لمبائی میں سینے تک چلی آئی تھی اور مونچھیں ندارد۔

"تت.... تم کون ہو....!" روزیٹی نے خوفزدہ آواز میں پوچھا۔

"تم کون ہو۔" اس آدمی نے غصیلی آواز میں پوچھا۔ اس بار اُس کی آواز کچھ ایسی تھی جیسے
بلی آدمیوں کی طرح بولنے لگی ہو۔

"میں روزیٹی ہوں...." وہ بمشکل کہہ سکی۔

"روزیٹی.... نہیں تم تو عورت معلوم ہوتی ہو۔"

"میرا نام روزیٹی ہے۔"

"روزیٹی.... یہ کیسا واہیات نام ہے۔ کم از کم بغداد میں تو ایسے نام نہیں سنے جاتے۔"

"بغداد.... بغداد کیوں؟ میں کہاں ہوں۔"

"ارے تم یہ بھی نہیں جانتیں۔ تب تو تم کوئی خبیث روح ہو۔ ٹھہرو میں ڈنڈے سے
ری خبر لیتا ہوں۔"

"ٹھہرو.... ٹھہرو....!"

"نہیں یوں نہیں.... ابھی تم خود اعتراف کرو گی کہ تم بغداد میں ہو اور یہ سنہ گیارہ سو
ماہے۔"

"ارے بچاؤ۔" روزیٹی چیخنے لگی۔

"ارے او بدبخت عورت میں دیو نہیں ہوں کہ تجھے کھا جاؤں گا۔ مری کیوں جا رہی ہے۔
رمنہ کر کے کھڑی ہو جا۔ خبردار جو پلٹ کر دیکھا۔"

روزیٹی نے چپ چاپ تعمیل کی۔ اس عجیب الخلقت آدمی نے جیب سے ایک برش اور سیاہ
کا ڈبہ نکال کر برش سے روزیٹی کی قمیض پر لکھنا شروع کیا۔ بغداد سنہ گیارہ سو ایکس۔ ہوشیار
خبیث روح کا نام روزیٹی ہے۔

"بس اب ادھر مڑ جاؤ۔" اس نے کہا۔ "روزیٹی نے پھر بے چوں وچرا تعمیل کی۔

"اب میں تمہیں مار ڈالوں گا۔" اس عجیب الخلقت آدمی نے کہا اور اس کی گردن دبو
روزیٹی کے حلق سے گھٹی گھٹی سی چیخیں نکلنے لگیں اور پھر بے ہوش ہو گئی۔



دوسری بار جب اس کی نیند ختم ہوئی تو کافی دیر تک اس نے آنکھیں کھولنے کی ہر
کی۔ لیکن آخر کب تک۔ دل کڑا کر کے آنکھیں کھولنی ہی پڑیں۔ اور پھر جو اس نے بوکھلا
ہی لیٹے جست لگائی تو کوچ سے فرش پر تھی۔ کپڑے جھاڑتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ اس نے خ
کمرے میں پایا جس میں رات کو سوئی تھی۔ اور اب اسے سوچنا پڑا کہ شائد اس نے پچھلی را
ڈراؤنا خواب دیکھا تھا۔

دیوار سے لگی ہوئی گھڑی سات بجا رہی تھی۔

وہ جلدی جلدی لباس تبدیل کرنے لگی۔ اچانک اس کی نظر شب خوابی کی قمیض کی
پڑی اور ٹھٹک کر رہ گئی۔ سرخ رنگ کے حروف میں تحریر تھا۔ "بغداد سنہ گیارہ سو اکیس۔
اس خبیث روح کا نام روزیٹی ہے۔"

روزیٹی کے جسم سے ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ چھوٹ پڑا۔

وہ قمیض ہاتھ میں لئے بے تحاشہ دوڑتی ہوئی اس کمرے میں آئی جہاں ڈاکٹر ہڈسن
پی رہا تھا۔

"کیا بات ہے۔" اس نے داہنی بھوں تان کر غصیلی آواز میں کہا۔

روزیٹی نے جواب دینے کی بجائے قمیض اُس کے سامنے ڈال دی۔ ڈاکٹر ہڈسن نے
تحریر پڑھنے کے بعد روزیٹی کی طرف قہر آلود نظروں سے دیکھا۔

"کچھ منہ سے بھی بکو گی۔ کیا مطلب ہے اس بے ہودگی کا۔"

روزیٹی ہکلا ہکلا کر بیان کر چلی۔ پھر اس نے کہا۔ "اگر یہ تحریر نہ ملتی تو میں اسے خوا
سمجھتی یقین کیجئے اس میں ایک لفظ بھی جھوٹ نہیں ہے۔"

ڈاکٹر ہڈسن نے کافی کی پیالی ہاتھ سے رکھ دی اور تحیر آمیز نظروں سے لڑکی کو دیکھ
کبھی کبھی وہ قمیض کی تحریر کو بھی گھورنے لگتا تھا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تم اپنا کمرہ اندر سے مقفل کر کے سوئی تھیں۔" اس نے روزیٹی سے پوچھا۔

"مجھے اچھی طرح یاد ہے جناب۔"

"نہیں تم بھول رہی ہو۔ تم نے مقفل نہیں کیا تھا۔"

"نہیں مجھے یقین ہے۔"

"اچھا چلو.... میں تمہارا کمرہ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ اس کے ساتھ اس کے کمرے تک آیا اور دروازے پر جھک کر کنجی کا سوراخ دیکھنے لگا۔

"اوہ ... یہ قفل ہی ناقص ہے۔" وہ بڑبڑایا۔ "اندر اور باہر کا سوراخ ایک ہی ہے اوہ .... ا.ر
نشانات.... یقیناً کسی نکیلی چیز سے اسے کھولنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بلاؤ رولینڈ کے بچے
... آج میں اس کی کھال اتار دوں گا۔ کم بخت مردوں کی طرح سوتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھی کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" روزیٹی نے دبی زبان میں کہا۔

"کیا میں لاطینی بول رہا ہوں۔" ڈاکٹر ہڈسن حلق پھاڑ کر بولا۔

روزیٹی کانپنے لگی۔

رنگ میں بھنگ

صبح کے آٹھ بج چکے تھے۔ لیکن حمید ابھی تک خراٹے لے رہا تھا۔ نوکروں کے جگانے سے
بھلا کیا اٹھتا۔ البتہ جب فریدی نے خود ہی اس کی زحمت برداشت کی تو اٹھا لیکن پھر لیٹ گیا۔

"نصیر! ایک بالٹی پانی لاؤ۔" فریدی نے نوکر کو آواز دی۔

حمید اچھل کر بیٹھ گیا۔

"آپ جانتے ہیں۔" وہ جھلا کر بولا۔ "میں پانچ بجے سویا ہوں۔"

"یہی تو میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ پانچ بجے تک کیا کرتے رہے۔"

"تو اس طرح جگا کر۔ میرا خیال ہے کہ آپ میری لاش کو بھی پریشان کریں گے۔ مرنے کی
بتاؤ، کن حالات میں مرے۔ ثابت کرو کہ تم مر گئے ہو۔ نہیں میں منطقی دلیل چاہتا ہوں۔"

فریدی ہنسنے لگا۔ لیکن پھر سنجیدگی سے بولا۔

"کھڑے ہو جاؤ۔"

"ہو گیا۔" حمید نے پلنگ سے چھلانگ لگائی اور پاگلوں کی طرح اپنے کپڑے نوچنے

"دو چار کتے چھوڑ دوں گا تم پر ورنہ ہوش میں آ جاؤ۔"

حمید میز پر بیٹھ کر فریدی کو گھورنے لگا۔

"کیا آپ نہیں جانتے کہ میں پانچ بجے تک کام کرتا رہا ہوں۔"

"تو اب تمہیں کام کی نوعیت بھی بتانی پڑے گی۔"

"میں قبل از وقت کچھ نہیں بتاتا۔" حمید نے فریدی کی نقل اتاری۔

"تم رات بھر جھک مارتے رہے ہو۔" فریدی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "کیا تم مجھے اپنی حماقت کا مقصد بتا سکو گے۔"

"کیا مطلب....!" حمید چونک کر فریدی کو گھورنے لگا۔

"رات والی حماقت کا مقصد۔ یعنی بغداد سنہ گیارہ سو اکیس۔"

"آپ کیا جانیں۔"

"وقت نہ برباد کرو۔" فریدی جھنجھلا گیا۔

"دیکھئے میں یہ سب اپنے طور پر کر رہا ہوں۔"

"میں شاید زندگی بھر تمہاری طرف سے مطمئن نہ ہو سکوں گا۔ تم کیا سمجھتے ہو اگر م ہوتا تو رات ہی تمہارے پرزے اڑ گئے ہوتے۔"

"اب خواہ مخواہ رَدا نہ رکھئے۔" حمید ہنسنے لگا۔

"اچھا تو تم مذاق سمجھ رہے۔" فریدی نے کہا۔ "تم برآمدے ہی میں پکڑ لئے گئے رولینڈ وہیں سو رہا تھا۔ اس کی نیند بہت ہلکی ہے۔ وہ بُری طرح چونکا تھا اگر میں نے فوراً اس کر لی ہوتی تو تم گئے تھے۔ وہ بیدریغ تمہارا گلا گھونٹ دیتا۔"

"اوہ.... نہیں! مجھے یقین ہے کہ برآمدے میں کوئی بھی نہیں تھا۔"

"کیا وہاں روشنی تھی۔" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں.... اندھیرا تھا۔"

"پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہاں کوئی نہیں تھا۔"

"اچھا چلئے۔ یہی بتا دیجئے کہ آپ نے تدبیر کیا فرمائی تھی۔"

"بچوں کی سی ایک حرکت کرنی پڑی تھی۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "چند لمحے کے لئے بلی بنا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہشت کر کے پھر سو گیا مگر تم بتاؤ کہ اس کا مقصد کیا تھا۔"

"مقصد تو ابھی تک خود میری سمجھ میں نہیں آ سکا۔" حمید کھوپڑی سہلاتا ہوا بولا۔

"ایک لڑکی کا معاملہ تھا نا۔" فریدی نے تلخ لہجے میں کہا۔ "اس لئے تم نے دوبارہ اس عمارت نے کا خطرہ مول لیا۔ ابھی میں نے اسی قسم کا کوئی کام سپرد کیا ہوتا تو دم نکل کر رہ جاتا۔"

"مگر یہ تو فرمائیے کہ آپ میرے پیچھے کیوں لگے ہوئے تھے۔"

فریدی نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔

چند لمحے خاموشی رہی پھر حمید بولا۔ "میں سمجھ گیا۔ اس بار آپ مجھے آگے دھکیل کر اپنا کام چاہتے ہیں۔"

"پہلے تو ارادہ نہیں تھا۔ لیکن اب تمہاری اس حماقت ہی نے ایک نیا راستہ دکھا دیا ہے۔"

"یعنی....!"

"کچھ نہیں ننھے بچے۔ نہیں ہر بات کی عام اجازت ہے۔ ان لوگوں سے جس طرح دل چاہے ؤ۔"

"ہوں! سمجھا۔" حمید نے سر ہلا کر کہا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ "آپ نے ان لوگوں لئے کیا کیا جو پچھلی رات کو تاریک کمرے میں موجود تھے۔"

"ان کے لئے کیا کرتا۔"

"ان سے کم از کم یہ تو معلوم ہی کیا جا سکتا ہے کہ وہ اچانک کہاں غائب ہو گئے تھے۔"

"وقت کی بربادی حمید صاحب۔" وہ بھی وہیں گئے جو ڈاکٹر ہڈسن کہہ چکا ہے۔ اسے یقیناً ان پر اتنا ہی اعتماد رہا ہو گا ورنہ وہ اتنی صفائی سے اُلو بنانے کی کوشش نہ کرتا۔ اگر اب تم ان سے گے بھی تو یہی جواب ملے گا کہ وہ وہاں سے ایک سیکنڈ کے لئے بھی نہیں ہٹے تھے اور تمہیں لچسپ بات بتاؤں گریٹی ضمانت پر رہا کر دیا گیا ہے۔ ضامن یہاں کا ایک بڑا سرمایہ دار ہے۔"

"کیا وہ انہیں لوگوں میں سے تو نہیں ہے جو کل وہاں موجود تھے۔"

"نہیں ان میں سے نہیں تھے۔" فریدی نے کہا پھر سگار سلگا کر چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔

"دیکھو....!" اس نے پھر حمید کو مخاطب کیا۔ "آج ہڈسن نے ہمیں خاص طور پر مدعو کیا

ہے۔ تم ٹھیک سات بجے وہاں پہنچ جانا۔"

"کیوں؟ کیا آپ نہیں جائیں گے۔"

"نہیں! جو کچھ میں کہوں کرتے جاؤ۔"

"تو پھر مجھے ناشتہ کر لینے دیجئے ورنہ آپ جو کچھ بھی کہیں گے میں اسے بھولتا جا

"ایک بات میں تمہیں بتادوں۔ رولینڈ سے ہمیشہ ہوشیار رہنا۔ وہ قتل کر دینے میں دیوانگی کی حد تک پہنچ سکتا ہے۔"

"رولینڈ وہی چکنی کھوپڑی والا۔"

"وہی....!" فریدی نے کہا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر کمرے سے چلا گیا۔



ٹھیک سات بجے حمید برکلے ہاؤز پہنچ گیا لیکن اس کا استقبال بڑی سرد مہری سے کی گیا۔ اس وقت وہ عمارت میں تنہا مہمان تھا۔ وہاں سب کے چہرے لٹکے ہوئے تھے۔ ہو رہا تھا جیسے کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آیا ہو۔

"مجھے افسوس ہے۔" ڈاکٹر ہڈسن نے حمید سے کہا۔ "آج میں اپنا وعدہ نہ پورا کروں

"کیوں! روحیں ابھی تک ناراض ہیں۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

"بس ختم کرو اس بات کو کیپٹن....!" اس نے بہت بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "ہم لوگ سے چلے جائیں گے۔"

"کیوں کیا بات ہے۔"

"کوئی ہمیں خواہ مخواہ پریشان کر رہا ہے۔"

"یعنی ذرا وضاحت کرو ڈاکٹر ہو سکتا ہے کہ میں کوئی مدد کر سکوں۔"

"کرنل نہیں آئے۔" ہڈسن نے پوچھا۔

"ہاں وہ آج کل بہت مشغول ہیں۔"

"میں اس سلسلے میں اُن سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ اتنے مشغول ہیں کہ انہوں نے اپنی جگہ مجھے بھیجا ہے۔ ورنہ تم نے مجھے تو مدعو نہیں کی

"لیکن کل تم میک اپ میں کیوں آئے تھے۔"

"حالانکہ بتانا تو نہ چاہئے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "لیکن میں تم لوگوں کے کمالات سے بہت مرعوب ہوں۔"

حمید خاموش ہو کر پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

"اچھا تو تم سن ہی لو کل رات کو کسی نے روزیٹی کو بہت پریشان کیا ہے۔"

"روزیٹی کون۔"

"وہی لڑکی جس کا روحوں سے تعلق ہے۔"

"اوہ.... مگر کس نے پریشان کیا۔"

"یہی تو معلوم نہیں ہو سکا۔ وہ اسے بے ہوش کر کے یہاں سے اٹھالے گیا تھا اور پھر دوبارہ بے ہوش کر کے یہیں ڈال گیا.... اوہ مگر ٹھہرو تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"کس سوال کا۔"

"یہی کہ کل تم میک اپ میں کیوں آئے تھے۔"

"بات یہ ہے ڈاکٹر کہ ہم لوگ مجبور ہیں۔ ہمیں تمہارے متعلق ایک غلط اطلاع ملی تھی۔"

"کیسی اطلاع....!"

"اوہ.... مجھے دہراتے ہوئے شرم آرہی ہے۔"

"دیکھو.... میں بہت پریشان ہوں کیپٹن! مجھے الجھن میں نہ ڈالو۔"

"کیا بتاؤں ڈاکٹر یہاں کے ایک بڑے تاجر نے تمہارے خلاف یہ شکایت کی تھی کہ تم شوں سے زیادہ لڑکیوں کا بیوپار کرتے ہو۔"

"کس نے شکایت کی تھی۔" ڈاکٹر ہڈسن بپھر گیا۔

"افسوس یہ بتانا میرے محکمے کے اصول کے خلاف ہے۔" حمید نے مغموم صورت بنا کر کہا۔

"یہ سراسر جھوٹ ہے.... اور میں اس سلسلے میں کھلی ہوئی تحقیقات کی درخواست کرتا ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ڈاکٹر۔" حمید نے نرم لہجے میں کہا۔ "کل ہم مطمئن ہو کر یہاں سے گئے تھے۔ اب تم بتاؤ کہ اس لڑکی کے متعلق تم کیا کہہ رہے تھے۔"

"مگر یہ کتنا بڑا اور گندہ الزام ہے کیا تم لوگوں کی نظروں میں دوسروں کا کوئی احترام نہیں۔"

"ہے کیوں نہیں ڈاکٹر! ہم اس کی اچھی طرح خبر لیں گے۔"

"آخر تم بتاتے کیوں نہیں کہ وہ کون ہے۔"

"بہت مشکل ہے۔ قاعدے سے تو مجھے یہ بھی نہ بتانا چاہئے تھا کہ تم لوگوں پر کوئی الزام کیا گیا تھا مگر اب یہ بات واضح ہو گئی کہ تم لوگوں کے خلاف یہاں کوئی سازش ہو رہی ہے۔"

"سازش.....میں نہیں سمجھا۔"

"تمہاری روحیں لوگوں کو کیا بتاتی ہیں۔"

"پہلے مجھے سوال کی نوعیت سمجھنے دو۔" ڈاکٹر ہڈسن حمید کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"کوئی پیچیدہ سوال نہیں ہے اور نہ اسکا مقصد یہ ہے کہ تمہیں کسی الجھن میں مبتلا کیا جائے۔ ا میں خود ہی اس کا جواب دیتا ہوں۔ لوگ عموماً اپنے مستقبل کے بارے میں سوالات کرتے ہوں گے۔"

"بالکل درست ہے۔" ڈاکٹر ہڈسن سر ہلا کر بولا۔

"اچھا...عام آدمیوں کا تو گزر ہے نہیں تمہارے یہاں....زیادہ تر بڑے لوگ آتے ہیں۔"

"ہاں مجھے یہ بھی تسلیم ہے۔"

"غالباً ان میں سے بھی زیادہ تر تاجر ہی ہوں گے۔"

"یہ بھی درست ہے۔"

"ٹھیک....!" حمید سر ہلا کر بولا۔ "تاجر کا مستقبل کیا ہو سکتا ہے۔ بازار کا اتار اور چڑھاؤ"

"یقیناً....!"

"بازار کا اتار چڑھاؤ" حمید ایک لمبی سانس لے کر آرام کرسی میں دراز ہوتا ہوا بولا۔ "بازار کا اتار چڑھاؤ ان کا مستقبل ہے۔ وہ اس کے متعلق معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر یہ تو سوچو کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جنہیں روحوں کی پیشین گوئی کی بناء پر نقصان بھی اٹھانا پڑتا فرض کرو کسی چیز کا بازار گرنے والا ہے۔ روح نے اسکے متعلق پیشین گوئی کر دی نتیجہ یہ ہوا کہ کی نکاسی قبل از وقت ہی بند ہو گئی۔ اب بتاؤ اس شخص کا کتنا بڑا نقصان ہوا جو اس کا اسٹاک رکھتا ہے"

"ٹھیک ہے....میں سمجھ گیا۔"

"بس تو ایسے ہی لوگ تمہارے خلاف سازش کر سکتے ہیں جنہیں تمہاری پیشین گوئیوں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔"

"میں بالکل سمجھ گیا کیپٹن۔ قطعی سمجھ گیا اور یہ بھی سمجھ گیا کہ پچھلی رات روزیٹی

ساتھ وہ حرکت کیوں کی گئی تھی۔"

"حرکت کی گئی تھی۔" حمید آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"کچھ نہیں....اس کا مقصد محض خوفزدہ کرنا تھا۔ میں پورا واقعہ بتاتا ہوں۔"

ڈاکٹر ہڈسن نے وہ سب کچھ دہرایا جس سے روزیٹی دوچار ہوئی تھی اس دوران میں اس نے زیٹی کو بھی وہیں بلوالیا تھا۔ حمید نے پورا واقعہ سن لینے کے بعد اس سے دو چار سوالات کئے اور کی سریلی آواز سے لطف اندوز ہوتا رہا۔

"بالکل ٹھیک ہے ڈاکٹر.....یہ سب کچھ تمہیں خوفزدہ کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔"

"پرواہ نہیں....میں یہ کام بند نہیں کروں گا۔ اس وقت تک جب تک خود حکومت ہی نہ ل دے۔" ڈاکٹر ہڈسن نے گرم لہجے میں کہا۔

"یہ نہ کہو ڈاکٹر.....مشرق آج بھی اتنا ہی پُر اسرار ہے جتنا صدیوں پہلے تھا۔ تمہاری یب نے اس پر ایک نیا غلاف چڑھا دیا لیکن غلاف کے نیچے وہی اصلیت ہے جو صدیوں پہلے ا۔ یہاں کے جادوگر تمہیں یہ کام بند کرنے پر مجبور کر دیں گے۔"

"جادوگر....!"

"ہاں ڈاکٹر....آج بھی یہاں کا بچہ بچہ جادوگر ہے۔"

"میں نہیں مان سکتا۔ اب یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ زمانہ ختم ہو گیا۔"

"نہیں ہرگز نہیں۔" حمید جوش میں آکر بولا۔ وہ چاروں طرف دیکھنے لگا تھا۔ غالباً وہ کسی نئی ت کے لئے پہلے ہی سے تیار ہو کر آیا تھا۔ اچانک اس کی نظر مینٹل پیس پر رک گئی جہاں ہاتھی ن کے کئی کھلونے رکھے ہوئے تھے۔ ان میں ایک چوہیا بھی تھی جو پچھلی ٹانگوں پر بیٹھی ہوئی پوزیشن میں تھی جیسے اگلے پیروں سے کوئی چیز پکڑے ہوئے اسے کتر رہی ہو۔

"دیکھو ڈاکٹر.....مجھے اس بات پر مجبور نہ کرو کہ مجھے ہی تمہیں اپنا کوئی کارنامہ دکھانا پڑے۔"

"کیسا کارنامہ....!"

"جادو کا کرشمہ....!"

"تم....!" ڈاکٹر ہڈسن حقارت سے ہنس کر رہ گیا۔

"زیادہ بڑا جادوگر تو نہیں ہوں۔ لیکن کچھ نہ کچھ ضرور رکھتا ہوں۔ اپنی جھولی میں۔"

"میں کافی دلچسپی لوں گا۔" ڈاکٹر ہڈسن مسکرا کر بولا۔ "میں جانتا ہوں تم اپنے فلٹ ہ خرگوش نکالو گے۔"

"نہیں....!" حمید آرام کرسی کے ہتھے پر گھونسہ مار کر بولا۔ "میں بے جان چیزوں ک بخش سکتا ہوں۔ سمجھے.... کسی کے مردہ جسم میں اسی کی روح کو وقتی طور پر واپس بلا لینا بڑ نہیں ہے۔ ڈاکٹر ہمارے یہاں کے بچے بھی ایسا کر سکتے ہیں تم نے فرعون کی ممی کی طرح کی روح کو تھوڑی دیر کے لئے رجوع کر لیا تو یہ کوئی بڑا کارنامہ نہ کہلائے گا۔"

حمید کرسی سے اٹھ کر مینٹل پیس کی طرف گیا اور ہاتھی دانت کی چوہیا کو ہتھیلی ہوئے واپس آیا پھر اسے میز پر رکھتا ہوا بولا۔ "یہ ایک بے جان چوہیا ہے ایک کھلونا... اسے گوشت و پوست میں لا سکتے ہو۔"

"نہیں بھائی۔" ڈاکٹر ہڈسن مضحکانہ انداز میں ہنستا ہوا بولا "میرے بس کا روگ نہیں۔"

ڈاکٹر ہڈسن حمید کا مضحکہ اڑا رہا تھا لیکن روزیٹی بہت زیادہ سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔

"اچھا ڈاکٹر تو تم ذرا اپنی آنکھیں کھلی رکھنا۔ میں اسے نہ صرف زندہ چوہیا میں تبدیل گا بلکہ جتنی دیر کہو گے اسے نچاتا بھی رہوں گا۔"

ہڈسن پھر ہنسنے لگا۔ روزیٹی نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ حمید۔ پٹانگ بکواس شروع کر دی تھی اور ساتھ ہی ساتھ وہ طرح طرح کے پوز بنا کر اچھلتا کو جا رہا تھا۔ پھر ان دونوں کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کب ہاتھی دانت کی چوہیا حمید کی جیب میں کب خود اس کی پالتو چوہیا جیب سے نکل کر میز پر آ گئی۔ جیسے ہی حمید نے اپنے دونوں ہاتھ سے ہٹائے روزیٹی کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی اور ڈاکٹر ہڈسن حیرت سے آنکھیں ہوئے آگے جھک گیا۔

"ناچو.... اب تم ناچو.... میں جس دھن پر چاہوں گا تمہیں اُس پر ناچنا پڑے گا۔" چوہیا کی طرف دیکھ کر کہا۔ "تم بھی ڈاکٹر ہڈسن اور روزیٹی کی ہم وطن ہو۔ ناچو میری جان۔"

جیسے ہی حمید نے سیٹی شروع کی تربیت یافتہ چوہیا میز پر پھدکنے لگی۔

ڈاکٹر ہڈسن کی آنکھوں میں حیرت تھی اور اس کے ہونٹ کھلے ہوئے تھے۔ روز چہرے پر خوف وحیرت کے ملے جلے آثار تھے۔

"باس جاؤ.... چلی جاؤ.... آؤ میری جیب میں آؤ۔" حمید نے مخصوص انداز میں میز ائی اور چوہیا اس کے کوٹ کی جیب میں گھس گئی۔

حمید نے اسی جیب سے ہاتھی دانت کی چوہیا نکال کر میز پر ڈال دی۔

"واقعی ڈاکٹر....!" روزیٹی نے کچھ کہنا چاہا لیکن نہ کہہ سکی۔ اس کے چہرے پر پسینے کی یں تھیں جنہیں وہ رومال سے خشک کر رہی تھی۔

اچانک وہ دبلا پتلا انگریز کمرے میں داخل ہوا۔ جو دربان کی حیثیت سے برآمدے میں بیٹھا اتھا۔ اس نے ڈاکٹر ہڈسن کو کسی کا ملاقاتی کارڈ دیا۔

"اوہ.... کرنل فریدی۔" ڈاکٹر ہڈسن نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "جاؤ.... انہیں یہاں لاؤ۔"

انگریز چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد فریدی کمرے میں داخل ہوا۔

"میں جانتا تھا کہ تم یہیں ہو گے۔" اس نے حمید کو غصیلی آواز میں مخاطب کیا اور حمید سچ مچ لا گیا۔

"میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ تم اب یہاں نہیں آؤ گے۔"

"کیا مطلب....!"

"شٹ اپ....!" فریدی اتنے زور سے چیخا کہ کمرے کی دیواریں جھنجھنا اٹھیں۔ پھر اس نے ٹر ہڈسن سے کہا۔ "اگر اب تم نے اسے اپنے یہاں آنے دیا تو اپنی لڑکیوں کی بربادی کے خود ذمہ ہو گے اور میں کسی قسم کی شکایت نہ سنوں گا سمجھے۔"

"مگر کرنل....!" ہڈسن نے کچھ کہنا چاہا لیکن فریدی اس کی طرف دھیان دیئے بغیر حمید کو ازے کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔ "نکلو یہاں سے۔"

حمید کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بھرے بازار میں ننگا کر دیا گیا ہو۔

دو فائر

سڑک تک پہنچتے پہنچتے حمید آپے سے باہر ہو گیا۔ غصے کے مارے اُس کا عجیب حال تھا۔ ذہن ں فریدی کے خلاف کئی بُرے الفاظ گونج رہے تھے اور غصے کی زیادتی گلا گھونٹ رہی تھی۔ وہ خود پنے ہاتھوں بے بس ہو کر رہ گیا تھا۔ ابھی وہ کیڈی تک نہیں پہنچے تھے کہ انہیں ڈاکٹر ہڈسن کی

آواز سنائی دی جو انہیں پکارتا ہوا تیزی سے اسی طرف آرہا تھا۔ فریدی رک گیا لیکن اُس اب بھی حمید کی گردن پر تھا۔

"مگر کرنل آخر اتنی خفگی کی کیا وجہ ہے۔ دو منٹ ٹھہرو۔ کچھ گفتگو کریں گے۔ یہ آئے اور کھڑے ہی کھڑے چل دیئے۔" ڈاکٹر ہڈسن فریدی کے قریب پہنچ کر بولا۔

"میں بہت عدیم الفرصت آدمی ہوں۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"لیکن کل اتنے عدیم الفرصت نہیں تھے۔"

"مجھے افسوس ہے کل ایک غلط فہمی کی بناء پر یہاں چلا آیا تھا.... اب کوئی بات نہیں۔"

"وہ تو مجھے پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے۔"

"غالباً اسی نالائق سے معلوم ہوا ہوگا۔"

"اوہ.... انہیں نالائق نہ کہو.... یہ تو بڑے کام کمال کے آدمی ہیں۔ بے جان چیزوا جان ڈالتے ہیں۔ ہاتھی دانت کی چوہیا کو میں نے ابھی تھرکتے دیکھا ہے۔ کرنل میرے خ کمال ہے۔"

فریدی نے بڑی پھرتی سے حمید کے جیب میں ہاتھ ڈال کر چوہیا نکال لی اور اسے ڈاکٹر کے چہرے کے برابر اٹھاتا ہوا بولا۔ "یہ رہی چوہیا.... میں تم سے یہی کہہ رہا تھا کہ اس۔ لڑکیوں کو بچانا۔ لڑکیاں اُس کی انہیں حرکتوں پر بُری طرح مرتی ہیں اور پھر تباہ ہو جاتی ہیں۔"

اب حمید کی کھوپڑی بالکل ہی آؤٹ ہوگئی اور اس نے مچل کر اپنی گردن فریدی کی سے آزاد کرالی لیکن وہ بھاگ نہیں سکا۔ کیونکہ فریدی نے اُس کی کلائی پکڑ لی تھی۔

"اچھا ڈاکٹر.... شب بخیر....!" فریدی نے کہا اور اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر حمید اندر بیٹھ گیا۔ کیڈی چل پڑی۔

"کیا مطلب تھا اس کا۔" حمید حلق پھاڑ کر چیخا۔ "خود ہی بھیجا پھر اس طرح ذلیل بھی کیا"

فریدی بے تحاشہ ہنسنے لگا اور اب حمید نے باقاعدہ طور پر اپنا سر پیٹنا شروع کر دیا۔

"بس اتنے ہی میں ہوش ٹھکانے آگئے۔" فریدی ہنسی ضبط کرتا ہوا بولا۔ "فرزند من آ اسکیم کا آخری حصہ تمہیں پہلے ہی بتا دیتا تم لاکھ برس میں بھی نہ کر سکتے جو میں چاہتا تھا۔"

"آپ کے چاہنے ہی کے لئے تو میں پیدا ہوا ہوں۔"

"تم سمجھتے ہو کہ اب وہ لوگ تمہیں منہ نہ لگائیں گے۔ لیکن برخوردار میرا دعویٰ ہے کہ کل آرلکچو میں روزیٹی کے ساتھ رقص کرو گے۔ اگر ایسا نہ ہو تو فریدی کو گولی مار دینا۔ بہر حال تم نے آخیر وقت تک اپنا پارٹ بڑی خوش اسلوبی سے ادا کیا۔"



حمید نے تہیہ کر لیا تھا کہ اب وہ کسی کام میں ہاتھ نہ لگائے گا۔ پچھلی رات اسے فریدی کی اس کت پر ایسا معلوم ہوا تھا جیسے نہ صرف اس کی بلکہ اس کی آنے والی نسلوں کی توہین ہوگئی ہو۔

آج صبح اس نے فریدی کے ساتھ ناشتہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ اُس وقت کمرے سے باہر ہی نہیں لا جب تک کہ فریدی باہر نہیں چلا گیا۔

پچھلی رات اس نے جو کچھ بھی کیا تھا فریدی کے کہنے پر۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ آخری منظر کی اسکیم ہی کا ایک جزو تھا تو اس سے اس کا باخبر ہونا ضروری تھا۔ اس طرح اسے شرمندہ تو نہ ہونا تا۔ لیکن پھر وہ سوچنے لگا کہ باخبر ہونے کی صورت میں اس کی ایکٹنگ اتنی جاندار نہ ہو سکتی۔ بے ری میں تو سب کچھ بالکل فطری انداز میں ہوا تھا لیکن پھر بھی اُس کو فریدی پر غصہ تھا۔ جب ی پچھلی رات کا واقعہ یاد آتا وہ ایک بے نام سی الجھن محسوس کرنے لگتا تھا۔

فریدی کے کمرے میں دیر سے فون کی گھنٹی بج رہی تھی لیکن حمید کے کان پر جوں تک ہیں رینگی۔ وہ آج کچھ بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ گھنٹی بند ہوگئی۔ پھر اُس کے بعد ہی ایک نوکر حمید کی خواب گاہ میں داخل ہوا۔

"آپ کا فون ہے۔"

"کہہ دو موجود نہیں ہیں۔"

"مگر سرکار میں نے تو کہہ دیا کہ موجود ہیں۔"

"کس سے پوچھ کر کہہ دیا ہے۔" حمید اس پر برس پڑا۔

"صاحب کوئی عورت ہے۔"

"دیکھو....!" حمید فوراً نرم پڑ گیا۔ "مجھ سے پوچھے بغیر اس قسم کی حرکت نہ کیا کرو سمجھے! تمہیں کہنا چاہیئے تھا دیکھ لوں کپتان صاحب ہیں یا نہیں۔"

"حضور وہ انگریزی بول رہی تھی اور مجھے انگریزی میں لیس سر اور نو سر کے علاوہ اور کچھ نہیں آتا۔"

"اور تم نے اس عورت کو بھی سر ہی کہا ہوگا۔"

"یس سر....!" نوکر نے کچھ اس انداز میں کہا کہ حمید کو ہنسی آگئی۔

وہ فریدی کے کمرے میں آیا۔ ریسیور میز پر پڑا ہوا تھا۔

"ہیلو....!"

"کون.... کیپٹن!" دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی۔

"ہاں.... آں.... آپ کون ہیں؟"

"روزیٹی....!" اس طرح کہا گیا جیسے ہنسی روکنے کی کوشش کی جارہی ہو۔

"ہوں.... کیا بات ہے۔"

"کیا آج نہ آؤ گے۔" وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

"ضرور آؤں گا۔" حمید دانت پیس کر بولا۔

"آپ غصے میں معلوم ہوتے ہیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی "مگر یہ اچھا ہی ہوا، میں تمہیں فون کرنے کی ہمت نہ کرسکتی۔"

"کیوں.... میں نہیں سمجھا۔"

"اگر رات والا واقعہ حقیقت پر مبنی ہوتا تو میں تم سے خائف ہوتی۔ لیکن اس وقت خا لطف آرہا ہے۔ ڈاکٹر کی زبانی اصل واقعہ معلوم کرکے میں بڑی دیر تک ہنستی رہی۔ تم نے کـ صفائی سے ہمیں اُلو بنایا تھا۔ مگر پھر بھی تمہارے کمال کا معترف ہونا پڑتا ہے۔ کیونکہ چوہوں سدھانا قریب ناممکن ہے۔"

"ہاں.... ہے تو....!"

"مگر میرا خیال ہے کہ تمہارا چیف عورتوں کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتا۔"

"تم ٹھیک سمجھیں۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "اگر اس کا بس چلتا تو وہ عورت کی بجا کسی مرد کے پیٹ سے پیدا ہونے کی کوشش کرتا۔" جواب میں حمید نے ایک سریلا قہقہہ سنا۔

"اچھا چھوڑو.... آج کس وقت آرہے ہو۔"

"ہائیں کیا کل تم نے میرے چیف کی گفتگو نہیں سنی تھی۔"

"سنی تھی.... اسی لئے میں نے یہ کہا تھا کہ عورتوں کے بارے میں وہ اچھی رائے نہیں

جانتے ہو کہ ہم مغربی لوگ اس معاملے میں تنگ نظر نہیں ہیں۔"

میں جانتا ہوں۔"

ڈاکٹر تم سے ملنے کے مشتاق ہیں۔ ارے لو، وہ آہی گئے۔" روزیٹی نے کہا۔

ے کے بعد حمید کے کان میں ہلکی سی بھنبھناہٹ گونجتی رہی۔ شاید روزیٹی اور ڈاکٹر آپس وکرنے لگے تھے۔ "ہیلو" چند لمحوں کے بعد روزیٹی کی آواز آئی۔

ہیلو....!"

دیکھو.... ڈاکٹر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔"

ہلو....!" ڈاکٹر کی آواز آئی اور پھر وہ بولتا ہی رہا۔ "شریر لڑکے آج تم ضرور آؤ گے میں ہت زیادہ پسند کرنے لگا ہوں۔ آج ہم ایک کاک ٹیل پارٹی میں جارہے ہیں تمہیں ہمارے چلنا ہوگا سمجھے اور تمہارے ساتھ تمہاری چوہیا بھی ہوگی۔ اور سنو جوان آدمی رقص کے میں ساتھ امریکن کاک ٹیل بھی شامل ہے۔"

مگر میرے چیف نے....؟"

اوہ.... چھوڑو اسے.... وہ مجھے کوئی مُلّا معلوم ہوتا ہے۔"

اچھا ڈاکٹر میں ضرور آؤں گا۔"

بہت اچھے.... میں سات بجے تمہارا منتظر رہوں گا۔"

ون کا سلسلہ دوسری طرف سے منقطع ہوگیا۔



ریٹی نے ضمانت پر رہا ہوتے ہی اپنے شراب خانے کا رخ کیا تھا۔ اس کے پڑوسی اس کی ی پر خوش تھے وہ سمجھے تھے کہ شاید اب اس سے ہمیشہ کے لئے نجات مل گئی۔ کیونکہ انہوں اڑتی خبر سنی تھی کہ اس پر اس کی محبوبہ کے قتل کا الزام لگایا جارہا ہے۔ لیکن جب انہیں یہ لی کہ وہ ضمانت پر رہا کردیا گیا ہے تو وہ اظہار ہمدردی کے لئے جوق در جوق اس کے پاس لگے۔ گریٹی اچھی طرح سمجھتا تھا کہ انہیں اس سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی وہ اخلاقاً برداشت کرتا رہا۔ ویسے بھی پڑوسیوں کے ساتھ اس کا برتاؤ بُرا نہیں تھا۔ وہ دراصل یوں سے کوئی سروکار ہی نہیں رکھتا تھا۔

بہر حال جب ان سے فرصت ملی اور وہ رم کی آدھی بوتل ختم کر چکا تو اسے ستانے لگی اور اُس کا دل اسے ملامت کرنے لگا شاید زندگی میں پہلی بار اُسے اپنے کمینہ پن ہوا تھا۔ وہ آدھی بوتل میز پر ہی چھوڑ کر اٹھ گیا۔ سونیا کی تصویر بُری طرح اُس کے ذہن تھی۔ وہ سونیا کو چاہتا تھا اس کی ہر خواہش پوری کرنے کی کوشش کرتا تھا اور سونیا ہر حال وفادار کتیا کی طرح اس کے اشارے پر دم ہلانے لگتی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شاید اب عورت اس کی زندگی میں کبھی داخل نہ ہو سکے۔

وہ ٹہلتا ہوا اسی راہداری میں آیا جہاں اس نے سونیا کو بڑی بے دردی سے مار ڈالا تھا۔ محسوس ہونے لگا جیسے سونیا اب بھی اس کی گرفت سے نکلنے کے لئے بے بسی سے ہاتھ ہو۔ گریٹی کے چہرے پر پسینے کی بوندیں پھوٹ آئیں۔ وہ آہستہ آہستہ گٹر کے دہانے بڑھنے لگا اور پھر اس کے قریب پہنچ کر اس کے جسم میں تھرتھری سی پیدا ہو گئی۔

وہ چپ چاپ کھڑا رہا۔ اس کے کانوں میں گرجے کی گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ تیز قسم جن کی جھنجھناہٹ اسے اپنے سارے جسم میں محسوس ہو رہی تھی اور پھر گھنٹیوں کے اس اسے سونیا کے رونے کی آواز سنائی دی۔ کتنا درد تھا اس آواز میں۔ اس آواز میں کتنی پر جب وہ اسے پیٹا کرتا تھا تو وہ ایسی ہی آواز میں روتی تھی۔ گریٹی کی آنکھوں سے دھاریں اور وہ بے ساختہ زمین پر گر گیا۔ اس کی پیشانی گٹر کے آہنی اور کھردرے ڈھکن پر رو رہا تھا اور اپنی پیشانی گٹر کے ڈھکن پر اس طرح رگڑ رہا تھا جیسے وہ سونیا کا رخسار ہو۔ یک اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا چہرہ بڑا بھیانک لگ رہا تھا اور اب اس کی آنکھوں میں آنسو

"مار ڈالوں گا۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں چیخا۔ "میں فریدی کو مار ڈالوں گا۔"

دوسرے لمحے میں وہ بہت تیزی سے اپنے رہائشی کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ اس کسی کے نمبر ڈائیل کئے۔

"ہیلو! میں گریٹی بول رہا ہوں۔ ہاں گریٹی.... مجھے ایک ریوالور چاہئے۔ باقاعدہ پہلے میں نے اپنا سامان ضائع کر دیا تھا.... مجھے ایک ریوالور چاہئے.... سمجھے بولو نہیں دیتے۔"

"یہ کیا حماقت ہے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "تم سچ مچ گدھے ہو۔ خبر

یہاں فون مت کرنا۔ جب مجھے ضرورت ہو گی تم سے کسی نہ کسی طرح رابطہ قائم کر لوں گا۔"

اور پھر اس کے بعد ہی دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

گریٹی نے ریسیور پٹختے ہوئے ایک کریہہ سی گالی دی اور فون کو مکا دکھاتا ہوا بولا۔ "اچھا سور بچے سب سے پہلے تجھ سے ہی نپٹوں گا۔ ٹھیک ہے تیری ہی بدولت سونیا کی جان گئی۔ اچھا تو رات تیری آخری رات ہو گی۔"



ڈیکن ہال میں امریکن سفارت خانے کی طرف سے کاک ٹیل پارٹی دی گئی تھی جس کے ہ اور دوسرے پروگرام بھی تھے۔ حمید اس موقع پر پیچھے نہیں رہا تھا۔ اگر ڈاکٹر ہڈسن اسے نہ کرتا تب بھی وہ یہاں ضرور پہنچتا۔ کیونکہ اس کے اور فریدی کے نام براہِ راست دعوت ے آئے تھے۔ لیکن فریدی ڈیکن ہال میں موجود نہیں تھا۔

ڈاکٹر ہڈسن کے ساتھ دونوں لڑکیاں آئی تھیں اور حمید اپنے ڈنر سوٹ میں بڑا اسمارٹ لگ تھا لیکن وہ اپنی پالتو چوہیا ساتھ نہیں لایا تھا۔

رقص میں وہ باری باری سے دونوں لڑکیوں کو ہم رقص بناتا رہا۔ روزیٹی اس تقریب کی ہزادی تھی۔ شہر کے سینکڑوں آدمیوں نے اُس سے رقص کی درخواست کی لیکن وہ حمید کے ادہ اور کسی کے ساتھ نہیں ناچی۔

دو بجے تک عورتیں کتیوں کی طرح بھونکنے لگیں۔ ساؤتھ امریکن کاک ٹیل کا دور شروع ہو گیا تھا اور مہذب ترین آدمیوں پر بھی وحشت طاری ہونے لگی تھی۔ اور وہ جانوروں کی طرح بے مہار ہو گئے تھے۔ اس وقت حمید روزیٹی کے ساتھ ناچ رہا تھا۔

"جنگلی کہیں کے۔" وہ حمید کا بازو نوچ کر بولی۔

"ہاہا.... ہاہا.... ہہ ہا۔" حمید موسیقی کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ قہقہے لگانے لگا۔

"مجھے یہ وحشیانہ انداز رقص بالکل پسند نہیں۔" روزیٹی بسور کر بولی۔

"تو پھر ختم کرو.... ہم کہیں چل کر بیٹھیں۔" حمید نے کہا۔

"ہاں یہی بہتر ہے.... میں بہت تھک گیا ہوں۔"

"ڈاکٹر کہاں ہے۔"

"پتہ نہیں....!"

"اور....وہ....ریگی....!"

"میں نہیں جانتی.... کیا وہ مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے۔"

"ار.... نہیں.... تم تو.... کسی مصور کا حسین خواب ہو۔"

"مجھے شاعری سے نفرت ہے۔" نہ جانے کیوں روزیٹی کچھ جھلا سی گئی تھی۔

"تب پھر مجھے کہنے دو کہ ایک دن تمہارا خوب صورت جسم کیڑے کھا جائیں گے تم صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جاؤ گی اور یہ کہ اس وقت بھی تمہارے پیٹ میں آنتیں ہیں۔ جنہیں دیکھنے سے گھن آتی ہے۔ اگر تمہارا پیٹ پھاڑ دیا جائے تو تمہارے چہرے پر لگے ہوئے روز اور غازے کی کیا وقعت رہ جائے گی۔"

"تم اُلو ہو۔" روزیٹا بھنا کر بولی۔

"میں شاعری بھی کر سکتا ہوں اور اُلو بھی ہوں۔"

وہ دونوں ناچتے ہوئے بھیڑ سے نکل کر اپنی میز پر آ گئے۔

ڈاکٹر ہڈسن اور ریگی وہاں بھی نہیں تھے۔ روزیٹی تشویش آمیز نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگی۔

"کیوں کیا بات ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"ڈاکٹر اور ریگی.... انہیں یہیں ہونا چاہئے تھا۔"

"ڈاکٹر کو ریگی سے عشق تو نہیں ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"تم بعض اوقات پاگلوں کی طرح بکواس کرنے لگتے ہو۔"

"کیوں کیا میں نے کوئی بُری بات کہہ دی ہے۔"

"ڈاکٹر بہت نیک آدمی ہے۔"

"تو کیا میں بُرا آدمی ہوں۔"

"میں کب کہتی ہوں۔"

"تو پھر مجھے تم سے عشق ہو گیا ہے۔"

"ہو جانے دو۔" گریٹی نے لاپروائی سے کہا۔

"نہیں یوں نہیں.... تم بھی کہو کہ تمہیں مجھ سے عشق ہو گیا ہے۔"

"تم کھلنڈرے ہو.... میرا مذاق نہ اڑاؤ۔"

اچانک داہنی طرف کی کھڑکی کا شیشہ ٹوٹ کر فرش پر گرا۔ حمید چونک کر ایک طرف ہو گیا اور اسی اضطراری حرکت نے اس کی جان بچائی کیونکہ شیشہ ٹوٹنے کے ساتھ ہی ایک فائر ہوا تھا۔ حمید نے خود کو کرسی سے گرا دیا تھا۔ پھر ایک ہنگامہ سا برپا ہو گیا۔ ہال میں کسی نہ کسی کے گولی ضرور لگی تھی۔ کچھ لوگ دوڑ کر حمید کی طرف آئے اور اُس نے کھڑکی کی طرف اشارہ کر دیا۔

روزیٹی دور کھڑی کانپ رہی تھی۔

حمید لوگوں کو بتا رہا تھا کہ کس طرح شیشہ توڑ کر دوسری طرف سے کسی نے فائر کیا تھا۔

اچانک اس کی نظر فریدی پر پڑی جو مجمع میں کھڑا اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ جیسے ہی دونوں کی نظریں ملیں فریدی کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

روزیٹی بھی فریدی کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ وہ اس وقت اسے بہت پُر اسرار معلوم ہو رہا تھا۔ حمید فریدی کی طرف بڑھا۔

"فکر کی بات نہیں۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ "وہ پاگل ہو گیا ہے۔"

"کون....!"

"گریٹی۔ اُس نے پہلا فائر ڈاکٹر ہڈسن پر کیا تھا مگر وہ بچ گیا۔"

"ڈاکٹر کہاں تھا۔"

"باغ میں....!"

"کیا گریٹی پکڑ لیا گیا۔"

"نہیں۔"

زندہ لاش

روزیٹی وہاں تنہا رہ گئی۔ کیونکہ حمید کو فریدی اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ لوگ سوالات کر کے اسے پریشان کرنے لگے تھے اور روزیٹی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اب کیا کرے۔ اسے وہیں رک کر ڈاکٹر ہڈسن کا انتظار کرنا تھا۔

انتظار کا یہ وقفہ جلد ہی ختم ہو گیا۔ ڈاکٹر ہڈسن بھیڑ کو ہٹاتا ہوا ریگی سمیت اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"اوہ.... ڈاکٹر....!" روزیٹی نے کہا اور اسے اپنی ٹھنڈی سانس بڑی تسکین آمیز محسوس ہوئی۔

"کیوں.... کیا بات ہے۔" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"کسی نے کیپٹن حمید پر فائر کیا تھا۔" روزیٹی نے ٹوٹی ہوئی کھڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"وہ بچ گیا لیکن گولی ایک دوسرے آدمی کی ٹانگ میں لگی۔"

"کیپٹن کہاں ہے۔"

"اسے اس کا چیف اپنے ساتھ لے گیا۔"

"اچھا.... چلو جلدی کرو۔"

اتنے میں امریکی سفارت خانے کے ایک افسر نے مائیکروفون پر اعلان کیا کہ معزز مہمان اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ جائیں۔ پولیس نہیں چاہتی کہ ضروری کاروائی سے قبل کوئی باہر جائے۔

بھیڑ چھٹنے لگی۔ لوگ ادھر اُدھر کرسیوں پر بیٹھنے لگے تھے اور ہال میں مختلف قسم کی ملی جلی آوازیں گونج رہی تھیں۔ کچھ عورتیں جو نشے میں چور تھیں، اب بھی قہقہے لگا رہی تھیں۔

"یہاں ٹھہرنا خطرے سے خالی نہیں۔" ڈاکٹر ہڈسن چاروں طرف دیکھتا ہوا آہستہ سے بولا۔

"تو پھر نکلنے کی کیا صورت ہو گی۔" روزیٹی نے پوچھا۔

ڈاکٹر ہڈسن کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ "مجھ پر بھی فائر کیا گیا تھا۔"

"کیا....!" روزیٹی اچھل پڑی۔

"ہاں.... میں باغ میں تھا۔ رولینڈ کی واپسی کا منتظر تھا۔"

"لیکن فائر کیا کس نے؟"

"میں خود الجھن میں ہوں اور پھر تم کہتی ہو کہ اس سراغ رساں پر بھی فائر کیا گیا تھا لیکن گولی نہ اس کے لگی اور نہ میرے۔ میں ایک نئی لائن پر سوچنے کیلئے مجبور ہو گیا ہوں۔"

روزیٹی کچھ نہ بولی۔ وہ تشویش آمیز نظروں سے ڈاکٹر ہڈسن کے چہرے کیطرف دیکھ رہی تھی۔

"فریدی بہت چالاک آدمی ہے۔" ڈاکٹر نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "یہ اسی کی حرکت ہے۔"

پولیس کی رپورٹ مرتب کرنے میں پورا ایک گھنٹہ صرف ہوا۔ پھر تین بجے ہال کے

ے کھول دیئے گئے۔

روزیٹی اس دوران میں خاموش ہی رہی اور ریگی ان لڑکیوں میں سے تھی جو بغیر ضرورت نہیں کرتیں۔ گفتگو کے دوران میں اکثر وہ مخاطب کو اس طرح دیکھنے لگتی تھی جیسے اس کے بی اس کی آواز ہی نہ پہنچ رہی ہو۔

ڈاکٹر ہڈسن بڑی تیز رفتاری سے اپنی کار برکلے ہاؤز کی طرف لئے جا رہا تھا اور اسے اس بات کا احساس تھا کہ ایک تیز رفتار موٹر سائیکل اس کا تعاقب کر رہی ہے۔ ایک بار روزیٹی نے بھی ی طرف اشارہ کیا۔ لیکن اس نے ڈاکٹر ہڈسن کے اطمینان میں ذرہ برابر بھی فرق محسوس نہیں برکلے ہاؤز کا پھاٹک کھلا ہوا تھا۔ وہ اپنی کار اندر لیتا ہوا چلا گیا۔

اسے یہ بھی دیکھنا تھا کہ کار کا تعاقب کرنے والا کون ہے۔ وہ کار کو ایک روش پر روک کر باغ کی دیوار کی طرف لپکا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت ایک فائر ہوا اور گولی سنسناتی ہوئی اس کے ے نکل گئی۔ دوسرے ہی لمحے میں اس نے ایک ہلکی سی کراہ کے ساتھ خود کو زمین پر گرا اس نے لڑکیوں کی چیخیں سنیں اور پھر ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی بھاری قدموں سے بھاگتا ہوا کی طرف جا رہا ہو۔

وہ زمین ہی پر پڑے پڑے پھاٹک کی جانب رینگنے لگا۔ تھوڑی ہی دور رینگنے کے بعد کچھ یں سنائی دینے لگیں جیسے باہر کچھ لوگ ایک دوسرے سے گتھ گئے ہوں۔ ڈاکٹر ہڈسن پھاٹک رینگ آیا۔

سامنے سڑک پر اسے دو آدمی تاروں کی چھاؤں میں لڑتے ہوئے دکھائی دیئے۔ وہ ایک ے پر گھونسے برسا رہے تھے۔ ان میں سے ایک تو یقیناً بھاگ جانے کی فکر میں تھا۔ جیسے ہی وہ ھ جانے کی کوشش کرتا دوسرا اس پر اس بُری طرح حملہ کرتا کہ اسے رک کر پلٹنا ہی پڑتا تھا۔

"رولینڈ....!" ڈاکٹر ہڈسن نے آہستہ سے پکارا۔ لیکن لڑنے والوں کے منہ سے ہلکی سی ز بھی نہ نکلی۔

"رولینڈ....!" ڈاکٹر ہڈسن نے پھر پکارا۔ مگر لڑنے والے بدستور لڑتے رہے اور اُن کی ف سے کوئی جواب نہ ملا۔ اس بار ہڈسن کی جھلاہٹ بڑھ گئی۔ لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔

اچانک ایک کار آ کر ان لڑنے والوں کے قریب رک گئی۔ اس کی ہیڈ لائیٹوں کی روشنی ایک

بار لڑنے والوں پر بھی پڑی تھی اور ڈاکٹر ہڈسن اُن میں سے ایک کو پہچان کر ششدر رہ گ

کار کی روشنی بجھادی گئی اور اس پر سے دو آدمی اترے اتنے میں لڑنے والوں میں ڈھیر ہو چکا تھا۔ پھر ڈاکٹر ہڈسن کو تین دھندلے سائے نظر آئے جو گرے ہوئے آدمی کو کی طرف لے جارہے تھے۔

قبل اس کے کہ ڈاکٹر ہڈسن کوئی فیصلہ کرتا کار فراٹے بھرتی ہوئی دور نکل گئی۔

پھر تقریباً تین چار منٹ تک وہ وہیں سینے کے بل زمین پر پڑا رہا۔

آہستہ آہستہ تاریکی کا غبار چھٹتا جارہا تھا اور تارے اس طرح جھلملا رہے تھے جیسے کو بچہ مخصوص انداز میں پلکیں جھپکاتا ہے اور اب پھر وہی اتھاہ سناٹا اور جھینگروں کی جھائیں تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ازل سے اب تک سناٹے کا یہ سلسلہ ٹوٹا ہی نہ ہو۔

ہڈسن کچھ دیر تک تو زمین ہی پر پڑا ہوا رینگتا رہا۔ پھر سیدھا کھڑا ہو کر چلنے لگا۔ دونو لڑکیاں اب بھی کار ہی میں تھیں اور ایک دوسری سے اس طرح لپٹی ہوئی تھیں جیسے ا ساتھ ہی جینے اور مرنے کا تہیہ کرلیا ہو۔



دوسری صبح فریدی نیشنل بنک میں داخل ہوا اور سیدھا منیجر کے آفس میں چلا گیا شاید اس سے پہلے ہی سے واقف تھا۔ احتراماً کھڑا ہو گیا۔ لیکن اس کے سامنے بیٹھا ہوا آد بیٹھا رہا یہ شہر کا ایک بڑا سرمایہ دار تھا۔

منیجر نے کرسی کی طرف اشارہ کیا اور فریدی اس کا شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔

"فرمائیے! کیا خدمت کروں۔" منیجر نے مسکرا کر پوچھا۔

"اس بینک کی معرفت دو ممیاں فروخت کی گئی ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"کس نے خریدی ہیں۔"

"آپ نے....!" منیجر نے سر سے اشارہ کرتے ہوئے سامنے والے آدمی کی طرف

"اوہ.... آپ نے....!" فریدی اس کی طرف مڑ کر بولا۔

"جی ہاں.... کیوں....؟" اُس نے فریدی کو گھور کر پوچھا۔

"کیا آپ نے ممیاں یہاں سے اٹھوالیں۔"

"میں آپ کے سوالات کا جواب کیوں دوں۔" اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اس لئے....!" فریدی اس کے سامنے اپنا ملاقاتی کارڈ رکھتا ہوا بولا۔

اس نے کارڈ کو غور سے دیکھا اور پھر فریدی کو تیز نظروں سے دیکھنے لگا۔

"آپ یہ سب کیوں دریافت کر رہے ہیں۔"

"اس کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں جناب۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"ہاں میں نے دو ممیاں اسی بینک کی معرفت خریدی ہیں۔ قیمت ابھی ادا کر چکا ہوں۔ اب ممیاں یہاں سے اٹھوا کر گھر لے جاؤں گا اور کچھ۔"

"نہیں! اب ان ممیوں سمیت میرے ساتھ چلیں گے۔"

"تم جانتے ہو میں کون ہوں۔" اس آدمی نے بگڑ کر کہا۔

"زیادہ سے زیادہ کسی منسٹر کے سالے ہو گے.... اور کیا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"اچھا میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں۔" اس نے فون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

لیکن اسے ایک غیر متوقع ذہنی جھٹکے سے دوچار ہونا پڑا۔ فریدی نے میز پر رکھا ہوا رول اٹھا کر اس کے ہاتھ پر رسید کر دیا تھا۔

"خود کو میری حراست میں تصور کرو۔" فریدی نے اس انداز میں کہا جیسے بہت دنوں سے ملاقات ہونے پر کسی کی خیریت دریافت کر رہا ہو۔

"تم ہوش میں ہو یا نہیں۔" وہ آدمی گرج کر بولا۔

"میں قطعی ہوش میں ہوں۔ میرے کہنے پر عمل کرو، ورنہ ہتھ کڑیاں لگا کر لے چلوں گا۔ سمجھے.... میں جانتا ہوں کہ تم ایک بڑے سرمایہ دار ہو لیکن قانون بہر حال قانون ہے۔"

"آپ دیکھ رہے ہیں۔" وہ جھلا کر منیجر کی طرف پلٹا۔

منیجر کچھ نہ بولا۔ شاید اسے پہلے ہی سے خبر دار کر دیا گیا تھا۔

"تم مجھے کسی بات پر مجبور نہیں کر سکتے۔" اس نے فریدی سے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ تم سر عام اپنی بے عزتی پر مسرور ہونا چاہتے ہو۔ خیریت اسی میں ہے کہ جو کچھ کہوں کرتے جاؤ۔"

"میں ہرگز نہیں جاؤں گا۔"

"اچھا تو چلو....!" فریدی جیب سے ہتھ کڑیوں کا جوڑا نکالتا ہوا بولا۔ پھر دروازے کی طرف دیکھ کر بلند آواز میں کہا۔ "رمیش اندر آجاؤ۔"

دوسرے ہی لمحے میں سرجنٹ رمیش ایک آدمی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔

"اس کے ہاتھ پکڑو، میں ہتھ کڑیاں لگاؤں گا۔"

دونوں اس پر جھک پڑے اسے قابو کرنے میں زیادہ دشواری نہیں پیش آئی۔ فریدی نے ہتھکڑیاں لگادیں۔

"اچھا میں دیکھ لوں گا....!" وہ ہانپتا ہوا بولا۔

فریدی اسکی بات کا جواب دیئے بغیر رمیش سے بولا۔ "غالباً وہ ممیاں گاڑی پر رکھ دی گئی ہوں گی۔"

"جی ہاں....!"

اب فریدی اپنے شکار کی طرف مڑا۔ ایک لمحہ اسے حقارت آمیز نظروں سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "چلئے جناب....اب آپ کو اسی صورت میں چلنا پڑے گا۔"

رمیش اور اس کے ساتھی نے اسے کھینچ کر کرسی سے اٹھادیا۔ بینک کا منیجر خاموشی سے بیٹھا رہا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ پتھر کا بت ہو۔

"اچھا جناب....!" فریدی منیجر کی طرف دیکھ کر مسکراتا ہوا بولا۔

قیدی دروازے کے قریب رک گیا تھا۔ جیسے ہی فریدی اُس کے قریب پہنچا اُس نے آہستہ سے کہا۔ "ہتھکڑیاں اتروا دیجئے....میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" فریدی نے کہا اور ہتھکڑیاں اس کے ہاتھوں سے الگ کر دیں۔

اور پھر وہ باہر نکل آئے۔ سڑک پر پہنچتے ہی اُس آدمی نے فریدی سے کہا۔

"کیا گلو خلاصی کی کوئی صورت نہیں۔"

"گلو خلاصی کے لئے عدالتیں کھلی ہوئی ہیں۔ بس گاڑی میں بیٹھ جایئے۔"

"ایک لاکھ لے لیجئے۔"

"ایسی صورت میں ایک دوسرا مقدمہ بھی آپ پر قائم کیا جاسکتا ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

محکمہ سراغ رسانی کی ایک بڑی سی وین سڑک پر موجود تھی۔ فریدی اپنے قیدی سمیت اُس

لیا۔ نیچے دو ممیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ہزار ہا سال پرانی لاشیں....وین روانہ ہو گئی۔

ر پھر فریدی تھوڑی ہی دیر بعد اپنے محکمے کے ڈی۔ آئی۔ جی کے آفس میں موجود تھا۔ اُس نھ قیدی بھی تھا اور ممیاں بھی....ڈی۔ آئی۔ جی نے اُس قیدی کو تحیر آمیز نظروں سے یرت کی بات بھی تھی۔ وہ نہ صرف ایک بڑا سرمایہ دار بلکہ پبلک لائف میں بھی لیڈر قسم تھا۔

یہ....!" ڈی۔ آئی۔ جی۔ نے آہستہ سے کہا۔

جی ہاں....اتنے اونچے قسم کے جرائم چھوٹے موٹے آدمی نہیں کرتے۔"

یکن معاملہ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آسکا۔"

یں عرض کرتا ہوں....اس واقعے کا تعلق سینٹرل بینک والے معاملے سے ہے۔ وہاں یں جعلی نوٹ آئے تھے۔"

ں ہاں میں سمجھ گیا لیکن....یہ معاملہ....!"

ٹھہریئے....میں بتاتا ہوں....ڈاکٹر ہڈسن والا معاملہ گوش گزار کر چکا ہوں۔ اب میں طریقہ بتاؤں گا جس سے ایسی انہونی باتیں بھی ہو جاتی ہیں۔"

ی کا چہرہ زرد ہو گیا۔ فریدی ممیوں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ ممیاں ہیں۔"

آئی۔ جی کچھ بولا نہیں۔ وہ جواب طلب نظروں سے فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ممیاں نہیں صرف لکڑی کے خول ہیں اور ان پر اس طرح کا روغن کیا گیا ہے کہ یہ ممیاں لگی ہیں اور آپ یقین کیجئے کہ آپ کو ان میں سے کسی میں بھی کوئی لاش نہ ملے گی۔"

آخر یہ ہے کیا بلا۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

یکھئے....!" اُس نے کہا اور ممی کے درمیانی جوڑ کو ٹٹولنے لگا۔ دوسرے ہی لمحے میں اُس کا جھٹکے کے ساتھ کھل کر پیروں کی طرف کھڑا ہو گیا اور ساتھ ہی ڈی۔ آئی۔ جی کی ں حیرت سے پھیل گئیں۔ کیونکہ ممی کے خول میں نوٹوں کے بنڈل بھرے ہوئے تھے۔

دیکھئے....یہ رہے اصلی نوٹ....اور انہیں نمبروں کے جعلی نوٹ نیشنل بنک کے م میں پہنچ گئے ہوں گے۔"

"اور اب دیکھئے۔ مجھے یقین ہے کہ اس دوسرے خول سے کوئی زندہ لاش برآمد ہوگی
نوٹ کسی فوق الفطرت طریقے سے اِدھر اُدھر نہیں منتقل ہوتے۔"

"کیا اس کے اندر کوئی ذی روح زندہ رہ سکتا ہے۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے دوسری ممی کی
دیکھتے ہوئے کہا۔

"سب کچھ ہو سکتا ہے.... جناب والا! اسے بھی دیکھ لیجئے۔"

فریدی نے دوسری ممی کا بھی ڈھکن اٹھا دیا۔ اس کی توقع کے مطابق سچ مچ اُس م
آدمی لیٹا ہوا نظر آرہا تھا۔ پھر وہ آدمی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا چہرہ گیس ماسک میں چھ
اور کمر کے گرد چاروں طرف آکسیجن کی تھیلیاں لگی ہوئی تھیں۔

فریدی نے آگے بڑھ کر اُسے پکڑ لیا اور دوسرے ہی لمحے میں اس کے چہرے
ماسک ہٹا دیا گیا۔ یہ وہی دبلا پتلا مدقوق سا انگریز تھا جو برکلے ہاؤز میں دربانی کے فرائض ا
تھا۔ فریدی پر نظر پڑتے ہی اس کی گھگھی بندھ گئی۔

"تو یہ رہی وہ زندہ لاش....!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اور یہ طریقہ ہے جعلی نوٹوں کی تقسی

"تو کیا ممیاں بینک کی معرفت فروخت ہوتی رہی ہیں۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے پوچھا۔

"جی ہاں.... اُن کا پہلا شکار سینٹرل بینک تھا اور دوسرا نیشنل بینک۔"

انگریز کھڑا ابری طرح کانپ رہا تھا۔ پھر یک بیک وہ گر پڑا۔

فریدی نے جھک کر اُسے دیکھا اور پھر سیدھا کھڑا ہو کر بولا۔ "بیہوش ہو گیا ہے۔"

"تو کیا ڈاکٹر ہڈسن....!"

"جی ہاں.... وہی.... " فریدی نے کہا۔ "وہ ان کا سرغنہ ہے۔ اُس کے ایک آدمی
میں پچھلی ہی رات کو گرفتار کر چکا ہوں۔ ہڈسن نے اُسے میری نقل و حرکت پر نظر
مقرر کیا تھا۔ پچھلی شام کو یہ دونوں ممیاں نیشنل بینک میں پہنچائی گئی تھیں۔ اُس کے بعد
میرے پیچھے لگ گیا تھا۔ ہڈسن نے یہ کاروبار شروع کرنے کے قبل ہی سے مجھ پر نظر رکھی

فریدی نے اس سلسلے کے دوسرے واقعات دہرانے شروع کئے، روحوں سے گفتگو
پانچ آدمیوں کو دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو جانا.... اور سب سے بڑا لطیفہ.... روحوں نے ہ
اطلاع بھی دے دی تھی کہ اس وقت وہاں فریدی اور حمید بھی موجود ہیں۔

ہے۔" ڈی۔ آئی۔ جی سر ہلا کر بولا۔

خاص بات نہیں۔" فریدی نے کہا۔ "اور پھر یہ حضرت۔"

نے قیدی کی طرف اشارہ کیا۔ ایک لمحہ خاموش رہا اور پھر بولا۔ "یہ ان ممیوں کو گھر لے
ران نوٹوں کے حصے بخرے ہو جاتے.... یہ حضرت جو قوم کے لیڈر ہونے کا بھی
ہیں۔"

کچھ نہ بولا۔ فریدی نے اُسے جھنجھوڑ کر کہا۔ "کیا کہتے ہو.... کیا تمہیں اس جرم سے انکار ہے۔"
نہیں بولا۔ اُس نے آنکھیں کھولیں اور پھر بند کر لیں۔

ن تک پہنچے کس طرح۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے پوچھا۔

کے ذریعہ۔ میں ایک مشتبہ آدمی کا تعاقب کرتا ہوا چیتھم روڈ کی ایک عمارت تک
ہاں میں نے ایک تہہ خانے میں کچھ ایسے نشانات دیکھے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہاں
نصب تھی۔ پھر وہیں پانچ نامعلوم آدمیوں نے ہم پر حملہ کیا۔ لیکن فرار ہونے میں
گئے۔ دوسرے دن اس آدمی کو زہر دے کر ہلاک کر دیا گیا جس کے ذریعہ میں اُس
پہنچا تھا۔ تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ گریٹی کی محبوبہ سونیا اُس کے ساتھ تھی۔ سونیا
وجہ ہوا تو گریٹی نے سونیا کو بھی ختم کر دیا۔"

مانے سونیا کے قتل کا واقعہ بالتفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "ضمانت پر رہا ہونے کے بعد ہی
یٹی کا دماغ چل گیا ہے۔ پچھلی رات ڈیکن ہال میں اسی نے گولیاں چلائی تھیں۔ اُس
بھی گولی چلائی تھی۔ پھر اس نے دوسرا حملہ حمید پر کیا لیکن اس میں بھی ناکامیاب
ئچ پاگل ہو گیا تھا۔ ڈیکن ہال میں ناکامیاب ہونے کے بعد اُس نے ہڈسن کی رہائش گاہ
وہاں بھی اُس نے ہڈسن پر گولی چلائی تھی۔"

ناخاموش ہو گیا۔

زہریلا دھواں

لی کچھ سوچنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے چونک کر کہا "ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ گریٹی
ہاؤز میں بھی ڈاکٹر ہڈسن پر حملہ کیا۔ مجھے یقین تھا کہ گریٹی اُس پر دوسرا حملہ ضرور

کرے گا۔ مگر اس کے لئے برکلے ہاؤز کے ویران پائیں باغ کے علاوہ اور کوئی جگہ منا
ہوسکتی۔ جیسے ہی ہڈسن کی کار ڈیکن ہال کی کمپاؤنڈ سے باہر نکلی میں نے حمید کو ضروری ہدا
کر اس کا تعاقب شروع کروایا۔ پھر وہی ہوا جس کی توقع تھی۔ گریٹی پہلے ہی سے پائیں با
بیٹھا تھا۔ جیسے ہی ہڈسن کار سے اُترا اُس نے فائر کر دیا اور پھر اپنی دانست میں اُسے ختم کر
طرف بھاگا.... باہر میں موجود تھا۔ بہر حال میں نے گریٹی کو بھی گرفتار کر لیا۔ لیکن اُ
حالت ٹھیک نہیں ہے۔"

"اس کی ضمانت کس نے دی تھی۔" ڈی۔ آئی۔ جی بولا۔

"ضمانت دینے والے بھی یہی ذات شریف تھے۔" فریدی نے قیدی کی طرف اشارہ ک

"ہوں....!" ڈی۔ آئی۔ جی نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔ تھوڑی دیر تک
رہا پھر بولا۔ "اس پر شبہ نہیں کہ اگر تم اپنی آنکھیں کھلی نہ رکھو تو یہاں نہ جانے کیا کیا
بھلا یہ کیس سول پولیس کے بس کا تھا۔ مگر بھئی مجھے اس آدمی پر حیرت ہے جو لکڑی کے
سے خول میں اتنے عرصے تک زندہ رہا۔"

"حیرت کی بات نہیں.... گیس ماسک اور آکسیجن کی تھیلیاں اس کے پاس موجود

"ٹھیک ہے لیکن پھر بھی اس تنگ سے خول میں جکڑے پڑے رہنا محالات ہی میں
میرا تو سوچ کر ہی دم گھٹ رہا ہے۔"

فریدی خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "بہر حال یہ ناممکن نہیں ہے۔ صر
ہونی چاہئے۔ یہ تو آکسیجن کے سہارے زندہ رہا لیکن میں نے اکثر سادھوؤں کو دیکھا
تین دن تک زمین میں دفن رہنے کے بعد صحیح و سلامت نکلے ہیں۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔" ڈی۔ آئی۔ جی سر ہلا کر بولا۔ "لیکن ہڈسن کہاں ہے۔"

"اُسے بھی جلد ہی پیش کروں گا۔" فریدی نے قیدی اور بیہوش آدمی کی طرف

"یہ واقعہ فی الحال اسی کمرے تک محدود رہے تو بہتر ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" ڈی۔ آئی۔ جی کچھ سوچتا ہوا بولا۔



حمید وائلن بجا رہا تھا اور روزیٹی ناچ رہی تھی۔

ڈاکٹر ہڈسن بھی اُسی کمرے میں موجود تھا اور کبھی کبھی نظر بچا کر حمید کے چہرے کی طرف بہت غور سے دیکھنے لگتا تھا۔ اچانک اُس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"میری ایک بات سن لو۔"

"ڈاکٹر پھر کبھی سنانا۔ یہ روزیٹی نہیں میری روح ناچ رہی ہے اور جب میری روح ناچنے لگتی ہے تو میں اندھا، گونگا، بہرا غرضیکہ بالکل اپاہج ہو جاتا ہوں۔"

روزیٹی ناچتے ناچتے رک گئی۔

حمید نے جھلا کر وائیلن ایک صوفے پر پٹختے ہوئے کہا۔ "پوچھو کیا پوچھتے ہو۔"

"میرا آدمی رولینڈ رات سے غائب ہے۔"

"بس اتنی سی بات تھی ڈاکٹر۔ اچھا میں کوشش کروں گا کہ اس کا سراغ مل جائے۔"

پھر اُس نے روزیٹی سے کہا۔ "شروع ہو جاؤ۔"

"واقعی رولینڈ کی غیر حاضری تشویشناک ہو گئی ہے۔" روزیٹی حمید کی بات پر دھیان دیئے بغیر بولی۔

"ڈاکٹر کہیں اسی نے ہم دونوں پر گولی نہ چلائی ہو۔" حمید بولا۔

"نہیں ایسی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔"

"پھر تم پر گولی کون چلا سکتا ہے اور پھر ساتھ ہی ساتھ مجھ پر بھی۔ ہم دونوں کا دشمن کون ہو سکتا ہے۔"

"بھلا رولینڈ تمہارا دشمن کیوں ہو سکتا ہے۔" ڈاکٹر نے حمید کو تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تم تھوڑی دیر کے لئے یہاں سے چلی جاؤ۔" حمید نے روزیٹی سے کہا۔ "میں ڈاکٹر کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ میرا دشمن کیوں ہو سکتا ہے۔"

"بکواس مت کرو۔" روزیٹی نے کہا۔

"اچھا تو میں تمہارے سامنے ہی بتاتا ہوں۔ شائد رولینڈ کو تم سے دلچسپی ہے ادھر میں نے تم میں دلچسپی لینی شروع کر دی ہے لہٰذا اس کا بھڑک اٹھنا لازمی ہے اور چونکہ ڈاکٹر بھی مجھے پسند کرتے ہیں اس لئے وہ ان کا بھی دشمن ہو گیا ہے۔"

"بکواس....!" ڈاکٹر ہڈسن بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

”یوں کام نہیں چلے گا ڈاکٹر.....!“ حمید نے چیلنج کرنے والے لہجے میں کہا۔ ”یہ بکواس نہ
ہے کہ میں روزیٹی کو پسند کرنے لگا ہوں۔“

”فضول بکواس مت کرو۔“ روزیٹی بگڑ کر بولی۔

”ارے تم بھی فضول کہہ رہی ہو.... یعنی.....!“

”میں سنجیدگی سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“ ڈاکٹر ہڈسن تیز لہجے میں بولا۔

”میں غیر سنجیدہ نہیں ہوں۔“

”تم پچھلی رات کو کہاں غائب ہوگئے تھے۔“

”غائب تو تم ہوئے تھے ڈاکٹر.....!“

”اوہ.... میں.... باغ میں تھا۔ میں اور ریگی تازہ ہوا چاہتے تھے۔“

”اگر میں کہوں کہ تم نے ہی مجھ پر گولی چلائی تھی۔“

”میں کیوں چلاتا۔“ ڈاکٹر ہڈسن اُسے گھورنے لگا۔

”اچھا تو سنو! جب مجھ پر حملہ ہوا تھا تو تم باغ میں تھے اور میرا چیف مجھ سے زیادہ فاصلے نہیں تھا حملے کے بعد وہ مجھے اپنے ساتھ لے گیا اور کچھ اس قسم کی گفتگو شروع کی جس سے مترشح ہوتا تھا کہ وہ حملہ تمہاری ہی ایماء پر ہوا تھا۔“

”سراسر غلط ہے.... بھلا میں تم پر اس طرح کیوں حملہ کرنے لگا۔ اگر تمہیں ختم ہی ہوتا تو روزیٹی کے ذریعہ تمہیں زہر دلوادیتا.... سمجھے۔“

ڈاکٹر ہڈسن ہنسنے لگا۔

”ٹھیک کہتے ہو ڈاکٹر۔“ پشت کے دروازے سے آواز آئی۔

وہ سب چونک کر مڑے۔ دروازے میں فریدی کھڑا مسکرا رہا تھا اسکے دونوں ہاتھ جیبوں میں تھے

”میں تم سے متفق ہوں۔“ وہ پھر بولا۔ ”روزیٹی میرے اسسٹنٹ کو اسی طرح زہر دے
تھی جس طرح سونیا نے راجو کو.....!“

”اوہ.... کرنل آؤ.... آؤ.... مگر تم بغیر اطلاع اندر کیسے چلے آئے۔“ ڈاکٹر ہڈسن اٹھتا ہوا بولا

”بیٹھ جاؤ۔“ فریدی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ اس کا داہنا ہاتھ جیب سے نکل آیا اور اس
ریوالور تھا۔

”چلو بیٹھ گیا۔“ ڈاکٹر ہڈسن مسکراتا ہوا بیٹھ گیا۔ ”شاید تم اس وقت غصے میں ہو۔“

”ضرور یہی بات ہے۔“ حمید چہک کر بولا۔ ”تم ان کی غلط فہمی رفع کردو۔“ پھر اُس نے
ے کہا۔ ”جی ہاں! ڈاکٹر نے حملہ نہیں کیا تھا مجھ پر۔ خود ڈاکٹر پر بھی کسی نے حملہ کیا تھا۔
وزیٹی ڈارلنگ۔“ وہ روزیٹی کو آنکھ مار کر مسکرانے لگا۔

”اچھا کرنل یہی بتادو کہ میں کیپٹن پر حملہ کیوں کرنے لگا۔“ ڈاکٹر ہڈسن نے کہا۔

”میں کب کہتا ہوں کہ تم نے اس پر حملہ کیا تھا۔“

”پھر.....!“

”وہ تو ایک ایسے پاگل کی حرکت تھی جسے اپنے ہاتھوں اپنی محبوبہ کی موت یاد آگئی تھی۔“

”میں بالکل نہیں سمجھا۔“

”گریٹی۔“

”گریٹی۔“ ڈاکٹر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ لیکن پھر وہ فوراً ہی سنبھل کر بولا۔

”.... یہ گریٹی کیا بلا ہے۔“

”گریٹی وہی بلا ہے جس نے راجو کا خاتمہ کرایا تھا۔“

”کون راجو.....! میں کسی راجو کو نہیں جانتا۔“

”خوب.....!“ فریدی تلخ انداز میں مسکرایا۔ ”شائد تم ان ممیوں سے بھی ناواقف ہو گے جو نیشنل بینک میں بھجوائی تھیں۔“

”میں قطعی واقف ہوں۔ کیوں! کیا ہوا۔ ہاں میں نے کل دو ممیاں نیشنل بینک کے توسط سے
ت کی ہیں۔“

”اور اس سے قبل دو ممیاں سینٹرل بینک کے توسط سے فروخت کی تھیں۔“

”ہاں یہ بھی صحیح ہے۔“ ڈاکٹر ہڈسن پرسکون لہجے میں بولا۔

”اور یہ بھی صحیح ہے کہ وہ ممیاں صرف لکڑی کے خول ہیں۔“

”کیا مطلب.....!“

”اپنے ہاتھ اوپر اٹھالو ڈاکٹر۔“ فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔

”میں بلاوجہ اپنے ہاتھوں کو تکلیف نہیں دیتا۔“ ڈاکٹر ہڈسن نے لاپروائی سے کہا۔ ”بیٹھ جاؤ

....میں آج تمہیں برازیل کی کافی پلاؤں گا.... روزیٹی.... ریگی سے کہو کہ کافی تیار کرے
روزیٹی جانے کے لئے مڑی۔

"ٹھہرو....!" فریدی بولا۔ "اس کمرے سے باہر جانے والا اپنی موت کو دعوت دے گا"

روزیٹی رک گئی۔

"کیا سچ مچ تم سنجیدہ ہو۔" ڈاکٹر نے حیرت ظاہر کیا۔

"ہاں ایسی صورت میں ضرور سنجیدہ ہونا پڑتا ہے۔ جب ایک ممی سے نوٹوں کی گڈیاں ہوں اور دوسری سے ایک زندہ لاش۔"

اچانک ڈاکٹر ہڈسن صوفے سے اچھل کر زمین پر گر پڑا اور ساتھ ہی شیشے کا ایک چھوٹا دیوار سے ٹکرا کر پھٹا.... ہلکی سی آواز ہوئی اور فریدی نے ہڈسن پر فائر کر دیا۔ لیکن وہ بڑی سے فرش پر پھسل کر صوفے کی اوٹ میں ہو گیا۔

ادھر روزیٹی چھلانگ مار کر دروازے کے باہر نکل گئی۔ حمید اس کے پیچھے دوڑا۔ فریدی دوسرا فائر کیا لیکن وہ اپنے سر پر منڈلاتی ہوئی بلا سے لاعلم تھا۔ ہڈسن کا پھینکا ہوا شیشے کا گولا اسی جگہ دیوار پر لگا تھا جہاں فریدی کھڑا تھا اور گولے کے پھٹتے ہی اس میں سے تھوڑا سا غبار نکلا فضا میں نہ صرف چکرانے لگا تھا بلکہ آہستہ آہستہ پھیلاؤ بھی اختیار کرتا جا رہا تھا۔ لیکن اس طر نہیں جیسے معمولی دھواں سرعت کے ساتھ اپنا دائرہ وسیع کرتا ہے بلکہ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اپنا حجم بڑھانے کے لئے فضا میں پھیلی ہوئی کسی غیر مرئی اور مخالف قوت سے زور آزمائی کر رہا یعنی اس کے بڑھنے کا انداز کچھ دبا دبا سا تھا۔ فریدی نے تیسرا فائر کیا لیکن بے سود.. ہڈسن صوفے سے چپک کر رہ گیا تھا۔

فریدی کو یقین ہو گیا کہ اس کے پاس ریوالور نہیں ہے۔ ورنہ وہ ضرور فائر کرتا۔ وہ کر آگے بڑھنے ہی والا تھا کہ اس کے سر پر منڈلانے والا غبار یک بیک نیچے پھسل آیا۔ فریدی گردن جھٹک کر پیچھے ہٹنے کی کوشش کی۔ لیکن اسے ایسا محسوس ہوا جیسے ناک کے سوراخو تیز رو چنگاریاں سی گھستی چلی گئی ہوں۔

اور پھر وہ جہاں تھا وہیں چکرا کر گر پڑا۔

اس کے گرنے کی آواز سنتے ہی ڈاکٹر ہڈسن صوفے کی اوٹ سے نکلا۔ اس نے چٹکی

ی دبا رکھی تھی۔

پھر دوسرے ہی لمحے میں وہ بیہوش فریدی کو گھسیٹتا ہوا کمرے کے باہر لے جا رہا تھا۔ اس نے ے راہداری میں ڈال دیا اور کمرے کا دروازہ بند کرنے لگا۔

اس وقت اس کے چہرے پر بلا کی درندگی نظر آ رہی تھی۔ اس کے خدوخال تک بدل کر رہ تھے شائد اس وقت اس کے ساتھی بھی اسے مشکل ہی سے پہچان سکتے۔

دروازہ بند کر کے وہ فریدی کی طرف مڑا اور اب اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا چاقو تھا۔



مکان میں ریگی اور روزیٹی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اس کے باوجود بھی حمید کو ان پر قابو میں کافی دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔

لیکن کسی نہ کسی طرح اس نے انہیں ایک کمرے میں بند ہی کر دیا اور خود باہر ہی ٹھہرا رہا۔ توقع تھی کہ فریدی ڈاکٹر سے نپٹ رہا ہو گا۔

"ڈارلنگ کیا ہو گیا ہے تمہیں۔" روزیٹی نے منمناتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کسی نہ کسی زبان میں ڈالنگ گدھے کو بھی کہتے ہوں گے۔" حمید بولا۔

"ابھی میں ناچ رہی تھی۔ تم نے کہا تھا کہ تمہاری روح ناچ رہی ہے۔"

"اب میں خود ناچ رہا ہوں.... اور جب میں ناچتا ہوں تو میری روح بھیک مانگنے لگتی ہے۔"

ریگی چیخ چیخ کر حمید کو گالیاں دے رہی تھی۔

"یہ ذرا قاعدے کی باتیں کر رہی ہے۔" حمید سر ہلا کر بولا۔

"اوہ.... چپ ہو جاؤ ریگی۔" روزیٹی نے ریگی کو ڈانٹا۔

"چلنے دو ڈیئر۔" حمید بولا۔ "اس کی آواز میں بڑی کشش ہے۔"

"تو کھول دو نا۔" روزیٹی نے رو دینے والی آواز میں کہا۔

"ٹھہر جاؤ.... ذرا والد صاحب سے پوچھ لوں۔" حمید بولا۔

پھر اس نے دروازوں اور کھڑکیوں کا جائزہ لیا۔ جب یقین ہو گیا کہ وہ دونوں کسی طرح بھی نہ نکل سکیں گی تو وہ اس کمرے کی طرف چل پڑا جہاں اس نے فریدی اور ہڈسن کو چھوڑا تھا۔ لیکن راہداری میں اسے وہ منظر دکھائی دیا جس نے اس کی رگوں کا خون منجمد کر دیا۔ فریدی

فرش پر بے حس و حرکت پڑا تھا اور ڈاکٹر ہڈسن غالباً اسی لئے اس پر جھک رہا تھا کہ اس کی گردن چھرا پھیر دے۔

"خبر دار.....!" حمید دونوں ہاتھ ہلاتا ہوا چیخا۔ بدحواسی میں وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ اس کے کوٹ کی اندرونی جیب میں پستول موجود ہے۔

ڈاکٹر ہڈسن چھرے کا دستہ مٹھی میں جکڑے ہوئے دیوانہ وار حمید کی طرف جھپٹا اور پھر اگر حمید دونوں ہاتھوں سے اس کا داہنا ہاتھ نہ پکڑ لیتا تو چاقو کا پھل اس کے سینے میں اتر گیا تھا۔

ہڈسن اس سے زیادہ طاقتور تھا لیکن شائد اس وقت حمید کی ساری طاقت اُس کے ہاتھوں میں کھنچ آئی تھی۔ ہڈسن اپنا داہنا ہاتھ کسی طرح نہ چھڑا سکا۔ مگر اس نے حمید کو جلد ہی نیچے گرا دیا۔ اس کا ہاتھ اب بھی حمید کی گرفت میں تھا۔

مگر اب تک حمید کی طاقت جواب دیتی جا رہی تھی اور ساتھ ہی اس کے ہاتھوں پر ڈاکٹر ہڈسن کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ چاقو کی نوک آہستہ آہستہ حمید کی گردن کی طرف کھسک رہی تھی۔

اچانک فریدی نے کراہ کر کروٹ لی اور پھر بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ اُس نے ڈاکٹر ہڈسن اور حمید کو دیکھا لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اُسے اپنا سر ایک بڑا سا پتھر معلوم ہو رہا تھا جس کے بوجھ سے گردن دکھنے لگی تھی۔

لیکن اس کیفیت کے زائل ہونے میں دیر نہیں لگی۔ پتہ نہیں وہ کیسی گیس تھی جو سریع الاثر تو تھی لیکن اُس کا اثر زائل ہونے میں بھی زیادہ دیر نہیں لگتی تھی۔

فریدی کا ذہن سوچنے سمجھنے کے قابل ہو گیا تھا۔ وہ بے تحاشہ ان کی طرف دوڑا۔

اس وقت چاقو کی نوک حمید کے سینے سے صرف ایک انچ کے فاصلے پر تھی۔ فریدی نے دونوں ہاتھوں سے ڈاکٹر کی گردن دبوچ کر اُسے ایک جھٹکے کے ساتھ کھڑا کر دیا۔ چاقو اب بھی ہڈسن کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے بڑی تیزی سے ہاتھ گھمایا لیکن اتنی دیر میں فریدی اسے کر پر اٹھا کر نیچے پھینک چکا تھا۔

ہڈسن نے اٹھنے کی کوشش کی اور اس بار فریدی کی ٹھوکر اس کی ٹھوڑی پر پڑی۔ چاقو اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

فریدی نے گریبان پکڑ کر اُسے فرش سے اٹھایا اور پھر ایک گھونسہ اس کی ناک پر جڑ دیا۔

ہڈسن اچھل کر کئی فٹ دور جا پڑا۔ وہ چاقو کے قریب ہی گرا تھا۔ اس نے لیٹے ہی لیٹے پھسل کر چاقو کا دستہ پکڑ لیا اور قبل اس کے کہ فریدی اس تک پہنچتا وہ تن کر کھڑا ہو گیا۔ اُس کے چہرے پر خون ہی خون تھا۔

اس بار اس نے بڑی بے جگری سے حملہ کیا۔ لیکن یہ حملہ بھی ناکام رہا۔ فریدی اُسے گیند کی طرح ادھر سے اُدھر اچھال رہا تھا۔

اور حمید پاگلوں کی طرح قہقہے لگا رہا تھا۔ نہ جانے کیوں اس وقت اس پر اذیت پسندی کا بھوت سوار ہو گیا تھا.... وہ ان دونوں لڑکیوں کو کمرے سے نکال لایا۔ دونوں نے ہڈسن کو اس حال میں دیکھ کر پاگل کتیوں کی طرح چیخنا شروع کر دیا۔ فریدی گھونسوں، تھپڑوں اور ٹھوکروں سے اس کی مرمت کر رہا تھا۔

حمید نے دونوں لڑکیوں سے سر لڑانے شروع کر دیئے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سچ مچ پاگل ہو گیا ہو۔ چونکہ ابھی ابھی خدا کے گھر سے لوٹا تھا اسلئے اُسے اُن کی شکلوں میں ذرہ برابر بھی دلکشی نہیں نظر آرہی تھی اور انکے چیخنے اور گڑگڑانے کا انداز اُسے زیادہ سے زیادہ ظلم پر ابھار رہا تھا۔

"یہ کیا کر رہا تھا گدھے۔" اُسے فریدی کی گرج سنائی دی۔

حمید نے دونوں کی گردنیں چھوڑ دیں.... اور ہانپتا ہوا بولا۔ "اپنا حساب بے باق کر رہا تھا۔"

اس نے ڈاکٹر ہڈسن کو دیکھا جو فرش پر بے ہوش پڑا تھا۔

حمید دوبارہ لڑکیوں کی طرف بڑھا تھا کہ فریدی درمیان میں آگیا۔

"تمہاری جمالیاتی حس کہاں گئی۔" اُس نے ہنس کر پوچھا۔

"جہنم میں۔"

"چلو بس کرو۔" فریدی نے اُسے ایک طرف ہٹا دیا۔

وہ عجیب نظروں سے بیہوش مجرم کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ختم شد

جاسوسی دنیا نمبر 47

ہولناک ویرانے

(مکمل ناول)

طویلے کی بلا

حمید کو اچھی طرح معلوم تھا کہ آج کل اس کے ستارے گردش میں ہیں لیکن شامت کبھی ...ے کر نہیں آتی۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ ابھی اس پر کیا مصیبت آنے والی ... ورنہ وہ کار گلی میں کھڑی کر کے مارٹن اینڈ مارٹن کی نئی سیلز گرل سے عشق نہ لڑاتا۔ لڑکی ...ات کی اس دکان میں بالکل نئی نئی آئی تھی اور حمید نے جس دن سے اسے دیکھا تھا بلاناغہ کچھ ...ہ خریدنے کے بہانے یہاں آنے لگا تھا۔ کبھی رومال، کبھی ٹائیاں اور کبھی جرابیں۔ جس دن ...خریدنے کو جی نہ چاہتا کسی ایسی چیز کی فرمائش کرتا جو دوکان میں موجود ہی نہ ہوتی۔ ایسے مواقع ...ے لڑکی سے زیادہ سے زیادہ گفتگو کرنے کی سعادت نصیب ہو جایا کرتی تھی.... بہر حال وہ ...روزانہ کم از کم ایک بار اس دوکان میں ضرور آتا تھا۔

آج بھی وہ اسے تقریباً پندرہ یا بیس منٹ تک گفتگو میں الجھائے رہا تھا اور آج تو اس نے ...ے ایک فلم کی دعوت بھی دے ڈالی تھی۔ لیکن لڑکی جو شائد بہت زیادہ محتاط واقع ہوئی تھی کام ...کی زیادتی کا بہانہ کر کے ٹال گئی۔ بہر حال حمید مایوس ہو کر یہ سوچتا ہوا پلٹ آیا کہ ایک نہ ایک دن ...ضرور پسیجے گی۔ لہٰذا اسے پسیجنے کی مہلت دے کر اب کہیں اور قسمت آزمائی کرنی چاہئے۔

جب کوئی کام نہ ہو تو ہر آدمی اپنی مخصوص ترین تفریحات کی طرف دوڑتا ہے۔ آج کل یہی کیفیت حمید کی بھی تھی۔ مقصد خواہ ٹائیں ٹائیں فش ہی کیوں نہ ہو۔ عورت اس کی محبوب ترین تفریح تھی اور اس تفریح کی معراج یہ تھی کہ وہ یا تو خود بیوقوف بن جاتا تھا یا بنا دیتا تھا۔ بیوقوف بننا یا بنانا بجائے خود کوئی ایسی بُری بات نہیں لیکن بعض اوقات یہ رحجان نتائج کے اعتبار سے خطرناک بھی ثابت ہوتا ہے۔

حمید کو بارہا اس کا تجربہ بھی ہو چکا تھا لیکن وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا تھا۔ ار مارٹن اینڈ مارٹن کی سیلز گرل کی طرف سے مایوس ہو جانے کے بعد وہ سیدھا اس گلی میں آ اُس نے اپنی کار چھوڑی تھی۔

الیکٹرک پول دور ہونے کی وجہ سے یہاں خاصا اندھیرا تھا لیکن اُسے سوئی تو ڈھونڈ تھی کہ روشنی کی پرواہ کرتا۔ کار پر بیٹھ کر مشین اسٹارٹ کی اور گلی سے سڑک پر آ گیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اس وقت آرلکچو کی طرف جانا چاہئے جہاں آج کچھ اسپیشل پروگر تھے اور اسے توقع تھی کہ وہاں اس کی کوئی نہ کوئی پرانی شناسا ضرور مل جائے گی۔

کار سڑکوں پر فراٹے بھرتی رہی۔ حمید کا موڈ پھر ٹھیک ہو گیا۔ وہ ہولے ہولے گنگ لیکن اچانک اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اسکے حلق سے بیک وقت دو قسم کی آوازیں نکل رہی ہ وہ خاموش ہو گیا لیکن دوسری آواز بدستور جاری رہی اور پھر کافی دیر بعد یہ بات اس میں آئی کہ وہ کسی شیر خوار بچے کے رونے کی آواز تھی۔

وہ بوکھلا کر دوسری سیٹ کی طرف مڑا۔ اندر اندھیرا تھا۔ لیکن حمید بہرا نہیں تھا۔ آو سیٹ کے علاوہ کہیں سے نہیں آ رہی تھی۔ اس نے اندر کی لائٹ جلادی.... اور پھ دوسرے ہی لمحے میں کار کی رفتار کم کر کے اسے سڑک کے کنارے نہ لگا دیتا تو ایک ایکسیڈنٹ لازمی تھا۔ حقیقتاً اُس کے ہاتھ پیر بُری طرح کانپ رہے تھے۔ پچھلی سیٹ نوزائیدہ بچہ کپڑوں میں لپٹا ہوا پڑا حلق پھاڑ رہا تھا۔

حمید کار سے اُتر آیا۔ سڑک کافی چلتی ہوئی تھی۔ راہگیروں نے کار سے بلند ہو آوازیں سنیں اور ایک اچھے خاصے آدمی کو اس پر سے اترتے دیکھا جو بہت زیادہ بوکھلایا ہوا تھا۔ ایسی صورت میں اگر کچھ راہگیر چلتے چلتے رک گئے تھے تو یہ حیرت کی بات نہیں تھی۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ وہ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولے حیرت پھاڑے ہوئے بچے کو گھور رہا تھا۔ اُسے اپنے گرد اکٹھا ہوتی بھیڑ کا بھی احساس نہیں ر اچانک کسی نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ حمید چونک کر مڑا۔

ایک ادھیڑ عمر کا شریف صورت آدمی براہِ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

اب حمید کو اپنی پوزیشن کا احساس ہوا اور اس نے ذہنی انتشار کے ان لمحات میں جو

اس کی خامیوں کا احساس اسے بھی تھا۔ لیکن وہ اتنی جلدی میں اور کوئی فیصلہ کر بھی تو نہیں سکتا تھا۔ دنیا کا ہر آدمی کرنل فریدی کی طرح فولادی اعصاب نہیں رکھتا۔

"کیوں جناب کیا بات ہے۔" اُس آدمی نے پوچھا۔

"میری بدنصیبی۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"بچے کی ماں کہاں ہے اور آپ نے اس غریب کو اس طرح پچھلی سیٹ پر کیوں ڈال رکھا ہے۔"

"افسوس کہ گود میں لے کر کار ڈرائیور کرنا شائد ماؤں کے بس کا بھی روگ نہیں۔"

بھیڑ سے ایک لڑکی کھڑکی میں جھک کر بچے کو دیکھنے لگی اور پھر حمید نے دردناک آواز میں کہنا شروع کیا "بچے کی ماں ہسپتال میں تھی۔ وہیں یہ بچہ پیدا ہوا۔ ماں مر گئی اور بچے کو مجھے لانا پڑا۔ بڑے بے درد ہوتے ہیں یہ ہسپتال والے بھی۔"

"کیا یہ آپ کا بچہ ہے۔" لڑکی نے مڑ کر حمید سے پوچھا۔

"جی ہاں۔" حمید کی آواز اور زیادہ دردناک ہو گئی۔ "اب میں اسے گھر لے جا رہا ہوں۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح لے جاؤں۔"

"اچھا آپ فکر نہ کیجئے۔ میں آپ کے ساتھ چلوں گی۔ بیچارہ کیسا رو رہا ہے۔"

"میں زندگی بھر آپ کا احسان مند رہوں گا۔" حمید گڑگڑا کر بولا۔

یہ لڑکی کافی دلکش، اسمارٹ اور الٹرا موڈرن قسم کی تھی۔ عمر بیس سے زیادہ نہ رہی ہو گی۔ سفید ساڑھی اور سفید بلاؤز میں ملبوس تھی۔

اس نے بڑے اطمینان سے کار کا دروازہ کھولا اور بچے کو گود میں لے کر سیٹ پر بیٹھ گئی۔

حمید نے کار اسٹارٹ کر دی۔ لیکن اس وقت اس کی عقل کھوپڑی کے گرد ناچ رہی تھی۔ اس نے بوکھلاہٹ میں ایک زبردست حماقت کی تھی۔ اُسے اس قسم کے جھوٹ سے بچنا چاہئے تھا۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ یہ لڑکی گھر تک ضرور ساتھ جائے گی۔ نہ صرف ساتھ جائے گی بلکہ اخلاقاً کچھ دیر ٹھہر کر بچوں کی پرورش و پرداخت کے سلسلے میں ایک چھوٹا سا لیکچر بھی دے گی اور پھر اگر فریدی اس وقت گھر ہی پر موجود ہوا تب تو اس کی شامت ہی آجائے گی اور وہ اس سلسلے میں ضرور جواب طلب کرے گا کہ اس نے غلط بیانی سے کیوں کام لیا۔

دراصل اس نے یہ جھوٹ اس لئے گھڑا تھا کہ کم از کم وقتی طور پر عام آدمیوں کی پوچھ

گچھ سے بچ جائے۔ اگر وہ حقیقت کہہ دیتا تو کم از کم آدھے گھنٹے تک اسے جھک مارنی پڑتی۔

بہر حال وہ ایک بہت بڑی دلدل میں پھنس گیا تھا اور اب سوچتے سوچتے اس کے ذہن سیٹیاں سی بجنے لگی تھیں.... بچہ برابر روئے جارہا تھا۔

"یا خدا رحم کر اس کے حال پر۔" لڑکی نے دردناک آواز میں کہا اور حمید نے جواباً ٹھنڈی سانس لی اور اس ٹھنڈی سانس کی آواز لڑکی کے کانوں تک پہنچانے کی کوشش میں ا کھانسیوں سے دوچار ہونا پڑا۔

"آپ کس طرح رکھیں گے اسے۔" لڑکی نے حمید سے پوچھا۔

"کیا بتاؤں محترمہ! میں تو پاگل ہو جاؤں گا۔"

"میرے خیال سے ایک پرائیویٹ نرس انگیج کر لیجیے۔"

"اوہ.... بہت معقول رائے ہے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ میں یہی کروں گا۔"

"عورتیں تو ہوں گی ہی آپ کے یہاں۔"

"اوہ.... یہی تو سب سے بڑی بدنصیبی ہے۔ گھر پر بڑے بھائی کے علاوہ اور کوئی نہیں او اتنے کریک ہیں کہ خدا کی پناہ.... بچے کو دیکھتے ہی کہیں گے کہ اگر ماں مر گئی ہے تو اس گدے زندہ رکھنا فضول ہی ہوگا۔"

"یہ لڑکی ہے یا لڑکا۔"

حمید اس سوال پر بوکھلا گیا۔ اس کے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہیں تھا کہ وہ لڑکی۔ لڑکا.... اس نے دل ہی دل میں خود کو گالیاں دیں اور کراہ کر بولا آپ کو یقین نہ آئے گا لیکن دماغ اتنا بے قابو ہو گیا ہے کہ شائد آپ کے اس سوال کا جواب نہ دے سکوں۔ اس کی ماں موت نے میرے ذہن پر بہت بُرا اثر ڈالا ہے۔ نہ میں نے ابھی اسے اچھی طرح دیکھا ہے او یہی یاد ہے کہ ڈاکٹر نے کیا کہا تھا۔ آپکو تکلیف تو ہوگی.... ذرا مجھے بھی بتائیے کہ یہ لڑکی ہے یا لڑکا۔

لڑکی چند لمحے خاموشی کے بعد بولی۔ "لڑکا ہے۔"

"آہ.... اے.... بدنصیب لڑکے۔" حمید گلوگیر آواز میں کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"پریشان ہونا فضول ہے۔" لڑکی نے اُسے دلاسا دیا۔ "سب ٹھیک ہو جائے گا۔ خدا جو کرتا ہے ٹھیک ہی کرتا ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کی الجھن آہستہ آہستہ بڑھتی ہی جارہی تھی اور وہ ذہنی طور پر اس قابل رہ گیا تھا کہ لڑکی کی سریلی آواز سے لطف اندوز ہو سکتا۔

لڑکی پھر چمکارنے لگی۔ لیکن شائد وہ خود بھی اس معاملے میں اناڑی تھی بچہ کسی طرح بھی نہ ہوا۔

"بھوکا ہے شائد۔" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"پھر بتایئے میں کیا کروں۔" حمید بے بسی سے بولا۔ "میں نہیں جانتا کہ اتنے چھوٹے بچے کو جاتا ہے۔"

"آج ہی پیدا ہوا تھا۔" لڑکی نے پوچھا۔

"جی ہاں.... بالکل آج ہی۔"

"تب تو شائد اسے گھٹی دی جائے گی۔"

"میں نہیں جانتا کہ یہ گھٹی کیا چیز ہے۔"

"یہ تو میں بھی نہیں جانتی۔ پتہ نہیں کیا کیا ملا ہوتا ہے اس میں.... اوہ دیکھئے! کیوں نہ ہم کٹر کے پاس چلیں۔"

حمید نے سوچا اگر پہلے شامت نہیں آئی تھی تو اب آجائے گی۔ اس جھوٹ کو نبھانے کا طریقہ یہ ہو سکتا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح جلد از جلد گھر پہنچ جاتا۔

"نہیں.... میرا خیال ہے کہ راستے میں جتنی دیر لگے گی پریشانیوں میں اضافہ ہی ہوگا۔ جلد سے جلد گھر پہنچنا چاہیے وہاں کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور ہو جائے گی۔"

"جیسی آپ کی مرضی.... ویسے مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ بیمار نہ پڑ جائے۔"

"اب جو کچھ بھی مقدر میں ہوگا بھگتنا ہی پڑے گا۔" حمید نے دردناک آواز میں کہا۔

وہ فی الحال اس لڑکی سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس پیچھا چھڑائے۔ لڑکے کی تو خیر کوئی بات ہی نہیں تھی۔ اُسے ہر حال میں پولیس کی حفاظت نا تھا۔

لڑکی اچھی خاصی تھی اور حمید انتشار کے ان لمحات میں بھی یہ سوچنے سے باز نہیں آیا تھا کہ تعلقات بڑھانے کے امکانات کی بنیاد پڑ گئی ہے لیکن یہ اُسی صورت میں ہو سکتا تھا کہ وہ

اُس کے سامنے جھوٹا نہ بنتا۔

کار فراٹے بھرتی رہی۔ بچہ روتا رہا اور لڑکی "ہوں ہوں" کر کے اُسے ہلاتی رہی۔

خدا خدا کر کے کار فریدی کی کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور پھاٹک ہی پر حمید کی ہو جانے کا ارادہ کرنے لگی.... کیونکہ فریدی برآمدے ہی میں بیٹھا شائد کوئی کتاب دیکھ رہا

حمید اس بات کا فیصلہ نہ کر سکا کہ کار کو گیراج کی طرف لے جائے یا پورچ کی طرف کار کا رخ پورچ ہی کی طرف تھا اور اس میں حمید کی قوت فیصلہ کو دخل نہیں تھا۔

کار جیسے ہی پورچ میں داخل ہوئی فریدی بے ساختہ چونک پڑا۔ چونکنے کی وجہ کار مہ حلق پھاڑتے ہوئے بچے کی آواز تھی۔

حمید بوکھلایا ہوا کار سے اترا اور پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر کھڑا ہو گیا۔

لڑکی بچے کو گود میں سمیٹے ہوئے نیچے اُتر آئی۔

"لائیے.... مجھے دیجئے۔" حمید نے بوکھلاہٹ میں بچے کو اس کی گود سے جھپٹتے ہو اب اس کی کھوپڑی بالکل ہی آؤٹ ہو گئی تھی۔

"آیئے.... آیئے۔" وہ لڑکی سے کہتا ہوا فریدی کی طرف جھپٹا۔ بچے کو اُس کی گود کر پھر لڑکی کی طرف مڑا۔

"میں آپ کا احسان مند ہوں.... بہت احسان مند ہوں۔ چلئے میں آپ کو گھر چھوڑ آؤ

"نہیں اس کی ضرورت نہیں.... یہ تو میرا فرض تھا۔" لڑکی مسکرا کر بولی۔

بچہ فریدی کی گود میں پڑا مچل رہا تھا اور وہ حیرت سے منہ کھولے احمقوں کی طرح ا کو گھور رہا تھا۔

"ڈرائیور.... ڈرائیور....!" حمید آگے بڑھ کر حلق پھاڑنے لگا۔ ڈرائیور شائد کہیں ہی تھا لہٰذا اسے وہاں پہنچنے میں دیر نہیں لگی۔

"اے دیکھو....!" حمید نے کہا۔ "مس صاحب کو گھر چھوڑ آؤ۔"

"ارے جناب! پہلے اس بیچارے کی خبر لیجئے۔" لڑکی نے کہا۔

حمید چونک پڑا۔ اس سے اب تک جتنی بھی حرکتیں سرزد ہوئی تھیں ان میں ارادے نہیں تھا۔ اُسے اس بات کا احساس ہی نہیں رہ گیا تھا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے....

ے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ بوکھلا کر فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔ بچہ اب بھی اس کی گود میں اور وہ پہلے ہی کی طرح بے حس و حرکت بیٹھا انہیں گھور رہا تھا۔

"مم.... میرے.... بب بڑے بھائی صاحب۔" حمید فریدی کی طرف اشارہ کر کے ہکلایا۔

فریدی کی حالت میں اب بھی کوئی تغیر نہ ہوا۔

ڈرائیور الگ آنکھیں پھاڑے ایک ایک کو گھور رہا تھا۔

ان لوگوں کے اس رویے پر لڑکی بھی بوکھلا گئی۔

"میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔" حمید نے پھر اُس سے کہا۔

"جناب بچے کی خبر لیجئے۔"

"اوہ.... جی ہاں۔" حمید جلدی سے بولا۔ "ڈرائیور آپ کو گھر پہنچا دو۔"

پھر وہ بچے کو فریدی کی گود سے اٹھا کر تیر کی طرح اندر چلا گیا۔

فریدی کھڑا ہو کر اپنے کپڑے جھاڑنے لگا۔ اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا۔

لڑکی اب بھی وہیں کھڑی تھی۔

"واقعی اس واقعے نے ان کے ذہن پر بُرا اثر ڈالا۔" لڑکی نے فریدی سے کہا۔

"جی ہاں....!" فریدی آہستہ سے بولا۔ "تشریف رکھئے۔"

"جی نہیں اب جاؤں گی۔ کیا سچ مچ گھر میں کوئی عورت نہیں۔"

"جی نہیں۔" فریدی نے آہستہ سے سر ہلا دیا۔

"اچھا دیکھئے.... یہ میرا پتہ ہے۔" وہ وینٹی بیگ سے اپنا کارڈ نکال کر فریدی کی طرف بڑھاتی ہا بولی۔ "اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو مجھے فون کیجئے گا۔ میں کئی اچھی نرسوں کو جانتی ہوں۔"

"شکریہ۔" فریدی کارڈ لیتا ہوا بولا۔ "اگر کوئی ضرورت پیش آئی تو میں ضرور تکلیف دوں گا۔"

ڈرائیور کار کا پچھلا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ لڑکی کار میں بیٹھ گئی۔

فریدی اس وقت تک برآمدے ہی میں کھڑا رہا جب تک کار پھاٹک سے نہیں گذر گئی۔

پھر وہ سیدھا حمید کے کمرے میں آیا۔ حمید کمرے میں کھڑا پاگلوں کی طرح چاروں طرف رہا تھا اور بچہ.... وہ بستر پر پڑا تھا اور اس کی زبان تالو سے نہیں لگ رہی تھی۔

"دیکھئے! پہلے میری بات سن لیجئے۔" حمید چار ہزار الفاظ فی منٹ کی رفتار سے بولنے لگا۔

"ایسے موقع پر آدمی بوکھلا جاتا ہے۔ پاگل ہو جاتا ہے سڑی ہو جاتا ہے۔ پہلے پوری بات سن
کبھی کبھی بدحواسی میں اس قسم کی غلطیاں ہو ہی جاتی ہیں۔ دیکھئے پہلے پوری بات سن لیجئے۔
آدمی ہی سے ہوتی ہے۔ میری جگہ اگر آپ ہوتے۔ نہیں پہلے پوری بات سن لیجئے۔"

"خاموش رہو۔" فریدی نے جھلا کر کہا۔

حمید خاموش ہو گیا۔ لیکن اس کے ہونٹ اب بھی ہل رہے تھے۔

"یہ بچہ کہاں تھا۔"

"میری کار کی پچھلی سیٹ میں تھا۔ آپ پوری بات بھی تو سنئے۔"

"پوری بات کے بچے اب تک تم نے چوتھائی بات بھی نہیں بتائی۔"

"یہ بچہ!" حمید بچے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "حیرت انگیز طور پر میری کار میں پایا گ

"کیا مطلب۔"

"جی ہاں....!"

"کیا جی ہاں! تم ہوش میں ہو یا نہیں۔"

"میں ہوش میں ہوں۔ اچھا شروع سے سنئے میں کار راجر اسٹریٹ کی ایک گلی میں
کر کے ایک دوکان میں چلا گیا۔ واپسی پر میں نے کار گلی سے نکالی اور چل پڑا۔ وہاں مجھے
نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ کافی دور چلنے کے بعد اچانک اس سور نے رونا شروع کر دیا۔"

"لیکن تم اسے یہاں کیوں لائے ہو۔ سیدھے کوتوالی نہیں لے جا سکتے تھے۔"

"اُف.... اس ٹریجڈی کا حال سن کر آپ مجھے مارنے دوڑیں گے۔"

بچہ اب بھی روئے جا رہا تھا۔

"بکو جلدی سے۔" فریدی اس کی گردن دبوچ کر جھٹکے دیتا ہوا بولا۔

اور پھر حمید کو پوری داستان دہرا دینی پڑی۔

"میرا خیال ہے" فریدی اس کے خاموش ہوتے ہی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "تم سے زیا
تو وہ لوگ ہوں گے جو عدالتوں میں عرائض نویسی کرتے ہیں۔"

"اب جو دل چاہے کہئے، حماقت تو ہو ہی گئی۔" حمید نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی فون پر کوتوالی کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔

دوسری طرف حمید بچے پر جھکا ہوا بکواس کر رہا تھا۔ "ارے چپ ہو جا.... میرے باپ کے
دا.... شاباش.... شوشو۔" وہ سیٹی اور چٹکی بجانے لگا۔ "آدمی کا بچہ بڑا سور ہوتا ہے۔ بُرا
دھایا جا سکتا ہے حتیٰ کہ چوہے بھی ٹرینڈ کئے جا سکتے ہیں مگر آدمی کا بچہ اس سے بڑا سور شائد
ئے زمین پر نہ ملے۔"

یاقوت کی انگشتری

تقریباً دو گھنٹے گذر جانے کے بعد فریدی ان کپڑوں کو الٹ پلٹ رہا تھا جن میں بچہ لپٹا ہوا ملا تھا۔
بچہ پولیس کے حوالے کر دیا گیا اور پولیس نے اسے شہر کے سب سے بڑے میٹرنٹی سینٹر
ا پہنچا دیا تھا۔

"کون سی کار لے گئے تھے۔" فریدی نے حمید سے پوچھا۔

"آسٹن....!"

"اگر تم نے پہلے ہی بتا دیا ہوتا۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "خیر.... آؤ.... میں اسے بھی
بھوں گا لیکن میرا خیال ہے کہ یہ حرکت دیدہ دانستہ نہیں کی گئی۔"

"دیدہ دانستہ سے کیا مراد ہے۔"

"یعنی یہ سمجھ کر بچہ کار میں نہیں ڈالا گیا کہ وہ تمہاری کار ہے۔"

"اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" حمید نے کہا۔

"نہیں بعض حالات میں ہو سکتا ہے۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "کیا اس سے پہلے بعض
رموں نے اصل واقعے سے ہماری توجہ ہٹانے کے لئے اس قسم کی دوسری حرکتیں نہیں کیں۔"

"اوہ.... ہاں.... ممکن ہے۔"

"لیکن مجھے تمہاری بوکھلاہٹ پر افسوس ہے۔"

"میری جگہ اگر آپ ہوتے۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ میں تمہاری جگہ ہوتا تو کیا ہوتا۔ یہ ایک الگ بات ہے لیکن اگر تم
ری جگہ ہوتے تو کبھی کی تمہاری ہڈیاں سڑ گل گئی ہوتیں۔"

مید کچھ نہ بولا۔ وہ دونوں وہاں سے اٹھ کر گیراج میں آئے۔ کار واپس آ گئی تھی اور ڈرائیور

اسے گیراج میں چھوڑ کر غالباً سونے کے لئے جا چکا تھا۔

فریدی نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر روشنی کر دی۔

وہ پچھلی نشست کے ایک ایک جوڑ کا جائزہ لے رہا تھا۔

"بہت مشکل ہے۔" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "تم نے زبردست حماقت کی.... نشانات کی تلاش فضول ہے قطعی فضول۔"

"میرا خیال ہے کہ اب اس معاملے میں سر مارنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔" حمید بولا۔

"ضرورت ہے میں تنگ آگیا ہوں۔ میرا خون بہت دنوں سے کھول رہا ہے۔ آئے دن شہر میں اس قسم کی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔ آدمی کے بچے کی اتنی بھی وقعت نہیں رہ گئی جتنی کتے کے پلے کی ہوتی ہے۔ کیا تمہیں یاد نہیں پچھلے ماہ ایک نالے میں ایک نوزائیدہ بچے کی لاش کتے گھسیٹتے پھر رہے تھے۔ پچھلے چھ ماہ میں جتنے بھی اس قسم کے کیس ہوئے ہیں اُن میں سے کسی ایک کا بھی پتہ نہیں لگایا جا سکا۔ اور پھر یہ سب پولیس کے بس کا روگ نہیں۔"

"میں....!" فریدی کار کا دروازہ بند کرتا ہوا بولا۔ "میں دیکھوں گا کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔"

وہ پھر برآمدے کی طرف واپس ہو رہے تھے۔ اچانک فریدی پورچ ہی میں رک گیا۔ اُس کی آنکھیں زینے کے نیچے پڑی ہوئی کسی چمکدار چیز پر تھیں۔ ننھی سی سرخ روشنی۔ چنگاری سی دہک رہی تھی۔ دوسرے ہی لمحے میں فریدی نے جھک کر اسے اٹھا لیا۔

یہ ایک انگشتری تھی جس میں یاقوت کا ایک بڑا سا نگینہ جگمگا رہا تھا۔

"کیا یہ تمہاری ہے۔" فریدی نے حمید سے پوچھا۔

"نہیں....!" حمید اُسے فریدی سے لے کر دیکھتا ہوا بولا۔ "اوہ.... کہیں یہ اُس لڑکی کی نہ ہو۔"

"نہیں اس کی بھی نہیں ہو سکتی۔"

"کیوں....؟"

"عقل استعمال کرو۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ "اگر یہ اس لڑکی کی ہے تو وہ اسے پیر کے انگوٹھے میں پہنتی ہوگی۔ اس کی نرم و نازک انگلیاں تو میں دیکھ ہی چکا ہوں۔"

واقعی یہ حقیقت تھی کہ انگشتری کا قطر کافی بڑا تھا.... اتنا بڑا کہ کم از کم وہ کسی عورت کی انگشتری تو ہرگز نہیں ہو سکتی تھی۔

"یہ ہمارے کسی ملازم کی بھی نہیں ہو سکتی۔" فریدی بڑبڑایا۔ "بے داغ یاقوت کا اتنا بڑا نگینہ ئی دولت مند ہی رکھ سکتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ یہ ہمارے کسی ملنے والے کی ہو۔" حمید نے کہا۔

"نہیں.... آج یہاں اس لڑکی کے علاوہ اور کوئی نہیں آیا۔"

"واہ.... ابھی جگدیش آیا تھا.... اس کے ساتھ ایک سب انسپکٹر بھی تھا۔ چار کانسٹیبل ، زنانہ پولیس فورس کی ایک کارپورل بھی تھی۔"

"ان میں سے کسی کی بھی نہیں ہو سکتی۔ کسی کی بھی انگلیاں اتنی موٹی نہیں ہیں۔"

"تب پھر دادا مرحوم کی روح آئی ہوگی۔" حمید بیزاری سے بولا۔ "مرحوم کو انگشتریوں کا ن تھا جو انگلیوں میں نہیں آتی تھیں انہیں گلے میں لٹکائے رکھتے تھے۔"

فریدی خاموش رہا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس نے حمید کی بکواس سنی ہی نہ ہو۔

"آؤ....!" وہ حمید کا ہاتھ پکڑ کر گیراج کی طرف کھینچتا ہوا بولا۔

"کہاں....!"

"وہیں جہاں تم نے کار کھڑی کی تھی۔"

"دیکھئے.... میں پھر کہتا ہوں کہ اس جھنجھٹ میں نہ پڑیئے۔"

"معاملہ اگر کسی غریب گھرانے کا ہوتا تو شائد میں باز بھی آجاتا۔" فریدی نے کہا۔

"ہائیں.... گھرانے کا بھی پتہ لگا لیا آپ نے....!"

"قطعی.... جس قسم کے کپڑوں میں وہ بچہ لپٹا ہوا ہے وہ تو اسی چیز کی طرف اشارہ کرتے ما۔ کسی غریب گھرانے میں ایسے کپڑے کہاں۔ نہایت عمدہ قسم کی تین عدد مردانی قمیضیں ہیں۔ ل بیداغ۔ غریب گھرانے کے لوگ اس طرح کپڑے نہیں ضائع کیا کرتے.... کیا سمجھے۔"

"ٹھیک کہتے ہیں آپ۔ واقعی یہ بات غور طلب ہے۔ لیکن اب اس وقت وہاں جانے سے کیا ئدہ ہوگا۔ جگدیش وغیرہ تو وہاں پہنچ ہی گئے ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" فریدی نے کہا۔ "مجھے کسی روزنامچے کی خانہ پُری تو کرنی نہیں ہے میرے اور دیش کے نظریئے میں فرق ہے۔ چلو بکواس مت کرو۔"

وہ اسے کھینچ کر گیراج میں لایا اور پھر وہ دونوں راجر اسٹریٹ کی طرف روانہ ہوگئے۔

"بعض اوقات آپ کی دوڑ دھوپ قطعی غیر ضروری ثابت ہوتی ہے۔" حمید نے راستے میں کہا

"غیر ضروری سے کیا مراد ہے۔"

"یہی کہ اب آپ وہاں کیا پائیں گے۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ جرم کرنے والے محکمہ پولیس سے اپنی چالاکیوں کی داد وصول کرنے کے لئے وہاں اب بھی موجود ہوں گے۔"

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ بچہ وہاں کسی دوسری بستی سے لایا گیا ہوگا۔ اگر یہی خیال ہے ت فضول ہے۔ چور کا دل ہی کتنا۔ ایسے معاملات میں زیادہ دور کا سفر کوئی بھی نہیں اختیار کرتا اور و ایسی صورت میں جب کہ بچہ زندہ بھی ہو۔"

"میرے خدا۔" حمید پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔ "تو اب اس وقت گھر گھر کی کنڈی کھٹکھٹائیے گا۔"

"دیکھا جائے گا۔" فریدی لاپروائی سے بولا اور سگار سلگانے لگا۔ کار حمید ڈرائیور کر رہا تھا۔ ا زیادہ رات نہیں گذری تھی مشکل سے دس بجے ہوں گے۔ شہر کی رونق میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر حمید نے کہا۔ "راجر اسٹریٹ کی اندرونی گلیاں تو ایسی نہ جہاں دولت مند گھرانے آباد ہوں۔ تنگ و تاریک عمارتیں ہیں۔"

"ہاں.... آں....!" فریدی نے تھوڑی دیر بعد پہلو بدلا.... پتہ نہیں یہ "ہاں" حمید جواب میں کہی گئی تھی یا وہ کچھ اور سوچ رہا تھا۔

وہ جلد ہی منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ حمید نے کار ٹھیک اُسی جگہ کھڑی کی جہاں پہلے کھڑی کی تھ دو کانسٹیبل وہاں موجود تھے۔ انہوں نے ایک نئی اطلاع دی۔ لیکن اس اطلاع کی وضا نہیں کر سکے۔ ان کے بیان کے مطابق جگدیش وغیرہ کسی قریبی عمارت کے فلیٹ میں اس م کی چھان بین کر رہے تھے۔

ایک کانسٹیبل نے ان کی رہنمائی کی اور وہ وہاں پہنچ گئے جہاں جگدیش نے درجنوں آدمی پوچھ گچھ کے لئے روک رکھا تھا۔

"اوہ.... یہ بہت اچھا ہوا۔" جگدیش فریدی کو دیکھ کر اٹھتا ہوا بولا۔ "میں ابھی آپ کو کرنے والا تھا۔"

"کوئی خاص بات۔" فریدی نے چاروں طرف ایک اچٹتی ہوئی سی نظر ڈال کر کہا۔

"جی ہاں.... میں بتاتا ہوں۔"

وہ اس وقت ایک عمارت کی دوسری منزل پر تھے۔ جگدیش، فریدی اور حمید کو ساتھ لے کر راہداری میں ایک طرف چلنے لگا۔

آگے چل کر انہیں ایک فلیٹ کے دروازے پر ایک کانسٹیبل کھڑا نظر آیا۔

"کیا بتانا چاہتے ہو مجھے۔" فریدی چلتے چلتے رک کر بولا۔

"میں یہاں تحقیقات کرنے آیا تھا کہ اس فلیٹ کے ایک کرایہ دار نے ایک عجیب اطلاع دی۔ ے بیان کے مطابق پچھلے دو ماہ سے یہاں ایک پُر اسرار جوڑا آباد رہا ہے۔ عورت حاملہ تھی۔"

"پُر اسرار جوڑا۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "پُر اسرار کیوں؟ کیا مرد بھی حاملہ یا حامل تھا۔"

"پوری بات سنا کیجئے.... حمید صاحب۔" جگدیش جھنجھلا گیا۔

اگر فریدی بھی اسے غصیلی نظروں سے نہ گھورنے لگتا تو حمید نے دوبارہ جگدیش کی ٹانگ لی۔ فریدی نے سر کی جنبش سے بیان جاری رکھنے کا اشارہ کیا۔

"میں نے اسے پُر اسرار جوڑا کہہ کر غلطی نہیں کی۔" جگدیش بولا۔ "پڑوسیوں سے اُن کے ت بڑے اچھے تھے اور پڑوسی بھی ان کا کافی خیال رکھتے تھے۔ آج یہاں زچگی ہوئی تھی۔"

"زچگی.... لاحول ولا قوۃ۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر پیچھے کھسک گیا۔

"تم کہتے جاؤ۔" فریدی جگدیش سے بولا۔

"پڑوس کی ایک عورت نے اس سلسلے میں اُن کی بہت مدد کی۔"

"جگدیش وہ خاص بات بتاؤ جس کے لئے مجھے یہاں لائے ہو۔" آخر فریدی نے بھی ھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جناب کہنے کا مطلب یہ ہے کہ زچگی کے بعد پڑوس کی ایک بوڑھی عورت زچہ کے پاس ئی تھی اور اس کا ارادہ تھا کہ وہ رات اسی کے ساتھ گذارے گی لیکن ابھی ایک گھنٹہ قبل اس بوڑھی عورت کے کسی عزیز کو اس سے ملنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس نے یہاں آکر ے پر دستک دی۔ لیکن جواب ندارد۔ اُسے ایسا معلوم ہوا جیسے اندر کوئی موجود ہی نہ ہو۔ ر تک دستک دینے کے بعد بھی وہ کامیاب نہ ہو سکا.... پھر ایک عورت اندر آگئی۔ پڑوس کی ی عورت ایک جگہ فرش پر بیہوش پڑی تھی اور زچہ بچہ، شوہر وغیرہ مع سامان غائب تھے۔"

"شوہر....!" حمید حلق پھاڑ کر بولا۔

"میں فلیٹ کو ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں اور وہ بڑھیا کہاں ہے۔" فریدی نے کہا۔

"جب وہ کسی طرح ہوش میں نہ آسکی تو اسے ہسپتال بھیج دیا گیا۔"

"خیر.... یہی فلیٹ ہے۔"

"جی ہاں....!"

"آؤ....!" فریدی نے کہا اور فلیٹ میں چلا گیا۔

پھر کافی دیر تک وہ وہاں سر مارتے رہے لیکن ایک مردانہ قمیض کے علاوہ اور کچھ بھی ہاتھ نہ آیا

"حمید....!" فریدی آہستہ سے بولا۔ "یہ چوتھی قمیض ہے۔"

"ہاں کم از کم ایک درجن تو ہونی ہی چاہئیں.... اور یہ حقیقت ہے یہ قمیض بھی ان قمیضوں کے سائز کی معلوم ہوتی ہے۔"

"بس یہ قمیضیں اتنی بے دردی سے کیوں استعمال کی گئی ہیں۔"

"دیکھئے میں پھر آپ سے عرض کروں گا کہ یہ کیس جگدیش ہی وغیرہ کے لئے چھو آپ کے شایانِ شان نہیں۔"

"پہلے میں نے بھی یہی سوچا تھا۔" فریدی نے کہا۔ "مگر اب مجھے اپنا خیال بدل دینا پڑا"

"اگر آپ کو اپنا خیال بدل دینا پڑا ہے تو پھر مجھے بھی اپنا خیال بدل دینا پڑے گا۔" ح بڑی بے بسی سے کہا۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک فریدی وہاں ٹھہر کر لوگوں سے پوچھ گچھ کرتا رہا۔ لیکن یہ کوئی بتا سکا کہ وہ عورت اور مرد کون تھے اور کہاں سے آئے تھے۔

حالات پیچیدہ ضرور تھے لیکن سنسنی خیز نہیں معلوم ہو رہے تھے۔ اسی لئے حمید کی بھی اعتدال سے تجاوز نہیں کر سکی تھی۔ پیچیدگیوں کے باوجود بھی کیس بالکل سیدھا سا بعد کے واقعات نے بچے کی حیثیت بھی واضح کر دی تھی۔

البتہ فریدی کا ذہن ان قمیضوں میں الجھا ہوا تھا۔

دوسری صبح حمید دیر میں اٹھا.... فریدی ناشتہ کر چکا تھا لیکن ابھی ناشتے کی میز سے اٹھا نہ

"ابھی وہ لڑکی آئی تھی۔" فریدی نے حمید سے کہا۔

"لڑکی....!" حمید حیرت سے بولا۔ پچھلی رات کے واقعات کسی ادھورے خواب کی

ں کی یادداشت کے دھندلکوں میں گردش کرنے لگے اور اس نے چہک کر کہا۔ "واقعی۔"

"میں نے اُسے حقیقت بتا دی ہے۔"

"یہ بہت بُرا کیا آپ نے۔"

"حمید تم اپنے اس رجحان کی بناء پر کسی دن جہنم رسید ہو جاؤ گے۔ اسی واقعہ سے تمہیں ت پکڑنی چاہئے۔"

"میں آپ کو کس طرح سمجھاؤں کہ میں حسن کو ایک آرٹسٹ کی نظر سے دیکھتا ہوں اور بس اپنے گرد و پیش رنگینیاں چاہتا ہوں.... آدمی اور جانور کا فرق ہر وقت میرے پیش نظر رہتا ہے۔"

"اس معاملے میں آدمی اور جانور میں کوئی فرق نہیں۔ خیر اسے جانے دو.... میں دوسرے انات پر غور کر رہا تھا۔ ممکن ہے کہ یہ تمہارے خلاف کسی قسم کی سازش ہو۔"

"سازش.... میرے خلاف.... میں نہیں سمجھا۔"

"ہاں.... ہاں.... فرض کرو آج کوئی عورت دعویٰ کرتی ہے کہ وہ بچہ تمہارا تھا تم نے ی سے بچنے کے لئے اُسے زبردستی ماں سے چھین لیا۔"

"اُسے اس کا ثبوت دینا پڑے گا۔" حمید بولا۔

"ثبوت تم خود ہی مہیا کر چکے ہو۔ تم نے پچھلی رات اسے اپنا بچہ کہا تھا اور ایک عورت تم پر کھا کر اسے تمہارے گھر تک پہنچا گئی تھی۔ تم نے درجنوں آدمیوں کے سامنے اعتراف کیا تھا ہ تمہارا بچہ ہے۔"

"لیکن کوئی عورت خواہ مخواہ اس کا دعویٰ کرنے ہی کیوں لگی۔"

"بیٹے خاں.... کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ یہاں ہمارے ہزاروں دشمن ہیں۔"

"دشمن ہیں تو۔" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "لیکن اس حرکت سے انہیں کیا فائدہ پہنچے گا۔ میرا خیال ہے کہ ہمارے دشمن تو صرف ہماری زندگیوں ہی کے گاہک ہو سکتے ہیں۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ کچھ سوچنے لگا تھا۔

اتنے میں نوکروں نے دوسری بار میز پر ناشتہ لگا دیا تھا۔

حمید خاموشی سے پلیٹوں پر ہاتھ صاف کرتا رہا اور فریدی اخبار دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اخبار میز پر پٹخ کر ہونٹوں میں کچھ بڑبڑانے لگا۔ چہرے پر جھنجھلاہٹ کے آثار تھے۔

"کیا بات ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"پتہ نہیں یہ آدمیوں کی سوسائٹی ہے یا جانوروں کا ریوڑ۔ اخبار اٹھاؤ.... تو.... قتل اغواء اور عصمت دری کے علاوہ اور کسی قسم کی خبریں نہیں دکھائی دیتیں۔"

"آخر اس کی وجہ کیا ہے۔"

"مستقبل کی طرف سے بے اطمینانی خود اعتمادی کا فقدان۔"

"اس کا علاج بھی ہے کوئی۔"

"شافی علاج ہے۔ مگر یہ دور ہے نئے تجربات کا۔ ایک اسٹیج پر نئے تجربات بھی ختم گے اس کے بعد پھر اسی دقیانوسی علاج کی طرف دنیا دوڑے گی۔"

"اعتدال قناعت اور جہد مسلسل۔"

"بس قناعت کا تو نام ہی نہ لیجئے۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "اس لفظ سے جلے ہو بو آتی ہے۔"

"تمہارے ذہن میں قناعت کا تصور بہت ہی گھٹیا قسم کا معلوم ہوتا ہے۔ قناعت سے یہ مراد لیتے ہو کہ آدمی تارک الدنیا ہو جائے۔ ملے تو کھائے ورنہ فاقے کرے۔ حالانکہ یہ مطلب نہیں ہے۔ قناعت کا مطلب ہوس سے دامن بچانا ہے۔"

"کچھ اُس بچے کے متعلق بھی فرمایئے اس کے سلسلے میں قناعت کس طرح بر جا سکتی ہے۔"

"بالکل اسی طرح جیسے تم بھوک کی شدت میں نالیوں کا کیچڑ نہیں چاٹنا شروع کر د سلسلے میں تمہیں مستقبل سے اچھی توقعات نہ ہوں تو تم یہ بھی کر سکتے ہو۔"

"بڑی گنجلک بات ہے۔ اس کے کئی مفہوم ہو سکتے ہیں۔ خیر ماریئے گولی میں اس قسم کی باتوں کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"تمہیں اب اپنی غلط قسم کی حسن پرستی سے باز آنا ہی پڑے گا ورنہ....!"

"اوہو.... سنئے تو.... بابا....!" حمید نے اُسے جملہ نہ پورا کرنے دیا۔ "ذرا سنئے شاندار دیہاتی پروگرام ہو رہا ہے۔"

آج اتوار تھا اور فریدی کے ملازمین قریب ہی کے ایک کمرے میں ریڈیو پر دیہا

سن رہے تھے۔

ٹھیک اسی وقت اناؤنسر کی آواز سنائی دی۔ ابھی آپ دھوبیوں کے گیت سن رہے تھے اب ایک ضروری اعلان سنئے۔ ہمارے ملک کے آئرن پرنس مسٹر آئی۔ جے خاور اطلاع دیتے ہیں کہ کل شام کو ریلوے اسٹیشن سے ان کا ایک سوٹ کیس گم ہو گیا ہے جس میں کچھ استعمالی کپڑے، کچھ کاغذات اور چند بیش قیمت انگشتریاں تھیں۔ مسٹر خاور اعلان کرتے ہیں کہ سوٹ کیس ان تک پہنچانے کے والے کو مبلغ دو ہزار روپے انعام دیئے جائیں گے۔ اگر صرف کاغذات ہی پہنچا دیئے جائیں تب بھی پہنچانے والا اسی انعام کا مستحق ہوگا اور اُس سے بقیہ دوسری چیزوں کے متعلق باز پرس نہ کی جائے گی۔

قارون کا مقبرہ

اعلان ختم ہو جانے کے بعد پھر پروگرام شروع ہو گیا۔ اس بار چماروں کا ناچ نشر ہو رہا تھا۔

"یہ مردنگ بھی بڑے غضب کی چیز ہوتی ہے۔" حمید مردنگ کی تھاپوں پر سر ہلاتا ہوا بولا۔

"اور اس سے پہلے کے اعلان کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"مضحکہ خیز....!" حمید نے کافی انڈیلتے ہوئے کہا۔

"مضحکہ خیز کیوں؟"

"سوٹ کیس جس کے بھی ہاتھ لگا ہوگا وہ واپس کیوں کرنے لگا۔"

"دو ہزار کے انعام کا اعلان تھا۔"

"بنڈل....!" حمید منہ بنا کر بولا۔ "صرف کاغذات پہنچا دینے پر بھی انعام کی رقم بدستور برقرار رہے گی اور پہنچانے والے سے بقیہ دوسری چیزوں کا مطالبہ نہ کیا جائے گا۔"

"ہو سکتا ہے کہ کاغذات دوسری چیزوں سے زیادہ اہم ہوں۔"

"ٹھہریئے۔" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "آخر آپ یکایک اس اعلان کے پیچھے کیوں پڑ گئے۔"

"محض اس لئے کہ آئی۔ جے خاور کی گمشدہ انگشتریوں میں سے ایک میرے پاس ہے۔"

"کیا مطلب....!" حمید کافی کی پیالی رکھ کر فریدی کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

فریدی نے جیب سے ایک انگشتری نکال کر میز پر ڈال دی۔ یہ وہی یاقوت کی انگشتری تھی جو

اسے پچھلی رات پورچ میں پڑی ہوئی ملی تھی۔

"اسے دیکھو....! اندر کی طرف آئی جے کے حروف کندہ ہیں۔ عشرت جمیل خاور نے اسے بھی دیکھا ہے۔"

"اتفاق نہیں ہوا۔" حمید نے جواب دیا۔

"لوہے کا سب سے بڑا تاجر.... اور لوہا پگھلانے کی بھٹی سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا گول مٹول اس کے ہاتھوں کے لئے ایسی ڈبل روٹیوں کا تصور کرو جن میں پانچ پانچ شاخیں آئی ہوں.... پھر اس کے بعد اس انگشتری کو دیکھو.... غیر معمولی حد تک موٹی انگلیوں ہی آسکے گی۔"

"چلئے مان گیا.... لیکن اگر یہ اعلان آپ نہ سنتے تو....!"

"آئی جے کے سے کسی خاص نتیجے پر نہ پہنچ سکتا۔ شہر میں خاور جیسے درجنوں موٹے ہوں گے

"بہر حال۔" حمید ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "اگر یہ انگشتری خاور ہی کی ہے تو ا کھوپڑی میں بھی مغز کے بجائے لوہے کا برادہ ہی معلوم ہوتا ہے۔"

"ہاں یہ اعلان تو یہی ظاہر کرتا ہے.... ہو سکتا ہے کہ اخبار میں بھی اشتہار ہو۔ اشتہارات کا صفحہ تو دیکھو۔"

حمید اخبار کے صفحات الٹنے لگا۔

"آپ کا خیال بالکل درست ہے۔" اُس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "اشتہار کے وہی الفاظ جو ہم ابھی ریڈیو پر سن چکے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" فریدی کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتا ہوا بولا۔ "معاملہ دلچسپ ہے۔" وہ پھر سوچنے لگا تھا۔

"دال ذرا مشکل ہی سے گلے گی۔" حمید تھوڑی دیر بعد بولا۔ "وہ بہت بڑا آدمی ہے۔"

"مجھے تاؤ دلا رہے ہو۔" فریدی نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"تاؤ نہیں دلا رہا ہوں، حقیقت عرض کر رہا ہوں۔ اگر وہ واقعی مجرم ہے تو اس کی دیدہ دلیر کی داد دینی پڑے گی جناب۔"

"اوہو.... ایک معمولی سا چور بھی اپنی گلو خلاصی کے لئے ہاتھ پیر ضرور مارتا ہے۔" لیکن

ب مجھے یہ چار عدد قمیصیں الجھن میں ڈالے ہوئے ہیں۔ انگوٹھی ہاتھ سے نکل کر گر سکتی قمیص.... اور قمیص بھی وہ جن پر شہر کی سب سے مشہور ٹیلرنگ شاپ کے لیبل لگے ہیں۔ یعنی وہاں سے قمیصوں کے مالک کا پتہ بہ آسانی لگایا جا سکتا ہے۔"

میرا خیال ہے کہ آج تو دوکان بند ہوگی۔" حمید نے کہا۔

ہاں اتوار کو ساری بڑی دوکانیں بند رہتی ہیں۔ لیکن ہمیں خاور سے ضرور ملنا چاہئے۔"

اس کا آفس بھی تو بند ہوگا۔"

فکر نہ کرو.... میں اس کی رہائش گاہ سے واقف ہوں۔ روشن محل میں رہتا ہے۔"

افسوس اتوار بھی ہاتھ سے گیا۔" حمید سر پیٹ کر بولا۔

چلو اٹھو! بکواس کرنے کی ضرورت نہیں۔" فریدی گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔ "کپڑے تبدیل کے لئے صرف آدھا گھنٹہ دے سکتا ہوں۔"

ید چیختا چلاتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

وشن محل شہر کی ایک عظیم الشان عمارت تھی اور اس میں ملک کا سب سے بڑا لوہے کا تاجر جمیل خاور رہتا تھا۔

ریدی اور حمید کو زیادہ دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ملازم نے انہیں روشن محل کی شاندار ائیں پہنچا دیا۔ وہاں شائد دس منٹ تک انہیں خاور کی آمد کا انتظار کرنا پڑا۔

مید نے اسٹڈی میں داخل ہونے والے انسان نما تودے کو بڑی حیرت سے دیکھا۔ خاور کا قد ٹ سے زیادہ نہیں تھا۔ مگر پھیلاؤ.... خدا کی پناہ....!

چلنے کا انداز ایسا تھا جیسے پیروں میں چھوٹے پہیئے لگے ہوں اور وہ چلنے کی بجائے پھسل

"آ.... فوں.... آ.... فوں....!" وہ صوفے پر گر کر ہانپتا ہوا بولا۔ "فرمایئے کرنل ب.... آفوں.... کیسے تکلیف.... فرمائی.... آفوں.... آ.... فوں۔"

"میں نے ریڈیو پر آپ کا اعلان سنا تھا۔"

"اوہ.... بہت.... آفوں.... شکریہ.... آپ نے توجہ فرمائی.... آ.... فوں.... خوش ہے میری.... آ.... فوں۔"

"غالباً یہ انگشتری آپ کی ہے۔" فریدی نے جیب سے انگشتری نکال کر ا
بڑھاتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں.... میری ہے۔" وہ اسے الٹنے پلٹنے لگا۔ پھر جلدی سے بولا۔ "اوہ
سوٹ کیس مل گیا ہے۔"

فریدی نے حمید کی طرف دیکھا اور اس نے قمیضوں کا بنڈل فریدی کی طرف بڑ

"اور یہ قمیضیں بھی غالباً آپ ہی کی ہیں۔" وہ تہہ کی ہوئی قمیضیں اس کے پیر
فرش پر ڈالتا ہوا بولا۔

"میں یہ سب نہیں۔ کاغذات چاہتا ہوں کرنل صاحب.... آ.... فوں....
ہیں اور اسی سوٹ کیس.... آ.... فوں.... میں تھیں.... میں بھلا آپ کو انعام د
کیا کروں گا.... البتہ آپ کا احسان.... زندگی بھر یاد رہے گا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ مجھے صرف یہی چیزیں مل سکی ہیں۔ سوٹ کیس یا کاغذا
سے نہیں گذرے۔"

"پھر یہ چیزیں آپ کو کیسے ملیں.... آفوں.... فوں۔"

"ایک نوزائیدہ بچہ انہیں قمیضوں میں لپٹا ہوا پڑا پایا گیا تھا اور انگشتری بھی انہیں قمیضو

"نوزائیدہ بچہ۔" خاور حیرت سے منہ اور آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔ کمرے کے سنا
کی مسلسل "آ.... فوں" گونج رہی تھی۔

"جی ہاں.... یہ پچھلی رات کی بات ہے۔ کسی نامعلوم آدمی نے بچے کو کیپٹن ح
ڈال دیا تھا۔"

"ڈالا بھی تو آپ ہی لوگوں کی کار میں۔ خدا کی پناہ۔" خاور نے دونوں ہاتھوں

"آپ کا سوٹ کیس کن حالات میں کھویا تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"ریلوے اسٹیشن سے.... میں کل شام کو تار جام سے واپس آیا تھا۔ گھر پہنچ کر
وہی سوٹ کیس غائب ہے جس میں بہت ہی ضروری قسم کے کاغذات تھے۔"

"اس نوزائیدہ بچے کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔" فریدی نے پوچھا۔

خاور نے اس کا جواب فوراً ہی نہیں دیا۔ وہ فریدی کو غور سے دیکھ رہا تھا اور اس

طرح جھپک رہی تھیں جیسے وہ اس سوال پر غور کر رہا ہو۔

"کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا تعلق میری ذات سے ہوگا۔" اس نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"نہیں! میں قبل از وقت کچھ نہیں سمجھتا۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں اس واقعے کی تحقیقات کر رہا ہوں۔"

"میں اس نوزائیدہ بچے کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ شائد کوئی مجھے پھانسنے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن یہ اس کی خام خیالی ہے۔ میں نہیں پھنس سکتا۔ پہلے میں سمجھا تھا شائد سوٹ کیس کاغذات کے لئے اڑایا گیا ہے.... مگر اب.... میرے خدا....!"

وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا.... پھر بے چینی سے پہلو بدل کر اپنے گالوں پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "میں معاملات کی تہہ تک پہنچ رہا ہوں۔"

"کیسے معاملات.... اگر بہت زیادہ نجی نہ ہوں تو مجھے بھی آگاہ کیجئے۔"

"آگاہ کرنا ہی پڑے گا۔ یقیناً مجھ پر کوئی بڑی مصیبت نازل ہونے والی ہے۔"

وہ پھر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ حمید اس کے چہرے میں ایک خاص بات محسوس کر رہا تھا۔ وہ یہ کہ اس کے چہرے سے جذباتی تغیر کا اظہار قطعی نہیں ہوتا تھا۔

"میں بہت بدنصیب آدمی ہوں۔" خاور نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "اور کوئی میری اس بدنصیبی سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ کہ میں لاولد ہوں۔ دوسری بات ابھی حال ہی میں دو سال کی طویل رنجش کے بعد میری بیوی یہاں آنے پر راضی ہوئی ہے شائد دو یا تین دن بعد آجائے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ بات بھی کسی کو ناگوار گذری ہو۔ وہ نہ چاہتا ہو کہ ہم دونوں صلح و آشتی کی زندگی بسر کر سکیں۔"

"تو کیا وہ آپ کے ساتھ نہیں رہتیں۔" فریدی نے پوچھا۔

"جی نہیں.... وہ دو سال سے مجھ سے الگ ہے۔ سعید آباد میں اپنے والدین کے ساتھ مقیم ہے۔ میں نے کبھی سختی نہیں کی۔ اس کے اخراجات بھی پورے کرتا رہا ہوں ہاں البتہ اس دو سال کے عرصے میں کبھی اُس سے ملنے کی کوشش نہیں کی۔"

"اور اب وہ خود ہی آنا چاہتی ہیں یا اسکی تحریک آپ کی طرف سے ہوئی ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"دیکھئے.... میں نے ہمیشہ یہی چاہا ہے کہ ہم دونوں میں رنجش باقی نہ رہے لیکن وہ ذرا تیز

مزاج کی ہے۔ قوت برداشت بالکل نہیں رکھتی۔ میں بہت نرمی سے پیش آتا ہوں اس کے بھی.... خیر چھوڑیئے۔"

وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔" فریدی نے اُسے ٹوکا۔

"کس سوال کا....؟"

"یہی کہ وہ خود سے آنا چاہتی ہیں یا آپ نے اس پر زور دیا۔"

"نہیں وہ خود ہی آنا چاہتی ہے۔"

"بہر حال آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کوئی یا تو اپنا بچہ آپ کے سر تھوپنا چاہتا ہے یا یہ چا کہ آپ دونوں کے تعلقات طلاق پر ختم ہو جائیں۔"

"ٹھیک بالکل یہی بات ہے کرنل صاحب۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ اس کیس کی تفتیش کر ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ کوئی میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔"

"کیا آپ اپنے کسی ایسے دشمن کا پتہ بتا سکتے ہیں جس کی طرف سے آپ کو اس قس خدشات لاحق ہوں۔"

"ہاں میں بتا سکتا ہوں۔ لیکن آپ اُس پر میرا نام نہ ظاہر کیجئے گا۔"

"یہ میرے محکمے کا مخصوص ترین اصول ہے۔"

"اچھا تو سنئے.... وہ میرا سوتیلا بھانجا ضیغم ہے۔ اسٹار سرکس کا مالک۔ جانوروں کی صحبت خود بھی جانور ہو گیا ہے۔ مجھ سے خدا واسطے کا بیر رکھتا ہے۔ اور یہ بات بھی کھلی ہوئی ہے کہ میں لاولد مر جاؤں تو میرے ترکے کا مالک وہی ہو گا۔"

"ضیغم....!" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔ پھر خاور سے بولا۔ "اچھا جناب۔ فی الحال یہ ق اور انگشتری میرے ہی پاس رہیں گی۔" فریدی بولا۔

"ضرور ضرور.... شوق سے.... میں بھی آپ سے ملتا رہوں گا۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ جب میں مناسب سمجھوں گا خود ہی مل لوں گا۔"

اس دوران میں حمید بڑی توجہ اور دلچسپی سے خاور کو دیکھتا رہا تھا اور اب وہ ایک بار پھر ا کے چلنے کا منظر دیکھنا چاہتا تھا۔ لیکن خاور ان کی روانگی کے وقت بھی صوفے سے نہ اٹھا۔ بیٹھے

بیٹھے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

واپسی پر حمید بُری طرح قہقہے لگا رہا تھا۔ آخر اس نے کہا۔

"کمال ہے.... اور مجھے اپنی قسمت پر بھی رونا آرہا ہے کہ اس شہر کا باشندہ ہونے کے باوجود بھی میں قارون کے مقبرے کی زیارت نہ کر سکا تھا۔"

"قارون کے مقبرے کی داد نہیں دی جا سکتی حمید۔" فریدی تحسین آمیز لہجے میں بولا۔ "اس کے لئے اس سے بہتر تشبیہ کوئی دوسری نہیں ہو سکتی۔ بعض اوقات تمہاری ذہانت کا بھی قائل ہونا پڑتا ہے۔"

"اور یہ مقبرہ بدتمیز اور بداخلاق بھی ہے۔" حمید چہک کر بولا۔

"نہیں.... یہ بات تو نہیں۔"

"ہے کیوں نہیں.... اُسے کم از کم کھڑے ہو کر ہم سے مصافحہ کرنا چاہئے تھا۔"

"اوہ.... تم دراصل اُس بیچارے کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے۔ وہ خود سے کھڑا ہی نہیں ہو سکتا۔ جہاں بیٹھ گیا بیٹھ گیا۔ پھر دو تین نوکر مل کر اُسے اٹھاتے ہیں۔ ہمارے چلے آنے کے بعد اسے نوکروں نے اٹھایا ہو گا۔"

"ہمارے مقدر میں بھی عجوبے ہی لکھے ہوئے ہیں۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "مگر اس کے متعلق آپ کے خیالات کیا ہیں۔"

"اس واقعے سے اس کا کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ اگر یہ بات ہوتی تو وہ اپنی قمیض نہ استعمال کرتا۔ اور اگر سہواً ایسا ہو بھی گیا ہوتا تو سوٹ کیس کی گمشدگی کا اعلان کبھی نہ کراتا۔"

"اوہ ٹھیک یاد آیا۔ آپ نے ان کاغذات کے متعلق اس سے کچھ نہیں پوچھا۔"

"وہ میرے لئے غیر ضروری ہیں۔"

"اچھا اگر اس نے محض بکواس کی ہو تو۔"

"تب بھی میرے موجودہ رویے سے کیس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ میں تو صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ انگشتری اور قمیض اسی کی ہیں یا نہیں۔"

"اچھا.... اب.... دوسرا قدم۔"

"فی الحال ہم اس ہسپتال تک جائیں گے جہاں وہ بڑھیا زیر علاج ہے۔"

"اوہ.... ہاں.... آپ کو سب سے پہلے اُسی سے ملنا چاہئے تھا۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔

"ضیغم کو جانتے ہو۔"

"جاناچہ معنی دارد! کئی بار سوچ چکا ہوں کہ اسے دو چار دن کے لئے بند کرادوں۔"

"کیوں؟"

"پرلے سرے کا بدتمیز اور شیخی خورہ ہے۔ اس طرح سینہ تان کر چلتا ہے جیسے اُس کی ٹکر آج تک کوئی پیدا ہی نہ ہوا ہو۔ طاقت پر بڑا گھمنڈ ہے۔ لڑکیوں کے سامنے خاص طور سے شیخیاں بگھارتا ہے۔ بڑے فخر سے کہتا ہے کہ شیروں سے کشتی لڑنا اس کا محبوب ترین مشغلہ ہے۔"

"وہ غلط تو نہیں کہتا۔"

"سرکس کے شیر اور بار برداری کے گدھے میں کیا فرق ہوتا ہے۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"لیکن آخر تمہیں اُس سے اتنی پرخاش کیوں ہے۔"

"بس ہے.... وجہ میں خود نہیں جانتا۔"

"وجہ یقیناً کوئی لڑکی ہوگی۔ ہوسکتا ہے کہ اسی کے سرکس کی کوئی لڑکی ہو۔"

"لڑکیوں کی وجہ سے کسی سے پرخاش رکھنا میرا شیوہ نہیں۔ یہ تو ایسی ہی بات ہوئی کہ اگر مجھے کبھی کسی بس پر جگہ نہ ملے تو میں بس کنڈیکٹر کا دشمن ہو جاؤں۔"

"اچھا بس! اب اس بات کو یہیں ختم کردو۔ ورنہ تمہیں بکواس کے لئے موضوع مل جائے گا۔ میں خاموشی کے موڈ میں ہوں۔"

حمید بُرا سا منہ بنا کر کار کے باہر دیکھنے لگا۔ لیکن پھر جلد ہی پلٹ کر بولا۔

"ضیغم سے کب مل رہے ہیں۔"

"اگر ضرورت سمجھی تو ملوں گا ورنہ نہیں۔"

حمید خاموش ہوگیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ سول ہسپتال پہنچ گئے.... لیکن انہیں ایک غیر متوقع خبر سے دوچار ہونا پڑا.... بڑھیا مر چکی تھی۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ اسے گلا گھونٹ کر بیہوش کیا گیا تھا اور غالباً اسی بنا پر اسکے پھیپھڑوں کی بعض رگیں پھٹ گئی تھیں۔ صبح تک ناک اور منہ سے خون جاری رہا تھا۔

...وہ چل بسی تھی۔ ڈاکٹر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پولیس اس کا بیان لینے میں ناکام رہی تھی۔

...ے بعد فریدی نے ان نرسوں سے پوچھ گچھ شروع کی جو رات بھر اس کے قریب رہی تھیں۔

"...ں کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں تھی۔" میٹرن نے فریدی کو بتایا۔ "ہوش اور بیہوشی کی کش... ...ں بھر جاری رہی تھی اور وہ بے تحاشہ ہذیان بکتی رہتی تھی۔"

"...ذکرو...!" فریدی بولا۔ "کیا کہتی تھی۔"

"...ے تکی باتیں.... مثلاً.... ارے ارے.... پاگل ہوئے ہو.... نکل جاؤ یہاں سے۔ ...کیمرہ ہٹا لے جاؤ.... زیادہ تر وہ یہی چیختی تھی.... کیمرہ ہٹاؤ.... بے شرم کہیں کے ...رہ ہٹاؤ۔"

دوسرے دلائل

...وڑی دیر بعد وہ پھر سڑکیں ناپ رہے تھے۔ لیکن شائد اس وقت ان میں سے کوئی بھی ...ے موڈ میں نہیں تھا۔ دونوں ہی بڑھیا کے ہذیان میں الجھے ہوئے تھے

"...اب کیا ارادہ ہے۔" تھوڑی دیر بعد حمید نے پوچھا۔

"...سوچ رہا ہوں کہ ضیغم سے بھی مل لوں۔"

"اچھا یہ بتایئے کیا آپ بڑھیا کے ہذیان کو اہمیت دے رہے ہیں۔"

"اہمیت دی بھی جاسکتی ہے اور نہیں بھی۔"

"...واضح بات۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "واضح ترین بات یہ ہے کہ ابھی یہ کیس خود ...ہی ذہن میں صاف نہیں ہے۔ کئی الجھاوے ہیں۔ کئی سوالات ہیں.... بے شمار۔"

"آج آپ کوئی واضح بات نہیں کہہ رہے ہیں۔"

...اس نے بات ادھوری ہی چھوڑ دی۔

"ہائے! آج اتوار ہے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "دفتر کے چپراسی بھی آج ہنی ...منا رہے ہوں گے.... لیکن میں نابکار....!"

اس نے بھی جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ فریدی نے لفظ "بے شمار" پر تان توڑی تھی اور حمید نے ...ر" پر انتقام کیا۔

مگر فریدی اس طرح خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کہ اُسے حمید کی آواز بھی نہیں سنائی دی تم
تھوڑی دیر بعد اس نے چونک کر کہا۔ "نہیں.... وہ ضیغم نہیں ہو سکتا۔ مرد کا جو طر
جاتا ہے کسی طرح بھی ضیغم اس پر پورا نہیں اترتا۔"

"میک اپ سرکار....!" حمید بولا۔ "ضیغم بڑا اچھا بہروپیا ہے۔"

"اتنا اچھا بھی نہیں ہے کہ اپنے سر کی مخصوص بناوٹ کو چھپالے جائے۔ اُس کا پورا ج
اس قابل نہیں ہے کہ اس پر کامیاب قسم کا میک اپ کیا جاسکے۔ لہٰذا وہ اس قسم کا خطرہ مول
ہی نہیں سکتا۔"

"تب تو پھر مجھے کہنے دیجئے کہ آپ حشر تک اصل مجرم کا پتہ نہ لگا سکیں گے۔"

"کیوں....؟"

"ظاہر ہے کہ اب مجرم عام آدمیوں کی بھیڑ میں گم ہو گیا ہوگا۔ خاور بھی بتائے ہوئے
نہیں ہے۔ رہ گئی عورت تو.... اس کا ملنا بھی محال ہے۔ میں تو یہ عرض کروں گا کہ اس کی
اپنے ہاتھ میں لے کر گذشتہ کارناموں پر خاک نہ ڈالئے۔ اس قسم کی چوری چکاری کے کیس
پولیس ہی کے لئے مناسب ہیں۔"

"حمید! یہ کیس سول پولیس کے بس کا نہیں ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ ایسے ہی درجنوں کیس ہیں جن میں پولیس آج تک ناکام رہی ہے
میں آئے دن نوزائیدہ بچے زندہ یا مردہ شاہراہوں پر پڑے پائے جاتے ہیں۔ لیکن پولیس
ایک فیصدی کامیابی بھی پولیس کے حصے میں آئی ہے؟"

"ٹھیک ہے! لیکن اس کیس کی نوعیت ہی الگ ہے۔"

"کیس آپ کے ذہن میں صاف بھی نہیں ہے اور آپ اس کی نوعیت سے بھی واقف
عجیب بات ہے... ار... ہا... کتنا حسین چہرہ گذر گیا ایسے موقعوں پر گاڑی کی رفتار ذرا کم کر دیا ک

"کیس کی نوعیت۔" فریدی اس کی بعد کی بکواس پر دھیان دیئے بغیر بولا۔ "اچھا سنو
گنبد ضرور ہے لیکن اس کی بالائی منزل خالی نہیں معلوم ہوتی۔ وہ ایک حد تک کافی چالاک
ہے۔ اگر یہ حرکت اس کی ہوتی تو وہ اُسے اپنی قمیضوں میں لپیٹ کر نہ پھینکتا۔ اور اگر ایسی حماق
بھی جاتی تو وہ اپنے گمشدہ سوٹ کیس کے متعلق ہرگز اعلان نہ کراتا۔ اچھا چلو خود اسی کے

طابق فرض کر لو کہ کوئی اسے پھنسانا چاہتا ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھنسانے کا مقصد
سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ بچہ غیر قانونی ہی ہونے کی بناء پر پھینکا گیا تھا۔ اگر پھینکنے والا اسے
کے سر تھوپنا چاہتا ہے تو وہ پرلے سرے کا احمق ہے کیونکہ وہ غیر قانونی بچہ خاور کی دولت
یک حبہ کا بھی مستحق نہیں ہو سکتا اور اگر وہ اس طرح خاور سے کچھ روپیہ اینٹھنا چاہتا ہے تو یہ
س کی خام خیالی ہے۔ اس واقعہ کے پولیس کے علم میں آجانے کے بعد وہ اس سے ایک کوڑی
صول نہیں کر سکتا۔ پھر اس نے یہ حرکت کیوں کی۔"

"اُسے اگر اس بات کا علم ہوتا کہ خاور سوٹ کیس کی گمشدگی کا اعلان کرادے گا تو شائد وہ
دوسرا طریق کار اختیار کرتا۔" حمید نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے کہا۔

"ہاں بات معقول ہے۔ اسے تسلیم کیا جاسکتا ہے ممکن ہے اسے علم نہ رہا ہو کہ اسی سوٹ
میں کپڑوں کے علاوہ کچھ ایسے کاغذات بھی ہیں جو بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اور ان کی
ی خاور کو اعلان کرانے پر مجبور کر سکتی ہے۔ لیکن یہ تو سوچو کہ اعلان نہ ہونے کی صورت
یا پولیس خاور تک پہنچ سکتی تھی؟"

"قطعی پہنچ سکتی تھی۔" حمید نے کہا۔ "اور یہ خود آپ کی کہی ہوئی بات ہے کہ جس ٹیلرنگ
میں قمیضیں تیار کی گئی ہیں اسی کے ذریعہ خاور کا پتہ معلوم کیا جاسکتا ہے۔"

"لیکن اگر اس نے یہ حرکت پولیس کے علم میں لانے ہی کے لئے کی تھی تو پھر اس کی افادیت
ختم ہو جاتی ہے۔"

"کیوں....؟"

"ذرا کھوپڑی استعمال کرو۔" فریدی جھنجھلا گیا۔

"کثرت استعمال کی بناء پر اب وہ استعمال کے قابل ہی نہیں رہ گئی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ کیا تم اتنا نہیں سوچ سکتے کہ مجرم کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔
ندہ اس صورت میں پہنچتا جب وہ اسے تمہاری کار میں پھینکنے کی بجائے خاور کی کوٹھی میں پھینکتا
ر عورت اُسے خاور کا بچہ ثابت کر کے اس کا اعلان کر دینے کی دھمکی دیتی۔ اس طرح وہ خاور
ے کافی روپیہ اینٹھ سکتے تھے۔"

"چلئے میں اسے تسلیم کئے لیتا ہوں کہ اس جرم کا یہ مقصد نہیں ہو سکتا۔" حمید نے کہا۔

"لیکن خاور نے تو ایک بات اور کہی تھی.... یعنی اس طرح کوئی دشمن اس کی بیوی کو اس سے
ہی رکھنا چاہتا ہے۔"

"اس مسئلے پر تو ابھی گفتگو ہی نہیں کی جا سکتی۔"

"کیوں....؟"

"ہم اس کی بیوی کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ نہ ہمیں یہی معلوم کہ ان دونوں کے در
میں ناچاقی کی وجہ کیا ہے۔"

"اسے معلوم کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔"

"قطعی ہے.... اگر ناچاقی کی وجہ خاور کی جنسی بے راہ روی ہے تب تو اس واقعے کا اثر
کے تعلقات پر پڑ سکتا ہے۔ ورنہ نہیں.... سینکڑوں آدمی روزانہ اس قسم کی حرکتیں کیا کرتے
لیکن ان کی بیویاں اس بناء پر ان سے قطع تعلق نہیں کر لیتیں۔"

"تو اب آپ اس کی بیوی کی بھی ہسٹری کھنگالیں گے۔"

"یقیناً وہ تو کرنا ہی پڑے گا.... جرم کا مقصد معلوم کئے بغیر جرم کا سراغ مشکل ہی سے ملتا ہے۔"

حمید خاموش ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد کیڈی اسٹار سرکس کمپنی کے آفس کے سامنے ر
گئی۔ یہ دفتر اتوار کو بھی کھلا رہتا تھا۔ ضیغم دفتر ہی میں موجود تھا۔

اس کی عمر چالیس کے قریب رہی ہوگی۔ لحیم شحیم اور ورزشی جسم کا آدمی تھا۔ جبڑوں
بھاری پن کے مقابلے میں اس کا سر اتنا چھوٹا تھا کہ غیر متناسب معلوم ہوتا تھا ہونٹ پتلے اور ا
کی طرف دھنسے ہوئے تھے۔ رنگت سفید لیکن صحت آمیز سرخی کی حامل تھی۔ جب وہ گفتگو کر
تو اس کے سارے دانت پورے طور پر نمایاں ہو جاتے۔ سفید اور چمکیلے دانت لیکن اسے گف
کرتے دیکھ کر کسی ایسے بھیڑیئے کا تصور ذہن میں ضرور پیدا ہوتا تھا جو اپنے شکار کی ہڈیاں چبا
ہو۔ اس کے لہجے میں بھی عموماً بڑی تلخی ہوا کرتی تھی.... ظاہری بناوٹ کے ساتھ ہی ساتھ ا
کی ذہنی ساخت بھی عجیب تھی.... اس کی کھوپڑی میں یہ خیال برف کی طرح منجمد ہو کر رہ گیا تھا
کہ وہ دنیا کے ہر آدمی کو طاقت سے زیر کر سکتا ہے۔

فریدی اور حمید کو دیکھ کر اس نے بہت برا سا منہ بنایا۔

فریدی جو بشرہ شناسی میں ماہر تھا جلدی سے بولا۔ "ہم دراصل ایک انکوائری کے سلسلے میں

ہیں۔"

"جب آپ جیسے حضرات انکوائری کے سلسلے میں آئیں تو معاملہ بڑا ہی ہو سکتا ہے....
بیٹھئے!" ضیغم ان کی طرف سگریٹ کیس بڑھاتا ہوا بولا۔

"شکریہ....! میں سگار پیتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "کیا آپ آئرن پرنس مسٹر خاور کے
چال چلن کے متعلق کچھ بتا سکیں گے۔"

"خاور کا چال چلن!" ضیغم نے حیرت سے کہا۔ پھر بے تحاشہ ہنس پڑا۔ اس کا نہ ختم ہونے
قہقہہ کسی لکڑ بگھے کی غراہٹ سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا تھا۔

"خدا کی شان ہے کہ اب خاور جیسے لوگ بھی چال چلن کے قابل ہونے لگے۔" اس نے کچھ
د کہا۔

فریدی اس کے جواب میں کچھ نہیں بولا۔ شائد یہ بات ضیغم کے لئے خلاف توقع تھی۔ وہ
داز میں فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے اپنے جملے پر فریدی کا ریمارک سننے کا متمنی ہو۔

پھر اس نے خود ہی کہا۔ "لیکن آپ نے اس کے چال چلن کی تصدیق کرنے کے لئے اس
رکو کیوں منتخب فرمایا ہے۔" اسکے لہجے میں تلخی کے ساتھ ہی ساتھ ایک قسم کا چیلنج بھی تھا۔

"محض اسلئے کہ آپ دونوں کے تعلقات خوشگوار نہیں ہیں۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

"تب پھر میں اس کے خلاف غلط باتیں بھی کہہ سکتا ہوں۔"

"غلط باتوں میں بھی کچھ درست ہوتی ہیں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اور مجھ میں اتنا سلیقہ
ہے میں اپنے کام کی باتیں منتخب کر سکوں۔"

"بات کیا ہے؟" ضیغم فریدی کو گھورنے لگا۔

"نہایت اہم! پچھلی رات کو ہمیں ایک نوزائیدہ بچہ ملا ہے جسے چند قمیضوں میں لپیٹ کر کہیں
لا گیا تھا.... اور وہ قمیضیں خاور کی ہیں۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ قمیضیں خاور ہی کی ہیں۔"

"مجھے یقین ہے.... صرف مجھے ہی نہیں خاور کو بھی یقین ہے کہ وہ قمیضیں اسی کی ہیں۔"

ضیغم بے تحاشہ ہنس پڑا۔ وہ کافی دیر تک ہنستا رہا.... حمید دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا
کیونکہ اس کے ہنسنے کا انداز بڑا توہین آمیز تھا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی نادان

بچے کی حماقت آمیز گفتگو پر قہقہے لگا رہا ہو۔

فریدی کے رویے میں البتہ کسی قسم کا بھی تغیر نہیں واقع ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر آثار تھے اور آنکھوں سے بے تعلقی جھلک رہی تھی۔

"اب میں سمجھ گیا۔" ضیغم بدستور ہنستا ہوا بولا۔ "آپ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔"

"کیوں! وقت کیوں ضائع کر رہا ہوں۔"

"آپ خاور کے حالات سے واقف نہیں۔ وہ اس بچے کا باپ ہرگز نہیں ہو سکتا اس بننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ لیکن یہ حرکت بھی اس کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی"

"آپ دو متضاد باتیں کہہ رہے ہیں۔"

"او بابا! وہ بچہ کسی اور کا ہوگا۔ خاور اسے اپنا ظاہر کرنا چاہتا ہے۔"

"یعنی خود ہی اپنی گردن پھنسوانا چاہتا ہے۔" فریدی نے حیرت ظاہر کی۔

"بھلا اس کی گردن کیا پھنسے گی۔ دو چار ہزار روپے دے کر معاملہ برابر کرالے گا۔ ہے بابا۔"

"لیکن وہ یہ سب کچھ کرے گا ہی کیوں؟ کیا اس میں اس کی بدنامی نہیں۔"

"بدنامی....!" ضیغم ہنس پڑا۔

"کیا لفظ بدنامی پر آپ کو ہنسی آرہی ہے مسٹر ضیغم۔" حمید نے جھنجھلا کر کہا۔

"نہیں کیپٹن حمید مجھے آپ لوگوں کی سنجیدگی پر ہنسی آرہی ہے۔"

"اور مجھے آپ کی عقل پر رونا آرہا ہے۔" حمید بولا۔

فریدی نے سوچا اگر بات بڑھ گئی تو وہ بہتیری باتیں نہ معلوم کر سکے گا اس لئے وہ بول پڑا.... "خاور نے مجھے بتایا ہے کہ آپ اسے پھنسانا چاہتے ہیں۔"

"کیا....؟" ضیغم فریدی کی طرف پلٹ پڑا۔ "میں اسے پھنسانا چاہتا ہوں۔ ا خراب ہو گیا ہے.... میں اسے پھنساؤں گا.... وہ کتے کا پلا ہے۔"

"نہیں وہ تو ہاتھی کا بھی ابا ہے۔" حمید ہنس پڑا۔

"کیپٹن حمید میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔" وہ پھر حمید کی طرف پلٹ پڑا اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتا رہا پھر فریدی سے بولا۔ "اگر مجھے اُس سے نپٹنا ہی

پٹوں گا ایک ہی گھونسے میں اس کا سڑا ہوا مغز ناک کے راستے بہہ جائے گا۔"

"مجھے علم ہے کہ آپ بہت طاقتور ہیں۔" فریدی اُسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"ٹھہریئے۔" ضیغم سنجیدگی سے بولا۔ "میں بتاتا ہوں کہ اس کی چال کیا ہے۔"

وہ چند لمحے کچھ سوچ سوچ کر سر ہلاتا رہا پھر بولا۔ "آپ جانتے ہیں کہ اس کی بیوی اس سے ہے۔"

"مجھے علم ہے۔"

"کشیدگی کی وجہ بھی جانتے ہیں۔" ضیغم نے پوچھا۔

"نہیں اس کا مجھے علم نہیں۔"

"خاور کافی دولت مند آدمی ہے۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔"

"یہ بھی جانتا ہوں۔"

"پھر اس کی بیوی اس کے ساتھ کیوں نہیں رہتی۔"

"ممکن ہے مزاجوں میں ہم آہنگی نہ ہو۔"

"مزاجوں میں تو بڑی ہم آہنگی ہے جناب۔" ضیغم مسکرا کر بولا۔ "اتنی ہم آہنگی کہ آپ رکو بھی عورت ہی سمجھ سکتے ہیں۔ مگر عورت.... بیوی نہیں بلکہ شوہر چاہتی ہے۔"

"اوہ.... اچھا.... اچھا۔" فریدی اس طرح آنکھیں پھاڑ کر سر ہلانے لگا جیسے اصل بات اس کی سمجھ میں اب آئی ہو۔

ضیغم نے پھر ایک زوردار قہقہہ لگایا لیکن اس بار وہ جلد ہی سنجیدہ ہو کر بولا۔ "کچھ بھی ہو ر کو ایک ایسی ہستی کی ضرورت یقیناً محسوس ہوتی ہوگی جو اس کی دیکھ بھال کر سکے۔ وہ چاہتا ہے اس کی بیوی پھر واپس آجائے۔"

ضیغم خاموش ہو کر سگریٹ سلگانے لگا۔

پھر کچھ دیر بعد بولا۔ "اسے واپس لانے کیلئے خاور کے پاس آخری حربہ یہی رہ گیا تھا۔ یہ نائی بھی اس کیلئے فائدہ مند ثابت ہوگی۔ میرا خیال ہے کل کے اخبارات میں یہ خبر آجائے گی۔"

"ضروری نہیں ہے۔"

"اوہ.... تب تو اس کے سارے کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔ نہیں فریدی صاحب اس کی

پبلسٹی ضرور ہونی چاہئے۔"

"کیوں....؟"

"تاکہ اس کی بیوی واپس آجائے۔" ضیغم نے اپنے مخصوص انداز میں قہقہہ لگایا۔

"اوہ.... تو آپ بھی یہی چاہتے ہیں کہ وہ واپس آجائے۔"

"نہیں....!" ضیغم سنبھل کر بولا۔ "بھلا مجھ سے کیا غرض۔ لیکن میں بعد کے حالات سے ضرور لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں۔"

"بعد کے حالات سے کیا مراد ہے۔"

"ممکن ہے کہ وہ اس خبر پر چلی ہی آئے.... لیکن پھر.... آپ بچے تو نہیں ہیں کرنل"

"نہیں انہیں ان معاملات میں بچہ ہی سمجھئے۔" حمید بول پڑا "ابھی ان کی شادی نہیں ہو"

"خوب خوب....!" ضیغم سر ہلا کر مسکرانے لگا۔

"مگر مسٹر ضیغم! اس نے بچہ کہاں سے مہیا کیا ہوگا۔" فریدی نے پوچھا۔ اس نے ح ریمارک کو اس طرح نظر انداز کر دیا تھا جیسے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

"دولت سب کچھ مہیا کر سکتی ہے کرنل۔ اور پھر اس طرح بچے کے ضائع ہو جانے کوئی امکان نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس نے اسے کسی ایسی ہی جگہ پھینکوایا ہوگا جہاں سے وہ جلد لیا جا سکے۔ بچے کے والدین کو بھی اطمینان ہی ہوگا۔ انہیں دو چار ہزار روپے بھی مل گئے گے اور ان کا بچہ اس وقت کسی سرکاری پرورش گاہ میں محفوظ ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ خاور۔ کے لئے اپنے کسی ملازم ہی کو منتخب کیا ہو۔ نہیں کرنل یہ سارا معاملہ بالکل آسان ہے مگر ذہانت کی بھی داد دینی ہی پڑے گی۔ میں اب تک اسے صرف ایک فرسٹ کلاس گاؤدی تصو تھا۔ مگر اب مجھے اپنی رائے بدلنی پڑے گی۔"

فریدی بڑی سنجیدگی سے اس کی گفتگو سن رہا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس۔

"مسٹر ضیغم! اگر میں آپ سے نہ ملتا تو مجھے بڑا افسوس ہوتا۔ آپ نے معاملے کو بالکل حا کر دیا۔ مجھے تو آپ کی ذہانت پر حیرت ہے۔"

"کیوں؟ ہے نا....!" ضیغم نے قہقہہ لگایا۔ "مگر یہ بیچارے کی بدنصیبی ہے کہ کیپ جیسے ذہین آدمی کے ہاتھ میں آگیا ہے۔ بھئی میری رائے تو یہ ہے کہ اس معاملے کو ا

ے گا۔ ورنہ ابھرے بغیر اس بیچارے کا مقصد حل نہیں ہوگا.... واہ بھئی خوب رہی۔"

ضیغم پھر ہنسنے لگا۔

کیکوا کنڈا

فریدی چند لمحے غور سے ضیغم کو دیکھتا رہا پھر بولا۔ "مگر مسٹر ضیغم جب آپ یہ سوچ سکتے ہیں ی بیوی بھی کیوں نہ یہی نتیجہ اخذ کر سکے گی۔"

اس سوال پر ضیغم سٹپٹا گیا۔ لیکن اس نے اس تغیر کو پھر ایک بناوٹی قہقہے میں چھپانے کی ں کی۔

"اوہ....! اگر اس نے بھی یہی سوچا تب تو پھر میں اس سچویشن سے محظوظ نہ ہو سکوں گا۔ وئی اسے یقین دلا دیتا۔"

"خاور سے آپ کا کیا رشتہ ہے۔"

اس سوال پر ضیغم اسے گھورنے لگا۔

"کیوں کرنل! کیا اب میرا مضحکہ اڑانے کا اردہ ہے۔" اس نے تلخ لہجے میں فریدی سے پوچھا۔

"قطعی نہیں! میں نے تو صرف رشتہ پوچھا تھا۔"

"اچھا تو سنئے!" ضیغم نے گرج کر کہا۔ "ہم میں یہی رشتہ ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے نا ہیں۔"

"اوہ.... آپ نے تو عربی طرز کی رجزیہ شاعری شروع کر دی۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"آج شاعری کر رہا ہوں اور کسی دن ایک خونی ڈرامہ اسٹیج کروں گا۔" ضیغم میز پر گھونسہ مار بولا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"تو سمجھ لیجئے! خاور میرے ہی ہاتھوں مارا جائے گا۔"

"آپ ایک ذمہ دار آفیسر کے سامنے گفتگو کر رہے ہیں۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"مجھے اس کی پرواہ نہیں۔"

تو پھر اسے یاد رکھئے کہ اگر خاور قدرتی موت بھی مرا تو میرا محکمہ اس میں دلچسپی لئے بغیر نہ

رہ سکے گا۔

"آپ کا محکمہ۔" ضیغم حقارت آمیز قہقہے کے ساتھ بولا۔ "میں نے اب تک دس خون کیے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس وقت ایک آزاد شہری کی حیثیت سے آپ سے گفتگو کر رہا ہوں۔"

"واقعی کمال ہے۔" حمید ہنس پڑا اور ضیغم جھلا کر بولا۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں۔ ثبوت مہیا کیجئے اور میرے ہتھکڑیاں لگا دیجئے۔"

"اچھا میں خیال رکھوں گا۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "ذرا اس کیس سے فرصت مل جائے تو"

"ضرور کوشش کیجئے گا۔" ضیغم تلخ لہجے میں بولا۔

فریدی اور حمید اٹھ گئے۔

واپسی پر حمید نے راستے میں کہا۔ "کہئے اب کیا خیال ہے اس جانور کے متعلق۔"

"اگر میں نے اسے سبق نہ دیا تو مجھے زندگی بھر افسوس رہے گا۔" فریدی بولا۔

"اچھا اس نے جو کچھ خاور کے متعلق کہا ہے اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔"

"فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"اچھا اب مجھے کہنے دیجئے۔"

"بکو....!"

"آپ نے کل رات والی لڑکی کو اصل واقعے سے کیوں آگاہ نہیں کیا۔"

"بکواس مت کرو۔"

"کم از کم اس کا پتہ ہی پوچھ لیا ہوتا...." حمید نے کہا۔

"پتہ.... پتہ تو مجھے معلوم ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ نہ جانے کیوں یک بیک اس کا موڈ ٹھیک ہو گیا تھا۔

"تو پھر بتا دیجئے نا۔" حمید بچوں کی طرح ٹھنک کر بولا۔

"اٹھارہ کنگس لین.... نام بھی بتا دوں۔"

"کاش آپ سچ مچ بتا دیں۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"زرینہ پرویز۔"

"ہائیں تو کیا شادی شدہ ہے۔"

"نہیں پرویز اس کے باپ کا نام ہے۔"

"شکر ہے پروردگار.... اور اس کے باپ کا بھی بہت بہت شکریہ وغیرہ۔"

"تو پھر تمہیں کنگس لین کے پاس اتار دیا جائے۔"

"ارے آج آپ اتنے مہربان کیوں ہیں۔"

"کبھی کبھی تم پر ترس بھی آتا ہے۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں نہیں مان سکتا۔" حمید سر ہلا کر بولا۔ "کوئی بات ضرور ہے۔"

"کیا بات ہو سکتی ہے۔" فریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

"اس طرح آپ کا کوئی کام بنتا ہوگا۔"

"میرے تو سارے کے سارے کام کسی نہ کسی طرح بن ہی جاتے ہیں حمید صاحب۔"

"کیا آپ اس لڑکی پر کسی قسم کا شبہ کر رہے ہیں۔"

"شبہ نہیں.... بھئی میں تو فی الحال تم سے پیچھا چھڑا کر کچھ سوچنا چاہتا ہوں۔"

"شکریہ شکریہ۔" حمید نے خوشی کا اظہار کیا۔

"اچھا اب اتر جاؤ۔" فریدی نے ایک جگہ کیڈی روک دی۔ "اگر ممکن ہو تو آج ضیغم کے رکس میں ضرور جانا۔"

"یہ بات کہی ہے آپ نے۔ اب میں اس کیس میں دل و جان سے دلچسپی لوں گا.... ہاہا ضیغم سے ٹکراؤ۔ مزہ آ جائے گا۔ میں بہت عرصہ سے اس کی گردن توڑنے کی فکر میں ہوں۔"

"حمید! سنجیدگی سے میرا ایک مشورہ سنو۔ ضیغم سے بھڑنے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری گردن کی ہڈیاں بھی بہت عزیز ہیں۔"

"آپ اس سے مرعوب ہو گئے ہیں۔"

"چلو یہی سمجھ لو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "میں ٹارزن یا زمبو کا بیٹا نہیں ہوں کہ ہر ایک پر غالب ہی آتا رہوں۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ سنگ ہی[1] جیسے کیڑے نے مجھے عاجز کر دیا تھا۔"

"خیر میں آپ کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہ کروں گا۔" حمید نے کہا اور کیڈی سے اتر گیا۔

کیڈی فراٹے بھرتی ہوئی آگے نکل گئی۔

حمید چند لمحے سڑک کے کنارے ہی کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ پھر کنگس لین کی طرف مڑنے کی

[1] سنگ ہی کی داستان کے لئے جاسوسی دنیا کے ناول "نیلی لکیر" اور "خونی بگولے" ملاحظہ فرمائیے۔

بجائے ایک قریبی ریستوران میں گھس گیا۔

اتوار ہونے کی وجہ سے ریستوران میں کافی بھیڑ تھی۔ حمید کو ایک بھی میز خالی نہ مل سکی
ویسے وہ یہاں بیٹھنے کے لئے نہیں آیا تھا۔ مقصد صرف یہ تھا کہ زرینہ پرویز سے ملنے سے پہلے
ریستوران کے غسل خانے کے آئینے میں اپنے حلیئے کا ایک بار جائزہ لے سکے۔

اس نے کاؤنٹر پر کھڑے ہی کھڑے ایک کپ چائے پی اور پیسے ادا کر کے سیدھا غسل خانے کی طرف چلا گیا۔

پھر شائد بیس منٹ بعد وہ باہر آیا۔ اس دوران میں اس نے اپنے چہرے اور بالوں کی خاصی مرمت کر لی تھی۔

یہاں سے کنکس لین کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ اس لئے وہ پیدل ہی چل پڑا۔

ایک بج چکا تھا اور دھوپ کافی تیز تھی۔ لیکن اسکے باوجود بھی اس کی طبیعت جولانی پر تھی
کنکس لین کی اٹھارویں کوٹھی کے سامنے وہ رک گیا۔ وہ یہاں تک تو چلا آیا تھا لیکن اب سوچ رہا تھا کہ اس سے ملے کس بہانے سے۔ اگر وہ گھر پر موجود نہ ہوئی تو پھر اسے کیا کرنا پڑے گا اگر اس کا باپ کوئی دقیانوسی قسم کا آدمی ثابت ہوا تو صورت حال کیا ہو گی۔ اسے اس سے قبل کئی الٹرا موڈرن قسم کی لڑکیوں کے قدامت پسند والدین سے ملنے کا اتفاق ہو چکا تھا اور وہ اس سے اچھی طرح پیش نہیں آئے تھے۔

اور پھر وہ سوچ رہا تھا کہ "تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہئے۔"

اچانک اس کی نظر پائیں باغ کے ایک گوشے کی طرف اٹھ گئی۔ جہاں ایک بڑا سا سائن بورڈ ایک درخت کے تنے سے لٹک رہا تھا۔ اور اس پر "برائے فروخت" تحریر تھا۔

درخت کے نیچے بے شمار گملوں میں صدہا قسم کے پودے نظر آ رہے تھے۔

"اب "برائے فروخت" کا مفہوم اس پر واضح ہو گیا۔ اور ساتھ "تقریب بہر ملاقات" سوجھ گئی۔

دوسرے لمحے میں وہ بے کھٹکے پائیں باغ میں داخل ہو رہا تھا۔ پھر وہ سیدھا وہیں جا کر رکا جہاں "برائے فروخت" کا بورڈ لٹک رہا تھا۔

"فرمائیے۔" اسے پشت سے کسی کی آواز سنائی دی اور وہ چونک کر مڑا۔ اس کے سامنے

دبلا پتلا اور پست قد بوڑھا پلکیں جھپکا رہا تھا۔

حمید نے اس کے رکھ رکھاؤ سے اندازہ لگا لیا کہ وہ کوٹھی کا مالک ہی ہو سکتا ہے۔

"مجھے یہ بورڈ یہاں لایا ہے۔ ویسے میں مس زرینہ سے واقف ہوں۔"

"تو فرمائیے نا آپ کیا چاہتے ہیں۔" بوڑھے نے نرم لہجے میں کہا۔

"کیکوا کنڈا....!" حمید سنجیدگی سے بولا۔

"کیا....؟" بوڑھا اُسے گھورنے لگا۔

"کیکوا کنڈا....!" حمید کی سنجیدگی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔

"یہ کیا بلا ہے؟"

"ارے آپ کیکوا کنڈا نہیں جانتے۔" حمید نے حیرت سے کہا۔ "اوہ.... شائد آپ پودوں کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔"

"جی! کیا فرمایا۔" بوڑھا نتھنے پھلا کر بولا۔ "جناب میں پودوں پر اتھارٹی ہوں۔ مجھے ڈاکٹر پرویز کہتے ہیں۔"

"اوہ.... ڈاکٹر صاحب۔" حمید مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ "آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔"

"مجھے بھی ہوئی۔" بوڑھا اس سے مصافحہ کرتا ہوا بولا۔ "مگر کیچوا کنڈا....!"

"کیکوا کنڈا....!" حمید نے تصحیح کی۔ "مجھے حیرت ہے کہ کیکوا کنڈا سے متعلق لٹریچر آپ کی نظر سے نہیں گذرا۔ یہ آرچڈ کی ایک نسل سے تعلق رکھتا ہے اور گانگو کے خطے میں پایا جاتا ہے۔ ابھی حال ہی کی دریافت ہے۔"

"اوہ! تب بھی اُسے اس سال کی نباتات کی انسائیکلوپیڈیا میں ہونا چاہئے۔"

"ضرور ہو گا۔" حمید نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ نہیں ہے۔" بوڑھے نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

"تو بہر حال کیکوا کنڈا آپ کی نرسری میں نہیں ہے۔"

بوڑھے نے اس کے چہرے پر نظر جمائے ہوئے نفی میں سر ہلا دیا۔

"اچھا زیٹور اس کا ہو گا۔"

"زیٹوراس کا....!" بوڑھا حیرت سے بڑبڑایا۔

"اوہ تو آپ زیٹوراس کا بھی علم نہیں رکھتے۔"

"ذرا ایک منٹ ٹھہریئے....!" بوڑھا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ہو سکتا ہے کہ یہ بھی کوئی غیر معروف قسم ہو۔"

"غیر معروف نہیں جناب! بہت ہی قیمتی ہے۔"

"اچھا تو میرے ساتھ آیئے۔ میں انسائیکلو پیڈیا میں دیکھتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ ان دونوں پودوں کے کوئی اور بھی نام ہوں۔"

"ضرور دیکھئے.... لیکن میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ ان ناموں کے علاوہ اور کوئی نہیں۔"

دونوں پورچ سے گذر کر برآمدے میں آئے۔

اس نے ایک نوکر سے کہا۔ "زرینہ سے کہو کہ انسائیکلو پیڈیا لے کر آئے۔" نوکر جانے لگا۔

"ٹھہرو۔" بوڑھے نے کہا۔

نوکر رک گیا۔

"کیا کہو گے؟" اس نے اس سے پوچھا۔

"سائیکل کا پیڈل لے کر چلیئے۔" نوکر نے نہایت سنجیدگی سے دست بستہ کہا۔

"دیکھا.... آپ نے۔" بوڑھا حمید کی طرف دیکھ کر بولا۔

"انسائیکلو پیڈیا.... مائی ڈیئر۔" حمید نے نوکر سے کہا۔

"نہیں بنے گا سرکار مجھ سے۔" نوکر بیزاری سے بولا۔

"گنوار ہو تم....!" بوڑھا جھلا گیا۔ "میں خود ہی لاتا ہوں۔"

بوڑھا اٹھ کر چلا گیا۔

ادھر حمید بہت شدت سے بور ہو رہا تھا۔ اُسے نہیں معلوم تھا کہ بوڑھا نباتات کی انسا پیڈیا پر اتر آئے گا ورنہ وہ کبھی بے تکی نہ ہانکتا.... کیکوا کنڈا اور زیٹوراس کا خود اسی کی تخلیق

حمید گلو خلاصی کی تدبیر سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک ایک دروازے سے زرینہ برآمد ہوئی۔ حمید کو کر ٹھٹکی پھر بے تحاشہ ہنسنے لگی۔

"فرمایئے حمید صاحب۔" وہ آگے بڑھتی ہوئی بولی۔ "اب کون سی مصیبت نازل ہوئی آپ پر؟"

"مصیبت۔" حمید بوکھلا کر بولا۔ "فی الحال مجھے اپنے ڈیڈی سے بچایئے۔"

"کیوں.... کیا ہوا۔"

"اوہ.... میں دراصل رات والے معاملے کے متعلق معذرت کرنے کے لئے آیا تھا کہ پ کے ڈیڈی سے مڈبھیڑ ہو گئی اور اب وہ نباتات کی انسائیکلو پیڈیا لینے گئے ہیں۔"

"جناب! رات میں آپ کو نہیں جانتی تھی ورنہ اس طرح اُلّو نہ بنتی۔ میں نے آپ کے انے بہت سنے ہیں۔"

"اوہ.... وہ تو سب ٹھیک ہے مگر.... انسائیکلو پیڈیا۔"

"ارے تو آخر گھبراہٹ کی کیا بات ہے۔ تھوڑی دیر تک اُن سے نباتات پر گفتگو کیجئے تب میں باہر چلنے کے لئے تیار ہو جاؤں گی۔ میں خود آپ سے ملتی۔ نہ جانے کیوں میں ایک بار پھر بچے کو دیکھنا چاہتی ہوں.... بیچارہ.... نہ جانے کس بدنصیب نے ایسی حرکت کی ہے۔"

اتنے میں بوڑھا ایک موٹی سی کتاب بغل میں دبائے ہوئے واپس آ گیا۔

"کیکوا کنڈا تو نہیں ملا جناب.... دوسرے کا کیا نام بتایا تھا۔" بوڑھے نے حمید سے کہا پھر ینہ سے بولا۔ "اوہو.... کیا تم انہیں جانتی ہو۔"

"جی ہاں.... یہ محکمہ سراغ رسانی کے آفیسر کیپٹن حمید ہیں۔" زرینہ مسکرا کر بولی۔

"محکمہ سراغ رسانی کے آفیسر۔" بوڑھا پلکیں جھپکانے لگا۔

"جی ہاں.... آپ نے کرنل فریدی کا نام سنا ہو گا۔ یہ اُن کے اسسٹنٹ ہیں۔"

"کرنل فریدی۔" بوڑھا جلدی سے بولا۔ "اوہ ہاں ہاں۔ میں اُسے جانتا ہوں۔ وہ میرے حوم دوست.... کا لڑکا ہے۔ وہی فریدی نا۔"

"جی ہاں.... وہی۔" حمید بولا۔

"کیا آپ نے اسی کی زبان سے ان پودوں کے نام سنے ہیں۔"

"جی ہاں.... جی ہاں۔" حمید جلدی سے بولا۔

"تب تو یہ پھر ضرور ہوں گے۔ اس کا باپ افریقہ اور جنوبی امریکہ پر اتھارٹی تھا۔ کیا نام بتایا "سرے کا۔"

"زیٹوراس...." حمید نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

زرینہ مسکراتی ہوئی اندر چلی گئی اور حمید پودوں کے متعلق بکواس سن سن کر بور ہوتا رہا لیکن کرتا بھی کیا۔ جب اس کی شامت آتی تھی تو وہ اسی قسم کی حماقتیں کر بیٹھتا تھا۔

پھر شائد آدھے گھنٹے کے بعد وہ زرینہ کے ساتھ کار میں بیٹھا ہوا اپنی گلو خلاصی پر خدا کا شکر ادا کر رہا تھا.... بوڑھے نے اس کے دماغ کی چولیں ہلا دیں تھیں۔

"آپ نے پچھلی رات جھوٹ کیوں بولا تھا۔" زرینہ نے حمید سے کہا۔ وہ خود کار ڈرائیو کر رہی تھی۔

"مصلحتاً....!" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "اگر میں نہ کرتا تو لوگ میرا بھیجا چاٹ رکھ دیتے۔ مقصد یہ تھا کہ کسی طرح جلد سے جلد وہاں سے چل دوں گا مگر آپ درمیان میں آکودیں۔"

"میں پچھلی رات ٹھیک سے سو نہیں سکی۔" زرینہ نے کہا۔ "مجھے بار بار بچے کا خیال آتا اور ساتھ ہی آپ کی دشواریاں بھی سامنے آجاتی تھیں۔ مگر آپ حمید صاحب۔" وہ ہنسنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد بولی۔ "مگر آپ کی ایکٹنگ کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ آپ سچ مچ ایک بے بس کے بچے کے باپ معلوم ہو رہے تھے۔"

"اور اب میں اس وقت خود کو ایک لاوارث بچہ محسوس کر رہا ہوں۔"

"کیوں؟"

"پتہ نہیں....!" حمید ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

"تو اب آپ لوگ بچے کے والدین کی تلاش میں ہوں گے۔" زرینہ نے پوچھا۔

"ہاں.... صاحب خواہ مخواہ ایک بلا سر پر پڑی ہے۔ اب اسے بھگتنا ہی پڑے گا۔"

"مجھے سراغ رسانی کا بہت شوق ہے اور میں اس کیس میں آپ کا ہاتھ بٹا سکتی ہوں۔"

"آپ کس طرح ہاتھ بٹائیں گی۔"

"آپ لوگوں کے گھروں کے اندر تو گھس نہیں سکیں گے۔ میں یہ کام نہایت آسانی سے انجام دے سکوں گی۔ ہمیں دراصل ایک ایسی عورت تلاش کرنی ہوگی جو آج ہی کل میں سے فارغ ہونے کے باوجود بھی گود خالی رکھتی ہو۔"

"ایسی سینکڑوں مل جائیں گی۔" حمید نے کہا۔ "جو کل فارغ ہوئی ہوں گی اور آج ان

ں بھی خالی ہو گئی ہوں گی۔"

"اوہ.... تو اس کا پتہ لگانا بھی مشکل نہ ہوگا۔ پڑوسی کم از کم یہ تو بتا ہی دیں گے کہ اس کے کا انتقال ہو چکا ہے.... مگر اصل مجرمہ کسی حال میں بھی نہ چھپ سکے گی۔"

"لیکن اس مہم کا اختتام شائد چھ ماہ بعد ہوگا۔" حمید بولا۔ "شہر میں لاکھوں مکان ہیں۔"

"بہر حال میں مجرموں کا پتہ لگا کر انہیں معقول سزا دلوانا چاہتی ہوں۔"

حمید آستین سرکا کر گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔ "تین بجنے والے ہیں۔ کیوں نہ ہم اسٹار سرکس کے رام دیکھیں۔ آج اتوار ہے ایک شو ساڑھے تین بجے بھی ہوگا۔"

"یک بیک سرکس کی کیسے سوجھ گئی۔"

"سرکس میں کئی لڑکیاں ہیں۔ اگر آپ کو سراغ رسانی کا شوق ہے تو وہاں پتہ لگانے کی ش کیجئے گا کہ اصل مجرمہ کون ہے؟"

"کیا اوٹ پٹانگ ہانک رہے ہیں.... حمید صاحب۔"

"نہیں میں قطعی سنجیدہ ہوں۔" حمید نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے کہا۔

کوٹ لے گیا

سرکس سے واپسی پر حمید زرینہ کو ہائی سرکل نائٹ کلب لے گیا۔ لیکن یہ بات اس کی سمجھ نہ آسکی کہ فریدی نے اسے اسٹار سرکس جانے کے لئے کیوں کہا تھا۔ وہاں کوئی خاص واقعہ نہیں آیا تھا۔ حتیٰ کہ ضیغم بھی نہیں دکھائی دیا تھا۔

نائٹ کلب کی دلچسپیاں شباب پر تھیں۔ اس لئے حمید نے یہ سوچنا ہی ترک کر دیا کہ فریدی نے سرکس کے لئے کیوں تاکید کی تھی۔

نائٹ کلب کے منیجر نے حمید کی شکل دیکھتے ہی جھرجھری سی لی لیکن پھر اس کے ساتھ ے کی بجائے ایک لڑکی دیکھ کر مطمئن ہو گیا۔ وہ حمید سے بہت زیادہ خائف رہتا تھا۔ اور وہ تھا بھی اسی قسم کا آدمی کہ بچے اس کے پیچھے تالیاں بجا سکتے تھے۔ یعنی اس کی شخصیت میں بھاری کل نہیں تھا۔

حمید اور زرینہ ایک [illegible] گئے۔

"آپ تھک گئی ہیں شائد۔" حمید بولا۔

"تنہا ہوتی تو ضرور تھک جاتی۔ لیکن آپ کی گفتگو تھکن محسوس کرنے کا موقع ہی نہیں دیتی

"پتہ نہیں کیوں آپ کے ڈیڈی مجھے بہت اچھے لگے ہیں۔"

"ڈیڈی کی پسندیدگی کا شکریہ۔" زرینہ ہنس پڑی۔ پھر اِدھر اُدھر دیکھ کر بولی۔ "وہ آ
آپ کو بہت بُری طرح گھور رہا ہے۔"

"کون....!" حمید چونک کر دیکھنے لگا پھر مسکرا کر بولا۔ "کیا آپ اسے نہیں جانتیں۔"

"نہیں.... میں یہاں پہلی بار آئی ہوں۔"

"یہ یہاں کا منیجر ہے.... اور میں اسے مہابور کہتا ہوں۔ اسے شعر سنانے کا خبط ہے اور
اس کے ساتھ عموماً بہت ہی غیر شاعرانہ قسم کی حرکتیں کیا کرتا ہوں۔"

"مثلاً....!"

"کبھی کبھی میں اپنا بکرا یہاں لے آتا ہوں۔"

"بکرا....!" زرینہ نے حیرت سے کہا۔

"ہاں.... میں نے کتے کے بجائے بکرا پال رکھا ہے۔ نجس بھی نہیں ہوتا اور وقت ضرو
ذبح کر کے کھایا بھی جاسکتا ہے۔"

"اور آپ کو شرم نہیں آتی.... کیا ساتھ لئے پھرتے ہیں۔"

"کیا کروں مجبوری ہے۔ تنہائی گراں گذرتی ہے اس لئے بکرا ہی سہی۔ ان عورتوں کو
کیوں نہیں آتی جو کتے ساتھ لئے پھرتی ہیں۔"

"تنہائی گراں گذرتی ہے تو شادی کیوں نہیں کر لیتے۔"

"اپنی طرف شادی بیاہ کا رواج نہیں ہے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر کرسی کی پشت
ٹیک لگاتا ہوا بولا۔

"کس سرزمین سے تعلق رکھتے ہیں آپ۔" زرینہ نے شوخی سے مسکراتے ہوئے پوچھ

"بنجر آباد.... نام ہے اس سرزمین کا۔ وہاں دور دور تک عورتوں کا پتہ نہیں۔ عقیدہ
کا یہ ہے کہ جس گھر میں عورت ہوتی ہے وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ ایک بار ایک
نے غلطی سے شادی کر لی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ ہر سال ایک نیا بھوت اس کے پیچھے لگ جاتا تھا

نمبر15 میں ایک درجن بھوتوں نے اس کے انجر پنجر ڈھیلے کر دیئے۔ وہ پاگل ہو کر سڑکوں پر بھونکتا
تھا۔"

زرینہ ہنسنے لگی اور حمید بکتا رہا۔ "بنجر آباد ایک آزاد علاقہ ہے۔ وہاں عورتوں کے لئے کوئی
نہیں۔ صرف مرد بستے ہیں۔"

"اور ان کے مرتے ہی بستی ویران ہو جائے گی۔" زرینہ نے کہا۔

"اب جو کچھ بھی ہو۔"

"نہیں سنجیدگی سے بتائیے کہ آخر آپ لوگ شادی کیوں نہیں کرتے۔ خصوصاً فریدی صاحب۔"

"کوئی پوچھتا بھی ہے ہم لوگوں کو۔" حمید نے دردناک لہجے میں کہا اور ایک ویٹر کو اشارے
بلا کر کھانے کا آرڈر دیا۔

"اوہ.... کھانا نہیں.... کھانا گھر ہی پر کھاؤں گی۔" زرینہ نے کہا۔

"آج باہر ہی سہی.... نہیں تکلف کی ضرورت نہیں۔" حمید نے کہا۔ پھر بڑبڑانے لگا۔
"یہ بور تو ادھر ہی آ رہا ہے۔"

"کون....!" زرینہ چونک کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

"منیجر! اب اس سور کی غزل سنی ہی پڑے گی۔"

"آنے دیجئے.... تفریح رہے گی۔" زرینہ ہنس کر بولی۔

"آداب بجالاتا ہوں کپتان صاحب۔" منیجر میز کے قریب پہنچ کر بولا۔

"آخاہ! مزاج تو اچھے ہیں۔ بیٹھئے بیٹھئے۔" حمید نے سر کی جنبش سے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"بہت دنوں بعد نیاز حاصل ہوئے۔"

"کون؟ نیاز....!" حمید نے حیرت کا اظہار کیا۔ "نہیں وہ تو پرسوں بھی ملا تھا۔"

منیجر احمقوں کی طرح ہنسنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "آپ تو بقول شاعر....!"

"ٹھہرئیے ٹھہرئیے۔" حمید جلدی سے بولا۔ "ایک ضروری بات یاد آگئی۔ کل میرے لئے
ایک میز مخصوص رکھئے گا۔ کل میرے ساتھ برخوردار بغراخاں بھی آئے گا۔"

"میں دست بستہ معافی چاہتا ہوں جناب عالی.... اب یہاں کتے بھی نہیں آتے کیا آپ کی
نظر نوٹس بورڈ پر نہیں پڑی۔"

”کل بھی میری نظر نوٹس بورڈ پر نہیں پڑے گی.... آپ بے فکر رہئے۔“

”آپ نے وعدہ کیا تھا۔“ منیجر بے بسی سے بولا۔

”یہ ۵۴ء کی بات ہے۔“

”دیکھئے پریشان نہ کیجئے۔ میرا بڑا نقصان ہو جاتا ہے۔“

”ایک شرط پر میں آپ کی بات مان سکتا ہوں۔“

”کس شرط پر۔“

”کوئی ایسا واقعہ سنایئے جس پر یقین نہ آئے۔“

”جی....!“ منیجر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

زرینہ کا بُرا حال تھا۔ وہ دانتوں میں رومال دبائے ہنسی روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

”ہاں جلدی سے سنایئے۔“ حمید بولا۔

”مجھے کوئی ایسا واقعہ یاد نہیں آ رہا ہے۔“ منیجر مردہ سی آواز میں بولا۔

”یاد نہیں آ رہا ہے.... تو آپ کوئی سچا واقعہ یاد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سچ کسے یقین نہ آئے گا۔ میں تو ایسی بات سننا چاہتا ہوں جس پر یقین نہ آئے۔“

منیجر چند لمحے حمید کو گھورتا رہا پھر جھلا کر بولا۔ ”میں گدھی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔“

”مجھے یقین ہے۔“ حمید نے انتہائی سنجیدگی سے کہا اور زرینہ بے ساختہ پھوٹ پڑی۔

منیجر پر بیک وقت شرمندگی اور جھنجھلاہٹ کا حملہ ہوا اور اس کی شکل حد درجہ مضحکہ خیز نظر آنے لگی۔ وہ بُرا سا منہ بنائے ہوئے اٹھا اور سیدھا اپنے آفس کی طرف چلا گیا۔

زرینہ اب تک ہنسے جا رہی تھی۔

”واقعی حمید صاحب.... کمال کے آدمی ہیں آپ۔“ اس نے کہا۔

”کیا کروں.... یہ نہ کرتا تو اس کمبخت کی کئی غزلیں زہر مار کرنی پڑتیں۔“

”کہیں وہ بیاض لینے کے لئے نہ گیا ہو۔“ زرینہ بولی۔

”فکر نہیں.... بیاض سمیت اسے کسی اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگانی پڑے گی۔“

اتنے میں ویٹر نے میز پر کھانا چن دیا.... کھانے کے دوران میں زیادہ تر خاموشی رہی اب حمید کا ذہن پھر موجودہ کیس کے سلسلے میں بھٹکنے لگا تھا۔ سب سے زیادہ الجھن اسے اس

تھی کہ آخر فریدی نے اسے سرکس دیکھنے کے لئے کیوں بھیجا تھا اور غالباً وہ بھی چاہتا تھا کہ بھی وہاں لے جائی جائے۔ اسی لئے اس وقت اس نے سرکس کے لئے کہا تھا۔ جب وہ کنگس پنہ جانے کے لئے کیڈی سے اتر رہا تھا۔

کھانے کے بعد زرینہ نے کہا کہ اب وہ گھر واپس جائے گی۔ نو بجنے کے بعد وہ گھر سے باہر رہنے عادی نہیں۔ حمید نے بھی یہی سمجھا کہ اب اسے جانے ہی دے۔ وہ کلب کے منیجر سے دوبارہ بڑ چھاڑ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

زرینہ چلی گئی اور حمید وہیں بیٹھا پائپ کے ہلکے ہلکے کش لیتا رہا۔ اچانک اس نے اپنے قریب کئی زوردار قہقہے سنے۔ وہ چونک کر مڑا۔ قریب ہی کی ایک میز پر تین آدمی بُری طرح ہنس ہے تھے اور ایک نوجوان ان کے قریب کھڑا ہوا جھینپے ہوئے انداز میں اپنے چمکدار دانتوں کی ائش کر رہا تھا۔

”تمہاری مونچھیں کہاں گئیں۔“ ایک نے پوچھا۔

”ارے یار خارش ہو گئی تھی۔“ نوجوان بیٹھتا ہوا بولا۔

”کہاں....!“ وہ آگے جھک کر اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر سیدھا ہو کر بولا۔

”کیوں اڑاتے ہو.... ساری جلد سپاٹ اور بے داغ پڑی ہے۔ بھئی اتنی شاندار مونچھوں کی غائی مجھے تو بہت گراں گذری ہے۔“

”کسی عورت کی عنایت معلوم ہوتی ہے۔ آج کل کی عورتیں بڑی مونچھیں قطعی نہیں پسند رتیں۔“ دوسرے نے کہا اور معنی خیز انداز میں مسکرانے لگا۔

”یار و یقین کرو۔“ نوجوان بے بسی سے بولا۔

”کر لیا یقین.... اچھا یہ بتاؤ وہ عورت کون ہے۔“

”کوئی نہیں یار.... خارش ہو گئی تھی۔“

”جھوٹ کی حد ہوتی ہے۔ اچھا ختم کرو! ہمیں کیا۔“ ایک نے کہا۔

”کیا پرسوں تک خارش نہیں تھی۔“ دوسرا بول پڑا۔

”نہیں تھی! کبھی نہیں تھی۔“ نوجوان جھنجھلا گیا۔ ”مونچھیں میری تھیں یا تمہاری تھیں۔“

”اماں تو خفا کیوں ہوتے ہو۔ بولو کیا پیو گے۔ پتہ نہیں وہ عورت ہے یا جنت کی حور جس کا

تذکرہ کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔"

"خود ہی سمجھ لو۔" نوجوان لاپروائی سے بولا۔

"ملاؤ گے نہیں؟"

"کوئی گری پڑی عورت نہیں ہے۔ بس اب اس سے آگے گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ کہا بیٹھوں تمہارے ساتھ ورنہ اٹھ کر چلا جاؤں۔"

"آج کیا ہو گیا ہے میرے شیر کو۔" ایک نے دوسرے کو مخاطب کر کے کہا۔

"چھوڑو بھی یار کیوں بور کر رہے ہو بیچارے کو۔"

"بھئی اب نہ بولیں گے۔" ان میں سے ایک نے ویٹر کو بلا کر شراب کا آرڈر دیا۔

حمید کا ذہن قلابازی کھانے لگا.... وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں یہ وہی آدمی نہ ہو جس کی انھیں تلاش تھی۔ اس کا حلیہ بھی قریب قریب یہی بتایا گیا تھا۔ بڑی اور گھنی مونچھیں بھوری چھ گھونگھریالے بھورے بال۔ اور ٹھوڑی میں خفیف سا گڑھا۔ لیکن اب اس کے چہرے پر مونچھیں نہیں تھیں۔ ممکن ہے پہچان لئے جانے کے خوف سے اس نے مونچھیں صاف کرا دی ہوں۔ بڑی مونچھیں رکھنے والوں کی شخصیت میں سب سے نمایاں چیز مونچھیں ہی ہوتی ہیں۔ اور پھر اس کے ساتھیوں میں سے ایک نے برسوں تک اس کے چہرے پر مونچھیں دیکھی تھیں۔ پچھلی رات کو یہ واقعہ ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے آج ہی مونچھوں کی صفائی کی ہو۔

حمید سوچتا رہا لیکن پھر اسے اپنے اس خیال پر ہنسی آنے لگی۔ وہ پھر سوچنے لگا کہ اگر اسی طرح مجرم ہاتھ آنے لگیں تو پھر جاسوسی ناولوں اور حقیقی زندگی میں فرق ہی کیا رہ جائے.... گویا وہ اس وقت یہاں اسی لئے آیا تھا کہ اصلی مجرم سے مڈبھیڑ ہو جائے.... حمید لاحول پڑھتا ہوا آج شام کے اخبار کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ادھر شراب آگئی تھی اور وہ چاروں پی پی کر ڈینگیں مارنے لگے تھے۔

"تم کیا جانو.... ایڈونچر کسے کہتے ہیں۔" نووارد نوجوان نے کہا۔ "میں نے ایسے ایسے کارنامے انجام دیئے ہیں کہ سنو تو پسینہ آجائے۔"

"نہیں سننا چاہتے بھائی۔" ان میں سے ایک بے ڈھنگے پن سے ہنستا ہوا بولا۔ "تم بتاؤ وہ بکری کون ہے جو تمہاری مونچھیں چبا گئی۔ مجھ سے نہ چھپاؤ پیارے۔ ورنہ میں تمہارے سسرال والوں کو

دوں گا۔"

"نہاں بھائی.... خدا قسم۔" دوسرا بولا۔ "یہ سسرال کیا ہے۔ اسے سسرال کیوں کہتے ہیں۔"

وہ سب گھٹیا قسم کی بے تکی گفتگو کر رہے تھے لیکن نووارد ذہین بھی معلوم ہوتا تھا اور تعلیم یافتہ بھی۔ حمید سوچ رہا تھا کہ اس کا تعاقب کرنے میں کیا حرج ہے۔ ہو سکتا ہے یہ وہی ہو جس کی تلاش تھی۔ فی الحال دو باتیں تو اس میں پائی جاتی تھیں۔ اس کے بال بھی گھونگھریالے تھے۔ رنگت بھوری تھی اور ٹھوڑی میں خفیف سا گڑھا۔ مونچھوں کے متعلق تو وہ سن ہی چکا تھا۔ مونچھیں بڑی شاندار رہی ہوں گی ورنہ اتنی کڑی تنقید نہ کی جاتی۔

حمید نے تہیہ کر لیا کہ اس کا تعاقب ضرور کرے گا۔ اس نے ویٹر کو بلا کر کھانے کا بل ادا کیا دوبارہ پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد نووارد اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر اٹھ گیا۔ انہوں نے اس کو روکنا چاہا مگر اس شائد کسی ضروری کام کا بہانہ کیا۔ حمید نے اس کا جملہ نہیں سنا لیکن وہ ریمارک ضرور سنے جو جملے پر دیئے گئے تھے جن کا مقصد وہی "مرغے کی ایک ٹانگ" تھا۔ یعنی ضرور کوئی نئی عورت جس کے چکر میں مونچھیں بھی گنوائیں اور اب دوستوں کی دل شکنی بھی کی جا رہی ہے۔

اس کے ساتھی کافی پی گئے تھے لیکن وہ خود زیادہ نشے میں نہیں تھا۔ نہ تو اس کے قدموں ہی لغزش تھی اور نہ آنکھوں ہی سے معلوم ہوتا تھا کہ اس نے شراب پی رکھی ہے۔ حالانکہ اس بھی کئی پگ لئے تھے۔

وہ باہر نکل ہی رہا تھا کہ حمید بھی اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ نووارد باہر کھڑی ہوئی ایک کار میں گیا اور حمید سوچنے لگا کہ یہ بہت برا ہوا۔ لیکن اسے فوراً یاد آگیا کہ ٹیکسیوں کا اڈہ کلب کی کمپاؤنڈ کے پھاٹک کے سامنے ہی ہے۔ قبل اس کے کہ وہ اپنی کار اسٹارٹ کرتا حمید تیزی سے چلتا ہوا پھاٹک سے گذر گیا۔ اس کا رخ ٹیکسیوں کے اڈے کی طرف تھا۔ دو تین ٹیکسیاں کھڑی دیکھ کر اس نے اطمینان کا سانس لیا۔

اور پھر جب تک وہ کار پھاٹک سے باہر آتی حمید ایک ٹیکسی میں بیٹھ چکا تھا۔ تعاقب شروع ہو گیا۔ سڑک پر ٹریفک کی زیادتی تھی لیکن ٹیکسی ڈرائیور کافی ہوشیار معلوم ہوتا تھا۔ اس نے اپنی ٹیکسی اس کار کے پیچھے لگائے ہی رکھی۔

اگلی کار والا جلدی میں نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ فضا کی خنکی سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہو۔ اس کی کار آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔

حمید سوچ رہا تھا کہ کہیں وہ دیدہ دانستہ ایسا نہ کر رہا ہو۔ کہیں اسے اس تعاقب کا علم نہ ہو گیا ہو۔ ٹیکسی کے اندر کی روشنی اس نے پہلے ہی گل کرادی تھی۔

لیکن پھر تھوڑی ہی دیر بعد حمید کو اپنا خیال بدل دینا پڑا۔ اگر اسے تعاقب کا علم ہوتا تو وہ اسے آزمانے کی کوشش کرتا۔ اپنی کار کسی سنسان سڑک یا گلی میں موڑ دیتا۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ ایسی ہی سڑکوں سے اس کی کار گزر رہی تھی جن پر بہت زیادہ ٹریفک تھا۔

حمید بار بار کلائی کی گھڑی دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں وہ حماقت نہ کر رہا ہو۔

تھوڑی دیر کے بعد کار کا رخ موڈل ٹاؤن کی طرف ہو گیا۔ یہ ایک چھوٹی سی خوبصورت بستی تھی۔ یہاں چالیس یا پچاس چھوٹے چھوٹے بنگلے تھے اور ان میں زیادہ تر متمول لوگ رہتے تھے۔

"ہیڈ لائیٹس بجھا دو۔" حمید نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔

"چالان ہو جائے گا صاحب۔" ڈرائیور بولا۔

"فکر نہ کرو.... میں سپاہی کو کچھ دے دلا کر ٹھیک کرلوں گا۔"

اگلی کار موڈل ٹاؤن میں داخل ہو رہی تھی۔ پھر وہ ایک بنگلے کے سامنے رک گئی۔

حمید نے ٹیکسی ڈرائیور سے رکنے کو کہا اور اس کے ہاتھ میں دس کا نوٹ پکڑا کر اترتا ہوا بولا۔ "یہیں پر میرا انتظار کرنا.... جانا نہیں.... سمجھے میرا تعلق پولیس سے ہے۔ چلے گئے تو زحمت میں پڑو گے۔ ٹیکسی کا نمبر مجھے زبانی یاد ہے۔"

"اچھا صاب۔"

حمید آگے بڑھ گیا۔ سڑک پر اندھیرا تھا۔ اگلی کار سے اترا ہوا آدمی شائد بنگلے کا پھاٹک کھول رہا تھا۔ پھر اس نے پھاٹک کو دھکیل کر اس کے پٹوں کو ادھر اُدھر کرتے ہوئے اسے دیکھا۔ حمید سمجھ گیا کہ وہ یہیں رہتا ہے اور اب کار کو بھی اندر لے جائے گا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے میں اُس نے محسوس کیا جیسے وہ کسی سے لڑ پڑا ہو۔ وہ اُس کی آواز اچھی طرح پہچانتا تھا۔ غصیلی آواز گالیوں میں تبدیل ہو گئی۔ پھاٹک کے اندر دو آدمی ایک دوسرے کو زیر کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ حمید ابھی کوئی فیصلہ نہیں کرپایا تھا کہ ایک نے دوسرے کو

گرا دیا۔

"خبردار یہ کیا ہو رہا ہے۔" حمید چیخ کر آگے بڑھا۔ دوسرا آدمی جو اپنے شکار کو دبائے ہوئے ں کر بھاگا.... اور غالباً یہ معجزہ ہی تھا کہ حمید سے ٹکرانے کے باوجود بھی اس کی گرفت میں حمید جھونجھل میں آکر گرتے گرتے بچا۔ ابھی سنبھل بھی نہیں پایا تھا کہ اس نے قریب ہی موٹر سائیکل اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔

دوسرا آدمی پھاٹک میں کھڑا پاگلوں کی طرح چیخ رہا تھا۔

"لے گیا.... میرا کوٹ لے گیا۔"

حمید نے جیب سے ٹارچ نکال کر روشن کی۔ یہ وہی آدمی تھا جس کا تعاقب کرتا ہوا وہ یہاں پہنچا تھا۔

سڑک کے کنارے

"کون ہو تم....!" وہ جھلا کر حمید پر جھپٹ پڑا۔

"راہگیر ہوں بھائی.... تمہیں لڑتے دیکھ کر رک گیا تھا۔" حمید نے نرم لہجے میں کہا۔

"اوہ شائد میں پاگل ہو گیا ہوں۔" اس نے کہا اور اپنی کار میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کر دیا۔ اب وہ کار اسی طرف موڑ رہا تھا جدھر سے موٹر سائیکل کی آواز آ رہی تھی۔

حمید بھی لپک کر ٹیکسی میں جا بیٹھا۔

"ابھی ٹھہرو....!" اس نے ڈرائیور سے کہا۔ "اس گاڑی کو کچھ دور نکل جانے دو۔"

اگلی کار بہت تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ حمید نے بھی رفتار تیز کرادی۔ لیکن اس بار اس کی ہیڈ لائیٹس روشن تھیں خود حمید نے ڈرائیور کو خاص طور سے ہدایت دی تھی کہ اب ہیڈ لائیٹس نہ بجھائی جائیں۔

اس کی نظر اگلی کار پر تھی اور کان موٹر سائیکل کی آواز پر۔

پھر اچانک موٹر سائیکل کی آواز غائب ہو گئی اور ساتھ ہی حمید نے اپنی اسکیم بدل دی۔ اب اس کا تعاقب نہیں جاری رکھنا چاہتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ اس بنگلے کی تلاشی لی جائے ممکن ہے کہ اس آدمی کے خلاف کوئی ثبوت ہی ہاتھ آ جائے۔ اس نے سوچا کہ بنگلہ یقیناً خالی

ہو گا۔ شائد وہاں نوکر بھی نہ ہوں۔ اگر نوکر ہوتے تو وہ خود ہی پھاٹک کھولنے کی زحمت گ
کرتا۔ بلکہ کار کا ہارن بجا کر نوکروں کو بلاتا۔

"ڈرائیور! ٹیکسی پھر اسی طرف موڑ لو۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"جی صاب۔"

"ٹیکسی گھما لو۔ پھر واپس چلیں گے۔ تم فکر نہ کرو تمہیں مناسب اجرت دی جائے گی۔"

ڈرائیور نے گاڑی کی رفتار کم کر کے اسے سمت مخالف میں موڑ لیا۔

"اب جتنا تیز چل سکتے ہو چلو۔ ہمیں وہیں جانا ہے جہاں پہلے ٹیکسی روکی تھی۔"

ٹیکسی فراٹے بھرنے لگی۔ حمید مڑ مڑ کر دیکھتا جا رہا تھا۔ مگر دور دور تک کسی دوسری کا
نہیں تھا۔

اسے کوٹ والے مسئلے پر حیرت تھی۔ آخر وہ اس کا کوٹ اتار کر کیوں لے بھاگا اور پھ
کے متعلق اس آدمی کی بدحواسی۔

اگر کوٹ کی جیب میں کوئی بھاری رقم تھی تو جسم سے کوٹ اتارنے کے مقابلے میں جی
صرف رقم نکال لینا نسبتاً زیادہ آسان تھا۔ آخر حملہ آور نے کوٹ اتارنے کی زحمت کیوں گوا
واقعی یہ ایک بہت بڑی گتھی تھی جسے سلجھانا بظاہر آسان کام نہیں معلوم ہوتا تھا۔

"ٹھیک! بس یہیں روک دو۔" اس نے تھوڑی دیر بعد ڈرائیور سے کہا۔

ٹیکسی رک گئی۔ حمید نے اترتے وقت پھر ایک دس کا نوٹ ڈرائیور کے ہاتھ میں پکڑا
آہستہ سے بولا۔ "سی روڈ پر سمر کوٹیج کے سامنے میرا انتظار کرو۔"

ٹیکسی چلی گئی اور حمید بنگلے کی طرف بڑھا۔ پھاٹک اب بھی کھلا ہوا تھا اور اندر گہری تاریکی
حمید بے دھڑک اندر گھستا چلا گیا۔ برآمدے میں بھی اندھیرا اور سناٹا تھا۔ حمید چ
آہٹ لیتا رہا پھر آگے بڑھا۔ ہینڈل گھما کر صدر دروازے کو دھکا دیا.... اور دروازہ کھل گیا
سخت حیرت ہوئی۔ اسے توقع تھی کہ اسے کسی کھڑکی کا شیشہ توڑ کر اندر داخل ہونا پڑے گا
سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک ایسی عمارت جس میں کوئی موجود نہ ہو مقفل نہ ہو گی۔ وہ درو
کر کے پیچھے ہٹ گیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں اندر کسی سے مڈبھیڑ نہ ہو جائے۔ ایسی صورت میں پریشانیوں کا

ہو سکتا تھا کیونکہ تلاشی کا یہ طریقہ قطعی غیر قانونی تھا۔

ابھی وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ اندر قدموں کی ہلکی سی آواز سنائی دی اور حمید تاریکی میں سرک گیا۔ کوئی باہر ہی کی طرف آ رہا تھا۔ حمید ایسی صورت میں برآمدے سے باہر نہیں جانا چاہتا تھا۔ تاروں کی چھاؤں میں دیکھ لئے جانے کا خطرہ تھا۔

کوئی دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اندھیرا ہونے کی وجہ سے حمید صرف آہٹ ہی سے اُس کا اندازہ لگا سکا تھا۔ دوسرے لمحے میں اس نے روشنی کی ایک باریک سی لکیر دروازے پر پڑتی دیکھی اور پھر ایک ہاتھ دکھائی دیا جس میں کوئی نکیلا اور باریک سا اوزار تھا۔

پھر اسے یہ سمجھ لینے میں دیر نہیں لگی کہ وہ آدمی کس قسم کا ہو سکتا ہے۔ یقیناً وہ بھی چوری چھپے اس مکان میں داخل ہوا تھا اور اب اس اوزار کی مدد سے دوبارہ قفل بند کرنے جا رہا تھا۔

حمید نے سوچا کہ اب اس کا تعاقب کرنا فضول ہی ہے۔ کیوں نہ اسے اس حال میں پکڑ لے۔ ظاہر ہے کہ وہ ایک غیر قانونی حرکت کر رہا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ بھی اسی آدمی کے ساتھیوں میں سے رہا ہو جو مالک مکان کا کوٹ اتار کر لے بھاگا تھا۔

"ٹھہرو....!" حمید آہستہ سے بولا۔ "میرے ہاتھ میں.... ریوالور ہے.... دوست!"

لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس پر حیرتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اس آدمی پر اس کی دھمکی کا مطلق اثر نہ ہوا۔ وہ بدستور اپنے کام میں مشغول رہا۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو۔" حمید نے سخت لہجے میں کہا۔

"میرے ہاتھ خالی نہیں ہیں۔" دوسری طرف سے جواب ملا اور حمید کے ہوش ٹھکانے ہو گئے.... آواز فریدی کی تھی۔ وہ خود کو بالکل گھامڑ محسوس کرنے لگا۔ پھر اس نے دوسری بار فریدی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ "چلے آؤ چپ چاپ۔"

اس نے باہر تاروں کی چھاؤں میں ایک دھندلا سایہ دیکھا اور بجھے ہوئے دل کے ساتھ اس کی طرف بڑھ گیا۔

وہ دونوں باہر آئے۔

"میں تم پر فخر کروں یا یہ محض اتفاق تھا۔" فریدی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"نہیں مجھ پر فخر ہی کیجئے۔ کیونکہ میں آج کل دھمکی دینے کے بعد ہی ٹانگ پر گولی مار دیتا

ہوں۔ بلکہ بعض حالات میں پہلے فائر کردیتا ہوں دھمکی بعد میں دیتا ہوں۔"

"شکر کرو میں تھا کوئی دوسرا ہوتا تو تم اس وقت کہیں اور ہوتے۔" فریدی ہنس کر بولا۔

"اگر آپ بول نہ دیتے تو حقیقت واضح ہو جاتی۔"

"بکواس مت کرو۔ تمہارے پاس ریوالور نہیں ہے۔"

"ہے کیوں نہیں۔"

"اچھا اسی پر ایک ایک ہزار کی شرط رہی۔"

حمید اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ وہ سڑک پار کر کے دوسری طرف نکل آئے تھے۔

"تمہاری آواز میں وہ وزن نہیں تھا جو سچ بولتے وقت ہونا چاہئے۔" فریدی نے کہا۔

حمید کچھ نہ بولا۔ فریدی کہتا رہا۔ "ذرا کھوپڑی استعمال کیا کرو۔ ایسے مواقع پر یا تو خاموشی سے حالات کا جائزہ لینا چاہئے یا پھر اتنی پھرتی سے حملہ کر دینا چاہئے کہ دوسرے کو سنبھلنے کا موقعہ ہی نہ ملے۔ مگر فرزند تم ادھر کیسے آ نکلے۔"

"ٹھہرئیے بتاتا ہوں.... کیا گاڑی لائے ہیں آپ۔"

"ہاں.... وہ ڈی روڈ پر ہے۔"

"اچھا پھر میں پہلے اپنی ٹیکسی کا تصفیہ کرلوں۔ آپ ساتھ ہی چلیں گے نا۔"

"قطعی....!"

وہ سی روڈ پر آئے یہاں حمید نے ٹیکسی والے کو کچھ اور رقم دے کر رخصت کر دیا۔ پھر ڈی روڈ پر وہ کیڈی لاک میں بیٹھ گئے۔

"ہاں تم نے بتایا نہیں کہ تم یہاں تک کیسے پہنچے۔"

حمید نے اپنی داستان شروع کر دی اور جب کوٹ والے واقعے پر پہنچا تو فریدی بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔

"یہ بڑی عجیب بات ہے۔" اُس نے آہستہ سے کہا۔ "کہیں اس نے یونہی نہ کہہ دیا ہو کہ د اس کا کوٹ لے بھاگا ہے۔"

"نہیں.... میں نے ٹارچ کی روشنی میں دیکھا تھا اس کے جسم پر کوٹ نہیں تھا۔ حالانکہ اُس سے تھوڑی ہی دیر قبل جب میں نے اسے کلب میں دیکھا تھا اس کے جسم پر کوٹ موجود تھا۔"

حمید تم نے غلطی کی۔ تمہیں موٹر سائیکل کا تعاقب کرنا چاہئے تھا۔"

میرے کاموں میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی خامی رہ جاتی ہے۔" حمید خوشگوار لہجے میں بولا۔

نہیں کہنے کا یہ مطلب نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر مجھے پہلے ہی سے اس کا علم نہ ہوتا تو تم نک کا کام کر کے واپس لوٹتے.... خیر....!"

آپ کو کیسے علم ہوا تھا۔"

محض مونچھوں کے تذکرے پر۔ تم جانتے ہو وہ کون ہے۔"

نہیں.... میں اس کا نام تک نہیں جانتا۔"

اس کا نام رشید ہے.... اور وہ خاور کی ایک آئرن فیکٹری کا منیجر ہے۔"

خاور کی فیکٹری کا منیجر۔" حمید نے حیرت سے کہا۔

اں.... اور آج جب میں خاور کے بعض آدمیوں سے مل رہا تھا مجھے اس کی مونچھوں کا م ہوا۔ ایسی شاندار مونچھوں پر استرا چلوانا کوئی بھی پسند نہیں کر سکتا۔ اسی بناء پر میں نے مکان کی تلاشی لینے کا پروگرام بنایا۔ لیکن مجھے کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس سے اس کیس پر تی ہو۔ البتہ میں اس کی ایک ایسی تصویر لئے جا رہا ہوں جس میں مونچھیں ہیں۔"

ہ تو اس سے بھی تصدیق ہو جائے گی۔ راجر اسٹریٹ والے اسے پہچان لیں گے۔"

بدی تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر اس نے کہا۔ "مگر یہ کوٹ والا معاملہ۔"

نا اس نے جملہ پورا نہیں کیا۔ پھر تھوڑے دیر تک خاموشی رہی۔

خر آپ نے مجھے سرکس کیوں بھیجا تھا۔" حمید نے پوچھا۔

ں تمہیں اور زرینہ کو ساتھ دیکھنے کیلئے۔" فریدی ہنسنے لگا۔ "کافی اچھے لگ رہے تھے تم ریں نے دو کینہ توز آنکھیں بھی دیکھی تھیں جو تمہیں شبہ کی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔"

سا کی آنکھیں تھیں؟"

غم کی....!"

ما کا زرینہ سے کیا تعلق....!"

ینہ سے کوئی تعلق نہیں۔ میں تمہاری بات کر رہا تھا۔"

مجھے کینہ توز نظروں سے کیوں دیکھ رہا تھا۔"

"اوہ... کیا تمہارے دل میں اس کے خلاف کینہ نہیں۔"

"ہے لیکن کسی خاص وجہ سے نہیں۔ مجھے اس کی لاف و گزاف پسند نہیں۔"

"کچھ بھی ہو وہ تمہیں اچھی نظروں سے نہیں دیکھ رہا تھا۔"

"لیکن وہ مجھے کہیں بھی نہیں دکھائی دیا تھا۔"

"وہ چھپ کر تمہاری نقل و حرکت کا جائزہ لے رہا تھا اور میں نے تمہیں وہاں دراصل ا
لئے بھیجا تھا کہ میں ضیغم پر اس کا ردعمل دیکھ سکوں۔ اس کی صبح والی گفتگو کو میں نے کوئی اہ
نہیں دی تھی۔ لیکن اب سوچ رہا ہوں کہ اس کا اس معاملے میں کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے۔"

"کیوں، آپ نے صبح والی گفتگو کو کوئی اہمیت کیوں نہیں دی تھی۔"

"وہ اس وقت دراصل نشے میں تھا اور نشے میں وہ ہمیشہ بہت ہی لمبی چوڑی ڈینگیں مارا کرتا ہے

"مگر میں کیسے سمجھ لوں کہ وہ نشے میں ہونے کی وجہ سے بہکا ہوا تھا۔" حمید نے کہا۔ "ک
خاور کے معاملات پر اس نے کافی مدلل قسم کی گفتگو کی تھی۔"

"میں ان شیخیوں کے بارے میں کہہ رہا تھا جو اس نے اپنے جرائم کے سلسلے میں بگھاری تھی

"ہو سکتا ہے کہ وہ محض شیخیاں ہی نہ ہوں۔" حمید نے کہا۔ "اس کی شخصیت میری نظ
میں ہمیشہ مشتبہ رہی ہے۔"

"میں بھی اُسے شبہ کی نظر سے دیکھتا رہا ہوں۔ لیکن حمید صاحب سب سے بڑی چیز
ہے۔ اس شہر میں درجنوں ایسے افراد ہوں گے جو مجرم ہوتے ہوئے بھی قانون کی زد سے
ہوئے ہوں گے۔ ہم اُسی وقت کچھ کر سکتے ہیں جب جرم ہمارے علم میں آجائے۔ پھر مج
تلاش ہمارا کام ہے۔ ہاں یہ بتاؤ کہ رشید کس طرف گیا تھا۔"

"اسی طرف.... ہم ٹھیک جا رہے ہیں۔"

کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ پھر حمید نے کہا۔ "شام کے اخبار میں تو اس بچے کے متع
آگئی ہے اور یہ بھی تھا کہ جن قمیضوں میں بچہ لپٹا ہوا ملا ہے وہ مسٹر خاور کی ہیں۔ مسٹر
اسے تسلیم بھی کر لیا ہے لیکن اس کا بیان ہے کہ وہ کسی ایسے بچے سے واقف نہیں۔ گمشد
کیس اور اس کے متعلق خاور کے اعلانات کا بھی تذکرہ تھا۔ مگر اس مکان کے متعلق کچھ
تھا جہاں بچہ پیدا ہوا تھا۔ اس بڑھیا کے بارے میں بھی کچھ نہیں تھا جسے گلا گھونٹ کر بیہو

اس کی موت کی بھی خبر نہیں تھی۔"

"ٹھیک ہے۔" فریدی بولا۔ "رپورٹ میں نے ہی مرتب کرائی تھی اور میرے ہی ایماء پر
کی اشاعت ہوئی ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر حقیقت کو چھپانے سے کیا فائدہ۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ
م کو اس کا علم نہ ہو گا۔ کیا وہ یہ نہ جانتا ہو گا کہ بیہوش بڑھیا نے ہوش میں آنے کے بعد سارے
ت بیان کر دیئے ہوں گے اور کیا ان کی پُراسرار گمشدگی کی شہرت نہ ہوئی ہو گی۔"

ٹھیک ہے وہ سب کچھ جانتا ہو گا۔ اگر نہ جانتا ہوتا تو مونچھیں منڈوانے کی ضرورت ہی نہیں
یہ سب کچھ مجرم کو دھوکے میں رکھنے کے لئے نہیں کیا گیا بلکہ اخبارات اور پبلک کی نکتہ
ں سے بچنے کیلئے کیا گیا ہے۔ پتہ نہیں ہم کب مجرموں کو گرفتار کر سکیں۔ اگر دیر لگی تو اخبار
لگیں گے کہ اتنے سراغ موجود ہونے کے باوجود بھی پولیس ابھی تک کچھ نہیں کر سکی۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ "اب رشید کو گرفتار کر لینے میں کیوں
ٹ ہے۔"

"کوئی ہچکچاہٹ نہیں۔ بس اس کی مونچھوں والی تصویر راجر اسٹریٹ والوں کو دکھا کر تصدیق
ہے۔ اُس کے بعد میں اُسے پکڑ لوں گا۔"

کیڈی لاک رات کے سناٹے میں فراٹے بھرتی رہی۔ سڑک بالکل سنسان پڑی تھی۔ حمید
کے کوٹ کے متعلق سوچ رہا تھا۔ ممکن ہے فریدی کے ذہن میں بھی یہی رہا ہو۔

"ایک بات ہے جناب۔" حمید تھوڑی دیر بعد بولا۔ "ضیغم کے دلائل بھی قابل قبول تھے۔
یسے دولت مند آدمیوں کے لئے یہ کام مشکل نہیں۔"

"یعنی وہ اس طرح برگشتہ بیوی کو اپنے پاس بلانا چاہتا ہے۔"

"جی ہاں! اس قسم کے شوہر اپنی بیویوں پر دھاک بٹھانے کے لئے سب کچھ کر گزرتے ہیں۔
ے کئی آدمیوں کو جانتا ہوں جو عیاشی کی صلاحیت نہ رکھنے کے باوجود بھی بہت ہی مشہور قسم
اش ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی بیویوں پر صلاحیتوں کی دھاک بٹھائیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ
ہر کرتے ہیں کہ تم ہمارے معیار پر پوری نہیں اتری ہو اسی لئے ہم تمہاری پرواہ نہیں کرتے۔"

ٹھیک ہے۔" فریدی نے کہا۔ "میں تمہارے اس نظریئے کی تردید نہیں کروں گا اور نہ میں

نے یہی کہا ہے کہ ضیغم کے دلائل غلط تھے۔"

"پھر کیا دشواری ہے۔"

"عدالتیں ٹھوس قسم کے ثبوت چاہتی ہیں۔ نفسیاتی امکانات پر کوئی غور نہیں کرتا۔ کے کیس کے متعلق ضیغم نے جو کچھ بھی کہا ہے اس کے امکانات ہیں لیکن یقین کے ساتھ نہ جاسکتا کہ حقیقت یہی ہے۔ امکانات تو اس کے بھی ہو سکتے ہیں کہ خاور کو کوئی بدنام کرنا چاہ چھان بین کرنے پر مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ عنقریب ہونے والے اسمبلی کے انتخابات می لینے والا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کے کسی حریف نے اسے بدنام کرنے کے لئے کچھ کیا ہو۔ اگر اس کے خلاف جرم ثابت ہو جائے تو اس کی سوشل پوزیشن کیا ہوگی۔ کیا صورت میں امیدوار کی حیثیت سے کھڑا ہو سکے گا۔"

"قطعی نہیں....!" حمید نے کہا۔ "مجھے اس کا علم نہیں تھا۔"

اچانک کیڈی کی ہیڈ لائٹس کی روشنی سڑک پر کھڑی ہوئی ایک کار پر پڑی اور ف کیڈی کی رفتار کم کردینی پڑی۔ سڑک زیادہ کشادہ نہیں تھی اور وہ کار اس طرح ترچھی کھڑ تھی کہ راستہ قریب قریب بند ہو گیا تھا۔

کچھ اور آگے بڑھنے پر انہیں ایک آدمی دکھائی دیا جو سڑک کے کنارے اوندھا پڑا اس کا ایک پیر کار کے پائیدان پر تھا۔

فریدی نے کیڈی روک دی اور وہ بڑی تیزی سے نیچے اتر آئے۔

حمید نے مضطربانہ انداز میں اس آدمی کو سیدھا کیا۔

"یہ تو وہی ہے.... کیا نام بتایا تھا آپ نے۔" اس نے کہا۔

"رشید....!"

"جی ہاں....!"

"پھر وہ دونوں خاموش ہوگئے۔ فریدی کی ٹارچ کی روشنی بیہوش آدمی کے چہرے پر پڑ رہ

تعاقب

دوسری صبح حمید ذرا دیر میں بیدار ہوا اور آنکھ کھلتے ہی پچھلی رات کے واقعات ذ

لگانے لگے۔ وہ کافی دیر تک رشید کو ہوش میں لانے کی کوشش کرتے رہے تھے لیکن انہیں اس میں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ پھر تھک ہار کر انہیں اسے ہسپتال پہنچانا پڑا۔ وہاں بھی تقریباً دو گھنٹے تک وہ اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرتے رہے۔ لیکن انہیں مایوسی ہی ہوئی۔ پھر وہ گھر واپس آگئے۔ بہرحال ڈاکٹر نے اس کی بیہوشی کے بھی وہی اسباب بتائے جو بڑھیا کی بیہوشی کے بتائے تھے۔ یعنی رشید کو بھی گلا گھونٹ کر بیہوش کیا گیا تھا اور اس کے خیال کے مطابق رشید کی حالت بھی خطرے سے باہر نہیں تھی۔

حمید کافی دیر تک بستر ہی پر پڑا اس کے متعلق سوچتا رہا۔

فریدی کوٹھی میں موجود نہیں تھا۔ ناشتے کی میز پر بھی اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔ ناشتے کے دوران ہی میں زرینہ کا فون آیا۔ وہ حمید سے آج کے پروگرام کے متعلق پوچھ رہی تھی اور ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ اس بچے کو لے کر اس کی پرورش کرنا چاہتی ہے۔ حمید اس خواہش پر چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے اس وقت تو اسے مذاق میں ٹال دیا۔ لیکن پھر بہت دیر تک ں کے متعلق سوچتا رہا۔

دس بجے فریدی واپس آگیا۔ اس کے چہرے پر بے چینی کے آثار تھے۔

"وہ بھی ختم ہو گیا۔" اس نے آتے ہی کہا اور فلٹ ہیٹ میز پر پھینک کر ایک صوفے میں گر گیا۔

"کون ختم ہو گیا؟" حمید نے پوچھا۔

"رشید.... اور وہ بھی کوئی بیان نہ دے سکا۔ کچھ بولا ہی نہیں۔ مرنے سے دو تین گھنٹے بیشتر ل کے منہ اور ناک سے خون جاری ہو گیا تھا۔ بہرحال اس میں بھی وہی سب علامتیں پائی گئی ہیں بڑھیا میں پائی گئی تھیں۔"

فریدی خاموش ہو کر سگار سلگانے لگا۔

کچھ دیر سکوت رہا پھر فریدی نے کہا۔ "دوسری دلچسپ بات یہ ہے کہ راجر اسٹریٹ والوں نے رشید کی تصویر دیکھتے ہی کہہ دیا کہ یہی آدمی زچہ کے ساتھ تھا۔"

"تو پھر اس صورت میں ہم اسے بڑھیا کا قاتل نہیں قرار دے سکتے۔" حمید بولا۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ لیکن پڑوسیوں نے رشید کے علاوہ کسی دوسرے آدمی کو وہاں لی نہیں دیکھا تھا۔"

"اب آپ رشید کے کوٹ کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔"

"کیا کہوں! کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اب کیس بہت زیادہ الجھ گیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ رشید پر بعد کو بھی اسی آدمی نے حملہ کیا تھا جو اس کا کوٹ اتار لے گیا تھا تو پھر ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہی شخص بڑھیا کا بھی قاتل ہے کیونکہ دونوں کی موت یکساں حالات میں واقع ہوئی ہے۔ اگر اسے بڑھیا کا بھی قاتل تسلیم کرلیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ رشید اُس کی شخصیت سے واقف تھا کیونکہ اس نے بڑھیا کا گلا رشید کی موجودگی ہی میں گھونٹا ہوگا۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ رشید اور وہ دونوں شریک کار تھے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے رشید کا گلا کیوں گھونٹ د اور رشید کا کوٹ اتارنے کا کیا مطلب تھا۔ پھر رشید اس کوٹ کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے اتن بدحواسی میں بھاگا تھا جیسے اس کوٹ کی قیمت لاکھوں روپے رہی ہو.... اب اس ساری تگ و د کے مقصد پر غور کرو کیا یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا ہے کہ خاور کو ایک غیر قانونی بچے کا باپ ثاب کیا جاسکے۔ اگر ہم اسے تسلیم بھی کرلیں تو ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا کہ اس سے خاور کو جو نقصان پہ گا وہ اس تگ و دو کے مقابلے میں کوئی خاص اہمیت رکھتا ہے یا نہیں۔"

"آپ خاور ہی کو اصل مجرم تصور کر کے اس مسئلے پر کیوں نہیں غور کرتے۔" حمید بولا۔

"اچھا چلو ہم اس نقطہ نظر سے بھی واقعات کا جائزہ لیتے ہیں۔"

فریدی چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ "ضیغم کی گفتگو کا لب لباب یہی تھا کہ وہ اس طر اپنی صلاحیتوں کا پروپیگنڈا کر کے اپنی بیوی کو واپس بلانا چاہتا ہے۔ لیکن اب سنو! اگر اس میں شو بننے کی صلاحیت ہے ہی نہیں تو وہ بیوی کو بلا کر کرے گا کیا۔ اور اگر صلاحیت ہے تو اسے ایک نہ ہزار عورتیں مل سکتی ہیں کیونکہ اس کے پاس دولت ہے۔ دولت سینکڑوں عیوب پر پردہ ڈال د ہے اور پھر ایسے موقعے پر جب کہ وہ الیکشن کے لئے کھڑا ہو رہا ہے کبھی یہ نہ چاہے گا کہ اس سوشل پوزیشن خطرے میں پڑ جائے۔ یہ حرکت اس سے الیکشن کے بعد بھی سرزد ہو سکتی پھر دو سال سے اس کی بیوی اس کے پاس نہیں ہے اگر وہ اس کے لئے اتنا ہی بے تاب ہے کہ کی واپسی کے لئے ہر صحیح یا غلط راستہ اختیار کر سکتا ہے تو اس نے ان دو برسوں کے عرصے میں سے کبھی ملنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ ہمیشہ یہی کہتا رہا ہے کہ اگر اسے میرے ساتھ رہنا ہے خود ہی چلی آئے گی.... بولو.... اب کیا کہتے ہو! اچھا اور سنو۔ اگر وہ خود ہی اس حرکت کا ذم

اس کا یہ مطلب ہوا کہ اس نے اس سلسلے میں اپنے ایک ملازم رشید سے مدد لی تھی۔ لیکن پھر ختم کرا دینے میں کیا مصلحت ہو سکتی ہے؟"

"رشید کو کیوں ختم کردیا۔" حمید نے حیرت سے دہرایا۔ "کمال کرتے ہیں۔ آپ بھی.... یہ کھلی ہوئی بات ہے۔"

"کیا کھلی ہوئی بات ہے۔"

"ارے خاور نے اس سے اس معاملے میں مدد لی اور پھر اس خیال سے اسے ختم کردیا کہ کہیں افشاں نہ کردے۔"

"خود خاور نے ختم کردیا۔" فریدی مسکرایا۔ "کیا وہ خاور ہی تھا جس نے رشید کا کوٹ اتارا تھا۔ س پہاڑ سے توقع رکھتے ہو کہ وہ اتنا پھرتیلا ہوگا۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس نے کسی دوسرے سے کام لیا ہو۔"

"تمہاری کھوپڑی اس وقت شائد کسی دلدل میں پھنس گئی ہے۔ رازداری کے خیال سے اس ب آدمی کو ختم کرادیا اور ایک دوسرے آدمی پر اعتماد رکھتا ہے۔ کیا بکواس ہے۔ نہیں حمید ! خاور میں اس قسم کے جرائم کی صلاحیت قطعی نہیں ہے۔"

"ارے پھر کیا مجرم بھی کسی کے بطن سے پیدا کیا جائے گا۔" حمید اپنا سر پیٹ کر بولا۔

"مجرم....!" فریدی مسکرایا.... لیکن پھر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"کہئے کہئے خاموش کیوں ہوگئے۔ کوٹ کا مسئلہ مجھے بُری طرح پریشان کئے ہوئے ہے۔"

"کوٹ کا مسئلہ.... میں خود اسی کے متعلق سوچ رہا ہوں۔"

"دیکھئے میں اس سلسلے میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔" حمید پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔

"کیا سوچ رہے ہیں آپ۔" فریدی مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولا۔

ید غالباً اس کے لہجے پر جھنجھلا گیا۔ اس لئے اس نے فوراً ہی جواب نہیں دیا۔

"میں جو کچھ بھی سوچ رہا ہوں۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ "مجھے اس محکمہ میں آنے سے پہلے ہی ہئے تھا۔"

ریدی اس پر کچھ نہیں بولا۔ وہ کسی گہری سوچ میں تھا۔ تھوڑی دیر بعد حمید نے اسے زرینہ علق بتایا جو اس بچے کو سرکاری پرورش گاہ سے حاصل کرنا چاہتی تھی۔ حمید سمجھا تھا کہ یہ

اطلاع فریدی کو چونکا دے گی لیکن خلاف توقع فریدی نے اسے سرسری طور پر سنا لیکن اپنا
نہیں ظاہر کیا۔

یہ حقیقت تھی کہ رشید کی موت نے ایک بار پھر انہیں تاریکی میں چھوڑ دیا تھا۔ اور اب
کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ فریدی صرف خاور ہی کو کھنگالتا نچوڑتا رہے۔ اسے
تھی کہ وہ رشید کے قاتل تک خاور ہی کے ذریعہ پہنچ سکتا ہے۔ بچے والے کیس کے سلسلے
رشید مجرم ثابت ہوا تھا اور بچے کا تعلق خاور سے ظاہر کیا جا رہا تھا۔ ایسی صورت میں اب خا
فریدی کے سامنے تھا.... اور پھر دوسری طرف ضیغم تھا۔ لیکن اس کے خلاف فریدی ابھ
ثبوت بہم نہیں پہنچا سکا تھا۔ ویسے ضیغم کے معاملے میں بعض دوسری دشواریاں بھی تھیں۔
خاور کا کھلا ہوا دشمن تھا۔ خود اس نے اس کا اعتراف کیا تھا لیکن اب پھر یہی سوال پیدا ہوتا
ضیغم کے نزدیک خاور کو ایک غیر قانونی بچے کا باپ ثابت کرنے میں کیا افادیت ہو سکتی تھی۔
اس سے اسے کیا فائدہ پہنچتا۔ فریدی اور حمید تین دن تک اسی موضوع پر بحث کرتے
لیکن کسی خاص نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔

فریدی نے رشید کے بنگلے کی ساری چیزیں الٹ پلٹ ڈالیں لیکن اسے کوئی ایسی چیز نہ
جس سے بچے کی ماں کی شخصیت پر روشنی پڑتی یا اس کا سراغ مل سکتا۔

حقیقتاً اب وہی ایک ہستی رہ گئی تھی جو اس جرم کی نوعیت یا اس کے مقصد پر روشنی ڈا
تھی۔ اس کی تلاش اشد ضروری تھی۔

فریدی زیادہ تر خاموش رہتا تھا۔ اس نے اپنی موجودہ مشغولیات کے متعلق حمید سے
کرنا ترک کر دیا تھا۔ یا دوسرے الفاظ میں حمید کو بالکل چھٹی تھی۔

دوسری طرف شہر کے اخبارات روزانہ اپنے اداریوں میں نت نئی باتیں لکھ رہے
بہتیرے تو یہاں تک مطالبہ کر بیٹھے تھے کہ خاور کے خلاف قانونی کاروائی شروع کر دی
بعض اخبارات نے اس واقعے کو سیاسی اغراض کے تحت بُری طرح اچھالا تھا اور وہی پرانی
باتیں بد سلیقگی کے ساتھ دہرائی گئی تھیں جو عام طور پر سرمایہ داروں کے خلاف بننے
ہیں۔ پھر ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں مقامی حکام پر بھی چوٹیں کرنا کتنا ضروری ہو جاتا

ایک دن حمید فریدی کو چھیڑ ہی بیٹھا۔

"آپ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔" اس نے کہا۔

"میں یہیں ہوں اور بہت کچھ کر رہا ہوں۔ بہت جلد تم کسی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں دیکھو گے اور
ری آنکھیں حیرت سے پھیل جائیں گی۔"

"آخر کچھ تو بتائیے۔"

"ابھی کچھ نہیں! محض شبہے کی بناء پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ویسے اب یہ کیس ایک نیا رخ اختیار
ا ہے مگر حمید کوٹ کا مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہو سکا۔"

"سنئے! ایک بات میری سمجھ میں آئی ہے۔"

"کیا....؟"

"خاور کا سوٹ کیس اسی لئے اڑایا گیا تھا کہ اس کے کپڑوں کے ذریعہ اس کے خلاف ایک
ثابت کیا جائے۔ ممکن ہے رشید کا کوٹ بھی اسی لئے چھینا گیا ہو۔"

"مگر رشید تو پہلے ہی سے ایک جرم میں الجھا ہوا تھا۔" فریدی نے کہا۔ "اگر اس کا کوٹ بھی
قسم کے کسی کام میں استعمال کیا جانے والا تھا تو پھر رشید کو ختم کیوں کر دیا گیا۔ مگر نہیں حمید یہ
نہیں ہے۔ حقیقتاً حملہ آور صرف کوٹ ہی حاصل کرنا چاہتا تھا اسے مار ڈالنے کی نیت نہیں
تھا۔ اگر نیت یہ ہوتی تو وہ پہلے اسے مار ڈالتا پھر کوٹ اتار لیتا۔ رشید اس کا تعاقب کر رہا تھا
ا ہے دونوں پھر ٹکرا گئے ہوں۔ رشید نے کوٹ چھیننے کی کوشش کی ہو اور اسی جدوجہد میں مارا
ہو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا رشید اس شخص سے واقف تھا۔"

"اس کیس میں آپ بار بار اپنے نظریات تبدیل کر رہے ہیں۔ غالباً اب آپ یہ ثابت کرنے
کوشش کریں گے کہ رشید حملہ آور سے واقف تھا۔ حالانکہ شائد آپ ایک بار یہ ثابت کر چکے
کہ رشید حملہ آور کی شخصیت سے ناواقف تھا۔"

"تم بھول رہے ہو۔ میں نے یہ کبھی نہ کہا ہوگا۔ رشید کی موت کے بعد سے میرا نظریہ یہ رہا
کہ رشید اور وہ شریک کار تھے۔ کیونکہ بڑھیا اور رشید کی موتیں یکساں حالات میں واقع ہوئی
تھا۔ اگر رشید نہ مرتا تو میں اسے ہی بڑھیا کا قاتل ٹھہراتا۔"

"اوہ مگر کوٹ کی بات پھر رہ گئی۔" حمید نے کہا۔

"کوٹ....!" فریدی نے ایک طویل سانس لی۔ "حالات یہ کہہ رہے ہیں کہ رشید کوٹ

حاصل کرنے کے لئے حملہ آور کے پیچھے دوڑا تو ضرور تھا لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ اس کو
لئے قانونی چارہ جوئی نہ کر سکتا۔"

"کیوں نہ کر سکتا۔ یہ آپ کس بناء پر کہہ رہے ہیں۔"

"عقل استعمال کرو فرزند....!" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ "ہم اس بات کو تسلیم
ہیں کہ رشید اور حملہ آور ایک دوسرے سے واقف تھے۔ اس نے اس پر پہلا حملہ اس کے
کے کمپاؤنڈ میں کیا تھا اور حملے کا مقصد محض کوٹ چھیننا تھا۔ رشید کو مار ڈالنا نہیں۔ اُسے اطمینا
کہ رشید کوٹ کے حصول کیلئے قانونی چارہ جوئی نہیں کر سکتا ورنہ وہ اسے پہلے ہی حملے میں مار ڈال

"ٹھیک ہے.... میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔" حمید سر ہلا کر بولا۔

"اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کوٹ میں کیا تھا۔ یقیناً کوئی ایسی چیز رہی ہوگی جو قیمتی تو
لیکن اس کے حصول کے لئے قانون کا سہارا لینا ممکن نہ ہوگا۔"

"کیا چیز ہو سکتی ہے۔" حمید بڑبڑایا۔

"الہام ہونے دو۔ بتادوں گا۔" فریدی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر فریدی بولا۔ "اس کیس کے دوران میں مجھ میں ایک ذہنی ان
ہوا ہے۔"

"وہ کیا....؟"

"قدامت پر بُری طرح جان دینے لگا ہوں۔ عورتوں مردوں کے آزادانہ تعلقات کو
نظروں سے نہیں دیکھتا جنسی معاملات میں جذبات کی تہذیب ناممکن ہے۔ اس سلسلے
سائنٹیفک بحث قطعی بکواس ہے۔ بچاؤ صرف پابندیوں میں ہے۔ بعض مغربی عالم جنہیں میں
سمجھتا ہوں اس سلسلے میں بڑی سائنٹیفک قسم کی بحثیں چھیڑتے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ پابندیاں
بے راہروی کو جنم دیتی ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ مغرب کدھر جارہا ہے۔ وہاں تو اب
جنسوں کے باہمی تعلقات پر کسی قسم کی بھی پابندی نہیں رہ گئی۔ لیکن میرا دعویٰ ہے کہ
مغربی ممالک کا ہر پانچواں آدمی جنسی بے راہروی کا شکار ہے۔ ذرا انسائیکلو پیڈیا سکسوالس اٹھا کر
مغربی ممالک میں پائی جانے والی جنسی بے راہروی کی اتنی اقسام ملیں گی کہ تم سناٹے میں آجاؤ گے

"بہت بُرا ہوا جناب۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیا مطلب....!"

"مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ اس کیس کے اختتام پر ڈاڑھی نہ رکھ لیں۔ ارے سرکار کیا رکھا
ان فضول باتوں میں.... بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست۔ چار دن کی زندگی ہے اگر
وی بن کر جئے تو قبر میں افسوس کرنا پڑے گا۔"

فریدی کچھ نہیں بولا۔ وہ اٹھ کر ٹہلنے لگا تھا۔

دن بھر وہ آفس سے بھی غائب رہا اور شام کو جب آفس سے گھر آیا تو فریدی موجود تھا۔
ن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس نے کچھ نہ بولنے کی قسم کھائی ہو۔

حمید نے بھی چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ کھانے کی میز پر بھی خاموشی ہی رہی۔

نو بجے فریدی نے فون پر کوئی اہم پیغام وصول کیا۔

"چلو.... جلدی کرو۔" اس نے حمید سے کہا۔ "کپڑے تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں۔
کوٹ ڈال لو۔"

حمید نے چپ چاپ تعمیل کی۔ فریدی کے موڈ میں جھلاہٹ کی آمیزش بھی تھی۔ اسی لئے
نے چوں وچرا کی ہمت نہیں کی۔

فریدی نے گیراج سے کیڈی کے بجائے چھوٹی آسٹن نکالی۔ حمید سمجھ گیا کہ معاملہ اہم ہی
سکتا ہے۔ یہ کار بہت ہی مخصوص قسم کی مہموں میں استعمال کی جاتی تھی۔

فریدی اب بھی خاموش تھا۔

تھوڑی دیر بعد کار راجن پورے کی ایک تاریک گلی میں کھڑی کردی گئی۔ دونوں طرف کئی
منزل اونچی عمارتیں تھیں اور گلی میں اس قدر تاریکی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا تھا۔

فریدی کار سے اُتر گیا۔ حمید نے بھی اس کی تقلید کی۔

گلی سے گذر کر وہ سڑک پر آگئے۔

فریدی کو شائد کسی کا انتظار تھا۔ وہ سڑک کی دوسری طرف کے ایک بک سٹال پر جا کر
ڑے ہوگئے۔ فریدی اس طرح مختلف شو کیسوں پر نظر دوڑا رہا تھا جیسے اسے کسی خاص کتاب کی
اش ہو۔ ان دونوں نے اپنے السٹروں کے کالر کھڑے کر رکھے تھے اور فلٹ ہیٹوں کے گوشے
پیشانیوں پر جھکے ہوئے تھے۔

شائد کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی کو اس ہیئت پر تعجب نہیں ہوا تھا۔ ہوتا بھی کیو جب کہ وہ ہر رات اس قسم کے آدمیوں کو ارجن پورے کے چکر لگاتا ہوا دیکھا کرتا تھا۔ ارج پورہ غریب آدمیوں کی بستی تھی اور ہر رات یہاں شہر کے متعدد لوگ اپنے منہ چھپائے ہو آتے۔ تنگ و تاریک گلیوں سے لڑکیاں نکل کر ان کی کاروں میں بیٹھ جاتیں اور ان گلیو تاریکی جگمگاتی ہوئی سڑکوں کے اس ظلم پر روتی اور سسکتی رہ جاتی۔

غالباً کتب فروش ان دونوں کو بھی اسی قسم کا آدمی سمجھا تھا۔ وہ بدستور اپنے کام میں مشغول اچانک ایک عورت ان کے قریب سے تیزی سے گذری۔ حمید چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ ایک دراز قد عورت تھی۔ اس نے ایک لمبا کوٹ پہن رکھا تھا اور کوٹ کے کالر پر اتنا اونچا فر لگا تھا کہ اس کا سر قریب قریب چھپ کر رہ گیا تھا۔ چال سے جوان ہی معلوم ہوتی تھی۔ حمید اس کے سفید اور سبک ہاتھ دیکھے۔ چہرہ دیکھنے کی حسرت ہی رہ گئی تھی۔

فریدی نے جلدی سے ڈائجسٹ کی ایک کاپی خریدی اور حمید کا ہاتھ دبا کر آگے بڑھ گ حمید نے اس عورت کو ایک کار میں بیٹھتے دیکھا۔ غالباً وہ بہت جلدی میں معلوم ہوتی تھی۔ لیکن ا بار بھی وہ اس کا چہرہ نہ دیکھ سکا۔ فریدی تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا اس طرف جا رہا تھا جہاں ا نے کار کھڑی کی تھی۔

حمید نے محسوس کیا کہ فریدی نے اپنی کار اسی عورت کی کار کے پیچھے لگادی ہے۔

فائروں کی گونج

حمید نے ایک جھرجھری سی لی اور اندھیرے میں فریدی کو گھورنے لگا۔ کار کے اندر تار تھی۔ کبھی کبھی سڑک کی روشنی اس کے چہرے پر پھسلتی ہوئی تاریکی میں گم ہو جاتی تھی۔ فرید کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔ حمید نے ایک طویل سانس لی اور آہستہ سے بولا۔ "کیا آپ نے ا کا چہرہ دیکھا تھا۔"

"نہیں.... کیا تم نے دیکھا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"نہیں میں بھی نہ دیکھ سکا۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "ویسے آپ کے لئے ٹھیک رہے گی۔"

"کیا بکتے ہو۔"

"وہی جو کچھ دیکھتا ہوں اور قطعی محو حیرت نہیں ہوں کہ دنیا کیا ہو جائے گی۔"

حمید سچ مچ خاموش ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ عورت وہی ہے جس کی انہیں تلاش تھی مگر وہ عورت تو راجہ اسٹریٹ کے ایسے مکان میں تھی جہاں کی رہنے والی کسی بھی عورت سے نہیں کی جاسکتی کہ وہ کار ڈرائیو کرنا بھی جانتی ہوگی اور نہ وہ اتنی دولت مند ہو سکتی ہے کہ میں اتنا شاندار فر لگا سکے۔

تھوڑی دیر بعد اگلی کار شہر کی حدود سے باہر نکل گئی اور دفعتاً حمید چونک کر بولا۔

"یہ کیا معاملہ ہے۔ اس کے آگے بھی ایک کار معلوم ہوتی ہے۔"

"ہاں وہ ارجن پورے ہی سے اس کار کا تعاقب کر رہی ہے۔" فریدی نے کہا۔

فریدی نے اپنی کار کی ہیڈ لائیٹس بجھادی تھیں اور اگلی کار کی عقبی سرخ روشنی پر نظر جمائے ے راستہ طے کر رہا تھا۔ سڑک بالکل ویران تھی۔ اور وہ اس وقت جھریالی کے ویرانے سے رہے تھے۔

"یہ آخر کہاں جا رہی ہے۔" حمید مضطربانہ انداز میں پہلو بدل کر بولا۔

"جہنم میں۔" فریدی غرایا۔ "بہمیت کے ان ہولناک ویرانوں میں جہاں انسانیت سسک ک کر دم توڑ دیتی ہے۔"

"لیکن اگلی کار پر کون ہے؟"

"حمید خاموش رہو.... باتیں پھر ہو جائیں گی۔"

"اچھا صرف اتنا بتادیجئے یہ عورت وہی تو نہیں ہے جس کی ہمیں تلاش تھی۔"

"حقیقتاً ہمیں کسی کی تلاش نہ ہونی چاہئے تھی۔ مجرم ہمارے علم میں تھے۔"

"کون....؟"

"شیطان کا بیٹا.... حیوان کی بیٹی۔"

"آغا حشر یاد آ رہے ہیں۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"شٹ اپ....!" فریدی سچ مچ غصے میں تھا۔

اب وہ اس علاقے میں تھے جہاں لوگ دن کے اجالے میں بھی جاتے ہوئے ہچکچاتے تھے۔ دونوں کاریں سڑک چھوڑ کر کچے راستے پر اتر گئی تھیں اور ان کی روشنیاں بجھی ہوئی نہیں

تھیں۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ سب سے آگے والی کار ڈرائیو کرنے والا عورت والی کار کے وجود سے بے خبر نہیں تھا۔

اور پھر اچانک ایک جگہ سب سے آگے والی کار رک گئی۔ اس کے ساتھ ہی عورت کی کار بھی رکی۔

ادھر فریدی نے بھی اپنی کار روک دی۔

"تم مجھے خوفزدہ نہیں کر سکتے سمجھے۔" انہوں نے ایک نسوانی آواز سنی۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھالو۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ دونوں کار سے اتر کر زمین پر لیٹ گئے۔ عورت ان سے زیادہ فاصلے پر نہیں معلوم ہوتی تھی۔

"بکواس مت کرو۔" یہ کسی مرد کی آواز تھی۔ "میں نے تمہیں ایک بات سے آگاہ کرنے کے لئے بلایا ہے۔ وہ یہ کہ آج سے میں تمہارا مالک ہوں۔"

"اور میں تمہیں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں۔ میں خود اپنی مالک ہوں۔ دنیا کی کوئی طاقت مجھے کسی معاملے میں مجبور نہیں کر سکتی۔"

"اگر یہ بات ہے تو تم جا سکتی ہو۔" مرد بولا۔

"تمہارے لہجے میں دھمکی ہے۔" عورت نے کہا۔ "لیکن یہ یاد رکھنا کہ میری زبان کی ایک ہلکی سی جنبش تمہیں پھانسی کے تختے تک پہنچا سکتی ہے۔"

مرد نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔ "خام خیالی ہے۔ میں کبھی کوئی کچا کام نہیں کرتا۔"

اچانک ایک فائر ہوا اور کسی کے زمین پر گرنے کی آواز آئی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں عورت چیخنے لگی۔

"کون ہے....؟ یہاں کیا ہو رہا ہے۔" دفعتاً فریدی کی گرجدار آواز سناٹے میں لہراتی چلی گئی.... اور وہ اس طرح چیخی جیسے کوئی اس کا گلا گھونٹ رہا ہو.... حمید اور فریدی آواز کی طرف دوڑنے لگے۔ لیکن اب سناٹا چھا گیا تھا۔

قریب ہی ایک کار اسٹارٹ ہوئی اور فراٹے بھرتی ہوئی اندھیرے میں گم ہو گئی۔ اس کی ساری روشنیاں بجھی ہوئی تھیں۔

فریدی کی ٹارچ کی روشنی نے دوسرے ہی لمحے میں اسے جالیا۔ لیکن حمید کو اس پر حیرت

کہ فریدی نے اسے نکل جانے دیا۔ حالانکہ وہ اس کا تعاقب بھی کر سکتا تھا۔ فریدی ٹارچ بجھا کر دوسری کار کی طرف مڑا جو ابھی تک وہیں کھڑی تھی۔ اس نے پھر ٹارچ روشن کی اور روشنی کا ہالہ اس سہمی ہوئی عورت پر پڑا جو اپنی کار میں بیٹھنے ہی والی تھی۔

"ٹھہرو....!" فریدی اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "کیا بات تھی۔"

"اوہ.... وہ مجھے لوٹنا چاہتا تھا۔ لیکن میں بچ گئی۔ میری رقم بچ گئی۔ آپ ٹھیک وقت پر پہنچے۔ بہت شکریہ۔"

حمید غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ یہ ایک وجیہہ اور صحت مند عورت تھی۔ عمر پچیس اور تیس کے درمیان میں رہی ہوگی۔ چہرہ پرکشش مگر سخت گیروں کا سا تھا۔ آنکھوں کی بناوٹ صاف کہہ رہی تھی کہ وہ اپنی مقصد براری کے سلسلے میں انتہائی بے رحم بھی ثابت ہو سکتی ہے۔

"آپ یہاں اس ویرانے میں اس وقت کیا کر رہی تھیں۔" فریدی نے پوچھا۔

اور پھر اس عورت نے اتنی صفائی اور بے تکلفی سے جھوٹ بولا کہ حمید اس کی صورت دیکھتا رہ گیا۔ اس نے کہا۔ "میں تارجام سے واپس آ رہی تھی۔ راہ کے ایک چائے خانے میں اس آدمی سے ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو میں اس نے بتایا کہ وہ ایک ایسا راستہ بھی جانتا ہے جس سے تھوڑے ہی وقت میں شہر تک کی مسافت طے ہو جائے گی۔"

"خوب.... لیکن فائر کس نے کیا تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"اسی نے....!"

"میرا خیال ہے کہ وہ کوئی پاگل تھا۔" فریدی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "کیونکہ پہلے تو اس نے فائر کیا پھر گلا گھونٹنے لگا۔"

"نہیں.... وہ میرا وینٹی بیگ چھیننے کی کوشش کر رہا تھا۔ گلا نہیں گھونٹ رہا تھا۔" عورت نے کہا۔

"تو اب آپ کہاں جائیں گی۔"

"شہر....!"

"چلئے میں ساتھ چل رہا ہوں۔ ممکن ہے وہ پھر حملہ کرے۔" فریدی نے کہا۔

"اوہ نہیں.... آپ کہاں تکلیف کریں گے۔ میں خود ہی چلی جاؤں گی۔"

"تعجب ہے کہ آپ کو خطرے کا احساس نہیں۔ میں آپ کی گاڑی میں بیٹھ کر چلوں گا اور

میرے ساتھی میری گاڑی لے جائیں گے۔"

"نہیں میں تنہا جاؤں گی۔"

"آپ تنہا نہیں جائیں گی۔" فریدی کے لہجے میں سختی تھی۔

"کیا آپ بھی اسی ڈاکو کے ساتھیوں میں سے ہیں۔" عورت نے بے باکی سے کہا۔

"نہیں میں اس کے ساتھیوں میں سے ہوں جس نے اپنی مونچھیں منڈوادی تھیں۔"

عورت چونک کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ ٹارچ کی روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ حمید نے اس کی آنکھوں میں بدحواسی کے آثار دیکھے۔

"اور محترمہ.....!" فریدی تلخ لہجے میں بولا۔ "آپ کے وینٹی بیگ میں اعشاریہ دو پانچ کا پستول ہے اسے میرے حوالے کر دیجئے۔"

"تم کون ہو۔" اچانک عورت نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"میں کوئی بھی ہوں لیکن میں تمہاری ہی گاڑی میں سفر کروں گا۔" فریدی نے کہا اور اس کے ہاتھ سے اس کا وینٹی بیگ چھین لیا۔

عورت شور مچانے لگی۔

فریدی نے قہقہہ لگایا اور آہستہ سے بولا۔ "اب یہاں کوئی چوتھا آدمی موجود نہیں ہے۔ اس ویرانے سے لوگ دن کو بھی نہیں گذرتے کیونکہ میلوں تک انہیں کہیں درخت کا سایہ نہیں نصیب ہوتا۔ چلو اب بیٹھ جاؤ کار میں۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے تمہارے جسم میں ہاتھ نہ لگانا پڑے۔"

"کیا آپ نے اس خادم کو فراموش کر دیا۔" حمید غمگین لہجے میں بولا۔ "یہ خاکسار ایسے فرائض بخوبی انجام دے سکتا ہے۔"

عورت چپ چاپ دروازہ کھول کر اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی فریدی دوسری طرف سے گھوم کر اسٹیئرنگ کے پیچھے پہنچ گیا۔ حمید اس وقت تک نیچے ہی کھڑا رہا جب تک فریدی نے کار اسٹارٹ نہیں کر دی۔ پھر وہ چھوٹی آسٹن میں جا بیٹھا۔

فریدی نے عورت کے وینٹی بیگ سے پستول نکال کر بیگ اسے واپس کر دیا تھا۔

"اب اپنا بیگ دیکھ لو۔ کہیں میں نے رقم نہ نکال لی ہو۔"

عورت کچھ نہ بولی۔ وہ اس سے بہت زیادہ مرعوب نظر آ رہی تھی۔

"آپ کون ہیں۔" اس نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"میں کوئی بھی ہوں لیکن میں کبھی کوئی غیر قانونی قسم کی حرکت نہیں کرتا۔"

عورت پھر خاموش ہو گئی۔ فریدی اس کی چڑھتی ہوئی سانسوں کی آواز صاف سن رہا تھا۔

"دوسرے تم سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پھر میں کیوں نہ کروں۔" فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب.....!" اس بار عورت کے لہجے میں سختی تھی۔

"میں رشید اور اس کی مشغولیات سے اچھی طرح واقف تھا۔"

"میں کسی رشید کو نہیں جانتی۔"

"ہاں اب نہ جانتی ہو گی کیونکہ وہ بیچارا اب اس دنیا میں نہیں۔"

"آپ نہ جانے کہاں کی باتیں کر رہے ہیں۔"

"یہ اسی عالم آب و گل کی باتیں ہیں۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ آپ لوگ خواہ مخواہ ایک شریف عورت کو پریشان کر رہے ہیں۔ میں آپ کے خلاف قانونی کاروائی کروں گی۔"

"اور گواہوں میں اس بچے کو پیش کیجئے گا جو سرکاری پرورش گاہ میں ہے۔"

"پتہ نہیں کیا بکواس ہے۔" عورت اونچی آواز میں بولی۔ "آج سب پاگل ہی مل رہے ہیں۔"

فریدی ہنسنے لگا مگر ہنسنے کا انداز بڑا زہریلا تھا۔

"اس میں شک نہیں کہ تم ایک دلیر عورت ہو اور بہتیرے مردوں پر سبقت لے جا سکتی ہو..... مگر آخر عورت ہی ہو۔ ایک مرد کے سامنے بے بس ہو گئیں اور اب میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ اب رشید کا کوٹ اس کے پاس نہیں ہے۔ وہ تمہیں خواہ مخواہ دھمکا رہا تھا..... رشید کا کوٹ میرے پاس ہے۔"

"آپ کے پاس۔" عورت بے ساختہ بولی پھر فوراً ہی سنبھل کر کہنے لگی۔ "یہ [illegible] رشید..... میں کسی کو نہیں جانتی۔"

"نہ جانتی ہوں گی۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا اور خاموش ہو گیا۔

کار کی رفتار خاصی تیز تھی اور سڑک بالکل سنسان نظر آ رہی تھی۔

اچانک ایک کراسنگ پر بائیں طرف سے ایک کار بڑی تیزی سے آکر راہ میں حائل ہو گئی
اگر فریدی بڑی پھرتی سے بریک لگا کر کار سڑک کے نیچے نہ اتار دیتا تو ایکسیڈنٹ لازمی تھا۔ یہی
کیفیت حمید کی بھی ہوئی۔ وہ بھی کار کو سڑک کے نیچے اتار لے گیا۔

فریدی ابھی سنبھلنے نہیں پایا تھا کہ تیسری کار سے فائر ہوا۔ لیکن گولی پچھلے دروازے
شیشے پر پڑی۔

"لیٹ جاؤ.... لیٹ جاؤ۔" فریدی نے عورت کو جھنجھوڑ کر کہا اور خود چھلانگ مار کر باہر آ
گیا۔ اور اس نے اترتے اترتے تیسری کار کے دروازے پر فائر کر دیا۔ حمید والی کار کی ہیڈ لائٹس
روشنی تیسری کار پر پڑ رہی تھی۔

اس بار تیسری کار کی اوٹ سے فائر ہوا۔

حمید بھی کار سے اُتر آیا تھا لیکن اس کے پاس ریوالور نہیں تھا۔ اندھیرے میں فائر ہو
رہے۔ اتنے میں حمید کو ایک تدبیر سوجھ گئی۔ وہ چھوٹی آسٹن کے پیچھے آکر اسے سڑک کی طرف
دھکیلنے لگا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ سڑک پر پہنچنے کے بعد اس کا رخ تیسری کار کی طرف کیسے م
جائے۔ وہ دراصل کار کو ڈھکیلتا ہوا تیسری کار کی طرف لے جانا چاہتا تھا۔ اس طرح وہ کار کی او
لئے ہوئے تیسری کار تک پہنچ جاتا جسکے پیچھے سے ایک نامعلوم آدمی فریدی پر گولیاں برسا رہا تھ
حمید کی یہ تدبیر ناکام رہی۔ کار کو موڑنے کے لئے اسے اس کی آڑ سے نکل کر اسٹیئرنگ تا
جانا پڑتا۔ لیکن کار کی آڑ سے نکلنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔

تھوڑی تھوڑے وقفے سے وہ فائر کی آوازیں سنتا رہا۔

اس کے لئے اس بات کا اندازہ لگانا مشکل تھا کہ فریدی کہاں سے فائر کر رہا ہے۔

اچانک اس نے عورت والی کار کو بھاگتے دیکھا۔ وہ سڑک چھوڑ کر جھریالی کی چٹیل میدا
میں دوڑ رہی تھی۔

"دیکھنا اسے۔" حمید نے فریدی کی آواز سنی اور وہ کسی قسم کے خطرے کی پرواہ کئے بغیر کار
آڑ سے نکل آیا۔ پھر اس نے فائروں کے ساتھ ہی ساتھ یکے بعد دیگرے دو دھماکے سنے
فائروں کی آواز سے مختلف تھے۔ شائد فریدی نے تیسری کار کے ٹائروں پر فائر کر کے انہیں بے
کر دیا تھا۔

حمید نے کار اسٹارٹ کی اور تیزی سے اسے میدان میں اتار دیا۔ عورت والی کار کی عقبی سرخ
ٹی بہت دور اندھیرے میں چمک رہی تھی۔

حمید کار کی رفتار تیز کرتا رہا۔ اسے نہ سمت کا احساس تھا اور نہ مقام کا۔ بس وہ کسی نہ کسی طرح
کار تک پہنچ جانا چاہتا تھا۔

عورت بھی شائد راستے سے ناواقف تھی اور "جدھر سینگ سمائے بھاگو" والے محاورے پر
کر رہی تھی۔

حمید نے اسے جلد ہی جالیا۔ دونوں کاروں کا فاصلہ مشکل سے دس گز رہ گیا تھا۔ اچانک اس
عورت کی آواز سنی جو چیخ کر کہہ رہی تھی۔ "میرا پیچھا چھوڑ دو۔ تمہیں کتنی رقم چاہئے۔"

"صرف دس ہزار۔" حمید نے ہانک لگائی۔ "کار روک کر معاملہ طے کر لو۔"

اگلی کار کی رفتار کم ہو گئی اور ساتھ ہی حمید نے بھی رفتار کم کر دی۔ دونوں کاریں ساتھ ہی
گئیں۔

حمید چھلانگ مار کر نیچے آگیا۔ عورت بھی کار سے اُتر آئی۔

"مگر تم.... تم کون ہو۔" اس نے حمید سے پوچھا۔

"اس آدمی کا ساتھی جو تمہاری کار میں تھا۔"

"کیا سچ مچ وہ کوٹ اب تم لوگوں کے پاس ہے۔"

"ہاں.... ہاں بالکل۔" حمید جلدی سے بولا۔ اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ فریدی نے اس پر
صلیت نہیں ظاہر کی۔

"اس کوٹ کی اہمیت سے واقف ہو۔" عورت نے پوچھا۔

"حمید سوچنے لگا کہ عورت بہت چالاک معلوم ہوتی ہے۔"

"میرا ساتھی سب کچھ جانتا ہے۔" حمید نے جواب دیا۔

"تم نہیں جانتے۔"

"میں تو صرف تمہیں جانتا ہوں۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"مجھے جانتے ہو۔" عورت کے لہجے میں سراسیمگی تھی۔

"جب سے تمہیں دیکھا ہے سب کچھ بھول گیا ہوں اور اگر تمہارے لئے دو چار قتل بھی

کرنے پڑے تو باز نہ آؤں گا۔ بڑی مونچھوں والا بے وفا تھا۔ مجھے بھی آزما کر دیکھ لو۔"

"مجھے ایک ہمدرد کی ضرورت ہے۔" عورت گلوگیر آواز میں بولی۔

"فکر نہ کرو میں تمہارے لئے جان تک دے سکتا ہوں۔ ویسے میری شکل بھی دیکھ لو۔ نہ صورت سے بدمعاش معلوم ہوتا ہوں اور نہ بدصورت ہوں۔" حمید نے ٹارچ کی روشنی اس کے چہرے پر ڈالی۔

"تم بہت اچھے ہو۔" عورت نے کہا۔ "میری مدد کرو گے۔"

"ارے تم کچھ کہہ کر بھی تو دیکھو۔ تمہیں مصیبت سے نکالنے کے لئے اپنے ساتھی کی گردن بھی اڑا سکتا ہوں۔"

"مجھے وہی سب کچھ چاہئے جو تمہارے ساتھی نے اس آدمی سے چھینا ہے۔"

"بہت مشکل ہے جان کی بازی لگانی پڑے گی۔ مگر خیر! اچھا تو ایک تدبیر ہے۔ خود کو لوگوں کے حوالے کردو۔ جو کچھ میرا ساتھی کہے اس سے انکار نہ کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ دن کے اندر تمہارے مطالبات پورے کردوں گا۔"

"میں تیار ہوں۔" عورت نے ایک طویل سانس لی۔

ویرانے میں جنگ

تھوڑی دیر بعد دونوں کاریں آگے پیچھے واپس ہو رہی تھیں۔ عورت کی کار آگے تھی۔ نے اس وقت چٹکی بجاتے ایک دشوار مسئلہ حل کرلیا تھا۔ وہ عورت کو بے بس کر کے قیدی حیثیت سے بھی لے جا سکتا تھا مگر اس صورت میں اسے ایک کار وہیں چھوڑ دینی پڑتی لیکن وہ اس پر تیار نہیں تھا۔

بہر حال اب وہ اپنی خوشی سے دوبارہ ان کے ہاتھ پڑ گئی تھی۔

وہ ٹھیک اسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ لیکن اب یہاں سناٹا تھا۔ کار ضرور موجود تھی مگر اس کے آس پاس زندگی کے آثار نہیں تھے۔

حمید سوچنے لگا کہ اب کیا کرے۔ اس نے ٹارچ روشن کر کے کار کا جائزہ لینا شروع کیا۔ دونوں ٹائر پھٹ کر بیکار ہو چکے تھے اور حمید نے ایک خاص بات مارک کی۔ کار میں نمبر کی پلیٹ

نہیں تھی۔ اور ٹیل لائٹ کے نیچے دو ایسے ہک لگے ہوئے تھے جن میں وقتی طور پر نمبروں کی پلیٹ پھنسا کر اسے دوبارہ الگ کیا جا سکتا تھا۔

"کیا یہ اسی کی کار ہے جو تمہیں یہاں لایا تھا۔" حمید نے عورت سے پوچھا۔

"ہاں.....!" عورت نے جواب دیا۔ چند لمحے خاموشی رہی پھر اس نے کہا۔ "تمہارا ساتھی کہاں گیا..... مگر میں نہیں سمجھ سکتی۔"

"کیا نہیں سمجھ سکتیں۔"

"تم لوگ صورت سے بُرے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔"

"اوہ تو کیا رشید صورت سے بُرا آدمی معلوم ہوتا تھا۔" حمید آہستہ سے بولا۔

عورت نے کوئی جواب نہ دیا۔

حمید سوچنے لگا کہ اب شہر کی طرف چل دینا چاہئے۔ پتہ نہیں فریدی کہاں ہو۔ اس لق ودق ویرانے میں کسی کو تلاش کرلینا آسان کام نہیں تھا۔

"آؤ چلیں شہر واپس چلیں۔" اس نے عورت سے کہا۔

"نہیں میرا خیال ہے کہ ہمیں یہاں کوئی چھپنے کی جگہ تلاش کرنا چاہئے۔" عورت بولی۔ "اور صبح تک وہیں ٹھہرنا چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارے ساتھی کی لاش قریب ہی پڑی ہوگی۔"

"کیوں.....! یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو۔"

"ضیغم بہت خطرناک آدمی ہے۔"

"ضیغم.....!" حمید ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ فریدی نے ایک بار بحث کے دوران میں ضیغم کو بالکل ہی الگ کر دیا تھا اس نے ثابت کیا تھا کہ ضیغم کو اس حرکت سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

"تم ضیغم کا نام سن کر سناٹے میں کیوں آگئے۔"

"میں یہ سوچ رہا تھا کہ وہ سرکس کا مسخرہ میرے ساتھی کو کس طرح مار سکتا ہے۔"

"وہ درندہ ہے۔"

"کون ضیغم.....!" حمید نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔ وہ ابھی کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ قریب سے اسے ہلکی سی آواز سنائی دی۔ وہ چونک کر مڑا اور ساتھ ہی اس کی ٹارچ کی روشنی دور تک پھیلتی

چلی گئی۔

فریدی اس سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ وہ جلد ہی ان کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا ہوا....؟" حمید مضطربانہ انداز میں بولا۔

"نکل گیا.... لیکن.... اوہ کیا تم اسے لے آئے۔"

"ہاں یہ اب سیدھی ہو گئی ہیں اور ہم بدمعاشوں کو اس بدمعاش پر فوقیت دیتی ہیں۔"

"چلو واپس چلیں۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "میں صبح اس سے سمجھ لوں گا۔ وہ سمجھ شائد میں اس سے واقف نہیں ہوں۔"

پھر اس نے عورت کی کار کا دروازہ کھولتے ہوئے اس سے کہا۔ "چلو بیٹھو۔"

عورت دروازے کی طرف بڑھی ہی تھی کہ پشت سے ان پر ٹارچ کی روشنی پڑی اور ہی ایک گرج دار آواز سنائی دی۔ "تم سب اپنے ہاتھ اوپر اٹھالو۔"

"بہت اچھا میرے ننھے نالائق۔" فریدی ہنستا ہوا پلٹا۔

انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھالئے تھے۔

"عورت! تم میرے پاس آجاؤ۔" آنے والے نے کہا۔ "اور تم دونوں کار کے پاس۔ کر اس وقت تک چلتے رہو جب تک ٹارچ کی روشنی نظر آئے۔"

"بیکار جھنجھٹ کر رہے ہو۔" فریدی بولا۔ "بہتر یہ ہے کہ ہم دونوں کو گولی مار دو۔ کے بعد زندگی بھر پانی سے مکھن نکالتے رہنا۔"

"نہیں میں خواہ مخواہ خون نہیں بہانا چاہتا۔ لیکن اگر میرے کہنے پر عمل نہ کرو گے بے دریغ تم لوگوں کو گولی مار دوں گا۔"

"ہم مرنا ہی چاہتے ہیں دوست! تم فائر کرو۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔ "مگر حمید کو: کیوں اس کی ہنسی بڑی خوفناک معلوم ہوئی۔"

اور پھر اچانک فریدی نے اس کی طرف چھلانگ لگائی۔ دوسرے ہی لمحے میں جلتی ہو زمین پر تھی۔

حمید نے اپنی ٹارچ روشن کرلی۔ فریدی ایک نقاب پوش سے گتھا ہوا تھا۔

دفعتاً حمید نے محسوس کیا کہ عورت پھر بھاگنے کا ارادہ کر رہی ہے۔ حمید نے جھپٹ کر اا

ر 15

پکڑ لیا۔

"تم کہاں چلیں۔"

"مجھے خوف معلوم ہو رہا ہے۔"

"نہیں یہ منظر ضرور دیکھو۔ ابھی تم اسے درندہ کہہ رہی تھیں۔"

نقاب پوش ایک بار پھر فریدی کی گرفت سے نکل گیا۔ لیکن بھاگنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ے صرف فریدی کی ٹانگ چلتے دیکھی۔ پھر ایسا معلوم ہوا جیسے نقاب پوش ہوا میں اڑ گیا ہو۔ اٹ اونچا اچھل کر دھم سے زمین پر آگرا۔ اس پر فریدی کی لات پڑی اور وہ سر پکڑ کر زمین پنے لگا۔

فریدی نے قہقہہ لگایا۔

"ضیغم کو اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا۔" حمید نے عورت سے کہا۔

وہ کھڑی بُری طرح کانپ رہی تھی۔

نقاب پوش پھر اٹھا اور اس بار اس کا حملہ بڑا شدید تھا۔

فریدی ایک طرف ہٹ گیا اور وہ اپنے ہی زور میں عورت کی کار سے آٹکرایا۔ لیکن شائد اب ں میں پلٹنے کی سکت نہیں رہ گئی تھی۔ وہ اٹھا اور کار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

"اب! ضیغم کو بے نقاب کر دو۔" فریدی ہنستا ہوا بولا۔ "بیوقوف کہیں کا! اگر اس کے پاس رتوس ہوتے تو یہ پہلے ہی کیوں بھاگتا۔"

لیکن اس جملے پر ایسا معلوم ہوا جیسے ضیغم سوتے سوتے یک بیک جاگ اٹھا ہو۔ اور پھر ایک بھوکے بھیڑیئے کی طرح فریدی پر ٹوٹ پڑا۔ ابھی تک شائد وہ یہی سمجھے ہوئے وہ پہچانا نہیں جاسکا۔

اس بار کی جدوجہد زندگی اور موت کی جدوجہد تھی۔ اس قسم کی جدوجہد ہمیشہ خطرناک ہوتی جب ایک آدمی یہ سوچ لے کہ موت ہی میں اس کی بچت ہے خواہ وہ اس کی اپنی موت ہو یا اس حریف کی اور اس بار سچ مچ فریدی کو دانتوں پسینہ آگیا۔ لیکن وہ بھی اس نفسیاتی لمحے سے بے خبر ماتھا.... وہ جانتا تھا کہ اس وقت ذرا سی غفلت بھی اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سلا سکتی ہے۔

یہ ضیغم نہیں تھا بلکہ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے سرکس کا کوئی شیر کٹہرا توڑ کر باہر نکل

آیا ہو جسے ایک ہفتے سے خوراک نہ ملی ہو۔

ایک بار تو اس نے فریدی کو گرا ہی لیا اور اس کی گردن پر مشاقی کے کمال کا مظاہرہ کرنے والا تھا کہ فریدی کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اس کی ہنسلی کی ہڈیوں میں دھنس پڑیں.... دھنسی ہی چلی گئیں۔

پھر قبل اس کے کہ حمید اس کی مدد کے لئے پہنچتا ضیغم خود ہی نیچے آ گیا۔

فریدی کا داہنا ہاتھ اس کے چہرے پر تھا اور ضیغم کے حلق سے پھنسی پھنسی سی کراہیں نکل رہی تھیں۔ آخر کار وہ بالکل ہی خاموش اور بے حس و حرکت ہو گیا۔

فریدی نے اس کے چہرے سے نقاب الگ کر دیا۔

ضیغم زمین پر چت پڑا تھا اور اس کی ناک سے خون نکل کر دونوں گالوں پر بہہ رہا تھا۔ عورت کے منہ سے ایک ہلکی سی چیخ نکلی اور اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا۔

ضیغم بے ہوش ہو گیا تھا۔ فریدی اور حمید نے اٹھا کر اسے کار میں ڈال دیا۔

جھریالی کے میدانوں کا سناٹا بڑا ہولناک معلوم ہو رہا تھا۔ پھر وہی لامتناہی سکوت طاری تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

پچھلی سیٹ پر ضیغم بیہوش پڑا تھا اور اگلی سیٹ پر فریدی اسٹیئرنگ کر رہا تھا۔ عورت اس کے ساتھ تھی۔

شہر پہنچ کر فریدی نے بیہوش ضیغم کو کوتوالی میں چھوڑا اور عورت کو ساتھ لئے ہوئے واپس آ گیا۔ حمید کو اس کے رویے پر حیرت ضرور ہوئی لیکن اس نے کچھ پوچھا نہیں۔ البتہ عورت کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔

ظاہر ہے کہ اگر وہ بدمعاش ہوتے تو کوتوالی کا رخ کبھی نہ کرتے۔

"بیٹھ جاؤ۔" فریدی نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ عورت چپ چاپ بیٹھ گئی۔ اب وہ برسوں کی بیمار نظر آنے لگی تھی۔

"کیا ضیغم شروع ہی سے رشید کے ساتھ تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"آپ کون ہیں۔" عورت نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"محکمہ سراغ رسانی کا ایک آفیسر.... مجھے فریدی کہتے ہیں۔"

عورت کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔ ایسا معلوم ہونے لگا جیسے وہ ہمیشہ کے لئے گونگی ہو گئی ہو۔

"تم بولتی کیوں نہیں ہو۔" فریدی گرج کر بولا۔ "یہ نہ سمجھو کہ تمہاری خاموشی اس جرم پر پردہ ڈال دے گی اور تمہاری غلط بیانی بھی تمہیں نہ بچا سکے گی۔ اس وقت وہ تصویریں ضیغم کی جیب میں تھی جنہیں حاصل کرنے کے لئے اس نے رشید کا کوٹ چھینا تھا۔ رشید نے انہیں اپنے کوٹ کے استر میں چھپایا تھا۔"

عورت بُری طرح کانپنے لگی۔ اس کی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا لیکن یہ شدت خوف کا نتیجہ تھا۔ وہ رو نہیں رہی تھی۔

"میں پوچھتا ہوں کیا بڑھیا کا گلا ضیغم ہی نے گھونٹا تھا۔"

"ہاں....!" عورت کے حلق سے ایسی آواز نکلی جیسے کوئی تیز چھری اس کا آدھا نرخرہ کاٹ گئی ہو۔

"تصویریں رشید نے لی تھیں۔"

اس بار عورت نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"حمید اسے تھوڑی برانڈی دو۔" فریدی نے حمید سے کہا۔ عورت نے اس پر یہ نہیں کہا کہ وہ شراب نہیں پیتی۔ حمید چلا گیا.... فریدی خود کبھی نہیں پیتا تھا۔ لیکن مہمانوں کے لئے رکھتا ضرور تھا۔ جب تک برانڈی نہیں آ گئی اس نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔

عورت حمید کے ہاتھ سے گلاس لے کر اس پر چڑھا گئی جیسے حقیقتاً اسے اس کی ضرورت رہی ہو۔ وہ تقریباً دس منٹ تک آنکھیں بند کئے آرام کرسی میں پڑی رہی۔ پھر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اب اس کے چہرے پر پھر وہی پہلے سے زندگی کے آثار نظر آنے لگے۔

وہ چند لمحے فریدی کو گھورتی رہی پھر اس نے کہا۔ "تصویریں آپ کے پاس ہیں تو ہوا کریں۔ میں ہر قسم کی سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں۔ آپ مجھ سے کسی بات کا اعتراف نہیں کرا سکتے۔"

"مجھے اعتراف کرانے کی ضرورت نہیں۔ اس سلسلے میں وہ کون سا ایسا راز ہے جو مجھ پر ظاہر نہ ہو چکا۔ میں تمہیں سب کچھ بتا سکتا ہوں۔ تمہارے اور رشید کے تعلقات قائم ہوئے تم

جذبات کی رو میں بہہ گئیں اور تمہیں آخیر وقت تک اس کی نیت پر شبہ نہیں ہوا۔ یہ حقیقت تم پر اس وقت کھلی جب وہ انتہائی بے حیائی سے تمہاری تصویریں لے رہا تھا اور اسی وقت تمہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ رشید کا ایک شریک کار بھی ہے۔ بڑھیا نے رشید کی بے حیائی پر احتجاج کیا تھا۔ اس پر ضیغم نے دوسرے کمرے سے نکل کر اس کا گلا گھونٹ دیا.... اور پھر اس وقت تمہیں ہوش آیا اور اسی وقت یہ بات تمہاری سمجھ میں آئی کہ یہ دونوں تمہیں بلیک میل کرنے کے لئے مواد اکٹھا کر رہے ہیں۔ وہ تصویریں ساری زندگی تمہارے حواس پر مسلط رہتیں اور وہ تمہیں دونوں ہاتھوں سے لوٹتے رہتے۔ تم سے کافی لمبی لمبی رقمیں وصول کی جاتیں.... کیوں کیا میں غلط کہہ رہا ہوں.... اور کیا اب بھی یہ بتانے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ تم خاور کی بیوی ہو۔"

عورت کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی اور وہ پھر آرام کرسی میں گر گئی۔

حمید اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کبھی وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عورت کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی فریدی کی طرف۔

"خاور کی بیوی۔" حمید نے متعجبانہ انداز میں دہرایا۔

"جناب خاور کی بیوی۔ جو دو سال سے خاور سے الگ تھی۔ خاور کے ایک ملازم رشید نے اس پر ڈورے ڈالے اور اپنی چال میں کامیاب ہو گیا۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے خاور کو اس بات پر آمادہ کیا ہو کہ اب اسے اپنی بیوی سے صلح کر لینی چاہئے۔ اس طرح یہ سونے کی چڑیا ہمیشہ اس کی مٹھی میں رہتی اور وہ وقت بے وقت ان تصویروں کی تشہیر کی دھمکی دے کر اس سے لمبی لمبی رقمیں وصول کرتا رہتا اس اسکیم میں غالباً ضیغم شروع ہی سے شریک رہا ہے لیکن بعد میں اس نے تصویریں رشید سے چھین لیں۔ وہ تنہا ہی اس سونے کی چڑیا کا مالک بننا چاہتا تھا۔ اور پھر ایک بات اور تھی۔ خاور اور ضیغم ایک دوسرے کے دشمن بھی ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر خاور لا مر جائے تو اس کی دولت کا مالک ضیغم ہی ہو گا۔ لہٰذا یہ تصویریں وہ دوسرے مقصد کے لئے استعمال کر سکتا ہے۔ فرض کرو خاور کبھی سچ مچ باپ بننے والا ہوتا تو یہ تصویریں اس تک پہنچا جاتیں۔ پھر اس کی بیوی کا جو کچھ بھی انجام ہوتا ظاہر ہے۔ لازمی امر ہے کہ خاور ایسی صورت اسے اپنا بچہ تسلیم کرنے پر تیار نہ ہوتا اور ضیغم بدستور اس کے ترکے کا امیدوار رہتا۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ اس سلسلے میں خاور کی قمیصیں کیوں استعمال کی گئی تھیں۔" حمید

اس کی اسکیم کے تحت تو مجرموں کا ہرگز یہ مقصد نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ بات پولیس پر ظاہر ہو جائے ورنہ پھر بلیک میلنگ کیسے ہو پاتی۔"

"ٹھیک ہے.... وہ سمجھے تھے کہ جرم اس کے خلاف ثابت نہیں ہو سکے گا۔ حمید صاحب یہ حرکت تو محض اس لئے کی گئی تھی کہ حالات میں شدت پیدا کی جا سکے۔ یعنی اس کیس کے سلسلے میں کسی نہ کسی طرح خاور کو بھی ملوث کر لیا جائے اور اس کا نام بھی پولیس ریکارڈ میں موجود رہے۔ اس طرح اس عورت پر مجرموں کی گرفت اور زیادہ مضبوط رہتی اور اس عورت کو خود بھی اس کا احساس رہتا کہ اس کی ذرا سی لغزش بھی اسے جہنم میں پہنچا سکتی ہے۔ لہٰذا وہ بے دریغ مجرموں کے مطالبات پورے کرتی رہتی۔"

"مگر پہلے تو آپ نے کہا تھا کہ ضیغم کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔"

"ٹھیک ہے اس وقت کیس کے متعلق نظریہ دوسرا تھا۔ اس وقت یہ عورت تاریکی میں تھی۔ اس کی شخصیت تو رشید کے کوٹ اور اس کی موت کے واقعات کے بعد سے ابھری ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا نا کہ اس کوٹ کی حیثیت ایسی معلوم ہوتی ہے کہ اس کے حصول کے لئے قانونی چارہ جوئی نہیں کی جا سکتی۔ پھر ساتھ ہی مجھے بڑھیا کا ہذیان یاد آیا۔ وہ یہی بکتی رہی تھی۔ "بے شرم کیمرہ ہٹاؤ.... یہاں سے جاؤ۔" اب میں نے کیس پر دوسرے ہی پہلو سے غور کرنا شروع کر دیا۔ ایسے موقع پر تصویریں لینے کا مقصد بلیک میلنگ کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا اور بلیک میل مفلسوں یا غیر اہم ہستیوں کو نہیں کیا جا سکتا۔ معاً میرا خیال خاور کی بیوی کی طرف گیا جو دو سال سے اپنے شوہر سے نہیں ملی تھی۔ میں نے سعید آباد میں تفتیش کرائی اور مجھے یہ رپورٹ ملی کہ عورت تین ماہ سے وہاں نہیں ہے۔ پھر میں نے اس کی تصویر حاصل کی اور یہیں شہر ہی میں اسکی تلاش شروع کر دی۔ تم جانتے ہو کہ میری بلیک فورس کے آدمی اس کام میں کتنے پھرتیلے ہیں۔"

وہ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ "اس سازش میں دو زبردست کمزوریاں تھیں جن کی بناء پر مجرم پکڑے گئے ورنہ ان تک پہنچنا بہت دشوار ہوتا۔ پہلی بات تو یہ کہ خاور کی قمیض اور انگشتری استعمال کرنا سب سے بڑی حماقت تھی دوسری خامی یہ کہ بڑھیا کو سسکنے کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا۔ اگر اس کے ہذیان کا علم مجھے نہ ہوتا تو تصویروں تک ذہن کی رسائی ممکن نہ ہوتی۔ ہاں ایک خامی اور.... رشید کو چاہئے تھا کہ راجرا سٹریٹ میں زچگی کے لئے مکان حاصل کرنے سے قبل ہی اپنی

مونچھیں صاف کرادیتا۔ اس طرح اس کے حلیے کا طرہ امتیاز ختم ہو جاتا اور لوگوں کو حلیہ بیان کرنے میں دشواری ہوتی۔ اپنے یہاں بھوری مونچھیں شاذونادر ہی دکھائی دیتی ہیں۔"

خاموشی کا ایک طویل وقفہ.... عورت دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپائے آرام کرسی میں پڑی ہانپ رہی تھی۔

"اب کیا ارادہ ہے؟"

"جگدیش کو کچھ دیر قبل فون کر چکا ہوں۔ وہ آ ہی رہا ہوگا۔"

"اوہ.... کیا اس بیچاری کی بچت کسی طرح ممکن نہیں ہے۔" حمید بولا۔

"بچت! کیا بک رہے ہو۔ میں سوسائٹی کے جسم پر ایسے زہریلے ناسوروں کا وجود نہیں برداشت کر سکتا۔ اگر اسے خاور سے کوئی شکایت تھی تو کیا عدالت کے دروازے بند تھے۔ علیحدگی ہو سکتی تھی۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ کمرے کی فضا بوجھل سی معلوم ہونے لگی تھی۔

ختم شد

جاسوسی دنیا نمبر 48

لیونارڈ کی واپسی

(مکمل ناول)

کار میں خنجر

کیپٹن حمید دم سادھ کر چت لیٹ گیا۔ چھت بالکل سپاٹ تھی۔ اگر وہ اتنی احتیاط سے کام لیتا تو نیچے سے اُس کا دیکھ لیا جانا یقینی تھا۔ رات تاریک ضرور تھی، لیکن مطلع گرد آلود نہیں تھا اس لئے دور سے بھی دیکھ لئے جانے کے امکانات تھے۔

وہ چند لمحے اسی طرح چپ چاپ پڑا رہا۔ پھر پیٹ لیٹ کر سینے کے بل کھسکنے لگا۔ چھت کنارے پہنچ کر اُس نے نیچے نظر ڈالی۔ صحن تاریک پڑا تھا۔ لیکن پھر بھی فرش دکھائی دے رہا چھت صحن کے فرش سے دس فیٹ سے زیادہ اونچی نہیں تھی۔ بہر حال اُسے فرش تک پہنچ کوئی دشواری نہیں پیش آئی۔

اور پھر اُس کے قدم ایک کمرے کی طرف اٹھنے لگے جس کی کھڑکیوں کے شیشوں سے نیلی روشنی نظر آ رہی تھی۔ حمید ایک پل کے لئے کمرے کے سامنے رک کر کچھ سوچتا رہا۔ دروازے پر ہاتھ رکھا۔ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ اُس نے بہ آہستگی دروازہ کھولا اور دھڑک اندر داخل ہو گیا۔ گہری نیلی روشنی میں اس کا چہرہ بڑا بھیانک لگ رہا تھا۔ گھنی سیاہ ڈا اور ڈاڑھی پر کسی مکان کے سائبان کی طرح جھکی ہوئی مونچھیں۔ لباس بھی امریکی وضع اوباشوں کا سا تھا۔

اس نے چاروں طرف دیکھ کر ایک طویل سانس لی۔

سامنے مسہری پر ایک نوجوان لڑکی سو رہی تھی۔ حمید پھر دروازے کی طرف بڑھا اور چڑھا دی۔

پھر جیب سے ریوالور نکال کر داہنے ہاتھ میں لیا اور بائیں ہاتھ سے لڑکی کو جھنجھوڑ کر جگا
وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھی.... ساتھ ہی حمید کی انگلی ہونٹوں سے جا لگی اور ریوالور کا رخ لڑ طرف ہو گیا۔ لڑکی کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور چہرے پر کچھ ایسے آثار نظر آنے لگے

وہ کسی لاش کا چہرہ ہو۔

"یہ ریوالور بے آواز ہے اس لئے شور و غل پسند نہیں کرتا۔" حمید آہستہ سے بولا۔

لڑکی کی حالت میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔

"تمہیں اس مکان میں کس نے ٹھہرایا ہے۔" حمید نے پوچھا۔ اس کے لہجے سے سفاکی مترشح ہو رہی تھی۔

اچانک لڑکی سنبھل کر بیٹھ گئی اور اب اس کی پلکیں بھی جھپکنے لگی تھیں۔

"تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو....؟" لڑکی نے دلیر بننے کی کوشش کی۔

"میرے سوال کا جواب دو۔"

"اور اگر میں نہ دوں تو....!"

"تب میں ریوالور جیب میں ڈال کر اُس وقت تک تمہارا گلا گھونٹتا رہوں گا جب تک کہ تم میرے سوال کا جواب دینے پر آمادہ نہ ہو۔"

"تم صرف اسی لئے یہاں آئے ہو۔" لڑکی نے لاپروائی سے پوچھا۔

"ہاں! وقت نہ ضائع کرو۔"

"لیکن تم کیوں یہ جاننا چاہتے ہو۔"

"مطلب یہ کہ ہم نہیں چاہتے.... کہ یہ مکان کبھی آباد رہے۔"

"میں سمجھی۔" لڑکی کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"کیا سمجھیں؟"

"یہی کہ یہ مکان کسی غیر قانونی حرکت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔"

"لڑکی! بکواس بند کرو۔ میں جو کچھ پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو۔"

لڑکی چند لمحے خاموشی سے اُسے گھورتی رہی پھر بولی۔ "محکمہ سراغ رسانی کے آفیسر کیپٹن حمید کو جانتے ہو۔"

"کیوں....!" وہ چونک پڑا۔

"اسی نے میرے لئے یہ مکان کرائے پر حاصل کیا ہے۔"

"تم جھوٹی ہو۔"

"میں بالکل صحیح کہہ رہی ہوں۔ اب تم چپ چاپ یہاں سے کھسک جاؤ۔ اُن لوگوں کو تم اچھی طرح جانتے ہو گے۔"

"شٹ اپ! تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتیں۔ میں نے اس سلسلے میں کسی مسٹر اسلم کا نام سنا ہے مجھے بتاؤ.... وہ اسلم کون ہے اور کہاں رہتا ہے۔"

"اسلم.... ہاں.... مکان اسی نام سے حاصل کیا گیا ہے۔ لیکن وہ کیپٹن حمید ہے اور غالباً تم اچھی طرح جانتے ہو گے کہ وہ کرنل فریدی کی کوٹھی میں رہتا ہے۔"

"میں اچھی طرح جانتا ہوں۔" حمید نے ایک طویل سانس لی اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ اپنے چہرے سے مصنوعی ڈاڑھی الگ کر رہا تھا۔

اور پھر لڑکی کی ظاہری حالت میں ایک زبردست تغیر واقع ہوا۔

اس کا سارا جسم کانپ رہا تھا اور چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔

"اب بتاؤ۔" حمید اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "کرنل فریدی پر کس نے گولی چلائی تھی۔"

لڑکی کچھ نہ بولی۔

حمید کہتا رہا۔ "تم نے مجھے پہلے یہ نہیں بتایا تھا کہ اسلم ہی کیپٹن حمید ہے۔ اور اب.... تمہاری گردن پوری طرح میری گرفت میں آگئی ہے۔ تم ابھی اور اسی وقت مجھے بتاؤ گی کہ فریدی پر کس نے گولی چلائی تھی۔"

"میں نہیں جانتی۔"

"بکواس.... تمہیں بتانا پڑے گا۔ جب تم اسلم کو کیپٹن حمید کی حیثیت سے جان سکتی ہو تو تمہیں اس کا بھی علم ہو گا۔"

"میں نہیں جانتی۔ آپ کا جو دل چاہے کیجئے۔"

"میرا دل....!" حمید اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔

لڑکی اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"سچی بات تو یہ ہے۔" حمید نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "مجھے اس معاملے میں دلچسپی نہیں۔ میں تو کسی طرح تم پر اپنی گرفت مضبوط رکھنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں....؟"

"مجھے تم سے....!" حمید نے جملہ پورا کرنے سے پہلے ہی شرما کر سر جھکا لیا۔

لڑکی کچھ نہ بولی۔ حمید اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔

"نہیں بتاتا....!" حمید دانتوں میں انگلی دبا کر ہنسنے لگا۔

"میں سمجھتی ہوں۔" لڑکی مسکرائی۔ "تم نہ کہو.... مگر میرے دل....!" اس نے جملہ

پورا کیا۔

"ہائے تمہارے دل میں بھی.... تب تو میں بڑا الّو کا پٹھا ہوں۔"

لڑکی اُسے سوالیہ انداز میں دیکھتی رہی۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے خواہ مخواہ تمہیں پریشان کیا۔" حمید بولا۔

"میں جانتی ہوں کہ تم کیپٹن حمید ہو۔ میں نے اس واقعے سے پہلے ہی تمہیں اکثر چھپ کر دیکھا ہے۔ مگر تم بہت بڑے آدمی ہو۔"

"مگر سوال تو یہ ہے کہ تم نے مجھے ٹوکا کیوں نہیں.... تم نے کہا کیوں نہیں کہ تم اسلم نہیں حمید ہو۔"

"اگر میں یہ کہہ دیتی تو تم مجھ سے دور ہو جاتے۔ میں تو چاہتی تھی کہ تم مجھ پر شبہ کرتے رہو۔ اسی صورت میں تم مجھ سے قریب رہ سکتے تھے۔ میں تمہیں بہت دنوں سے جانتی ہوں۔"

"تو کرنل فریدی پر حملہ میرے لئے ایک خوشگوار واقعہ ثابت ہوا.... ہاہا.... میں خوش ہوں۔"

"یہ نہ کہو۔" لڑکی بولی۔ "مجھے بڑی پریشانیاں اٹھانی پڑی ہیں۔ میرے فلیٹ سے کسی نے تمہارے چیف پر گولی چلائی تھی۔ میں خود کہتی ہوں کہ گولی میرے فلیٹ سے چلائی گئی تھی مجھے اس کا بھی اعتراف ہے کہ غسل خانے میں ایک خالی کارتوس ملا تھا لیکن میں نہیں جانتی کہ وہ کہاں سے آیا تھا۔ اس سے پہلے میں نے کبھی کارتوس کی شکل تک نہیں دیکھی تھی۔ اسی بناء پر کہہ سکتی ہوں کہ گولی میرے فلیٹ ہی سے چلائی گئی تھی۔ لیکن میں مجرم کے وجود سے واقف نہیں ہوں۔ کئی دنوں تک پولیس پریشان کرتی رہی پھر تم ہمدرد بن کر آئے اور مجھے اس فلیٹ سے اس مکان میں منتقل کر دیا۔"

"اور اب تم ہمیشہ یہیں رہو گی۔"

"مگر پولیس تو اب بھی میری تلاش میں ہو گی۔"

"ہوا کرے.... جب تک میرے دم میں دم ہے تمہارا کوئی کچھ نہ کر سکے گا۔"

"نہیں میں اسے درست نہیں سمجھتی۔"

"کیوں....!"

"اس طرح میرے خلاف شبہات اور زیادہ مستحکم ہو جائیں گے اور پھر.... اس روپوشی کی وجہ سے میرا نقصان بھی ہو رہا ہے۔ میری ملازمت گئی ہی سمجھو۔"

"تم شائد ٹیلی فون ایکسچینج میں تھیں۔"

"ہاں....!"

"فکر نہ کرو.... سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"لیکن اس وقت تم اس ہیئت میں کیوں آئے تھے۔"

"محض یہ معلوم کرنے کے لئے کہ تم میری شخصیت سے حقیقتاً واقف ہو یا نہیں۔"

"میں سمجھی! اگر میں تمہاری شخصیت سے واقف ہوں تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ می سے ملی ہوئی ہوں۔"

"بالکل یہی خیال تھا میرا۔ مگر اب حقیقت مجھ پر واضح ہو گئی اور میں شرمندہ ہوں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے.... مگر میری پوزیشن پولیس کی نظر میں کیا ہو گی۔"

"میں اس کیس کا انچارج ہوں۔" حمید سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔ "کیا تم یہ سمجھتی ہو نے تمہیں مفرور قرار دیا ہو گا.... ہرگز نہیں.... اور کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ تمہاری ملاز ہو گئی ہو گی۔ ہرگز نہیں.... میں نے تمہارے لئے ایک ماہ کی رخصت میڈیکل گراؤنڈ پر کرلی ہے۔"

"سچ....!" لڑکی پُر مسرت لہجے میں چیخی۔

"کیا تمہیں یقین نہیں آیا۔" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یقین تو ہے.... مگر آخر تم نے میرے لئے اتنی دردسری کیوں مول لی۔"

"یہ نہ پوچھو.... ورنہ میں اپنا وہی پہلا سوال دہراؤں گا۔"

لڑکی کچھ نہ بولی۔

حمید بھی کچھ دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ "اچھا اب تم آرام کرو.... اب تم قطعی لیکن واضح رہے کہ تم پچھلے ایک ہفتہ سے بیمار ہو اور مزید تین ہفتے بیمار رہنے کے بعد جاؤ گی۔ وہ فلیٹ ویسے بھی تمہارے لئے موزوں نہیں تھا۔ اس مکان میں آرام سے ر وغیرہ وغیرہ.... آچھا.... اب آرام کرو۔"

"اب کب ملو گے۔" لڑکی لگاوٹ کے انداز میں بولی۔

"آہ.... میرا دل تو چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے کوٹ کے کالر میں لگالوں اور تم ہم ساتھ رہو.... مگر خیر.... کل شام آر لکچو میں گذاریں گے وغیرہ وغیرہ۔"

تھوڑی دیر بعد حمید پھر سڑک پر تھا لیکن اب وہ چھپتا چھپاتا ہوا نہیں چل رہا تھا۔

دوسری سڑک پر پہنچنے کے لئے اُسے ایک مختصر سی گلی پار کرنی پڑی۔

ڈی لاک اب بھی وہیں کھڑی تھی جہاں وہ اُسے چھوڑ کر گیا تھا۔

"اب مجھے کسی خیراتی ہسپتال میں پہنچا دیجئے۔" حمید کیڈی کے پاس پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ یقیناً اس نے کسی دوسرے کو مخاطب کیا تھا۔ لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ حمید ک کر کیڈی کے اندر دیکھا۔ مگر اُسے اگلی سیٹ پر فریدی نہیں نظر آیا۔ حالانکہ وہ اُسے ک کے پیچھے بیٹھا ہوا چھوڑ کر گیا تھا۔

اس وقت جو کچھ بھی ہوا فریدی کی ایماء پر!

ایک ہفتہ قبل جب فریدی ایک تقریب میں شرکت کی غرض سے بار کر اسٹریٹ کی ایک میں موجود تھا کسی نے اس پر فائر کیا۔ گولی سامنے والی عمارت کی ایک کھڑکی سے چلائی گئی فریدی بال بال بچا۔ صرف ایک بالشت کے فرق نے اس کی جان بچالی ورنہ گولی کھڑکی کی کے بجائے اس کی پیشانی پر پڑتی جس فلیٹ سے گولی چلائی گئی تھی اس میں ایک عیسائی لڑکی گلوریا مقیم تھی لیکن اس نے واقعہ سے لاعلمی ظاہر کی۔ ویسے اس نے یہ ضروری بتایا کہ اس چھ دیر قبل فائر کی آواز سنی تھی۔

فلیٹ کی تلاشی لینے پر غسل خانے میں ایک خالی کارتوس ملا، جو کچھ ہی دیر قبل خالی کیا گیا تھا۔ اس کے باوجود بھی لڑکی یہی کہتی رہی کہ وہ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ اس نے فائر واز بھی سنی تھی اور آواز قریب ہی کی معلوم ہوئی تھی لیکن اس نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی کیونکہ پڑوس کے بچے اکثر نقلی امریکی ریوالوروں سے کھیلتے رہتے تھے۔

پولیس تو اُسے حراست میں لینا چاہتی تھی لیکن فریدی نے ایسا نہیں ہونے دیا۔ ویسے دن بھر اُسے پریشان کرتی رہی۔ پھر شام کو حمید اسلم کے نام سے اسکے پاس پہنچا۔ اس سے ہمدردی کی اور بتایا کہ وہ اسے عرصے سے جانتا ہے اور صحیح معنوں میں اس کی مدد کرنا چاہتا ہے۔

لڑکی جو بظاہر پریشان معلوم ہوتی تھی، بے چوں وچرا اس کے ساتھ ایک دوسرے مکان میں ہو گئی۔ حمید اس کے بعد بھی اس سے برابر ملتا رہا۔ مگر کیپٹن حمید کی حیثیت سے نہیں۔ اور اس وقت اس نے یہ سب فریدی ہی کے کہنے پر کیا تھا۔ فریدی یہاں تک اس کے ساتھ آیا تھا سکیم کے مطابق اسی سڑک پر اُسے حمید کی واپسی کا منتظر رہنا تھا۔

مگر کیڈی لاک خالی تھی.... حمید نے جیب سے ٹارچ نکالی۔

لیکن ٹارچ روشن کرتے ہی گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اگلی نشست کی پشت گاہ میں خنجر دستے تک پیوست تھا۔

سیٹ پر کئی جگہ خون کے چھوٹے چھوٹے دھبے نظر آ رہے تھے۔

اور کچھ ایسے نشانات بھی دکھائی دیئے جن سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ گاڑی کے اندر دو سے زیادہ آدمیوں میں کشمکش ہو چکی ہے۔

مگر..... حمید الجھن میں پڑ گیا۔ دو جھگڑنے والوں میں ایک یقیناً بہت اطمینان سے رخصت ہوا تھا ورنہ حمید کو کار کا دروازہ بند نہ ملتا۔

ٹارچ کی روشنی کار کے قرب و جوار کی زمین پر رینگنے لگی۔ لیکن یہاں حمید کو کسی قسم کے نشانات نہیں مل سکے حتیٰ کہ یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ باہر نکلنے کے لئے کون سا دروازہ استعمال گیا ہو گا۔

خون کے دھبے بھی سیٹ کے علاوہ اور کہیں نہیں ملے۔

بڑی عجیب بات تھی۔ آخر فریدی کہاں گیا؟ کیا اس کے نامعلوم دشمن اسے پکڑ لے لیکن خنجر کی موجودگی اس خیال کی تردید کر رہی تھی، جو لوگ قاتلانہ حملہ کر سکتے ہیں، انہیں کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے کہ وہ کسی کو پکڑ کر لے جائیں۔

تو پھر اس کا یہ مطلب ہوا کہ حملہ آور اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے۔

وہ کافی دیر تک کھڑا ادھر اُدھر دیکھتا رہا۔ سوال یہ تھا کہ وہ وہاں ٹھہرے یا چلا جائے۔ کے لئے تشویش اپنی جگہ پر لیکن وقت کا تقاضا بھی کوئی چیز ہے اور پھر اگر کار کا دروازہ بند والا فریدی ہی تھا تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ کافی اطمینان کے ساتھ یہاں سے گیا ہے۔ اگر آوروں کو بھگا دینے کے بعد یہاں سے رخصت ہوا ہے تو حمید کا اس کے انتظار میں یہا حماقت ہی تھی۔

اور اگر حملہ آور اُسے پکڑ لے گئے ہیں تو کار کا دروازہ بند کر جانا نفسیاتی نقطہ نظر سے یقین ہو جاتا ہے۔ بہر حال حمید نے یہی فیصلہ کیا کہ فریدی محفوظ ہے۔ رہ گیا اس طرح ہو جانا تو یہ فریدی کیلئے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ وقت پر اُسے جو کچھ بھی سوجھ جاتی کر گزر

حمید کیڈی میں بیٹھ گیا۔ پھر خیال آیا کہ وہ غلطی کر رہا ہے۔ کیوں نہ کیڈی کو اُن تمام سمیت یہیں چھوڑ دے اور خون کے دھبے تو بہر حال محفوظ تھے کیونکہ وہ پہلے ہی خشک ہو چ

وہ چپ چاپ کیڈی سے اتر آیا اور اس کا ایک دروازہ کھلا چھوڑ کر پیدل ہی چل پڑا۔

آج کی مہم خوشگوار بھی ثابت ہوئی تھی اور ناخوش گوار بھی۔

گلوریا کے متعلق وہ سوچ رہا تھا کہ حقیقتاً وہ فریدی پر گولی چلانے والے سے کوئی نہ کو

سکتی ہے، ورنہ وہ اسی وقت اُسے ٹوک دیتی جب اس نے اپنا نام اسلم بتایا تھا اور پھر اس کے ی وہ اُسے ملتی رہی تھی اور اس دوران میں اس نے کبھی یہ نہیں ظاہر ہونے دیا تھا کہ وہ اس لیت سے واقف ہے۔

کیس بیگ

حمید کو توقع تھی کہ گھر پر فریدی سے ضرور ملاقات ہو گی، لیکن وہ وہاں بھی نہیں تھا۔ حمید ٹی سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ دو بج چکے تھے اور ذہن نیند سے بوجھل ہو رہا تھا۔

پھر اسے پتہ نہیں کہ وہ کب سو گیا۔

اور ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ سوچنے لگا کہ آخر آنکھ کھلی ہی کیوں۔ نے میز پر رکھی ہوئی ٹائم پیس کی طرف دیکھا سوا تین بجے تھے اور پھر اچانک آنکھ کھلنے کی وجہ ں سمجھ میں آ گئی۔ کوئی اس کے کمرے کا دروازہ پیٹ رہا تھا۔

حمید جھلا کر اٹھ بیٹھا۔ لیکن وہ سوچنے لگا کہ یہ فریدی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ فریدی ایسے موقع ں کے کمرے میں رکھے ہوئے ٹیلی فون کے بزر سے کام لیا کرتا تھا۔ نوکروں میں اتنی ہمت تھی کہ وہ اس بدتمیزی سے اس کے کمرے کا دروازہ پیٹ سکتے۔

اس نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں دروازہ کھولا۔ کوتوالی انچارج انسپکٹر جگدیش کھڑا پلکیں پا رہا تھا۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔" حمید چیخ کر بولا۔ "آخر تم یہاں تک کیسے پہنچ گئے۔"

"فریدی صاحب کہاں ہیں۔" جگدیش نے پوچھا۔

"یار تم آدمی ہو یا....."

"حمید صاحب آپ حالات کی نزاکت سے واقف نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب.....!"

"ٹرمار وڈ پر دو بجے ایک کانسٹیبل کو فریدی صاحب کی گاڑی ملی ہے جس کی اگلی سیٹ پر ایک نجر پیوست ہے۔ اور خون کے کئی دھبے۔"

"تم نے اس قسم کا کوئی کانسٹیبل خواب میں دیکھا ہوگا۔ کیڈی گیراج میں ہے اور فریدی صاحب اپنے کمرے میں سو رہے ہوں گے۔"

"نہیں کیڈی گیراج میں نہیں ہے اور فریدی صاحب بھی اپنے کمرے میں نہیں ہیں۔"

"تب تو بات تشویش ناک ہے۔ مگر کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ اپنی ہی گاڑی ہے۔"

"آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں اچھی طرح چھان بین کرنے کے بعد یہاں آیا ہوں۔"

قصہ مختصر یہ کہ حمید خود کو دل ہی دل میں گولیاں دیتا ہوا جگدیش کے ساتھ شرمارو طرف روانہ ہو گیا۔

بات بڑھ گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے۔

بہر حال وہ لوگوں کے سوالات کے جواب گول مول طریقے سے دیتا رہا۔

صبح تک حالات اور کچھ ہو گئے۔ آفس کے روزنامچے سے معلوم ہوا کہ فریدی چار دن سے شہر ہی میں نہیں ہے۔ حمید کو اس کا قطعی علم نہیں تھا اور ہوتا بھی کیسے جب کہ فریدی پچھلی رات تک اس کے ساتھ رہا تھا۔

اس نے حمید کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ دفتر کے روزنامچے کے مطابق شہر میں موجود نہیں ہے۔

بہر حال اب وہ سوچ رہا تھا کہ پچھلی رات پولیس والوں سے گفتگو کے دوران میں اُس نے کوئی ایسی بات کہی تھی یا نہیں جس سے روزنامچے کی تردید ہو سکتی۔ اُسے نہیں یاد آیا کہ اس نے کوئی ایسی بات کہی ہو۔ وہ خود ہی اُن سے کھل کر گفتگو نہیں کر رہا تھا۔

شام کے اخبارات کے ہاکروں نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ آج کی سب سے زیادہ سنسنی خیز فریدی کی گمشدگی ہی تھی۔ قریب قریب سارے ہی اخبار نے ایک ہفتہ قبل والے حملے کا حوالہ دیا تھا۔

لیکن حمید نے یہ بات ضرور محسوس کی تھی کہ سارے ہی اخبارات نے اس سلسلے میں قیا آرائیوں سے گریز کیا تھا۔



اسی شام کو حمید گلوریا کے ساتھ آرلکچو کے ایک فیملی کیبن میں بیٹھا جھک مار رہا تھا۔ بے دلی سے کسی تفریح میں حصہ لیا جائے تو اسے جھک مارنا ہی کہیں گے۔

بے دلی کی وجہ خود گلوریا ہی تھی۔ وہ حسین ضرور تھی مگر دوران گفتگو میں اکثر اس ہونٹ سکوڑ لیتی تھی جیسے چھینک روکنے کی کوشش کر رہی ہو۔ اس کی یہ عادت حمید کی جما حس کے لئے سم قاتل ثابت ہوئی تھی۔ عورتوں کے معاملے میں اس کے احساسات لارڈ با

15

ب ترین احساسات سے کسی طرح کم نہیں تھے۔

بب وہ اسے طوعاً و کرہاً برداشت کر رہا تھا۔ فریدی نے اُسے خاص طور پر ہدایت دی تھی کہ گلوریا رکھے۔

"تم کیا سوچ رہے ہو....؟" گلوریا نے پوچھا۔

"تم نے شام کا کوئی اخبار دیکھا ہے۔"

"میں ہمیشہ صبح کے اخبار دیکھتی ہوں۔"

"پچھلی رات کرنل فریدی کی کار شرمارو روڈ پر پائی گئی ہے۔ اگلی نشست کی پشت گاہ میں ایک پوست ملا ہے اور خون کے کچھ دھبے۔"

"اوہ.... تو پھر کسی نے حملہ کیا۔ لیکن کرنل کہاں ہیں۔"

"کرنل....!" حمید طویل سانس لے کر بولا۔ "مجھے توقع ہے کہ آج شام تک اُن کی لاش ندی یا نالے میں مل جائے۔"

"نہیں....!" گلوریا حیرت اور خوف سے آنکھیں پھاڑ کر بولی۔

"ہاں.... اور اب مجھے بھی اپنی زندگی خطرے میں نظر آرہی ہے۔" حمید آہستہ سے بولا۔

"اور تم یہاں اتنے اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہو۔" گلوریا کے لہجے میں حیرت تھی۔

"مر جانے میں مجھے زیادہ فائدہ نظر آتا ہے۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔ چلو اٹھو.... میں یہاں نہیں بیٹھوں گی۔"

"کیوں....؟"

"یہاں تم پر نہایت آسانی سے حملہ ہو سکتا ہے۔"

"فکر نہ کرو! میں ڈرپوک نہیں ہوں۔"

"پھر تمہارے چہرے پر ہوائیاں کیوں اڑ رہی ہیں۔"

"کہاں ہوں گی۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔

"نہیں آج تمہارا رویہ پہلے سے بہت بدلا ہوا ہے۔ کیا تمہیں اب تک یقین نہیں آیا کہ میں لہ آور سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔"

"بھئی ختم کرو.... یہ قصہ! مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"پھر کیا سوچ رہے ہو۔"

"کچھ نہیں میرا موڈ بہت خراب ہے۔ چلو چلیں۔" حمید اٹھ گیا۔



ٹھیک دس بجے حمید سونے کی تیاری کر رہا تھا کہ ڈی۔ آئی۔ جی کا فون آیا۔ اُس نے اُ اپنے بنگلے پر طلب کیا تھا۔

افسرانِ بالا کے سامنے تنہا جانے سے وہ ہمیشہ کتراتا رہتا تھا۔ یوں تو ڈی۔ آئی۔ جی درجنوں بار مل چکا تھا لیکن فریدی کے ساتھ۔

مگر اب تو اُسے ہر حال میں وہاں پہنچنا تھا۔

اس نے گیراج سے چھوٹی آسٹن نکالی اور دل ہی دل میں سر پیٹتا ہوا ڈی۔ آئی۔ جی کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں اسے فریدی کے متعلق ڈی۔ آئی۔ جی کو بتا پڑے۔ ویسے فریدی کا آرڈر تھا کہ وہ اس کے مشاغل کے متعلق کبھی کسی کو کچھ نہ بتا پوچھنے والا محکمے کا کوئی بڑا آفیسر ہی کیوں نہ ہو۔ وہ سخت الجھن میں تھا۔ فریدی نے د روزنامچے میں دفتر سے اپنی غیر حاضری تحریر کی تھی۔ جس کا کھلا ہوا مطلب یہ تھا کہ وہ ا تین دنوں کی کارگزاریوں کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

حمید کی الجھن بڑھتی رہی اور اس وقت اور زیادہ بڑھ گئی جب کار ڈی۔ آئی۔ جی کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔

ڈی۔ آئی۔ جی تک پہنچنے کے لئے اُسے "رسمیات" سے دوچار نہیں ہونا پڑا۔ ایک آ اس کا منتظر تھا۔ اس نے اُسے ڈرائنگ روم تک پہنچا دیا۔

ڈی۔ آئی۔ جی تنہا نہیں تھا۔ محکمے کا سپرنٹنڈنٹ اور دو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بھی موجود تھے۔

"فریدی کا کچھ پتہ چلا۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں.... ابھی تک تو کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔"

"خیر.... ایک بہت پرانے کیس کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے میں نے تمہیں بلایا ہے۔"

حمید کی الجھن رفع ہو گئی۔ بات فریدی سے کسی پرانے کیس پر ٹل گئی تھی۔

ڈی۔ آئی۔ جی چند لمحے اُسے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "لیونارڈ والے کیس میں تم فریدی کے سا ہی تھے نا۔"

لیونارڈ کا نام سن کر حمید بیساختہ چونک پڑا۔

"جی ہاں.... میں اس کے ساتھ تھا۔"

"اس کیس سے متعلق کچھ معلومات فراہم کر سکو گے۔"

"معلومات.... جی ہاں.... مگر....!"

"بات بہت پرانی ہو گئی....؟" ڈی۔ آئی۔ جی نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔ اس کا موڈ بہت خراب معلوم ہو رہا تھا۔

"جی ہاں! اگر ریکارڈ روم سے....!"

"کیس بیگ نکلوالیا جائے تو.... میں پھر کیا تم سے خاک پوچھوں گا۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے کا جملہ پورا کر دیا۔

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ ڈی۔ آئی۔ جی میز پر گھونسہ مار کر بولا۔ "سب سوتے رہے ہیں۔ ارڈ کا کیس بیگ ریکارڈ روم سے غائب ہے۔"

اس اطلاع پر حمید سناٹے میں آ گیا۔ ڈی۔ آئی۔ جی چنگھاڑتا رہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ کیا تے ہیں۔ پھر اس نے سپرنٹنڈنٹ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "ریکارڈ کیپر کے خلاف کاروائی کی گئی۔"

"جواب.... جواب طلب کیا گیا ہے۔"

"جواب طلب کیا گیا ہے۔ اُسے اور اُس کے عملے کو حراست میں ہونا چاہئے تھا مسٹر۔"

سپرنٹنڈنٹ کچھ نہ بولا۔

ڈی۔ آئی۔ جی پھر حمید کی طرف مڑا اور اس کی روح فنا اور بقا کے مسئلے پر غور کرنے لگی۔

"تم بتا سکتے ہو کہ لیونارڈ نے بلیک میلنگ کے لئے کون سا طریقہ اختیار کیا تھا۔"

"جی ہاں عرض کرتا ہوں۔" حمید اپنی پیشانی سے پسینہ خشک کرتا ہوا بولا۔

"ایک اخبار تھا اسٹار جو یورپ میں بلیک میلنگ کے مختلف طریقوں پر ایک مضمون بالاقساط کر رہا تھا۔ ان میں اُن خطوط کے نمونے دیئے جاتے تھے جو لوگوں سے رقم اینٹھنے کیلئے بلیک ں کی طرف سے وقتاً فوقتاً لکھے گئے تھے، لیکن حقیقت یہ تھی کہ انہیں خطوط کے ذریعے لیونارڈ شکاروں سے رقمیں وصول کیا کرتا تھا۔ اسٹار کے لئے وہ مضامین اسی کا ایک آدمی لکھتا تھا۔"

"تم نے آج صبح کا کوئی اخبار دیکھا۔"

"جی ہاں....!"

"لیڈی پرکاش کے متعلق خبر دیکھی تھی۔"

"جی نہیں! مجھے اتنا وقت ہی نہیں ملتا کہ پورا اخبار دیکھ سکوں۔"

"دیکھو....!" ڈی۔ آئی۔ جی نے میز پر رکھے ہوئے اخبار کی طرف اشارہ کیا۔

حمید نے اخبار اٹھالیا۔ پہلے صفحے کی ایک مختصر سی خبر کے گرد سرخ پنسل سے بنائے ہو
حاشیئے پر اس کی نظر پہلے ہی پڑی تھی۔

خبر تھی۔ "کل شام لیڈی پرکاش کو ایک عجیب وغریب خط موصول ہوا ہے۔ خط کی گم نام
طرف سے ہے اور اس کی اوٹ پٹانگ عبارت لکھنے والے کے ذہنی فتور کی طرف اشارہ کرتی ہے
خط کا مضمون یہ ہے

مائی ڈیئر لیڈی پرکاش!

دریائے ٹیمز میں اس مقام پر مچھلیاں نہیں پائی جاتیں جہاں جہاز لنگر انداز ہوتے ہیں۔
کوئی سفید گلاب پیش کرے تو کیمرے کا دھیان ضرور رکھنا چاہئے، اللہ بڑا کارساز ہے، ویسے سنا
کہ کارسازی میں ہنری فورڈ بھی اپنا جواب نہیں رکھتا۔ وی آنا میں ایک تصویر ڈیڑھ لاکھ میں
تھی۔ دریائے ٹیمز کی مچھلیاں تین لاکھ مانگتی ہیں۔"

حمید خبر پڑھ کر ڈی۔ آئی۔ جی کی طرف دیکھنے لگا۔

"لیکن....!" ڈی آئی جی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "لیڈی پرکاش کو اس قسم کا کوئی
نہیں ملا۔ اُس نے آج ہی اس خبر رساں ایجنسی کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ دائر کیا ہے۔"

"تب تو خبر رساں ایجنسی....!"

"خبر رساں کمپنی کے کارکنوں نے اس سے اپنی لاعلمی ظاہر کی ہے۔ اخبارات کے ا
کہتے ہیں کہ انہیں یہ خبر اُسی ایجنسی کے ٹیلی پرنٹرز پر موصول ہوئی ہے۔"

"لیونارڈ.... سو فیصدی لیونارڈ....!" حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔

"مجھے بتاؤ کہ فریدی کہاں ہے؟"

"یقین فرمایئے.... مجھے علم نہیں ہے۔"

"حملے کے متعلق اس نے کیا خیال ظاہر کیا تھا۔"

"کچھ بھی نہیں وہی عام بات۔ شہر کیا پورے ملک کے جرائم پیشہ اُن کے دشمن ہیں۔"

"لیکن میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ حملہ لیونارڈ کی طرف سے ہوا
ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔ "فریدی ہی نے پہلی بار اس کے ہتھکڑیاں لگائی تھیں۔ پورے یور
پولیس اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ کیا وہ آزاد ہونے کے بعد ایسے آدمی کو چھوڑ دے گا؟ ج
بدولت اسے زندگی میں پہلی بار جیل کی صورت دیکھنی پڑی تھی۔"

"جی ہاں اب میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ لیکن فریدی صاحب نے اس دوران میں ا

رڈ کا نام نہیں لیا۔"

س دوران سے کیا مراد ہے تمہاری۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

مطلب یہ کہ آج سے چار دن قبل کی بات ہے۔" حمید فوراً سنبھل گیا۔

کیا تم نے بھی اُسے تین دن سے نہیں دیکھا۔"

جی نہیں۔"

لیکن اس کی گاڑی۔"

گاڑی وہ چار دن قبل اپنے ساتھ لے گئے تھے۔"

تمہیں یقین ہے کہ تم جھوٹ نہیں بول رہے ہو۔"

میرا خیال ہے کہ فریدی صاحب بھی آپ کے سامنے جھوٹ بولنے کی ہمت نہیں
۔" حمید نے مکھن کا ڈبہ رسید کیا۔

لیکن حمید کے اس جملے کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ محکمہ سراغ رسانی کا ڈپٹی انسپکٹر جنرل اتنا
ہیں ہو سکتا۔

اس نے ایس۔ پی اور ڈی۔ ایس۔ پی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "آپ لوگ جا سکتے ہیں۔"

"اب بتاؤ"

"کل رات ہم ساتھ ہی شرماروڈ تک گئے تھے۔ مجھے وہاں سے ایک دوسری جگہ جانا تھا۔
ام یہ تھا کہ فریدی وہیں شرماروڈ پر ٹھہر کر میرا انتظار کریں گے، لیکن واپسی پر میں نے کار کو
الت میں پایا جس کی رپورٹ آپ تک پہنچ چکی ہے۔ مگر نہیں.... رپورٹ یہ ہے کہ اس کا
دروازہ کھلا ہوا پایا گیا تھا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے چاروں دروازے بند پائے تھے۔"

"اس کی کیا اہمیت ہے۔"

"اس کی اہمیت یہ ہے کہ فریدی صاحب نہ صرف زندہ ہیں بلکہ جہاں بھی گئے ہیں۔ آزادانہ
گئے ہیں، ورنہ حملہ آور کو کیا پڑی تھی کہ وہ کار کا دروازہ بند کر کے جاتا۔ نفسیاتی نقطہ نظر
....!"

"بکواس.... اسے منطقی دلیل نہیں کہیں گے۔ لیونارڈ جیسے مجرم جلد باز نہیں ہوتے۔ میرا
لتا ہے کہ فریدی اس کی گرفت میں آگیا ہے۔"

حمید کے ذہن میں اس لغوترین خیال کے خلاف کئی دلیلیں تھیں لیکن اس نے بات بڑھانا
اب نہیں سمجھا۔ حکام بالا کی عام ذہنیت یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں سے ذہنی طور پر

شکست کھانے کے بعد اور زیادہ جھلا جاتے ہیں۔

"یہ بھی ممکن ہے۔" حمید بولا۔

"لیکن پچھلی رات تم کہاں گئے تھے۔"

حمید جھنجھلا گیا اور اس نے تہیہ کر لیا کہ اب سچ نہیں بولے گا۔

"شرما روڈ کی دوسری طرف البرٹ روڈ پر لائن آرٹ پریس ہے۔ وہاں ہمیں ایک آدمی کو چیک کرنا تھا، جو ایک بار جعلی نوٹ چھاپنے کے جرم میں سات سال کی قید بھگت چ[کا ہے] آج کل وہ لائن آرٹ پریس میں بحیثیت مشین مین کام کر رہا ہے۔"

"اس آدمی کو کیوں چیک کرنا تھا۔"

"پتہ نہیں! فریدی صاحب کبھی مجھے اپنی اسکیموں سے آگاہ نہیں کرتے۔"

"اور یہ بُری عادت کبھی نہ کبھی اُسے پچھتانے پر مجبور کر دے گی۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح پیچھا چھڑائے۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔ "تم بھی جا سکتے ہو۔ لیکن مجھے [...] کے پچھلے کیس کے متعلق دوسری معلومات بھی درکار ہیں۔ جتنا بھی تمہیں یاد آ سکے کل شا[م تک] لکھ کر میرے پاس پہنچاؤ۔"

لیڈی پرکاش

حمید ذہن پر ناخوشگوار اثرات لے کر ڈی۔ آئی۔ جی کے یہاں سے واپس آیا تھا۔ وہ را[ستے بھر] لیونارڈ کے متعلق سوچتا رہا تھا۔ لیونارڈ یورپ کا بین الاقوامی شہرت رکھنے والا بین الاقوامی بلیک[میلر تھا] جسے پانچ سال قبل فریدی نے ہتھکڑیاں پہنائی تھیں۔ یہ وہی لیونارڈ تھا جس نے کافی عرص[ے تک] سپرنٹنڈنٹ جیکسن کی حیثیت سے محکمہ سراغ رسانی پر حکومت کی تھی، اور سپرنٹنڈنٹ [...] اس کی قید میں سڑتا رہا تھا۔

لیونارڈ نے زندگی میں پہلی بار فریدی کی وجہ سے جیل کی صورت دیکھی تھی۔ وہ [...] تھا۔ سازشی تھا۔ بلیک میلر تھا لیکن لندن کی پولیس اس کے خلاف ایک بھی قتل نہ ثابت کر[سکی] اس پر مقدمہ چلا اور اُسے عمر قید کی سزا ہو گئی۔ لیکن وہ تین سال بعد جیل سے فرار ہو[نے میں] کامیاب ہو گیا۔

فریدی نے چند ماہ پیشتر حمید کو اس کے فرار کی خبر سنائی تھی اور خدشہ بھی ظاہر کیا تھا کہ وہ ایک بار پھر مشرق کا رخ کرے گا۔

اور آج اخبار میں لیڈی پرکاش کے متعلق خبر دیکھ کر اُسے یقین آ گیا کہ پچھلے چند دنوں کی [وارد]اتوں میں لیونارڈ کے علاوہ اور کسی کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔ آج سے پانچ سال قبل بھی لیونارڈ نے [...]ں کے بعض بڑے گھرانوں کی عورتوں کو بلیک میل کرنے کے لئے اسی قسم کے انوکھے طریقے [...] کئے تھے۔

حمید راستے بھر مختلف قسم کے خیالات میں الجھا رہا۔

پھاٹک کھلا ہوا تھا اور رکھوالی کرنے والے خوفناک السیشن کمپاؤنڈ میں چکر لگا رہے تھے۔ جیسے [ہی] حمید کی کار اندر داخل ہوئی چوکیدار پھاٹک بند کر کے شاگرد پیشہ کی طرف چلا گیا۔

حمید کار کو گیراج میں ڈال کر لوٹ ہی رہا تھا کہ پھاٹک پر کوئی کار رکی اور کسی نے پھاٹک ہلانا [شر]وع کر دیا۔

حمید سوچنے لگا کہ اس وقت کون ہو سکتا ہے۔ بارہ بج چکے تھے۔ پھر وہ پھاٹک کی طرف بڑھ [ر]ہا تھا کہ سناٹے میں فائر کی آواز گونجی اور ساتھ ہی ایک چیخ سنائی دی۔ چیخ کسی عورت کی تھی۔

حمید بے تحاشہ پھاٹک کی طرف دوڑا تھا لیکن قبل اس کے کہ وہ قریب پہنچتا کار فراٹے بھرتی [ہو]ئی اندھیرے میں غائب ہو گئی۔

حمید چوکیدار کو آوازیں دینے لگا۔ پھاٹک کے تالے کی کنجی اسی کے پاس تھی۔

نہ صرف چوکیدار بلکہ دو تین نوکر بھی دوڑتے ہوئے پھاٹک کی طرف آئے۔

"پھاٹک کھولو جلدی....!" حمید بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

پھاٹک کھلتے ہی اس نے ٹارچ روشن کی۔ پھاٹک سے صرف تین قدم کے فاصلے پر کوئی [عو]رت منہ کے بل پڑی ہوئی تھی اس کے جسم پر فاختئی رنگ کا ریشمی اسکرٹ تھا۔ حمید نے جھک[کر] اُسے سیدھا کیا اور اس کے منہ سے ایک تحیر زدہ سی آواز نکل گئی.... یہ گلوریا تھی۔

تھوڑی دیر بعد گلوریا ڈرائنگ روم کے ایک صوفے پر بیہوش پڑی تھی اور حمید اسے ہوش [میں] لانے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس کا ذہن اس فائر میں الجھا ہوا تھا جس کی آواز اس نے سنی تھی مگر گلوریا کے جسم پر کہیں کوئی زخم نہیں تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی بیہوشی خوف کا نتیجہ رہی ہو۔

آدھے گھنٹے بعد گلوریا کو ہوش آ گیا اور وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھی۔ پہلے وہ گھبرائی ہوئی نظروں سے

چاروں طرف دیکھتی رہی پھر کھڑی ہو کر پاگلوں کی طرح اپنے جسم پر ہاتھ پھیرنے لگی۔

"گولی نہیں لگی....!" حمید آہستہ سے بولا اس کے حرکات و سکنات کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آواز سن کر گلوریا اس طرح اچھل پڑی جیسے اسے اس کی موجودگی کا علم ہی نہ رہا ہو۔

"اوہ.... مائی ڈیئر کیپٹن۔" وہ اچھل کر اس پر آرہی اور حمید ایک طرف ہٹ بھی نہ ر کیونکہ ایسی صورت میں وہ دیوار سے جا ٹکراتی۔

"مجھے بچاؤ.... مجھے بچاؤ۔" وہ ایک ایسے ننھے پرندے کی طرح ہانپ رہی تھی جو کسی باز پنجے سے اتفاقاً چھوٹ گیا ہو۔

"کیا بات ہے۔" حمید اُسے الگ ہٹاتا ہوا بولا۔

"میں خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔ وہ مجھے مار ڈالیں گے۔ میں اب تک تمہیں دھوکا دیتی ہوں۔ مجھے بچاؤ.... میں سب کچھ بتادوں گی۔"

"آہم....!" حمید نے ایک طویل سانس لی اور اٹھ کر اُن گھنٹیوں کے بٹن دبانے لگا نوکروں کے کوارٹروں میں لگی ہوئی تھیں۔

"ٹھہرو....!" وہ گلوریا کی طرف مڑ کر بولا۔ "میں ابھی سنتا ہوں۔"

دو منٹ کے اندر ہی اندر سارے نوکر بر آمدے میں اکٹھا ہو گئے۔ یہ تعداد میں آٹھ تھے۔

"جاؤ.... تم لوگ رائفلیں نکال لو اور کمپاؤنڈ میں پھیل جاؤ۔ عقبی پارک کا خاص طور خیال رکھنا اور اگر کوئی کمپاؤنڈ میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو بے دریغ گولی مار دینا۔"

نوکروں نے پہلی بار فریدی کی کوٹھی میں اس قسم کا حکم سنا تھا۔ وہ ایک دوسرے کی طر دیکھ کر پلکیں جھپکانے لگے۔

"جاؤ.... جلدی کرو۔"

"آپ ہمیں کچھ نہیں بتائیں گے۔" فریدی کے مخصوص خادم شریف نے پوچھا۔

"میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔" حمید نے سخت لہجے میں کہا۔

"آٹھ رائفلیں نکالو.... جاؤ۔"

وہ سب چلے گئے.... گلوریا دروازے میں کھڑی گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ حمید کی طرف مڑا اور وہ پھر ڈرائنگ روم میں چلے گئے۔

"ہاں اب بتاؤ۔" حمید بیٹھتا ہوا بولا۔

"کیا خطرہ ہے.... تم نے رائفلیں....!"

چھوڑو.... یہ ہمارا دن رات کا کھیل ہے.... بہر حال اب تم جو کچھ بھی کہو گی میں اس پر ہیں کروں گا۔"

پھر بتانا ہی بیکار ہے۔"

تمہاری مرضی۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔

خدا کے لئے بچاؤ۔ میں قطعی نادانستگی میں سازش کا شکار ہوئی ہوں۔"

اگر یہی سچی بات تھی جو تم اب کہنے جا رہی ہو تو پہلے بتا دینے میں کیا حرج تھا۔"

اوہ.... تم سمجھے نہیں۔ پہلے مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ میں بھی مار ڈالی جاؤں گی۔"

کیا اس وقت کوئی تمہارا تعاقب کرتا ہوا آیا تھا۔"

ہاں.... آر لکچنو سے اٹھ کر میں سیدھی گھر گئی۔ فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ اس لئے میں پیدل پڑی تھی۔ کچھ دور چلنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ کوئی میرا تعاقب کر رہا ہے۔ اُف کتنا ۔ آدمی تھا۔ ابھی تک اس کی شکل میرے ذہن پر مسلط ہے۔ اس کی آنکھوں میں درندگی ہ سچ مچ آدم خور معلوم ہوتا تھا۔ میں گھر آگئی اور میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ وہ ادروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میری روح لرز گئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ گھر میں نے کے لئے موقع کا منتظر ہو۔ پھر میں ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر دوسری طرف کے ے سے نکلی اور تقریباً دوڑتی ہوئی ٹیکسیوں کے اڈے پر پہنچ گئی۔ لیکن جب میں ایک ٹیکسی رہی تھی میں نے مڑ کر دیکھا اور میری جان نکل گئی کیونکہ وہ بھی ایک ٹیکسی کے قریب کھڑا ا جانتی تھی کہ مجھے صرف تمہارے ہی پاس پناہ مل سکتی ہے۔ میں یہاں پہنچی اور پھاٹک کی کوشش کر رہی تھی کہ کسی نے مجھ پر فائر کیا۔ پھر مجھے یاد نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا۔"

کیا فائر اسی ٹیکسی سے ہوا تھا جس پر تم آئی تھیں۔"

میں کچھ نہیں بتا سکتی۔ مجھے معلوم ہی نہ ہو سکا کہ فائر کس طرف سے ہوا تھا۔"

بہر حال فائر ہوتے ہی وہ ٹیکسی چل پڑی تھی جس پر تم آئی تھیں۔"

ہو سکتا ہے کہ فائر اسی ٹیکسی سے ہوا ہو۔"

کیا وہ آدمی اس وقت بھی تمہارے پیچھے تھا جب تم یہاں آرہی تھیں۔"

میرا خیال ہے کہ تھا۔ کیونکہ ایک دوسری ٹیکسی تھوڑی ہی فاصلے سے برابر تعاقب کرتی ی۔

"تو دوسری ٹیکسی یہاں تک آئی تھی۔" حمید نے پوچھا۔

"مجھے ہوش نہیں..... میں یادداشت پر زور دینے کے باوجود بھی یہ نہیں بتا سکتی کہ وہ یہاں تک آئی تھی یا نہیں۔"

"اچھا... اب پرانی کہانی کی طرف لوٹ آؤ۔"

گلوریا چند لمحے حمید کی طرف دیکھتی رہی پھر بولی۔ "مگر تم پہلے ہی کہہ چکے ہو کہ تمہیں ا پر یقین نہیں آئے گا۔"

"شروع ہو جاؤ۔ اب زیادہ بیوقوف بننے کی تاب نہیں ہے۔"

"خیر تم یقین کرو یا نہ کرو۔ میں اب کچھ نہیں چھپاؤں گی۔ جس دن میرے فلیٹ کے سا والی عمارت میں تقریب تھی۔ ایک فوٹو گرافر میرے پاس آیا اور مجھ سے استدعا کی کہ میں ا فلیٹ سے اسے تقریب کی دو ایک تصویریں لینے دوں۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ ایک مقامی روزنا کا فوٹو گرافر ہے۔ ڈیلی آبزرور کا فوٹو گرافر۔ میرا اس میں کوئی نقصان نہیں تھا۔ میں نے ا اجازت دے دی۔ وہ تھوڑی دیر تک جگہ منتخب کرتا رہا اور آخر کار اس نے اس کام کے لئے غس خانہ پسند کیا۔ اس کی ایک کھڑکی بالکل اس مقام کے سامنے تھی جہاں مہمانوں کا استقبال کیا جا تھا۔ میں اُسے غسل خانے میں چھوڑ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔ دراصل میں اس دن ای دلچسپ ناول پڑھ رہی تھی اور اُسے ختم کئے بغیر رکھنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ کچھ دیر بعد میں فائر کی آواز سنی تھی لیکن میں نے اُسے کوئی اہمیت نہ دی کیونکہ پڑوس کے بچے اکثر نقلی امری پستولوں سے کھیلتے رہتے تھے اور کئی تو اتنے شریر تھے کہ اکثر ہاتھ بڑھا کر میری بالکنی پر فائر کر کرتے تھے اور مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ دھماکہ میرے کان کے قریب ہی ہوا ہو۔ میں سمجھی کہ یہ کسی بچے کی شرارت ہی ہوگی اور پھر میری آنکھیں اس وقت کھلیں جب پولیس وا فلیٹ میں گھس آئے۔ میں نے لاعلمی ظاہر کی اور یہ حقیقت ہے کہ مجھے اس وقت تک ان کا نہیں ہوا جب تک غسل خانے سے خالی کارتوس نہیں برآمد ہوا۔ فوٹو گرافر جا چکا تھا۔ میں جلدی میں ایک فیصلہ کیا یہی کہ میں اس سے لاعلمی ہی ظاہر کرتی رہوں ورنہ مجھے اس فوٹو گراف پیدا کرنا پڑے گا۔ میں نے پولیس کو بیان دیا کہ میں سو رہی تھی۔ اگر کوئی اس دوران میں فلیٹ گھس آیا ہو تو میں نہیں جانتی کیونکہ میں سونے سے قبل فلیٹ کا دروازہ بند کرنا بھول گئی تھ پولیس مجھے ہر ہر طرح سے ہلاتی جلاتی رہی مگر میں اپنے پچھلے بیان سے ایک انچ بھی نہیں ہٹ پھر تم اسلم بن کر آئے۔ میں تمہیں بہت دنوں سے جانتی تھی اور مجھے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا حملہ کرنل فریدی پر ہوا ہے۔ تم اسلم کے روپ میں آئے تو میں سمجھ گئی کہ اب مجھے تختہ مشق

گا۔ میں نے سوچا کہ اگر تم پر یہ ظاہر کئے دیتی ہوں کہ تم کیپٹن حمید ہو تو یہ تمہارے شبہات ویت دینے کے لئے کافی ہوگا۔ میں خاموش رہی۔ لیکن تم نے کل رات اسے دوسرے قے سے اگلوا لیا۔ میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں کہ میں تمہیں پہلے سے جانتی ہوں۔ میں ں بہت قریب سے دیکھتی رہی ہوں۔ تمہاری دوستی کی خواہش مند تھی مگر تم عموماً اونچے طبقے ں میں اٹھتے بیٹھتے تھے، میں ایک غریب لڑکی تھی اس لئے کبھی ہمت نہیں کر سکی، جو کچھ ہنا تھا کہہ چکی۔ جو برتاؤ چاہو کرو۔ میں تمہارے ہاتھوں مرنے کے لئے بھی تیار ہوں۔"

حمید اُسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔ جب وہ اپنی داستان ختم کر چکی تو اُس نے کہا۔ "اب میں اُس ات کا منتظر ہوں، جو تم مجھے کل بتاؤ گی۔"

"تمہاری مرضی۔" گلوریا مایوسانہ انداز میں بولی اور اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

"اگر میں تمہاری اس داستان پر یقین کر لوں تو ایک دوسرا سوال بھی پیدا ہوتا ہے۔"

"وہ کیا....!" گلوریا آنکھیں کھول کر بے دلی سے بولی۔

"کارتوس..... رائفل کا تھا..... اور رائفل ایسی چیز نہیں جسے کوئی فوٹو گرافر اپنے کیمرے ھپا سکے۔"

"ہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔" گلوریا سر ہلا کر بولی۔ "اس کے پاس ایک کیمرے کے علاوہ اور ھی نہیں تھا۔ مگر میں تو اپنے کمرے میں تھی۔ ہو سکتا ہے باہر کوئی دوسرا آدمی بھی رہا ہو۔ مگر تی ہوں کہ آخر وہ کارتوس غسل خانے میں کیوں پھینک دیا گیا۔ کیا رائفل سے خالی کارتوس بغیر وہ وہاں سے نہیں جا سکتا تھا۔"

"اب خود تم نے ہی ایک دوسرا سوال بھی پیدا کر دیا۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"نہیں تم خود سوچو! آخر اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا کوئی آدمی جان بوجھ کر مجھے پولیس کے میں پھنسانا چاہتا ہے۔"

"کیا تم کسی اہم شخصیت کی مالک ہو۔"

"میری شخصیت کے بارے میں تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔"

"پھر کوئی تمہیں پھنسانا کیوں چاہے گا۔ کیا تمہارے جیل جانے سے کسی کو فائدہ پہنچ سکتا کسی ایسی ہی عورت کا نام لو جو تمہاری رقیب ہو۔"

"میں کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتی..... مگر پھر کارتوس.....!"

"کارتوس..... جلدی میں رہ گیا۔ فائر کرنے والا اُسے چھپا کر ہی فلیٹ میں لایا ہوگا۔ چھپا کر

ہی واپس لے گیا ہوگا۔ چھپا کر لے جانے کے لئے اُسے نال اور کندے کو الگ کرنا پڑا ہوگا لہٰذا کارتوس کا گرنا ضروری ہے۔"

"اوہ....!"

"لیکن یہ تو بتاؤ کہ وہ تمہیں مار ڈالنے پر کیوں تل گئے ہیں۔"

"میں کیا بتا سکتی ہوں۔"

"تم اُن سے واقف نہیں ہو۔"

"قطعی نہیں۔"

"پھر مار ڈالنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"اوہ ڈیئر! میں نے اس قسم کی بہتیری داستانیں پڑھی ہیں۔ وہ ایسے آدمیوں کو مار ڈالتے ہیں جو اُن کے ایک آدمی کا بھی صورت آشنا ہو۔"

"یعنی....!"

"ظاہر ہے کہ میں اس فوٹوگرافر کو دوبارہ دیکھتے ہی پہچان لوں گی۔"

"تم نے ڈیلی آبزرور کے دفتر کے چکر ضرور لگائے ہوں گے۔" حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"قدرتی بات ہے.... میں اپنی گردن ضرور چھڑانا چاہوں گی۔"

"لیکن وہ وہاں نہیں ملا۔"

"ملا...... لیکن وہ فوٹوگرافر نہیں ہے۔"

"وہ فوٹوگرافر نہیں ہے۔"

"تو تم نے اُسے تلاش کر لیا ہے۔"

"میں نے اُسے تلاش کر لیا ہے اور شائد اسی لئے.... اب وہ مجھے ختم کر دینا چاہتے ہیں۔"

"وہ کون ہے۔"

"میں نہیں جانتی۔ لیکن اس کے ٹھکانے سے واقف ہوں۔ اب اس کے چہرے پر گھنی مونچھیں ہیں۔"

"بہت چالاک معلوم ہوتی ہو۔" حمید پھر اُسے مشکوک نظروں سے دیکھنے لگا۔

"نہیں، اس کی سب سے بڑی پہچان اس کی انگلیاں تھیں۔ میں نے ایسی انگلیاں کبھی نہیں دیکھیں۔ بیچ کی انگلی کے علاوہ اور ساری انگلیاں ایک جیسی لمبائی رکھتی ہیں۔ حتیٰ کہ چھوٹی انگلیا

ی قریب پہلی ہی انگلیوں کے برابر ہوں گی۔"

حمید کچھ نہ بولا.... وہ.... خالی.... خالی آنکھوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔



لیڈی پرکاش اپنی کوٹھی کے برآمدے میں ٹہل رہی تھی۔ رات کے دو بج چکے تھے، لیکن ں کی آنکھوں میں نیند کا کوسوں پتہ نہیں تھا۔ وہ بار بار پائیں باغ میں پھیلے ہوئے اندھیرے میں نہیں گاڑ دیتی تھی۔ سر پرکاش اس وقت کوٹھی میں موجود نہیں تھے، ورنہ وہ بھی اُسی کے ساتھ ہلتے ہوئے نظر آتے۔ وہ اسے بے حد چاہتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ وہ اس سے دوگنی عمر کے تھے یا ائد اس سے بھی زیادہ۔ لیڈی پرکاش زیادہ سے زیادہ پچیس سال کی رہی ہوگی۔ لیکن قدرت کی نائی کا ایک بہترین نمونہ۔ وہ مرمر سے تراشا ہوا ایک سبک سا مجسمہ معلوم ہوتی تھی۔

اس نے خبر رساں ایجنسی کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ تو دائر کر دیا تھا لیکن نہ جانے ون اخبار کی وہی خبر اس کے ذہن میں انتشار برپا کئے ہوئے تھی۔

وہ برآمدے سے پھر اندر لوٹ گئی۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو....!"

"کون بول رہا ہے۔"

"لیڈی پرکاش....!"

"آج تم نے اخبار میں خبر دیکھی۔ ذرا سوچنا تو وہ آدمی کتنا چالاک ہے، جو تمہارے متعلق نئی معلومات رکھتا ہے، ایک بار تم وی۔ آنا میں بھی اُس سے دوچار ہو چکی ہو۔ وہ ساری معلومات ایسے ہی انوکھے انداز میں کسی اخبار کی زینت بھی بن سکتی ہیں اور تصویریں تو ایسے مواقع پر مفت تقسیم کی جاتی ہیں۔ اچھا شب بخیر۔" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ اور لیڈی پرکاش بدحواس ہو کر ایک کرسی میں گر گئی۔

ادھوری نظم اور گھونسہ

حمید گلوریا کو گھور رہا تھا۔

"اور اگر تمہارے بتائے ہوئے پتہ پر وہ آدمی نہ ملا تو۔" اس نے کہا۔

"اس کے بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ ظاہر ہے کہ کرنل جیسے آدمیوں پر حملہ کرنے کے

لئے گروہ چاہئے۔ مجرم یقیناً انتہائی دلیر اور چالاک ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ اسے اس بات کا علم ہو
میں اس کے ٹھکانے سے واقف ہوگئی ہوں۔ نہیں مجھے یقین کے ساتھ کہنا چاہئے کہ اسے اس
علم ہے، ورنہ مجھ پر حملہ کیوں ہوتا۔"

"تم پر حملہ.....!" حمید کسی سوچ میں پڑ گیا۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "نہیں تم مجھے مطمئن نہیں کر سکتیں۔ تم نے اس درمیان میں کئی رنگ بدلے ہیں۔ میں کس طرح یقین کرلوں ہو سکتا ہے کہ یہ حملہ بھی کسی سازش کا نتیجہ ہو۔ اس طرح مجرم تمہیں ہم سے قریب رکھنا چاہتا ہو..... نہیں! تمہیں میری نجی قید میں رہنا ہوگا۔"

"نجی قید سے کیا مراد ہے۔"

"یہی کہ جب تک ہم اصل مجرم کو نہ پکڑ لیں، تم یہیں اسی عمارت میں رہو گی۔"

"اور تم اسے قید کہتے ہو۔" گلوریا مسکرا کر بولی۔ "تم اگر دھکے دے کر نکالو تب بھی یہاں نہیں جاؤں گی۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے۔ اتنے میں ایک نوکر کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے کاندھے سے رائفل لٹکی ہوئی تھی۔

"صاحب ہمیں کتنی دیر تک اسی طرح رہنا ہے۔"

"ساری رات۔ بھاگ جاؤ۔" حمید جھلا کر بولا۔

"مگر کرنل صاحب تو کہہ رہے ہیں کہ اس کی ضرورت نہیں۔"

"کرنل صاحب۔" حمید اچھل پڑا۔

"جی ہاں۔"

"وہ کہاں ہیں۔"

"اپنے کمرے میں۔"

حمید گلوریا کو ڈرائنگ روم میں چھوڑ کر تقریباً دوڑتا ہوا فریدی کے کمرے تک آیا۔ نوکر کا بیان درست تھا۔ فریدی شب خوابی کے لباس میں تھا اور غالباً سونے کی تیاری کر رہا تھا۔

"کیا ہنگامہ برپا کر رکھا ہے۔" فریدی اسے دیکھ کر بڑبڑایا۔

"ہنگامہ.....!" حمید اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔ شائد وہ کچھ اور بھی کہنے جارہا تھا فریدی نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"اب وہ کیا کہتی ہے۔"

"آپ اندر کس طرح آئے۔"

"پیروں سے چل کر..... تم میری بات کا جواب دو۔" فریدی خشک لہجے میں بولا۔

حمید چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر گلوریا کی بیان کی ہوئی داستان دہرا دی۔

حمید کے خاموش ہو جانے کے بعد بھی فریدی کچھ نہ بولا۔

"اب آپ فرمائیے کہ یہ سب کیا تھا۔ آپ ہمیشہ مجھے تاریکی میں رکھ کر ذلیل کراتے ہیں۔"

"آئندہ اُجالے میں ذلیل کروں گا مطمئن رہو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"ڈی۔ آئی۔ جی آپے سے باہر ہے۔ ریکارڈ روم سے لیونارڈ کا کیس بیگ غائب ہوگیا ہے۔"

"کیس بیگ.....!" فریدی نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں کیس بیگ..... اسی بناء پر ڈی۔ آئی۔ جی نے لیونارڈ کی واپسی کے متعلق سوچا ہے اور آج کے اخبارات میں لیڈی پرکاش کے متعلق ایک خط شائع ہوا ہے۔"

"ہاں میں نے بھی دیکھا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ لیونارڈ ہماری سرزمین پر قدم رکھ چکا ہے اور ممکن ہے کہ مجھ پر وہ حملہ اسی کی طرف سے ہوا ہو۔"

"میں پچھلی رات کے حملے کے متعلق جاننا چاہوں گا۔"

"پچھلی رات بھی حملہ ہوا تھا لیکن وار خالی گیا اور وہ میری گرفت میں آنے کے بعد بھی نکل گیا۔"

"لیکن سیٹ پر خون کیسا تھا۔ آپ تو مجھے زخمی بھی نہیں نظر آتے۔"

"مجھے پتہ نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ حملہ آور ہی زخمی ہوگیا ہو۔ میں نے اس کی گردن پکڑی تھی۔"

"کیا خیال ہے۔ کیا لیونارڈ بذاتِ خود حملے کر رہا ہے۔"

"نہیں..... اسکے آدمی۔ وہ تو صرف اسکیمیں بناتا ہے۔ اس قسم کے کام خود نہیں کرتا۔"

"تعجب ہے کہ اس نے اتنی جلدی یہاں آدمی بھی مہیا کر لئے۔"

"اس کے آدمی یہاں تھے کب نہیں۔ دنیا کے گوشے گوشے میں اس کے آدمی ہمیشہ موجود رہے ہیں۔ یہاں آکر اس نے دوبارہ انہیں منظم کر لیا۔"

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر حمید نے کہا۔ "گلوریا کے بیان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔"

"یہ بیان درست معلوم ہوتا ہے۔"

"کیوں؟ کس طرح یقین کر لیا آپ نے..... اس سے پہلے بھی تو مختلف قسم کے بیانات.....

"ہاں۔ میں نے پچھلی رات کی باتیں تو آپ کو بتائی ہی نہیں۔ وہ اسلم کی حیثیت میں بھی میری بات سے واقف تھی۔"

حمید نے وہ واقعہ بھی دہرادیا۔

"ٹھیک ہے۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔ "لیکن یہ بیان جو اس نے اس وقت دیا ہے! تو درست معلوم ہوتا ہے۔"

"میں یقین کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔" حمید نے متفکرانہ انداز اختیار کرتے ہو کہا۔ "کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ حملہ بھی ایک ڈرامہ ہو۔"

"ڈرامہ تو تھا ہی....!"

"پھر بھی آپ....!"

"ہاں! لیکن اس ڈرامے میں ولین کا رول میں ادا کر رہا تھا اور جس وقت تم اُسے پھاٹک اٹھا کر اندر لا رہے تھے، میں بھی خاموشی سے اندر چلا آیا تھا۔"

فریدی خاموش ہو کر مسکرانے لگا۔ "یہ حال ہے تمہارا۔ اگر حقیقتاً حملہ آور میرے علاوہ اور ہوتا تو تمہارے یہ انتظامات رکھے رہ جاتے۔"

"لیکن مجھے ڈی۔ آئی۔ جی کی جھڑکیاں سننی پڑی ہیں.... اس کا ذمہ دار کون ہے۔" جھنجھلا کر بولا۔

"پرواہ مت کرو....!"

"اگر بال بچے دار ہوتا تو واقعی پرواہ نہ کرتا.... سمجھے آپ....؟"

"میں سب کچھ سمجھ گیا۔ لڑکی کو فی الحال یہیں رکھو.... لیکن....!"

"خبردار.... خبردار....!" حمید نے فریدی کا جملہ پورا کرنے کے لئے بکنا شروع کر "اُسے اپنی بہن سمجھنا اور وغیرہ وغیرہ....!"

"بکواس مت کرو.... جو کچھ میں کہوں اس پر عمل کرو۔" فریدی نے کہا اور اٹھ کر در بند کر دیا۔

کمرے میں کافی دیر تک ہلکی ہلکی سرگوشیاں گونجتی رہیں۔



دوسرے دن لیڈی پرکاش کی سالگرہ تھی۔ پوری کوٹھی میں مہمان بھرے ہوئے۔ اچانک ایک ملازم نے اسے اطلاع دی کہ فون پر اسے کوئی بلا رہا ہے۔

پچھلی رات کا فون اب بھی اس کے ذہن پر مسلط تھا۔ اس لئے وہ کانپ کر رہ گئی۔ حالانکہ

اب تک کئی کالیں ریسیور کر چکی تھی لیکن پھر بھی ہر کال پر اُس کا دل لرز اٹھتا تھا۔

"ہیلو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "لیڈی پرکاش....!"

"جی ہاں.... آپ کون ہیں؟"

جواب میں ہلکا سا قہقہہ سنائی دیا پھر آواز آئی۔ "دریائے ٹیمز کی مچھلیوں میں سے ایک۔"

"دیکھئے.... میری درخواست سنئے۔" لیڈی پرکاش نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں ت اتنی بڑی رقم کا انتظام نہیں کر سکتی.... رحم کیجئے۔"

"سر پرکاش ارب پتی ہے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ٹھیک ہے! لیکن میں انہیں کیا بتاؤں گی۔ کیا بہانہ کروں گی۔ تین لاکھ بہت ہوتے ہیں۔"

"کوشش کرو.... ورنہ انجام تم جانتی ہو۔"

"میں سب کچھ جانتی ہوں۔ اچھا فی الحال مجھے معاف کیجئے۔ میرے یہاں مہمان ہیں۔ میں جواب دوں گی۔ وہ انجام میں پسند نہیں کروں گی جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے۔"

"اچھا.... لیکن بہت جلد۔ میں زیادہ انتظار نہیں کروں گا۔" لیڈی پرکاش ریسیور رکھ کر کچھ دیر وہیں کھڑی رہی پھر لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے باہر چلی گئی۔



حمید فون کا ریسیور رکھ کر ڈی۔ آئی۔ جی کی طرف مڑا۔ وہ اس وقت محکمہ سراغ رسانی کے یشن روم میں تھے اور حمید نے یہیں سے لیڈی پرکاش سے فون پر گفتگو کی تھی اور ساتھ ہی ھ ان کی گفتگو ریکارڈ بھی ہوتی گئی تھی۔

پھر پندرہ منٹ کے اندر ہی اندر آپریٹر نے ریکارڈ تیار کر کے گراموفون پر رکھ دیا۔

ڈی۔ آئی۔ جی نے ریکارڈ سن کر تحسین آمیز نظروں سے حمید کی طرف دیکھا۔

"فریدی نے تمہیں بہت اچھی ٹریننگ دی ہے۔"

حمید کوئی جواب دینے کے بجائے شرمیلے انداز میں مسکراتا رہا۔

"اچھا! میرے آفس میں آؤ۔"

آفس میں پہنچ کر ڈی۔ آئی۔ جی نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا اور جب وہ خود بیٹھ گیا تو د نے بھی اُس کی تقلید کی۔

"اس گفتگو سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے بھی کوئی اس کے متعلق اُس سے گفتگو کر چکا ہے۔"

"جی ہاں یہی معلوم ہوتا ہے۔"

"تب تو ہم اُسے آسانی سے پکڑ سکیں گے۔"

حمید نے وجہ نہیں پوچھی۔ ڈی۔ آئی۔ جی نے خود کہا۔ "لیڈی پرکاش کے فون سے ایک دو فون کنکٹ کرالیا جائے اور ایک آدمی ہر وقت اُسے اٹنڈ کرے۔ جب کوئی بھی اس قسم کی کال لی پرکاش کے پاس آئے ہم فوراً ہی انکوائری سے دریافت کرلیں کہ وہ کال کہاں سے آئی تھی۔"

حمید فوراً ہی کچھ نہیں بولا۔

"کیوں....؟" ڈی۔ آئی۔ جی نے اس سے رائے طلب کی۔

"مگر دشواری یہ ہے جناب والا....!" حمید خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"ہاں ہاں! کہو کیا دشواری ہے۔"

"اگر انکوائری نے کسی پبلک کال بوتھ کا حوالہ دیا تو۔"

"ہوں....!" ڈی۔ آئی۔ جی بھی کچھ سوچنے لگا۔

"لیونارڈ ایسا خطرہ کبھی نہ مول لے گا۔ اس قسم کے کاموں کے لئے پبلک کال بوتھ ہی سے فون کراتا ہوگا۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔" ڈی۔ آئی۔ جی سر ہلا کر بولا۔ "لیکن پھر تم نے اپنی اور اُس کی گفتگو ریکارڈ کرائی ہے۔"

"دیکھئے مجرموں تک ہم صرف لیڈی پرکاش ہی کے ذریعہ پہنچ سکیں گے لیکن اگر میں ا جاکر اُس سے کچھ پوچھنا چاہوں تو وہ قطعی لاعلمی ظاہر کرے گی اور اس خیال کا مضحکہ اڑاد کہ کوئی اُسے بلیک میل کرنا چاہتا ہے۔ لیکن یہ ریکارڈ بہر حال اُسے راہِ راست پر لے آئے گا۔"

"ٹھیک ہے.... اچھا.... اب فریدی کے متعلق کچھ بتاؤ۔"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے متعلق کیا عرض کروں۔ مجھے ابھی تک اُن کی طرف سے کوئی پیغام نہیں ملا اور نہ میں یہی جانتا ہوں کہ وہ کہاں ہیں، لیکن میرا دعویٰ ہے کہ وہ جہاں ہوں گے محفوظ ہی ہوں گے۔"

"مگر اب اُس کے اس طریقہ کار سے میں بھی عاجز آگیا ہوں۔ ہر موقع پر اس قسم کا غی دارانہ رویہ درست نہیں معلوم ہوتا۔"

"حضور والا! گستاخی ضرور ہے، مگر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اپنی زندگی کی حفاظت کے سلسلے میں اکثر غیر قانونی طریقے بھی اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ اس وقت فریدی صا

ی اور موت کا سوال ہے۔ لیونارڈ یا جو کوئی بھی ہو انہیں ہر قیمت پر ختم کردینے پر تل گیا ہے۔ خود غور فرمائیے۔ ایسی صورت میں۔"

ڈی۔ آئی۔ جی کچھ نہ بولا۔ لیکن اس کے چہرے پر کبیدگی کے آثار تھے۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ پھر ڈی۔ آئی۔ جی سر کی جنبش سے اُسے جانے کا اشارہ کرتا ہوا پھیلے ہوئے کاغذات کی طرف متوجہ ہوگیا۔



حمید اُن کاموں میں سے ایک کو پایہ تکمیل تک پہنچا چکا تھا۔ جو اُسے پچھلی رات فریدی نے تھے۔ لیکن ابھی دو اور باقی تھے جن میں سے ایک قطعی بے سروپا اور کسی ایسے دماغ سے معلوم ہوتا تھا جس میں فتور ہو۔

پچھلی رات اُسے توقع تھی کہ آج صبح فریدی سے ناشتے کی میز پر ضرور ملاقات ہوگی لیکن وہ دھیرے ہی پھر کہیں چلا گیا تھا۔ اس نے حمید کے لئے ایک تحریر اس غرض سے چھوڑی تھی کے متعلق کسی کو کچھ نہ بتایا جائے۔ اس نے یہ نہیں لکھا تھا کہ وہ پھر کب اور کہاں ملے گا۔

حمید ٹھیک چار بجے گھر سے روانہ ہوگیا، جو کام اب اُسے کرنا تھا وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے تھا اور اس کا مقصد کم از کم اس کی سمجھ سے باہر تھا۔

بہر حال کام تو اسے کرنا ہی تھا اور خود اس کا انجام تقدیر کے رحم و کرم پر تھا۔ کام ایسا ہی تھا مخصوص مکان کی کھڑکی کے نیچے کھڑے ہو کر گنگنانا اور پھر نظم بھی ایسی جس میں گھر کی سے زیادہ خوبصورت لڑکی کو مخاطب کیا گیا ہو۔ انجام ظاہر ہے۔ لیکن وہ مطمئن تھا کہ انجام ری ذمہ داری فریدی کے سر ہوگی۔ لاکھ پوچھنے پر بھی فریدی نے اس حرکت کا مقصد نہیں ا۔

مکان ایسے حصے میں تھا جہاں زیادہ تر غیر ملکی آباد تھے۔ نظم انگریزی میں تھی۔ اس سے حمید ندازہ کرلیا تھا کہ مکین یوروپین ہی ہوں گے۔

یہ حرکت اسے میک اپ میں کرنی تھی، لہٰذا اس کی طرف سے تو اطمینان تھا کہ کسی قسم کا ہونے پر دوسرے دن کے اخبارات یہ نہ لکھ سکیں گے کہ محکمہ سراغ رسانی کا ایک آفیسر ی میں غنڈہ گردی کرتا ہوا پکڑا گیا ہے۔

کھڑکی کھلی ہوئی تھی.... اور کمرے میں کھنکتے ہوئے سے قہقہے گونج رہے تھے۔ اکثر سریلی

قسم کی چیخیں بھی سنائی دیتی تھیں۔

حمید ٹھیک کھڑکی کے سامنے پہنچ گیا۔ اندر تین انگریز لڑکیاں تھیں۔ ان میں سے ایک ہاتھ میں ربر کا ایک چھوٹا سا غبارہ تھا اور شاید بقیہ دو میں سے کسی ایک پر وہ غبارہ کھینچ مارنا تھی۔ دونوں نے خود کو بچانے کے لئے خاصی دھما چوکڑی مچا رکھی تھی۔

حمید نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ قریب و دور ہر طرف سناٹا تھا۔

اس نے نظم شروع کر دی۔

"یہ کھڑکی.... میری امیدوں کا مرکز ہے۔"

لڑکیاں چونک کر رک گئیں۔ وہ آنکھیں پھاڑے اُسے گھور رہی تھیں۔

حمید ہولے ہولے رٹی ہوئی نظم دہراتا رہا۔

"میں اس گھر کی سب سے حسین لڑکی کو مخاطب کر رہا ہوں۔

یہ کھڑکی کل بھی کھلی ہوئی تھی۔

لیکن آج اس کے گرد بہاریں لہرا رہی ہیں۔

روز صبح سورج کی پہلی کرن اس سے گذر کر کسی کے گال چومتی ہے۔

میں اُس لڑکی سے مخاطب ہوں۔"

غبارہ حمید کے چہرے سے ٹکرا کر پھٹا اور اُس میں بھرے ہوئے رنگین پانی کی کافی مقدا کے حلق کے نیچے اُتر گئی۔

دوسرے لمحے میں وہ اپنا سینہ دبائے ہوئے بُری طرح تھو تھو کر رہا تھا۔

پھر حمید کے سنبھلنے سے پہلے ہی طوفان اس کے سر پر پہنچ گیا۔ ایک لحیم شحیم اور معمر ع اُس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑی ہوئی گالیاں اڑا رہی تھی۔

"حرامی.... کتے.... لڑکیوں کو چھیڑتا ہے.... جانتا ہے میں مسز وارنر ہوں۔"

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر حمید پر جھپٹی اور حمید اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

"کیا بات ہے۔" کسی نے قریب ہی سے کہا۔ حمید بوکھلاہٹ میں اس کی صرف ای جھلک دیکھ سکا۔ وہ بھی کوئی انگریز ہی تھا۔

"لڑکیوں کو پریشان کرتا ہے۔" مسز وارنر دھاڑ کر بولی۔

حمید نے اچھل کر بھاگنا چاہا۔ لیکن انگریز کا گھونسہ اس سے پہلے ہی اس کے جبڑے پ تھا۔ وہ کئی فٹ دور جا پڑا۔

اور پھر اُس نے اسی میں عافیت سمجھی کہ کسی طرح وہاں سے بھاگ نکلے کیونکہ قرب و جوار بنگلوں سے لوگوں نے باہر نکلنا شروع کر دیا تھا۔ اُسے کچھ اچھی طرح یاد نہیں تھا کہ وہاں سے پر پیر رکھ کر بھاگا تھا یا پیر پر سر رکھ کر۔

لفافہ

حمید دو دن تک اپنی چوٹیں سہلاتا رہا۔ تیسرا کام اس سے بھی زیادہ خطرناک تھا اور حمید نے اب تک انجام نہیں دیا تھا۔ وہ فریدی کا منتظر تھا۔ لیکن اس واقعے کے بعد سے اب تک اس ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

اور لیونارڈ.... لیونارڈ کو تو وہ جہنم میں جھونک چکا تھا۔ اگر آفس میں کبھی اُس کے نام کی صدا میں پڑتی تو حمید ایسا بُرا منہ بناتا جیسے کسی نے اُسے گالی دی ہو۔

فریدی کے متعلق پوچھ گچھ کرنے والوں کو اول تو وہ کوئی جواب ہی نہیں دیتا تھا، لیکن اگر زیادہ پریشان کرتا تو اس کا جواب ہوتا۔ "جہنم میں۔"

آفیسروں سے صرف لاعلمی ظاہر کر دیتا۔

تیسرا کام.... وہ اب اس کے متعلق سوچنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔

اُسے اب اس کی فکر بھی نہیں تھی کہ فریدی نے اُسے مسز وارنر کے یہاں کیوں بھیجا تھا؟ کا مقصد کیا تھا؟

وہ تو اب مسز وارنر اور اس کی تینوں لڑکیوں سے نپٹنا چاہتا تھا۔ اس نے اس کے متعلق ان دو میں کافی معلومات بہم پہنچائی تھیں۔

آج اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ کسی نہ کسی طرح اس انگریز سے تو ضرور ہی بھڑے گا جس نے پر حملہ کیا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ وہ مسز وارنر کا کوئی پڑوسی ہی ہوگا اور اس کا پتہ مسز وارنر ہی ل سکتا تھا۔ لیکن وہ بحیثیت کیپٹن حمید مسز وارنر کے یہاں جا دھمکا۔

مسز وارنر اس کا وزیٹنگ کارڈ دیکھ کر بوکھلا گئی۔

"میں ایک رپورٹ کے سلسلے میں تفتیش کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔"

"کیسی رپورٹ کیپٹن....! اوہ ٹھہریئے.... اس موسم میں آپ چائے پینا تو ضرور پسند یں گے۔" مسز وارنر نے کہا۔

"نہیں شکریہ۔" حمید نے خشک لہجے میں کہا۔ "رپورٹ تمہارے خلاف لکھوائی گئی ہے۔"

"میرے خلاف.... نہیں۔" اُس نے حیرت سے کہا۔

"دو دن قبل تم نے ایک آدمی مسٹر خان کو اپنی لڑکیوں کی مدد سے نہ صرف لوٹ لیا اسے زدوکوب بھی کیا تھا۔ مسٹر خان نے رپورٹ میں لکھوایا ہے کہ تمہاری لڑکی اُسے پھانس کر یہاں لائی اور تم نے اس کی جیب سے ڈیڑھ ہزار روپے نکلوا لئے پھر دو تین مردوں نے مل اُسے خوب پیٹا۔"

"اوہ.... تو اس حرامزادے نے یہ لکھوایا ہے۔" مسزوارنر نے کہا اور لفظ حرامزادے پر کا خون کھولنے لگا۔

"ذرا ٹھہریئے۔" مسزوارنر بولی۔ "میں مسٹر بارن کو بلاتی ہوں۔"

وہ یہیں موجود تھے اور میں اُن کے سامنے ہی آپ سے اس مسئلے پر گفتگو کروں گی۔"

"شوق سے بلاؤ۔" حمید نے کہا اور اس کی نظر بچا کر اس کی ایک لڑکی کو آنکھ ماردی۔ لڑکیاں بھی کمرے میں موجود تھیں جسے آنکھ ماری گئی تھی اس نے مسکرا کر منہ پھیر لیا۔

"تم لوگ میری واپسی تک اس مسئلہ پر گفتگو نہیں کرو گی۔" اس نے اپنی لڑکیوں کی طر دیکھ کر کہا اور باہر چلی گئی۔

لڑکیاں حمید کی طرف دیکھ دیکھ کر آپس میں اشارے کرتیں اور ہنسنے لگتیں۔

"کیا مجھ میں کوئی ایسی چیز بھی ہے جسے دیکھ کر ہنسی آسکے۔"

لڑکیاں اور زور سے ہنسنے لگیں۔ یہ سب جوان تھیں اور ان کے متعلق یہ اندازہ کرلینا تھا کہ ان میں سے کون چھوٹی ہے اور کون بڑی۔ ایک جسے حمید نے آنکھ ماری تھی وہ اس آنکھیں نہیں ملا رہی تھی اور کچھ دبی دبی سی بھی نظر آنے لگی تھی۔ حمید نے سوچا کہ یہی معقول رہے گی۔ ورنہ یہ لڑکیاں ہنستی رہیں گی اور وہ خواہ مخواہ خود کو بیوقوف محسوس کرتا اس نے باری باری سے بقیہ دو کو بھی آنکھ مار کر ٹھنڈا کر دیا اور پھر حمید آنکھ مارنے کے نفسیاتی منظر پر غور کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد مسزوارنر ایک انگریز کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی اور حمید نے انگریز کو پہلی ہی نظر میں پہچان لیا۔

یہ وہی تھا جس نے اس کے جبڑے پر گھونسہ مارا تھا۔ حمید نے نیچے سے اوپر تک اس کا لیا اور اس کا یہ اندازہ کافی تحقیر آمیز تھا۔ غالباً انگریز نے بھی یہ بات محسوس کرلی۔

"اب پوچھئے.... مسٹر بارن سے۔" مسزوارنر بولی۔

"میں تم سے پوچھتا ہوں اگر یہ تمہارے گواہ ہیں تو ان کی ضرورت عدالت میں پیش آئے گی۔"

"لیکن میں کم از کم حقیقت تو ظاہر ہی کر سکوں گا۔" مسٹر بارن مسکرا کر بولا۔

"میں اُسی سے گفتگو کروں گا جس کے خلاف رپورٹ لکھوائی گئی ہے۔"

"رپورٹ کس نے لکھوائی ہے۔" بارن نے پوچھا۔

"کسی مسٹر خان نے....!" مسزوارنر نے جواب دیا۔

"فون ہے تمہارے یہاں۔" بارن نے مسزوارنر سے پوچھا۔ حمید نے اس کی آنکھوں میں شیطانی چمک دیکھی۔

"نہیں....!"

"اچھا تو میں پولیس اسٹیشن سے معلوم کرتا ہوں۔" بارن نے کہا اور باہر چلا گیا۔

حمید کا چہرہ ایک بار پھر فق ہوگیا۔ ظاہر ہے کہ کوتوالی میں اس قسم کی کوئی رپورٹ درج کرائی گئی تھی۔ اُسے توقع تھی کہ وہ یونہی مسزوارنر کو رعب میں لے لے گا، ورنہ اس نے کوتوالی کے انچارج انسپکٹر جگدیش کو پہلے ہی سمجھا دیا ہوتا۔

اُس نے بے چینی سے کرسی پر پہلو بدلا۔ فی الحال پھر فرار ہی پر قرار کرنے کے علاوہ اور کوئی رہ نہیں رہ گیا تھا۔

"اچھا مسزوارنر....!" وہ اٹھتا ہوا بولا۔ "بہتر طریقہ یہی ہوگا کہ میں ایک سڑا سا کانسٹیبل بھیج کر تمہیں کوتوالی میں طلب کروں۔ پھر میں دیکھوں گا تمہارے حمائتیوں کو۔"

مسزوارنر اُسے روکتی ہی رہ گئی لیکن وہ بڑی تیزی سے باہر نکلا اور کار میں بیٹھ گیا۔



بارن واپس آیا تو اس نے حمید کو کمرے میں نہیں دیکھا۔ مسزوارنر بہت زیادہ متفکر نظر آرہی تھی۔

"کہاں گیا؟" بارن نے پوچھا۔

"دھمکی دے کر گیا ہے کہ میں تمہیں کوتوالی میں طلب کروں گا۔"

بارن نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ مسزوارنر کی لڑکیاں کمرے سے جا چکی تھیں۔

"تم بالکل بیوقوف ہو ایما۔" بارن آہستہ سے بولا۔

مسز وارنر کے چہرے پر پہلے تو حیرت کے آثار پیدا ہوئے پھر وہ چقندر کی طرح سر
ہوگئی۔ بارن سے اس کی واقفیت صرف چند دنوں پہلے کی تھی۔ لیکن وہ اتنی بے تکلفی سے
صرف اُسے اس کی عرفیت سے مخاطب کر رہا تھا بلکہ بیوقوف بھی کہہ رہا تھا۔ مسز وارنر ا
عورتوں میں سے تھی جنہیں رکھ رکھاؤ اور آداب کا بڑا خیال ہوتا ہے۔"

"مسٹر بارن....!" وہ خشک لہجے میں بولی۔ "میرا خیال ہے کہ ابھی ہماری جان پہچان
تکلفی کی حدود میں نہیں داخل ہوئی۔"

"ہم سالہا سال سے ایک دوسرے سے واقف ہیں۔" بارن مسکرا کر بولا۔

"مسٹر بارن میں بے تکلفی کی عادی نہیں ہوں۔"

"ایما.... پھر کہتا ہوں کہ تم اس بے تکلفی پر فخر کرو گی۔"

"مسٹر بارن....!" مسز وارنر تقریباً چیخ کر بولی۔

"آہا.... ایما! افسوس ہوگا۔" بارن مسکرا کر بولا اور اپنے جیب سے ایک کارڈ نکال کر
وارنر کی طرف بڑھا دیا۔ کارڈ پر جلی حروف میں صرف "لیونارڈ" تحریر تھا۔

مسز وارنر اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ اس کے پیر کانپ رہے تھے۔ چند ہی لمحوں میں وہ برسو
کی بیمار نظر آنے لگی۔

"بیٹھ جاؤ۔" بارن نے نرم لہجے میں کہا۔

مسز وارنر بیٹھ گئی۔ وہ بار بار اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔

"ہاں تو ایما میں یہ کہہ رہا تھا کہ کوتوالی میں اس قسم کی کوئی رپورٹ نہیں درج کرائی گئ
فریدی کا اسسٹنٹ حمید تھا اور وہ کسی چکر میں ہے۔"

"مگر آپ....!"

"ہاں تمہیں حیرت ہوگی۔ تم اپنی زندگی میں پہلی بار مجھے دیکھ رہی ہو تم دنیا کی تیسر
چوتھی ایجنٹ ہو جسے یہ فخر حاصل ہوا ہے۔"

"میں نے اخبارات میں آپ کے فرار کی خبر پڑھی تھی، لیکن یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھ
آپ یہاں تشریف لائیں گے۔"

"فریدی....!" بارن دانت پیس کر بولا۔ "مجھے فریدی یہاں لایا ہے اور ایما وہ اب روگ
ہوگیا ہے۔ میں اُسے چوہے کے بل سے بھی نکال کر مار ڈالنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ! تو وہ حملے.... آپ ہی کی طرف سے ہوئے تھے۔"

"ہاں! ایما وہ بڑا خوش قسمت ہے، لیکن میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"لیکن اس کا اسسٹنٹ یہاں کے چکر کیوں لگا رہا ہے۔ اب میں سمجھی۔ ہوسکتا ہے کہ اُس دن
ا کا کوئی آدمی رہا ہو۔"

"اوہ.... ایما.... وہ خود حمید ہی تھا۔"

"ارے....!"

"ہاں.... وہ لوگ جانتے ہیں کہ تم میری ایجنٹ ہو۔ اس لئے وہ تمہارے ذریعہ مجھ تک
ی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن بات تو جب ہے کہ تم حمید کے ذریعہ فریدی تک جا پہنچو۔"

"یہ کس طرح ممکن ہے جناب۔"

"بہت آسانی سے تمہاری لڑکیاں اُس سے سب کچھ پوچھ لیں گی۔"

"نہیں جناب! میں اپنی لڑکیوں کو خراب کرنا پسند نہیں کروں گی۔"

"ایما! یہ تم مجھ سے کہہ رہی ہو۔ کیا یہ تمہاری لڑکیاں ہیں۔ تم ایک دن ان سے جو کام لینے
والی ہو میں اس سے بھی واقف ہوں۔ کیا یہ تین مختلف یتیم لڑکیاں نہیں ہیں جنہیں تم نے لندن
کے یتیم خانے سے حاصل کر کے پالا ہے۔ کیا یہاں کے درجنوں امیر زادے ان کے چکر میں
ہیں۔ کیا تم اُن سے مستقبل کے وعدوں پر بڑی بڑی رقمیں نہیں وصول کرتیں۔ کیا؟ یہ اور
ہے ایما کہ ابھی تم نے ان سے پیشہ کرانا نہیں شروع کیا۔"

"میں معافی چاہتی ہوں جناب۔" مسز وارنر گڑگڑا کر بولی۔ "مگر فریدی کیا جانے کہ میں
کے لئے کام کرتی رہی ہوں۔"

"آہا.... تم اب تک ایک بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا رہی ہو۔ فریدی میرے ایک ایک ایجنٹ
واقف تھا اور ہے لیکن وہ تم لوگوں کے خلاف کوئی ثبوت نہیں مہیا کرسکا اور نہ کرسکتا ہے۔
اسے اپنا سب سے بڑا کارنامہ تصور کرتا ہوں کہ میرا کوئی ایجنٹ کبھی قانون کی گرفت میں
آسکتا۔"

"مجھے اس کا تجربہ ہے جناب۔"

"مجھے فریدی کا مردہ جسم چاہئے ایما اور میں اُسے ہر قیمت پر حاصل کر کے رہوں گا۔ اگر آج
تمہاری لڑکیاں میرے کام آگئیں تو تم سال بھر کے اندر ہی اندر کروڑ پتی کہلاؤ گی۔"

"میں انتہائی کوشش کروں گی جناب۔"

"شکریہ ایماء۔"

وہ چلا گیا اور ایما آدھے گھنٹے تک صوفے میں بے حس و حرکت پڑی رہی۔ اُسے اپنا دل
میں دھڑکتا محسوس ہو رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اس نے لیونارڈ کو دیکھا تھا۔



حمید بہت شدت سے بور ہو رہا تھا۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اپنی زندگی ہی سے
ہو گیا ہو۔ گلوریا اس کے لئے ایک مستقل روگ بنی ہوئی تھی۔ وہ کافی حسین تھی.... مگر وہ
گفتگو کے دوران میں اس طرح ہونٹ سکوڑنا جیسے زکام ہو گیا ہو۔ اپنی اس "ادا" (یا جو کچھ
اسے کہتے ہوں) کی بناء پر وہ بعض اوقات حمید کو ایک ایسی دیہاتی عورت معلوم ہونی لگتی تھی
ابھی ابھی آٹا گوندھ کر اٹھی ہو۔ حمید کی کھوپڑی عجیب تھی اور اسی کھوپڑی پر ایک ایسی لڑکی
کر دی گئی تھی جس کی وہ شکل نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

شام ہو چکی تھی۔ وہ برآمدے میں بیٹھا چائے پی رہا تھا اور گلوریا بھی ساتھ تھی۔ اچانک
پھاٹک پر مسز وارنر کی سب سے حسین لڑکی دکھائی دی۔

"یہ کون ہے۔" گلوریا حمید کو گھور کر بولی۔ وارنر کی لڑکی برابر قریب آتی جا رہی تھی۔

"ہو گی کوئی! تم سے مطلب۔" حمید جھنجھلا گیا۔

"اوہ معاف کرنا۔" گلوریا شرمندہ ہو گئی۔

لڑکی برآمدے میں آ گئی۔ حمید کھڑا ہو گیا۔

"اوہ.... کیپٹن۔" لڑکی گنگنائی۔

"بیٹھو.... بیٹھو....!"

"ممی بہت پریشان ہیں۔" لڑکی بیٹھتی ہوئی بولی۔ "آخر بات کیا ہے۔ کوتوالی میں تو
بھی رپورٹ نہیں درج کرائی۔"

"پرواہ مت کرو۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "اُس نے مجھ سے شکایت کی تھی اور میں
معلوم کرنا چاہتا تھا۔"

"حقیقت یہ ہے کہ وہ ہماری کھڑکی کے سامنے کھڑا ایک نظم پڑھ رہا تھا۔ تم خود بتا
شریفوں کا طریقہ ہے۔ اس پر مسٹر بارن نے اُس کی مرمت کر دی! کیا وہ تمہارا کوئی دوست

"ہاں یہی مصیبت ہے۔ خیر تم جو کچھ کہہ رہی ہو مجھے اس پر یقین آ گیا ہے لیکن یہ
کون ہے۔"

"ہمارا ایک پڑوسی! قریب ہی کے ایک بنگلے میں رہتا ہے۔"

"چائے لو۔" حمید نے پیالی اُس کی طرف کھسکا دی۔

"شکریہ۔" پیالی قبول کر لی گئی۔

گلوریا تھوڑی دیر تک اُسے تیکھی نظروں سے دیکھتی رہی پھر وہاں سے اٹھ کر اندر چلی گئی۔

"یہ کون تھی۔" لڑکی نے پوچھا۔

"میری پرائیویٹ سیکریٹری۔" حمید پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔

"تب تم اُسے چاہتے بھی ہو گے۔" لڑکی نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں! وہ تمہاری طرح حسین نہیں ہے۔"

"شٹ اپ۔" لڑکی نے جھینپی ہوئی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "تم نے مجھے آنکھ کیوں
تھی۔ اگر ممی دیکھ لیتی تو۔"

"میں انہیں بھی آنکھ مار دیتا۔"

"تم بیہودے بھی ہو۔" لڑکی یک بیک جھلا گئی۔

"پوری بات تو سنو! میں انہیں برابر آنکھ مارتا رہتا اور پھر انہیں یقین آ جاتا کہ میری آنکھ
بھی کوئی نقص ہے۔"

لڑکی بیساختہ ہنس پڑی۔ "تم بڑے شریر ہو۔"

"تم بہت حسین ہو۔"

"شٹ اپ....!"

"جیسی تمہاری مرضی۔"

"تم میرے ساتھ چلو! ورنہ ممی پر ہارٹ اٹیک ہو جائے گا اور وہ مہینوں کے لئے چارپائی
لیں گی۔"

"میں ضرور چلوں گا۔" حمید نے کہا۔



حمید جب مسز وارنر کو ہر طرح سے اطمینان دلا کر اُس کے بنگلے سے نکلا تو اندھیرا پھیل چکا
....اس نے اپنی کار بنگلے سے تھوڑے فاصلے پر کھڑی کی تھی۔ جب وہ کار کی طرف جا رہا تھا تو
آدمی اُسے دھکا دیتا ہوا اُس کے قریب سے گذر گیا اور کوئی چیز حمید کے پیروں کے پاس گری۔

"اندھے ہو گیا۔" حمید غرایا۔ لیکن وہ آدمی مڑا تک نہیں اور پھر کچھ دور جا کر وہ اندھیر میں غائب ہو گیا۔ حمید کو اُس چیز کا خیال آیا، جو اُس کے پیروں کے پاس گری تھی۔

حمید نے جھک کر اُسے اٹھالیا۔ وہ ایک لفافہ تھا۔

پھر وہ بڑی تیزی سے کار تک آیا۔ بستی سے نکل کر ایک جگہ اُس نے کار روک دی دراصل اُس لفافے کو کھولنا چاہتا تھا جس پر اُس کا نام تحریر تھا۔ اُس نے اندر کی لائٹ جلا کر چاک کیا اور پھر تحریر پر نظر پڑتے ہی تلووں سے لگی اور تالو پر بجھی۔

تحریر فریدی کی تھی۔ اس نے لکھا تھا۔

"بیکار وقت نہ برباد کرو۔ لڑکیاں بہتیری مل جائیں گی تم نے تیسرا کام ابھی تک نہیں اُسے آج ٹھیک دس بجے رات کو ہونا چاہئے۔ اگر اس میں کوتاہی ہوئی تو تمہاری شامت آ گی۔ سمجھے۔ تم میرے غصے سے بھی واقف ہو۔ یہ تمہیں پاگل پن ہی معلوم ہوگا۔ لیکن میں کہتا ہوں اُسے ہونا چاہئے۔ خواہ اس کا مقصد تمہاری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔"

پنجرہ اور لاش

حمید پاگلوں کی طرح کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اُسے تیسرا کام بہر حال کرنا تھا۔ دس بجنے میں تین گھنٹے باقی تھے.... لیکن کام.... حمید بار بار اسٹیئرنگ سے ایک ہاتھ ہٹا کر اپنی کھوپڑی سہ لگتا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد کار ایک سنسان راستے پر ہولی۔ حمید کیڈی جیسی شاندار گاڑی سے بے دردی کے ساتھ پیش آ رہا تھا۔ وہ اس وقت نہ صرف کچے راستے پر چل رہی تھی بلکہ کبھی ایسے گڑھوں میں بھی اتار دیا جاتا تھا جن پر برساتی پانی اکٹھا تھا۔

تین چار دن قبل بارش ہو چکی تھی اور سارا ویرانہ مینڈکوں کی آواز سے گونج رہا تھا۔ ج ایک جگہ کیڈی روک دی۔ نیچے اُترا اور ٹارچ نکال کر کیڈی کی بربادی کا منظر دیکھنے لگا۔ اس ہونٹوں پر ایک تسکین آمیز مسکراہٹ تھی۔ یہاں چاروں طرف سے پانی سے بھرے ہو گڑھے بکھرے ہوئے تھے۔ حمید کی ٹارچ کی روشنی ادھر اُدھر رینگتی رہی۔

پھر اچانک وہ جیب سے رومال نکال کر ایک بڑے سے مینڈک کی طرف جھپٹا لیکن اس قریب پہنچنے سے قبل ہی وہ پانی میں رینگ گیا۔

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے حمید پر مینڈک پکڑنے کا دورہ پڑ گیا ہو۔ لیکن وہ ایک بھی نہ پکڑ سکا۔ اُس نے دوسرے گڑھوں کے کنارے بیٹھے ہوئے مینڈکوں پر پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ ب کچھ جھلاہٹ کا نتیجہ تھا۔

پھر اُسے ہوش آ گیا۔ اُس نے ٹارچ کی روشنی کلائی کی گھڑی پر ڈالی اور نہ جانے کیا بڑبڑانے دس بجنے میں ڈھائی گھنٹے اور باقی تھے۔

وہ چند منٹ کھڑا پیشانی رگڑتا رہا۔ پھر اچھل کر گاڑی میں جا بیٹھا۔

کیڈی ایک بار پھر جھاڑ جھنکاڑ میں گھس رہی تھی۔

اور پھر تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ ایک چھوٹے سے گاؤں میں رک گئی۔ یہ ماہی گیروں کی بستی تھی۔



کیو اس بڑا ہوٹل نہیں تھا لیکن صفائی اور خوش سلیقگی کی بناء پر وہ کافی مقبول تھا۔ عمارت تین دں پر مشتمل تھی۔ نچلی منزل پر ہوٹل تھا۔ اوپری دو منزلوں پر قیام کرنے والوں کے لئے ے تھے۔

ہوٹل کا مالک شہزاد وہمی مزاج کا آدمی تھا اور یہاں کی صفائی و شائستگی میں دراصل اسی کے کو دخل تھا۔

وہ کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھا کرتا تھا اور کاؤنٹر پر ایک نوکر محض اس لئے رکھا جاتا تھا کہ وہ ہر لحظہ ٹر پر جھاڑن پھیرتا رہے۔ خود شہزاد کے کپڑوں میں اگر کسی دوسرے کے لباس کی رگڑ بھی جاتی تھی وہ یا تو اپنے لباس کا وہ حصہ فوراً دھو ڈالتا تھا یا لباس ہی تبدیل کر دیتا تھا۔ اس کا یہ خبط ن کی حد تک پہنچ گیا تھا.... اور اپنے اس مراق کی بناء پر وہ اپنے ملازمین کے لئے ایک مصیبت کر رہ گیا تھا۔

اس کا یہ مراق اس کے ملازمین کے لئے خواہ کچھ رہا ہو لیکن کم از کم خود اس کیلئے تو بڑا منفعت ثابت ہوا تھا کیونکہ اونچے طبقے کے لوگ بھی آہستہ آہستہ کیو اس کو پسند کرنے لگے تھے۔

شہزاد ہر وقت ہوٹل میں موجود رہتا تھا۔ اس کا مراق خواہ کچھ بھی رہا ہو لیکن وہ اس کی مالی کمزوری کا نتیجہ تھا کیونکہ اعصابی کمزوری کے شکار شہزاد کی طرح نڈر اور جھگڑالو نہیں تے۔ عادات و اطوار کے لحاظ سے شہزاد کوئی اچھا آدمی نہیں تھا۔ کیونکہ اس کے ہوٹل میں قیام نے والوں کو ناجائز طور پر حاصل کی ہوئی منشیات سے لے کر عورتیں تک دستیاب ہو جاتی تھیں۔

شہزاد چڑچڑا اور گھنا تھا لیکن اپنے گاہکوں کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتا تھا۔ کاؤ
سے دو تین فٹ کے فاصلے پر بیٹھا کرتا تھا تاکہ اس کا جسم اور کپڑے گاہکوں کی بے تکلفی سے محفو
رہ سکیں۔ اکثر بے تکلف قسم کے گاہک اُسے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے اس کے کاندھے
ہاتھ رکھ دیا کرتے تھے یا اس کے بازو چھو کر اس سے گفتگو کرتے تھے۔ ایسے مواقع کے بعد اُ
ہمیشہ اپنے کپڑے تبدیل کرنے پڑتے تھے۔

آج بھی وہ کاؤنٹر سے تین فٹ کے فاصلے پر آرام کرسی میں پڑا ہوا نوکروں کو گھور رہا تھا۔
ان کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھتا تھا۔ اگر ان میں سے کسی کو اپنے کپڑوں کے اندر ہاتھ ڈال
کر جسم کھجاتے دیکھ لیتا تو اس وقت تک دم نہ لیتا جب تک کہ اس کے ہاتھ دوبارہ نہ دھلوا لیتا۔

وہ کافی دیر سے آرام کرسی میں پڑا ہوا اٹھنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ اچانک اس کی نظر کاؤنٹر
بائیں سرے کی طرف اٹھ گئی جہاں ایک پنجرہ رکھا ہوا تھا اور پنجرے پر سیاہ رنگ کا غلاف
پنجرہ بالکل ایسا تھا جیسا تیتر پالنے والے رکھتے ہیں۔ شہزاد غرا کر ایک نوکر کی طرف م

"اُوے.... کیا یہاں لوفر لفنگے بھی آنے لگے۔"

"نہیں سرکار....!" نوکر ڈائینگ ہال میں چاروں طرف نظریں دوڑاتا ہوا بولا۔

"پھر یہ تیتر کا پنجرہ کہاں سے آیا۔" شہزاد جھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"ہائیں!" نوکر نے بھی حیرت ظاہر کی۔ پھر اس نے بڑی تیزی سے پنجرے کی طرف جھ
کر اُسے کاؤنٹر سے اٹھا لیا۔

اور پھر جو کچھ بھی ہوا وہ شہزاد جیسے مراقی کی موت کے مترادف تھا۔ کاؤنٹر سے
پنجرے کا نچلا حصہ فرش پر آ رہا اور ساتھ ہی دس بارہ موٹے موٹے غلیظ مینڈک چاروں طر
سے پھدکنے لگے۔ شہزاد دہاڑ کر پیچھے ہٹا اور اس کی ٹکر سے شیشے کی ایک الماری چور چور ہو گئی
وہ گندے مینڈکوں سے بچنے کے لئے بار بار اچھل کر ادھر سے ادھر ہٹ رہا تھا اور ساتھ
کاؤنٹر کے پیچھے ابتری پھیل رہی تھی۔ ریکوں پر رکھی ہوئی بوتلیں، ڈبے، مرتبان، چینی کے
نیچے گر گر کر مختلف قسم کی آوازیں پیدا کر رہے تھے۔ پھر پورے ڈائینگ ہال میں افرا تفر
گئی۔ لوگ اپنی میزیں چھوڑ چھوڑ کر کاؤنٹر کی طرف لپکنے لگے۔

اس بھیڑ میں کیپٹن حمید بھی موجود تھا اور اس طرح متحیرانہ انداز میں شہزاد کی اچھل
دیکھ رہا تھا جیسے وہ مینڈک آسمان سے گرے ہوں۔ آہستہ آہستہ سارا ہال قہقہوں سے گونج
پھر دو تین آدمی شہزاد کو کھینچ کر ہال میں لائے۔ وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا اور ساتھ ہی اس کے

مغلظات کا طوفان بھی امنڈ رہا تھا۔

"تیرہ.... نمبر.... تیرہ نمبر....!" وہ حلق پھاڑ کر چیخا۔ پھر اپنے آدمیوں کو آوازیں دینے
"شرفو.... رحیم.... گل خان.... افضل.... پٹھان.... سب چلو تیرہ نمبر والا.... نکلنے نہ
مار ڈالو سالے کو.... اے.... چھوڑو مجھے۔ الگ ہٹو....!" اس نے ایک آدمی کو دھکا دیا۔

پھر وہ بڑی تیزی سے دوسری منزل کے زینوں کی طرف جھپٹا۔ اس کے تین چار نوکر بھی
کے ساتھ دوڑ رہے تھے۔

حمید بھی زینوں کی طرف بڑھا۔ بہتیرے گاہکوں نے بھی اس کی تقلید کرنی چاہی، لیکن محکمہ
غ رسانی کے دو آدمی ان کی راہ میں حائل ہو گئے اور کچھ اس انداز میں انہیں اوپر جانے سے
نے لگے جیسے ان کا تعلق بھی ہوٹل ہی سے ہو۔

اوپر پہنچ کر شہزاد تیرہ نمبر کے کمرے کے سامنے رک گیا اور پھر اُس نے اس طرح دروازہ
شروع کر دیا جیسے وہ اُسے گھونسوں اور تھپڑوں ہی سے توڑ کر رکھ دے گا۔

لیکن اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ حالانکہ شیشوں سے اندر کی روشنی صاف دکھائی دے رہی
اور دروازہ اندر ہی سے بند تھا۔ اس شور و غل میں سوئے ہوئے آدمی کی بھی نیند اچٹ جاتی۔

آخر شہزاد نے جھلا کر ایک شیشہ توڑ دیا اور اندر ہاتھ ڈال کر چٹخنی نیچے گرا دی۔ دروازہ کھلا
شہزاد طوفان کی طرح اندر گھستا چلا گیا۔

حمید تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑا حالات کی تبدیلی کا منتظر تھا۔

اچانک اس نے شہزاد کی گھٹی گھٹی سی آواز سنی.... "خون.... خون.... قتل....!"

وہ دروازے کی طرف جھپٹا اور شہزاد سے ٹکرا گیا۔ وہ بدحواسی کے عالم میں کمرے سے نکل
تھا۔

"کیا بات ہے۔" حمید نے ڈانٹ کر پوچھا۔

"قتل....!" شہزاد ہانپتا ہوا بولا۔ "اُسے کسی نے قتل کر دیا۔ میں کچھ نہیں جانتا.... سب
دیکھا ہے.... شرفو.... افضل.... ارے بولو نا.... کیا میں نے اُسے قتل کیا ہے۔"

"میرے ساتھ آؤ۔" حمید اُسے کمرے کی طرف گھسیٹتا ہوا بولا۔

"نہیں جاتا۔" شہزاد نے جھٹکا مار کر اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

"ہوش میں آؤ۔ تم ایک پولیس آفیسر سے گفتگو کر رہے ہو۔" حمید کے لہجے میں سختی تھی۔

شہزاد چونک کر اُسے گھورنے لگا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" حمید نے دوبارہ کہا اور پھر اس کے نوکروں سے بولا۔ "تم لوگ مع اجازت کے بغیر نیچے نہیں جاؤ گے۔"

راہداری میں دوسری منزل کے کرائے دار اکٹھا ہونے لگے تھے۔ حمید نے انہیں ا کمروں میں جانے کے لئے کہا۔

پھر اُس نے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر کمرے کے اندر نظر ڈالی۔ سامنے ہی ا آدمی فرش پر اوندھا پڑا تھا اور اس کے اردگرد خون پھیلا ہوا تھا۔

حمید شہزاد اور اُس کے آدمیوں کو وہیں ٹھہرنے کا اشارہ کر کے زینوں کے سرے پر اس کے دونوں آدمی اب بھی نیچے موجود تھے۔ اس نے اُن میں سے ایک کو آواز دی۔ وہ اوپر آ اس نے اس سے کہا۔ "کوتوالی فون کر دو کہ کیو اس کے تیرھویں کمرے میں ایک خون ہو گیا۔ نیچے کے سارے دروازے بند کرادو۔ کوئی باہر نہ جانے پائے۔"

حمید پھر تیرھویں کمرے میں واپس آگیا۔



شہزاد کی بُری حالت تھی۔ وہ ایک آرام کرسی میں پڑا ہانپ رہا تھا۔ تین سب انسپکٹر ا بھوکے بھیڑیوں کی طرح گھور رہے تھے اور حمید ٹانگیں پھیلائے دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ پائپ اس کے دانتوں میں دبا ہوا تھا اور کبھی دھوئیں کی باریک لکی ہونٹوں کے بائیں گوشے سے نکل کر فضا میں بل کھانے لگتی تھی۔

اچانک شہزاد اچھل کر کھڑا ہو گیا اور حلق پھاڑ کر بولا۔ "مگر یہ لاش اس آدمی کی نہیں ہے تیرہ نمبر میں ٹھہرا ہوا تھا۔"

"کیا....؟" حمید نے پائپ منہ سے نکال لیا اور ساتھ ہی اس کی ٹانگیں بھی ایک دوسر سے جا ملیں۔

"جی ہاں.... میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ آپ میرے نوکروں اور ملحقہ کمروں مکینوں سے پوچھ سکتے ہیں۔"

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔" حمید دہاڑا۔

"مجھے ہوش ہی نہیں تھا۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔ تم نے ہال میں درجنوں آدمیوں کے سامنے چیخ کر کہا تھا کہ تیر

ی کو مار ڈالو۔"

"جی ہاں! مجھے یاد ہے۔ میں نے کہا تھا۔" شہزاد بولا۔ اُس نے بڑی حد تک خود پر قابو پالیا تھا۔

"پھر.....!"

"تیرہ نمبر والا۔ بڑا سور تھا.... وہ مجھے مینڈک کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا۔ میں اپنے گاہکوں ا بیجا سب کچھ برداشت کر لیتا ہوں۔ اس لئے ہنس کر ٹال دیتا تھا۔ آج ابھی دو ہی گھنٹے قبل کی ہے۔ میں نے اپنے کاؤنٹر پر ایک پنجرہ رکھا ہوا دیکھا۔ مجھے حیرت ہوئی۔ پنجرہ اب بھی کاؤنٹر پیچھے مل جائے گا اور مینڈک بھی موجود ہوں گے۔"

"کیا بک رہے ہو۔" ایک سب انسپکٹر نے اُسے ڈانٹا۔ "کیا اب تم دماغ کی خرابی کا ڈھونگ ؤ گے۔"

"جائیے! دیکھ لیجئے۔" شہزاد ہاتھ ہلا کر بولا۔ "پنجرے پر غلاف چڑھا ہوا تھا اور اس میں ک تھے.... جائیے دیکھئے میرا ہزاروں کا نقصان ہوا ہے۔"

"پھر وہی بکواس....!"

"ٹھیک ہے۔" حمید نے سب انسپکٹر سے کہا۔ "مینڈک میں نے بھی دیکھے تھے۔"

"میں سمجھا کہ شائد یہ اُسی حرامزادے کی حرکت ہے۔" شہزاد بولا۔ "وہ مجھے مینڈک کہہ کر ایا کرتا تھا.... اس لئے.... میں نے غصے میں کہہ دیا تھا میری جگہ جو بھی ہوتا یہی کہتا اور پھر ں نے مارا بھی ہوتا تو اُسی کو جس پر مجھے شبہ تھا.... مگر لاش ایک ایسے آدمی کی ہے جسے میں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میں بھلا کسی دوسرے آدمی کو کیوں مارنے لگا اور سنئے جناب مجھے ذرہ بھی اس کی پرواہ نہیں ہے۔ میں بچہ نہیں ہوں۔ ڈاکٹر کی رپورٹ خود ہی بتادے گی کہ قتل وقت ہوا ہے۔"

"تیرہ نمبر میں کون تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"نام اور پتہ ہوٹل کے رجسٹر میں معلوم ہو جائے گا۔" شہزاد بولا۔ "پہلے آپ اس کے یوں سے اس کا حلیہ پوچھ لیجئے۔ میں اس وقت سے اب تک آپ کے ساتھ رہا ہوں۔ اس آپ یہ بھی نہ کہہ سکیں گے کہ میں نے اپنے کرائے داروں کو کچھ سمجھا دیا ہے۔"

"مجھے منطق نہ پڑھاؤ۔" حمید نے خشک لہجے میں کہا۔ "جتنا پوچھا جائے اس سے زیادہ نہ بکو۔"

حمید اُسے وہیں چھوڑ کر پھر دوسری منزل پر پہنچ گیا۔ یہاں اُس نے دوسرے کمروں کے برداروں سے پوچھ گچھ شروع کی۔

اور سب نے یہی کہا کہ لاش اس آدمی کی نہیں ہے، جو اس کمرے میں چار بجے شام تک زندہ گیا ہے۔

مرنے والا کوئی بھی رہا ہو، لیکن حمید کو اس کے مرنے پر افسوس تھا.... افسوس یوں تھا وہی ایک ایسا آدمی تھا جس کے ذریعے لیونارڈ تک رسائی ممکن تھی.... حمید نے پہلی ہی نظر میں اس بڑے خسارے کا اندازہ کر لیا تھا۔ مرنے والے کے چہرے پر گھنی مونچھیں تھیں اور ہاتھوں چھوٹی انگلیاں تیسری انگلیوں کے برابر تھیں اور اس کی گھنی مونچھیں نقلی ثابت ہوئی تھیں۔ لیکن گلوریا نے کیو اس ہوٹل کا نام نہیں لیا تھا۔ اس نے کوئی دوسرا پتہ بتایا تھا، جو اب اُسے یاد بھی نہیں رہ گیا تھا۔ لیکن فریدی کو اس نے پتہ نوٹ کرا دیا تھا۔ پھر فریدی کیا کر رہا تھا۔ حمید کافی دیر تک اوپری منزل کی راہداری میں کھڑا سوچتا رہا۔ اسی رات کو فریدی نے تین کام اس کے سپرد تھے۔ تیسرا کام اُس نے اس وقت انجام دیا تھا۔ یعنی مینڈکوں کا پنجرہ کیو اس ہوٹل کے کاؤنٹر رکھ کر رد عمل کا انتظار کرنا۔

ٹھیک تین بجے حمید گلوریا کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچ گیا۔ وہ بھی اس کے ساتھ آنے مصر تھی لیکن اسے بہت سختی سے روک دیا گیا۔

پھر وہ اس بلڈنگ کے پندرھویں فلیٹ کا دروازہ باہر سے مقفل نہیں تھا۔ حمید سمجھا شاید کوئی ہو۔ اس نے دستک دینے کے خیال سے دروازے پر ہاتھ رکھا اور دروازہ کھل گیا، یعنی وہ اندر سے بند نہیں تھا۔ اندر تاریکی تھی۔ حمید نے ٹارچ روشن کی۔ پورا فلیٹ سنسان پڑا تھا۔ یہاں تین کمرے تھے اور تینوں کا سامان بے ترتیبی سے بکھرا پڑا تھا۔ کئی جگہ جلے ہوئے کاغذات کے ڈھیر بھی نظر آئے۔ اچانک حمید قدموں کی آہٹ سن کر چونک پڑا۔

"ڈرو نہیں فرزند!" اُسے فریدی کی آواز سنائی دی۔ وہ قریب آ کر بولا۔ "چوٹ ہو گئی۔ ہم نے بہت دیر کی۔ اگر یہ کام دو دن قبل ہو گیا ہوتا تو اس کی نوبت نہ آتی۔ اور اب ہم ایک بار پھر اندھیرے میں ہیں۔"

"ہمارے مقدر میں اُجالا تھا ہی کب۔" حمید غرایا۔ اُسے وہ چوٹ یاد آ گئی جس کا نشان اس کے چہرے پر بنا تھا۔ اُسے وہ غبارہ یاد آیا جس کا کڑوا کسیلا پانی اس کے حلق کے نیچے اُتر گیا تھا۔

"ہاں! ہو سکتا ہے۔" فریدی خشک لہجے میں بولا۔ "چلو اب یہاں کیا رکھا ہے۔ میں سب سمجھ رہا ہوں اور اب یہ بات میری سمجھ میں آئی ہے کہ لیونارڈ نے اپنا کیمپ بیگ پریکاڈ روم سے ہٹوا لیا ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ ویسے وہ اُس سے بہت کچھ تو پوچھنا چاہتا تھا۔

دونوں فلیٹ سے نکل آئے۔ لیکن اچانک حمید نے محسوس کیا جیسے اندھیرے میں فریدی کہیں ہو۔

ہم رقص اور لاؤڈ سپیکر

حمید جہاں تھا وہیں رک گیا۔ راہداری تاریک پڑی تھی۔ اس کے باوجود بھی اُسے یقین کامل تھا کہ فریدی وہاں موجود نہیں ہے۔ اچانک اُس نے تھوڑے ہی فاصلے پر فائر کی آواز سنائی دی اور اب خطرے کا احساس ہوا۔ اس کے قدم بڑی تیزی سے زینوں کی طرف بڑھنے لگے۔ آواز یقیناً نیچے سے آئی تھی۔

لیکن نیچے سناٹا تھا البتہ شمال کی طرف اندھیرے میں کافی فاصلے پر کسی کار کی عقبی سرخ روشنی نظر آ رہی تھی۔

پھر اس نے جو کچھ بھی کیا اُس میں اس کی قوت فیصلہ کو دخل نہیں تھا۔ وہ اپنی کار میں بیٹھ کر تیزی سے اسٹارٹ چل پڑا جدھر کار کی عقبی روشنی نظر آ رہی تھی۔ وہ بتدریج کار کی رفتار تیز کرتا جا رہا تھا۔ اچانک عقبی سرخ روشنی غائب ہو گئی۔ حمید برابر اسی طرف دیکھتا رہا تھا لیکن نہ تو وہ اتنی بات اندازہ کر سکا کہ اگلی کار اچانک کسی طرف مڑ گئی تھی اور نہ یہی سمجھ سکا کہ آگے کوئی نشیب ہے۔ روشنی یک بیک اسی طرح اندھیرے میں گم ہو گئی جیسے کبھی اس کا وجود ہی نہ رہا ہو۔ حمید کی کار کی ہیڈ لائٹس کی روشنی دور تک سڑک پر پھیل رہی تھی۔ اس نے رفتار کچھ اور تیز کر دی۔

اور پھر چند ہی لمحوں کے بعد اس کی نظر ایک ایسی کار پر پڑی جو سڑک کے کنارے کھڑی تھی۔ حمید نے یک لخت اپنی کار کی رفتار کم کر دی۔

لیکن یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اس سے کوئی حماقت سرزد ہونے والی ہے۔ آخر کار اس نے رکنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اس نے پھر رفتار تیز کر دی اور پھر وہاں سے تقریباً چار فرلانگ کے

فاصلے پر نہ صرف کار روک دی بلکہ انجن بھی بند کر دیا۔

اس کا داہنا ہاتھ ریوالور کے دستے پر تھا۔

پانچ منٹ سے زیادہ نہیں گذرے تھے کہ ایک کار فراٹے بھرتی ہوئی قریب سے نکل گئی۔ وہی تھی، جو حمید کو راستے میں کھڑی دکھائی دی تھی۔ مگر اس بار اس کے اندر بھی روشنی تھی۔ ڈرائیو کرنے والی ہر حال میں کوئی عورت تھی۔ ایک لحیم شحیم انگریز عورت۔ اُسے پہچاننے کے لئے صرف ایک جھلک ہی کافی تھی۔ یہ مسز وارنر تھی۔



دوسری رات لیڈی پرکاش اپنے ایک دوست کے ساتھ ہائی سرکل نائٹ کلب میں دا... ہوئی۔ وہ اس وقت پہلے سے بھی زیادہ حسین لگ رہی تھی اور اس کے چہرے کے اطمینان ا... سکون سے یہ اندازہ کرنا دشوار تھا کہ وہ آج کل ذہنی الجھنوں کی شکار ہے۔ کیپٹن حمید نے ا... تحسین آمیز نظروں سے دیکھا۔ وارنر خاندان کی سب سے حسین لڑکی اس کے سامنے گرد ہو ک... گئی تھی۔

اس نے لڑکی کی طرف دیکھا۔ وہ بھی لیڈی پرکاش کو دیکھ رہی تھی۔

"مجھے ساری بہت اچھی لگتی ہے۔" وہ حمید کے کان کے پاس گنگنائی۔

"مگر تم ساری میں بھی اتنی حسین نہیں معلوم ہو گی۔" حمید بڑبڑایا۔

"ہونہہ.....!" وہ بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

"ارر.... کیا تم بُرا مان گئیں، میں تو یونہی چھیڑ رہا تھا تمہیں۔ کہاں تم کہاں وہ مشرق مغرب کا فرق ہے۔ مگر اس وقت مجھے اپنے ڈیڈی بُری طرح یاد آ رہے ہیں۔"

"کیوں! ڈیڈی کیوں!" لڑکی نے حیرت ظاہر کی۔

"وہ اس عورت کو دیکھ کر پاگل ہو جاتے۔"

"اپنے ڈیڈی کے لئے.... بکواس کر رہے ہو۔ شش۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ بڑی توجہ سے لیڈی پرکاش کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہال میں داخل ہو... ہی شہر کے کئی معزز لوگ اپنی کرسیاں چھوڑ کر استقبال کے لئے آگے بڑھے تھے۔

"یہ کون ہے۔" لڑکی نے حمید سے پوچھا۔

"یہ.... مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے پہلے بھی اسے کہیں دیکھا ہے۔"

"کوئی امیر عورت معلوم ہوتی ہے۔"

"اونہہ ہو گی۔" حمید نے کہا۔ "وہ تم سے زیادہ حسین نہیں ہے۔"

ریکریئیشن ہال میں رقص کے لئے موسیقی شروع ہو گئی تھی۔ لڑکی کی ایڑیاں موسیقی کے چڑھاؤ کے مطابق فرش پر بجنے لگیں۔

"تمہارا کوئیک[1] اسٹیپ کیسا ہے۔"

"میرا کوئیک اسٹیپ.....!"

حمید جملہ پورا نہیں کر سکا۔ ہائی سرکل نائٹ کلب کا منیجر اس پر جھکا ہوا کہہ رہا تھا۔ "آپ کا فون ہے۔"

"فون! ہمپ۔" حمید جھنجھلا کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے لڑکی سے کہا "میں ابھی آیا۔"

حمید منیجر کے ساتھ اس کے آفس میں آیا۔ ریسیور میز پر پڑا ہوا تھا۔

"ہیلو.....!"

"کون....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"حمید.... کیپٹن حمید۔"

"آہا.... کپتان صاحب ہیں۔" حمید نے فریدی کی آواز پہچان لی۔

"دیکھئے کپتان صاحب۔ اس وقت وارنر کی لڑکی کو کھسکا ہی دیجئے اور اگر آپ اس وقت لیڈی پرکاش کو اپنا ہم رقص نہ بنا سکے تو میں آپکو.... کپتان صاحب.... کیا کہوں کہ کیا سمجھنے لگوں گا۔"

"ہام.... اچھا.... مگر آپ ہیں کہاں۔"

"بہت قریب! اس کی فکر نہ کرو۔"

حمید کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

"یہ لڑکی بہت حسین ہے جناب۔" نائٹ کلب کے منیجر نے کہا۔ "بقول شاعر.....!"

"ہائیں! منیجر.... تم ہوش میں ہو یا نہیں۔"

"تم میری لڑکیوں پر نظر رکھتے ہو۔" حمید آنکھیں نکال کر بولا۔

"ارے.... خدا کی قسم! میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ کمال کر دیا.... واہ.... بقول شاعر۔"

"توپ! میں شعر سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

حمید اُسے کرسی میں دھکیلتا ہوا کمرے سے نکل آیا۔

[1] ایک رقص کا نام

لڑکی اس کی منتظر تھی۔ اُس نے حمید کے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھے

"کیا بات ہے۔" اس نے پوچھا

"وہ کیا بتاؤں! پتہ نہیں کیا بات ہے۔"

"کیا ہوا....!"

"نہ جانے کیوں یہاں پولیس بیس منٹ کے اندر ہی اندر ریڈ کرنے والی ہے۔"

"پولیس ریڈ کرنے والی ہے۔" لڑکی نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں مجھے فون پر ابھی اس کی اطلاع ملی ہے۔ ریڈ کا مطلب یہ ہے کہ میری ساری رات برباد ہوئی۔ پتہ نہیں کتنے گھنٹے صرف ہوں۔ سارے دروازے بند کر لئے جائیں گے اور کوئی نہ جاسکے گا۔"

"اوہو.... تب پھر مجھے جانے دو۔"

"میں تنہا بور ہو کر مر جاؤں گا.... مجھے تو بہر حال ٹھہرنا پڑے گا۔ نہیں تم نہیں جاسکتیں"

"نہیں کیپٹن! مجھے جانے دو۔ اگر دیر ہوئی تو ممی پریشان ہوں گی۔ ہارٹ اٹیک ہو جائے گا۔ میں کل پھر ملوں گی.... جہاں کہو مل جاؤں۔"

"آر لکچنو میں.... ٹھیک نو بجے۔"

لڑکی کھڑی ہو گئی اور حمید نے کہا۔ "ٹھہرو! میں بھی چلتا ہوں۔ کہیں وہ لوگ تمہیں پھاٹک ہی پر نہ روک لیں۔"

حمید اُسے ٹیکسیوں کے اڈے تک لایا، جو کلب سے زیادہ دور نہیں تھا۔

"کل آر لکچنو میں ضرور رہاں! ورنہ لڑائی ہو جائے گی۔" حمید ٹیکسی کا دروازہ بند کرتا ہوا بولا۔

"ضرور ضرور....!"

ٹیکسی چلی گئی اور حمید ایک طویل سانس لے کر پھر نائٹ کلب کی طرف روانہ ہو گیا۔

اب لیڈی پرکاش وہاں نہیں تھی، جہاں حمید اُسے کچھ دیر قبل چھوڑ کر گیا تھا لیکن اُسے یقین تھا کہ وہ باہر نہ گئی ہو گی کیونکہ ٹیکسیوں کے اڈے پر بھی اس کی نگاہ کلب کے کمپاؤنڈ کے پھاٹک ہی کی طرف رہی تھی۔

وہ سیدھا ریکریئشن ہال میں چلا گیا کیونکہ اسٹیپ کا راؤنڈ چل رہا تھا۔ اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ آخر کار ایک جگہ گیلری میں لیڈی پرکاش اُسے نظر آ گئی۔

وہ ایک میز پر تنہا تھی۔ گیلری میں بہتیری میزیں خالی پڑی تھیں ورنہ حمید تو خود ہی ساتھ بیٹھنے کے لئے ایک عمدہ سا بہانہ تراش سکتا تھا۔

مضمحل قدموں سے چلتا ہوا گیلری میں آیا۔ اُس کے چہرے پر ایک عجیب سی غم آلود نرمی آ گئی تھی۔ آنکھوں میں اداسی کے گہرے بادل تھے۔

اس نے چاروں طرف ایک اچٹتی سی نظر ڈالی۔ میزیں خالی ضرور تھیں لیکن ان سب پر ریزرویشن کے کارڈ نظر آ رہے تھے۔

حمید چاروں طرف نگاہ دوڑاتا ہوا لیڈی پرکاش کے قریب سے گذر گیا لیکن اس نے ایک بار اس کی طرف نہیں دیکھا۔ البتہ خود لیڈی پرکاش اُسے بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔

حمید نے پوری گیلری کا چکر لگا ڈالا لیکن ایک بھی ایسی میز نہ دکھائی دی جس پر ریزرویشن کا کارڈ نہ ہو۔

واپسی میں وہ ایک بار پھر لیڈی پرکاش کے قریب سے گذرا لیکن اب وہ بڑبڑا رہا تھا۔ "کہیں کہیں بھی نہیں.... آج کہیں مرنے کے لئے بھی جگہ نہیں ملے گی۔"

لیڈی پرکاش نے ایک ایک لفظ سنا اور حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ شاید وہ اپنے مقابل کے لئے حمید کافی کشش رکھتا تھا۔

وہ اُسے گیلری کے دوسرے سرے تک جاتے دیکھتی رہی۔ حمید سرے پر رک گیا۔ کچھ دیر دونوں ہاتھ پتلون کی جیبوں میں ڈالے اپنا منہ چھپائے کھڑا رہا۔ پھر بڑی تیزی سے اسی طرف مڑا جدھر لیڈی پرکاش بیٹھی ہوئی تھی۔ اتفاق سے گیلری کے اس حصے میں وہ بالکل تنہا تھی۔

حمید بڑی شاندار ایکٹنگ کر رہا تھا۔ اب اس کے قدم بڑی تیزی سے لیڈی پرکاش کی میز کی طرف اٹھ رہے تھے۔

اور پھر اس کے قریب پہنچ کر وہ یکلخت رک گیا۔ لیڈی پرکاش بوکھلا گئی۔

"میں یہاں بیٹھنا چاہتا ہوں۔" حمید نے کسی اجڈ گنوار کی طرح بھرائی آواز میں کہا۔

"ب.... بیٹھئے۔" لیڈی پرکاش کے منہ سے غیر ارادی طور پر نکل گیا۔

حمید ایک جھٹکے کے ساتھ بیٹھتا ہوا بولا۔ "شکریہ! جیسے ہی آپ کے ساتھی آئیں گے میں چلا جاؤں گا۔ ذرا دیکھئے.... ساری میزوں پر ریزرویشن کارڈ موجود ہیں۔ میزیں خالی ہیں کس سے اجازت لوں اور میں یہاں تھوڑی دیر بیٹھنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور.... ضرور بیٹھئے۔" لیڈی پرکاش زبردستی مسکرائی۔ وہ کچھ مرعوب سی نظر آنے لگی تھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ کوئی اجنبی اُس سے اس طرح بے دھڑک گفتگو کر رہا تھا، ورنہ خود جس سے ملاقاتی بھی اس سے گفتگو کرتے وقت ہکلاتے تھے۔ اجنبی کی تو بات ہی الگ ہے۔ لیڈی پرکاش کی دولت میں اس کی ذہنی شخصیت اتنی متاثر کن تھی کہ جنس مقابل کا اس کے سامنے

سے ہکلائے بغیر گذر جانا ممکنات میں سے نہ تھا۔

حمید کا لہجہ بھی ایسا تھا جیسے اُسے اس کی یا اس کے حسن کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہو۔

"میں آپ کو بور نہیں کروں گا۔" حمید نے کہا اور رقص کی طرف متوجہ ہو گیا کوئیک اس
کا راؤنڈ چل رہا تھا اور پورا ہال کان پھاڑ دینے والی موسیقی سے گونج رہا تھا۔ حمید پھر لیڈی پرکاش
طرف مڑ کر بولا۔ "جیسے ہی راؤنڈ ختم ہو گا میں اٹھ جاؤں گا۔"

"آپ بیٹھئے جناب۔" لیڈی پرکاش بڑے دلآویز انداز میں مسکرائی۔ "میں آپ سے ا
کے لئے تو نہیں کہہ رہی۔ میں اس میز پر تنہا ہوں۔"

حمید سوچنے لگا کہ اس کا ساتھی کہاں گیا؟ اور جب وہ آئی تھی تو کئی آدمی اس کے استق
کے لئے اٹھے تھے، لیکن وہ میز پر تنہا تھی۔

"شکریہ....!" حمید نے لاپروائی سے کہا اور پھر رقص کی طرف متوجہ ہو گیا۔

لیڈی پرکاش اُسے عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"یہ کوئیک اسٹیپ ہے۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "یا چند گھسیارے پیروں میں کھر
باندھ کر گھاس چھیل رہے ہیں۔" پھر اس نے لیڈی پرکاش کی طرف مڑ کر غصیلے لہجے میں
"یہ لڑکیاں گدھوں کے ساتھ ناچیں گی مگر میرے ساتھ نہیں ناچیں گی۔ آپ خود بتائیے! ا
آدمی بھی ایسا دکھائیے جو سلیقے سے رقص کر رہا ہو۔"

"آپ کا خیال بالکل ٹھیک ہے۔ اسی لئے میں تنہا بیٹھنا پسند کرتی ہوں۔" لیڈی پرکاش بو
میز پر پروگرام کی ایک کاپی پڑی ہوئی تھی، حمید اُسے الٹنے پلٹنے لگا۔

"لیجئے....!" اس نے تمسخر آمیز لہجے میں کہا۔ "یہاں والٹز اور سلو فوکس ٹروٹ بھی م
ہیں۔ کمال ہے.... بھلا یہاں کون ہے۔"

"آپ بہت مشاق معلوم ہوتے ہیں۔" لیڈی پرکاش مسکرائی۔

"نہیں میں اس کا دعویٰ تو نہیں کر سکتا.... لیکن ذرا آپ مجھے یہ بتائیے کیا میں صورت
غیر مہذب یا بُرا آدمی معلوم ہوتا ہوں۔"

"نہیں جناب! قطعی نہیں۔" لیڈی پرکاش نے سنجیدگی سے کہا۔

"پھر آخر یہ لڑکیاں میری ہم رقص بننا کیوں پسند نہیں کرتیں۔" حمید نے جھلائے ہ
بچے کی طرح کہا۔

اس سوال کا لیڈی پرکاش نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خود بھی اس مسئلے پر بڑی سنجیدگی سے
کرنے لگی تھی کہ آخر لڑکیاں اس کے ساتھ رقص کرنا کیوں پسند نہیں کرتیں۔

"میں خود ہی اب کسی سے درخواست نہیں کرتا۔" حمید گردن اکڑا کر بولا۔

"آپ کیا پئیں گے۔" لیڈی پرکاش نے پوچھا۔

"ٹھنڈا پانی۔ مجھے ذرا ذرا سی بات پر غصہ آ جاتا ہے۔"

"کون سی شراب آپ پسند کرتے ہیں۔"

"میں کسی قسم کی بھی شراب پسند نہیں کرتا۔"

"اب میں سمجھی۔" لیڈی پرکاش اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ "لڑکیاں اسی لئے
پ سے دور بھاگتی ہیں۔"

"کس لئے۔"

"یہی کہ آپ کا انداز گفتگو کافی کھردرا ہوتا ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ رقص ختم ہو گیا۔ لوگ گیلری میں اپنی اپنی میزوں پر واپس آ گئے۔

لیڈی پرکاش نے ویٹر سے کافی طلب کی۔

قریب و دور کی کئی میزوں سے لیڈی پرکاش کے کئی شناسا حمید کو بُری طرح گھور رہے تھے۔
ان میں سے کئی ایسے بھی تھے، جنہیں کچھ دیر قبل وہ رقص کی درخواست پر مایوس کر چکی تھی۔

لیڈی پرکاش نے حمید کے لئے کافی بنائی اور اس کی طرف کھسکاتی ہوئی بولی۔ "اس کے بعد
ٹز کے لئے موسیقی شروع ہو گی، پھر میں دیکھوں گی کہ آپ کتنا اچھا ناچتے ہیں۔"

"کیا میں تنہا ناچوں گا۔ ہوا کو ہم رقص بناؤں گا۔" حمید جھلا کر بولا۔

"نہیں....!" لیڈی پرکاش نے مسکرا کر کہا۔ "اتفاق سے مجھے بھی اس بات کا دعویٰ ہے کہ
والٹز بہت اچھا ناچتی ہوں۔"

"اچھا.... دیکھوں گا۔ لیکن واضح رہے کہ میری ہم رقص کسی قسم کی غلطی کرنے پر عموماً
بلبلا اٹھتی ہے۔"

"کیوں....!"

"میں اس کے پیر پر بڑی بے دردی سے پیر رکھ دیتا ہوں۔"

"فکر نہیں.... میں غلطی کرنے والوں کی پنڈلی کی ہڈی پر ٹھوکر مارتی ہوں۔"

"اچھا.... دیکھیں ہم میں سے کون چیختا ہے۔" حمید بچوں کی طرح ہنس پڑا۔

تھوڑی دیر بعد والٹز کے لئے موسیقی شروع ہو گئی لوگ گیلری سے اٹھنے لگے۔ لیڈی پرکاش
ایک شناسا اُس سے درخواست کرنے کے لئے اٹھا ہی تھا کہ وہ حمید کا ہاتھ پکڑ کر کھڑی ہو گئی۔

ایک بار پھر ہال میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔

دوسری طرف کی گیلری میں ایک آدمی اپنے ساتھی سے پوچھ رہا تھا۔ "یہ لیڈی پرکاش کس کے ساتھ ناچ رہی ہے۔"

"کیپٹن حمید....!" اس کے ساتھی نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "پرانا عورت خور۔ شاید تم بھی لیڈی پرکاش سے رقص کی درخواست کی تھی۔"

"اونہہ ختم بھی کرو یار۔" دوسرا بولا۔ "بھلا ان باتوں کی پرواہ کون کرتا ہے۔ وہ نہ سہی اس سے بہتر عورتیں میرے ساتھ رقص کرنے پر فخر کرتی ہیں اور پھر ہو سکتا ہے آج اس کا موڈ ٹھیک نہ رہا ہو۔"

دوسری طرف لیڈی پرکاش حمید سے کہہ رہی تھی۔ "واقعی آپ مشاق ہیں۔ میں مانتی ہوں۔"

"اور میں بھی یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ مجھے آپ کے پیر پر پیر رکھنے کا موقع نہیں مل سکا۔"

"آپ کہاں رہتے ہیں۔"

"جہاں دل چاہتا ہے رہ جاتا ہوں۔"

اچانک لاؤڈ سپیکر چیخنے لگا۔ "لیڈی پرکاش پلیز! فون پر آپ کی کال آئی ہے.... اور یہ بہت ضروری ہے۔"

لیڈی پرکاش اس طرح ایک جھٹکے کے ساتھ حمید سے الگ ہو گئی جیسے یہ پیغام ان کے درمیان تلوار بن کر گرا ہو۔

سوچا کچھ ہوا کچھ

حمید نے لیڈی پرکاش کی حالت میں بہت بڑا تغیر محسوس کیا۔ اس کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

"کیا مطلب....!" حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"میری کال ہے۔"

"کون بیہودہ ہے۔ جو یہاں فون کرتا ہے۔ سارا مزہ کرکرا ہو گیا۔"

"میں ابھی آتی ہوں۔"

"نہیں۔ جب تک میں نہیں ناچوں گا۔"

"میں ابھی آئی۔" لیڈی پرکاش تیزی سے چلی گئی۔

منیجر اپنے آفس کے سامنے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ خفیف سا جھکا۔

"یور لیڈی شپ.... آپ کا فون ہے۔"

"شکریہ.... میں دیکھتی ہوں۔" لیڈی پرکاش اس کے آفس میں چلی گئی۔ اس نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ ریسیور اٹھاتے وقت اس کا ہاتھ بری طرح کانپ رہا تھا۔

"ہیلو....!"

"ہیلو! لیڈی پرکاش۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "دریائے ٹیمز کی مچھلیاں۔"

"اوہ.... آپ ہیں! کیا آپ مجھے کہیں سکون نہ لینے دیں گے۔"

"تم حرکتیں ہی ایسی کر رہی ہو۔ ابھی تم کس کے ساتھ ناچ رہی تھیں۔"

"کیوں! میں نے اس کا نام نہیں پوچھا۔"

"لیڈی پرکاش.... کان کھول کر سن لو۔ میں اپنا مطالبہ ہر صورت میں پورا کر لوں گا، خواہ کسی سے بھی جوڑ توڑ کرو۔ مجھ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ ضرورت پڑی تو میں تمہیں موت کے گھاٹ بھی اتار دوں گا۔"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"خیر ختم کرو۔" دوسری طرف سے تلخ لہجے میں کہا گیا۔ "اب میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔ اس شہر میں ایک ایسا آدمی بھی ہے جو ان چیزوں کو چار لاکھ میں بھی خرید لے گا۔"

"دیکھئے.... صرف ایک ہفتے کی مہلت اور دیجئے میں انتظار کر رہی ہوں۔"

"کیپٹن حمید اور کرنل فریدی بھی اس انتظام میں شامل ہیں۔" دوسری طرف سے طنزاً پوچھا گیا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے ان دونوں کے صرف نام سنے ہیں۔ آج تک ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ یقیناً آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"لیڈی پرکاش مجھے ضد نہ دلاؤ ورنہ میں تمہاری زندگی برباد کر دوں گا۔ کیا یہ جھوٹ ہے کہ تم کیپٹن حمید کے ساتھ ناچ رہی تھیں اور وہ اب بھی ریکریشن ہال میں تمہارا انتظار کر رہا ہے۔"

"وہ کیپٹن حمید ہے۔" لیڈی پرکاش حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولی۔

"اتنا میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ مجھ تک نہ پہنچ سکیں گے لیکن کم از کم یہ دنیا تمہارے لئے تو تنگ ہو جائے گی۔"

"کچھ بھی ہو لیکن میں آپ سے استدعا کروں گی کہ مجھے پبلک مقامات پر نہ کال کیا کریں۔"

"لیڈی پرکاش! تمہیں ایک ہفتے کی مہلت اور دی جاتی ہے اور یہ آخری مہلت ہو گی۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ لیڈی پرکاش ریسیور کو ٹک پر رکھ کر پلٹ کر رہی تھی

ہوئی پیچھے ہٹی۔ اس کے چہرے پر پسینے کی بوندیں پھوٹ آئی تھیں۔

اُس نے اپنا وینٹی بیگ کھول کر آئینہ نکالا اور پسینہ خشک کر کے جلدی جلدی میک اَپ درست کرنے لگی۔

پھر دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ منیجر وہاں موجود نہیں تھا۔

ریکریئیشن ہال میں اب سناٹا تھا۔ راؤنڈ ختم ہو چکا تھا اور رقاص گیلری میں تھے۔ اُس نے ح کو اپنی ہی میز پر بیٹھے دیکھا۔

حمید نے دور ہی سے محسوس کر لیا کہ اس کے ساتھ کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے حالانکہ وہ اپنے اضطراب کو مسکراہٹ میں چھپانے کی کوشش کر رہی تھی، آنکھیں بدستور ذ انتشار کی طرف اشارہ کر رہی تھیں۔ وہ ایک طویل سانس لے کر بیٹھ گئی۔

"آپ نے بُرا تو نہیں مانا۔" اُس نے حمید سے پوچھا۔

"گراں ضرور گزرتی ہیں ایسی باتیں۔"

"اوہ.... مجھے افسوس ہے۔ ایک بہت ضروری کال تھی۔"

لیڈی پرکاش نے یہ جملہ بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ حمید براہِ راست اس کی آنکھوں میں د رہا تھا۔ لہٰذا اس نے اس ہلکے سے تغیر کو فوراً ہی محسوس کر لیا، جو اس جملے کو ادا کرتے وقت ان واقع ہوا تھا۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر لیڈی پرکاش نے پوچھا۔

"آپ نے آج تک اپنے متعلق کچھ نہیں بتایا۔"

"اور نہ میں نے ابھی تک آپ کے متعلق پوچھا ہے۔" حمید نے جواب دیا۔

"آپ کون ہیں کیا کرتے ہیں.... اور....!"

"کہاں رہتے ہیں۔" حمید نے اس کا جملہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ "میں اس وقت ڈیوٹی پر نہ ہوں۔ ورنہ میں آپ کو ہرگز یہ نہ بتاتا کہ میں کیپٹن حمید ہوں۔ نام تو آپ نے سنا ہی ہوگا.... میرا تعلق محکمہ سراغ رسانی سے ہے۔"

لیڈی پرکاش اس کی صاف گوئی پر ششدر رہ گئی۔ منیجر کے آفس سے آتے وقت وہ سو آئی تھی کہ اگر وہ کیپٹن حمید ہی ہے تو یقیناً میری ٹوہ میں ہوگا اور کبھی اپنی اصلیت نہ ظاہر کرے

حمید نے اُس میں یہ تبدیلی بھی محسوس کر لی اور دفعتاً اس کا ذہن اُس فون کال کی طر متوجہ ہو گیا جس کے اعلان پر لیڈی پرکاش مضطربانہ انداز میں اُس سے الگ ہو گئی تھی۔ وہ سو تھا کہ کیا وہ کال لیونارڈ کی طرف سے تھی؟ اُس کے طریقوں سے تو وہ واقف ہی تھا۔ وہ اپنے

رادہ سے زیادہ خوفزدہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے فون پر اُسے اسی بات آگاہ کیا ہو کہ وہ اس وقت حمید کے ساتھ ہے۔

"میں نے آپ کا نام سنا ہے۔" لیڈی پرکاش خشک لہجے میں بولی۔ "کیا اس طرح تعارف ل کرنے کا کوئی خاص مقصد تھا۔"

"جی ہاں۔" حمید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

اور لیڈی پرکاش کے چہرے پر ایک سایہ سا آکر گذر گیا۔ لیکن آنکھوں سے بدستور انتشار ہوتا رہا۔

"کیا مقصد تھا۔" لیڈی پرکاش نے اپنے لہجے میں سختی پیدا کرنے کی کوشش کی۔

"مقصد حاصل ہو گیا۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "میں نے اس وقت دو ہزار کی شرط جیتی ہے۔"

"یعنی....!"

"ایک دوست نے کہا تھا کہ آج لیڈی پرکاش رقص کے لئے کسی کی بھی درخواست قبول کریں گی۔ موڈ بہت خراب ہے۔ بات بڑھ گئی۔ معاملہ دو ہزار کی شرط پر پہنچ کر ختم ہو گیا اور ر میرے ہیں۔ میں آپ کا مشکور ہوں۔"

حمید کرسی سے اٹھ کر احتراماً تھوڑا سا جھکا اور فوجیوں کے سے انداز میں داہنی ایڑی پر گھوم کر ئیشن ہال سے نکلا چلا گیا۔



محکمہ سراغ رسانی کے سارے انسپکٹر لیونارڈ کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ فریدی کو اس کے پر چھوڑ دیا گیا اور سرکاری طور پر حمید کو ایک ایسے گروپ کے ساتھ کام کرنا تھا جس میں ر آصف بھی شامل تھا۔ احکامات براہِ راست ڈی۔ آئی۔ جی کے آفس آئے تھے، اس لئے حمید نہ مار سکا۔ ورنہ آصف جیسے لوگوں سے نباہ کرنا کم از کم اُس کے بس کا روگ تو نہیں تھا اور ستم آصف سینیارٹی کی بناء پر اس ٹولی کا انچارج بنا دیا گیا تھا۔

آصف فریدی اور حمید کا پرانا دشمن تھا۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے یہ دونوں زمین سے آسمان پر گئے تھے۔ انسپکٹروں میں آصف سب سے سینئر تھا لیکن کارکردگی میں صفر کے برابر ہونے کی بناء فیسروں کی نظر میں اس کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ لیکن اس بار اپنے لئے عزت افزائی کا پروانہ دیکھ کافی دیر تک یقین نہیں آیا۔ ماتحتوں میں حمید کا نام دیکھ کر تو اس کی باچھیں کھل گئیں۔

سب سے پہلے اس نے حمید ہی کو طلب کیا۔

"حمید....!"

"کیپٹن حمید" حمید نے تصحیح کی۔

"میں بد تمیزی نہیں پسند کرتا۔"

"کیپٹن حمید!" حمید ایک ایک لفظ پر زور دیتا ہوا بولا۔ "اگر آپ نے اب مجھے صرف حمید کہا تو میں آپ پر ہتک عزت کا دعویٰ دائر کردوں گا۔ سمجھے جناب۔ ڈی آئی جی تک کیپٹن کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔"

"فریدی کہاں ہے؟"

"سبحان اللہ۔ کیا یہ بھی میرے فرائض میں داخل ہوگا۔" حمید بُرا سامنہ بنا کر بولا۔

"قطعی تمہیں بتانا پڑے گا کہ فریدی کہاں ہے۔"

"کرنل فریدی۔" حمید نے تصحیح کی۔

"اچھی بات ہے! میں تمہیں دیکھوں گا۔"

"دن ہی دن دیکھئے گا۔ رات کو میں عموماً نظر نہیں آیا کرتا۔"

"شٹ اپ۔"

"آصف صاحب! گردن پکڑ کر کھڑکی کے باہر پھینک دوں گا۔ سمجھے زبان سنبھالئے! کیپٹن کا اعزاز مجھے اس لئے نہیں ملا ہے کہ انسپکٹر صاحبان مجھ پر دھونس جمانے کی کوشش کریں۔ ویسے آپ ہم لوگوں کے انچارج بنائے گئے ہیں۔ بنے رہئے۔ لیکن یہ بھی اسی وقت تک ہوگا جب تک آپ شرافت سے پیش آئیں گے۔"

"میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتا... یہاں سے چلے جاؤ۔"

"شکریہ۔" حمید کمرے سے نکل گیا۔

اسی شام کو آصف نے اسے کیواس ہوٹل کی نگرانی پر مقرر کردیا۔ اسے رات بھر ہوٹل کے صدر دروازے کی نگرانی کرنی تھی۔ لیکن اسے معجزہ ہی کہنا چاہئے کہ حمید بارہ بجے ہوٹل ڈی فرانس میں وارنر کی لڑکی کے ساتھ ناچتا رہا پھر اس کے بعد گھر جا کر سو گیا۔

دوسری صبح اُس نے آصف کے سامنے جو تحریری رپورٹ پیش کی وہ یہ تھی۔

"چھ بجے شام سے چار بجے صبح تک کیواس ہوٹل کے صدر دروازے کی نگرانی کرتا رہا۔ بارہ بجے تک کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔ میں اس وقت تک کسی لڑکی کی آمد کا انتظار کرتا رہا جب تک کہ ہوٹل بند نہیں ہوگیا۔ لیکن ایک بھی لڑکی وہاں جاتی نہیں دکھائی دی۔ اس سے یہی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ وہاں لڑکیاں نہیں جاتیں اور وہ ایک تھرڈ کلاس ہوٹل ہے۔ ہوٹل بند ہوجانے کے بعد بھی میں صدر دروازے کی نگرانی کرتا رہا اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ

دروازہ اب بھی اپنی جگہ پر موجود ہے، میری ذاتی رائے ہے کہ صدر دروازے سے نیک چلنی کی ضمانت طلب کرلی جائے۔"

آصف نے مختصر سی رپورٹ دیکھی اور غصے میں بل کھا کر رہ گیا۔

"یہ کیا ہے؟" وہ تھوڑی دیر بعد حلق پھاڑ کر چیخا۔ "میں اسے ایس پی کے سامنے پیش کروں گا۔"

"ضرور کیجئے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کارکردگی کے سلسلے میں مجھے بھی ترقی مل جائے۔" حمید نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔ "اور آپ کی تحریر تو میرے پاس محفوظ ہی ہے۔ اس تحریر میں صرف کہا گیا ہے کہ میں رات بھر کیواس کے صدر دروازے کی نگرانی کرتا رہوں۔ چنانچہ میں کرتا ٹھیک چار بجے گھر واپس گیا۔ نگرانی کی غرض و غایت سے واقف نہیں تھا اس لئے اپنی سمجھ کے مطابق یہ رپورٹ مرتب کر کے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا فخر حاصل کر رہا ہوں۔"

"تم نگرانی کے مقصد سے واقف نہیں تھے۔" آصف نے جھلا کر کہا۔

"قطعی نہیں... جناب انسپکٹر صاحب۔"

"کیا کچھ دن قبل کیواس میں ایک قتل نہیں ہوا اور تم حیرت انگیز طور پر وہاں پہلے سے موجود نہیں تھے۔"

"آہا... ٹھیک اب یاد آیا۔ لیکن دروازے کی نگرانی کا کیا مطلب تھا۔"

"آج رات کو مراقبہ کر کے کل جواب دوں گا۔" حمید نے لاپروائی سے کہا اور فوجیوں کے انداز میں ایڑیاں بجاتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

اس وقت کمرے میں آصف اور انور کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا ورنہ آصف کو بڑی شرمندگی ہوتی۔

حمید کی رپورٹ اٹھا کر اُس نے اُس کے پرزے پرزے اڑا دیئے۔ وہ اس واقعے کو آگے بڑھاتا بھی تو کس بناء پر۔ حماقت خود اُسی سے ہوئی تھی۔ اس نے حمید کو تحریری حکم دیا تھا کہ اُسے کیواس کے صدر دروازے کی نگرانی کرنی ہے، لیکن اس میں اس کا تذکرہ نہیں تھا کہ اس سے اس کا مقصد کیا ہے۔ اگر وہ اس معاملے کو آگے بڑھاتا تو اُسے شرمندگی ہی اٹھانی پڑتی۔

ویسے اس حرکت کا مقصد حمید کو پریشان کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

اُدھر حمید نے بھی تہیہ کرلیا تھا کہ اگلا پچھلا حساب اسی بار بیباق کردے گا۔

شام کو آفس سے نکلتے وقت اس نے محسوس کیا کہ آصف اس کی تاک میں ہے اور یہ حقیقت تھی کہ آج آصف باقاعدہ طور پر حمید کا تعاقب کر رہا تھا۔

حمید چھوٹی آسٹن میں تھا اس لئے آصف کو ٹیکسی کرنی پڑی اور حمید نے تہیہ کرلیا کہ آج

ٹیکسی ڈرائیور کو کافی فائدہ پہنچائے بغیر نہیں رہے گا۔ اس نے آر لکچو میں رک کر تگڑا ہا
کیا۔ آصف اس وقت بڑی مہارت کا ثبوت دے رہا تھا۔

حمید جب ویٹر کو ناشتے کے لئے ہدایات دے رہا تھا وہ بڑی پھرتی سے ڈائننگ ہال میں د
ہو کر ایک قریبی کیبن میں گھس گیا۔ حمید نے اسے کنکھیوں سے دیکھا۔

آر لکچو میں اُس نے سات بجا دیئے۔ کچھ دیر تک کاؤنٹر کلرک سے چھیڑ چھاڑ کرتا رہا
وارنر کی لڑکی آگئی کیونکہ آج کل وہ دونوں آر لکچو ہی میں مل رہے تھے۔

سات بجے وہ آر لکچو سے نکلے۔ آصف بھی کیبن سے نکل کر باہر آیا۔

حمید کی کار شہر کی گلیوں کے چکر لگانے لگی۔

"کیا بات ہے۔" لڑکی بولی۔ "آج تم آر لکچو میں رکے نہیں۔"

"روزانہ ایک ہی قسم کی تفریح کھل جاتی ہے۔ آج کچھ اور دیکھیں گے۔"

کار سڑکوں پر چکراتی رہی اور آصف ایک ٹیکسی میں اس کا تعاقب کرتا رہا۔ اُسے یقین
حمید فریدی کے ٹھکانے سے ضرور واقف ہوگا اور روزانہ کم از کم ایک ہی بار اس سے ضر
ہوگا۔ اگر اس طرح وہ فریدی ہی کے ٹھکانے سے واقف ہوگیا تو یہ بھی اس کے لئے ایک بہ
کارنامہ ہوگا کیونکہ ڈی۔ آئی۔ جی ہر حال میں فریدی کا سراغ چاہتا تھا۔

آٹھ بجے حمید نے کار ایک گھٹیا سے شراب خانے کے سامنے روک دی اور لڑکی سے
ہوا نیچے اُتر گیا کہ وہ اس کا انتظار کرے۔ شراب خانہ بدنام قسم کا تھا۔ آصف کو کچھ سوچنے پ
ہونا پڑا۔ اس نے تھوڑے ہی فاصلے پر ٹیکسی رکوا دی۔ حمید شراب خانے میں داخل ہو چکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ شراب خانے سے نکل کر پھر کار میں آبیٹھا۔

"کیا کرتے پھر رہے ہو تم...." لڑکی منمنائی۔

"بس اب کہیں نہ رکوں گا۔" حمید نے کہا اور کار اسٹارٹ کر دی۔

آصف کی ٹیکسی پھر اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ اس بار حمید نے اپنی گاڑی اُس سڑک
دی، جو تارجام کی طرف جاتی تھی۔

"ہائیں کدھر جا رہے ہو۔" لڑکی گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی۔ وہ شہر کے باہر نکل
تھے۔

"پرواہ مت کرو۔"

"نہیں واپس چلو۔"

"پیچھے دیکھو۔" حمید نے کہا۔ "ایک کار آرہی ہے۔ اس میں ایک ایسی عورت ہے جو

دی کرنا چاہتی ہے۔ میں اُسے بیوقوف بنانا چاہتا ہوں۔"

لڑکی مڑ کر دیکھنے لگی۔

"ہاں ہے تو۔"

"بس دیکھتی جاؤ۔ تھوڑی دور اور آگے جا کر ہم اچانک مڑیں گے اور پھر مزہ آجائے گا۔"

"کیا مزہ آجائے گا۔ نہ جانے تم کیا بک رہے ہو۔"

"وہ عورت۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "زبردستی شادی کرنا چاہتی ہے۔ اس لئے
چار بجے شام سے اس کا پٹرول پھکوا رہا ہوں۔ کار اس کی اپنی نہیں بلکہ ٹیکسی ہے۔ اس کے میٹر
اب تک کم از کم پچاس یا پچپن میل بنائے ہوں گے۔"

حمید نے جملہ ختم کر کے کار موڑ لی اور اُس کا رخ اب پھر شہر کی طرف تھا۔ سامنے سے آتی
ئی کار زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔ اچانک وہ ترچھی ہو کر حمید کی راہ میں حائل ہوگئی۔ اگر حمید
ٹ پورے بریک نہ لگا دیتا تو ایکسیڈنٹ لازمی تھا۔ لڑکی کا سر ڈیش بورڈ سے ٹکراتے ٹکراتے بچا
اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔

حمید نے تین چار آدمیوں کو سامنے والی کار سے کودتے دیکھا اور دیکھتے ہی دیکھتے اُن لوگوں
نے حمید کی کار کو گھیر لیا۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ اور چپ چاپ باہر نکل آؤ۔" کسی نے گرج کر کہا اور اُن دونوں پر ٹارچ
روشنی پڑی۔ حمید اپنا ہاتھ جیب تک نہیں لے جا سکا کیونکہ اس کی پیشانی سے ایک ریوالور کی
لی آلگی تھی۔

"کھینچ کر باہر نکال لو۔" ان آدمیوں میں سے ایک نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

بہر حال چند ہی لمحوں میں حمید پر یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ وہ کسی مصیبت میں پھنس گیا ہے
نکہ اُسے بے قابو کر کے اُس کے ہاتھ پیر باندھے جا رہے تھے اور لڑکی قریب ہی کھڑی تھر تھر
انپ رہی تھی۔

مسٹر بارن

محکمے کے لئے فریدی کی طرح حمید بھی غائب ہوگیا۔ دو دن ہوگئے لیکن اس کا کہیں سراغ نہ
آصف تو جلا بیٹھا ہی تھا اُس نے وہ زہر افشانیاں کیں کہ خدا کی پناہ۔

دو دن قبل جب وہ حمید کا تعاقب کر رہا تھا تو اُسے شہر ہی میں اس کا پیچھا چھوڑ دینا پڑا تھا۔ دفعتاً

ایک جگہ ٹیکسی ڈرائیور سے اس نے پوچھ لیا کہ کتنے میل بنے ہیں اور پھر جواب میں "تمیں"
سن کر اُسے اپنا پرس یاد آیا جس میں ہرگز اتنی رقم نہیں تھی، جو اس سے زیادہ سفر کا بار اٹھا
مجبوراً اُسے تعاقب کا خیال ترک کر دینا پڑا تھا۔ حمید کے غائب ہو جانے پر اُس نے محکمے کو رپو
دی کہ وہ ایک انگریز لڑکی کے ساتھ تار جام کی طرف جاتا ہوا دیکھا گیا تھا۔

تیسرے دن مسز وار نر نے اپنی لڑکی کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی اور شبہ ظاہر
اُسے کیپٹن حمید نے اغوا کیا ہے۔ آصف کی باچھیں کھل گئیں، کیونکہ وہ بھی اپنی رپورٹ میں
انگریز لڑکی کا حوالہ دے چکا تھا۔

اس شام کے اخبارات نے اغواء کی اس سنسنی خیز خبر کی سرخیاں نت نئے انداز میں چھ
اور ہاکروں نے تو آسمان سر پر اٹھا لیا۔



گلوریا اب بھی فریدی کی کوٹھی میں مقیم تھی۔ اس نے بھی اس اغواء کی خبر پڑھی اور د
ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ وہ سچ مچ اپنی بہتیری توقعات حمید سے وابستہ کر بیٹھی تھی۔ اس کی سمجھ
نہیں آ رہا تھا کہ اب وہ کیا کرے۔ وہاں ٹھہرے یا چلی جائے۔ اُسے کوٹھی کے نوکروں کی آ
میں اپنے لئے تمسخر نظر آنے لگا تھا۔

آخر اس نے فیصلہ کیا کہ اُسے وہاں سے چلا جانا چاہئے.... وہ آدمی جس نے اُ
مصیبت میں پھنسایا تھا کیو اس ہوٹل میں قتل کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا اب اس کی دانست میں خود اس
لئے کوئی خطرہ نہیں رہ گیا تھا۔

اس نے ایک بوڑھے نوکر پر اپنا ارادہ ظاہر کیا لیکن اس نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔
تھی کہ اس کے متعلق نوکروں کو کسی قسم کے احکامات نہیں دیئے گئے تھے۔

بہر حال اس نے اپنا سوٹ کیس اٹھایا اور چل پڑی۔ نوکروں نے اسے جاتے دیکھا لیکن
کا اظہار نہیں کیا۔



مسز وار نر بے خبر سو رہی تھی۔ اچانک ہنگامے کی آواز سن کر اس کی آنکھ کھل گئی۔
دونوں لڑکیاں شاید اس سے پہلے ہی جاگ گئی تھیں۔

یہ فائروں کی آوازیں تھیں اور قریب ہی سے آتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ سا
آدمیوں کے چیخنے کا شور بھی سنائی دے رہا تھا۔

وہ بوکھلا کر برآمدے میں نکل آئی۔

اور پھر حقیقت ظاہر ہونے میں دیر نہیں لگی۔ مسٹر بارن کے بنگلے پر پولیس نے ریڈ کیا تھا۔
ر سے بھی گولیاں چل رہی تھیں۔ مسز وار نر چکرا کر دو چار قدم پیچھے ہٹ آئی۔ وہ چند لمحے اسی
ح کھڑی رہی پھر اپنی لڑکیوں سے گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"چلو.... اندر چلو....!" وہ انہیں اندر جانے کے لئے دھکیلنے لگی۔

"کیوں ممی.... یہ کیا ہو رہا ہے۔"

"ممی کی بچی اندر چل۔"

اس نے انہیں دھکیل کر اندر کیا اور دروازہ بند کرتے ہوئے بڑبڑائی۔ "خدا رحم کرے" پھر
یوں کی طرف مڑ کر بولی۔ "جاؤ اپنے کمروں میں جاؤ۔"

"کیوں ممی!.... مسٹر بارن۔"

"چلی جاؤ۔" مسز وار نر جھلا کر چیخی۔

دونوں لڑکیاں چلی گئیں۔

مسز وار نر کے چہرے پر زردی چھا گئی تھی اور اس کا سینہ لوہار کی دھونکنی کی طرح پھول اور
ک رہا تھا۔ اُس نے اپنے سینے پر ہاتھوں صلیب کا نشان بنایا۔ کچھ دیر تک اسی حالت میں کھڑی
ی لیکن ذہنی انتشار میں اضافہ ہوتا گیا۔

اچانک فائروں کی آوازیں آنی بند ہو گئیں اور یہ سناٹا بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے کسی نے
ے کے انتشار کے بعد دم توڑ دیا ہو۔

مسز وار نر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس کے پیر بُری طرح کانپ رہے تھے۔

پھر وہ اپنے برآمدے میں بھاری قدموں کی آواز سن کر اچھل پڑی۔

کوئی باہر سے گھنٹی بجا رہا تھا۔ مسز وار نر بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔

تین چار بار گھنٹی بجی اُس کے بعد دروازہ پیٹا جانے لگا۔ مسز وار نر اپنی حالت سنبھالنے کی
شش کرنے لگی۔

"کون ہے!" اُس نے انتہائی کوشش کے بعد اپنے حلق سے غصیلی سی آواز نکالی۔

"پولیس....!" باہر سے آواز آئی۔ "دروازہ کھولو۔"

وہ آگے بڑھی اور جی کڑا کر کے دروازہ کھول دیا۔ سامنے فریدی کھڑا تھا۔ اُس کے بال بے
تیبی سے پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے اور چہرے پر دو ایک جگہ گہری خراشیں نظر آ رہی تھیں،
ن سے خون نکل کر جم گیا تھا۔

"کھیل ختم ہو گیا مسز وارنر.....!" وہ مسکرا کر بولا۔

"کیسا کھیل.... آپ کون ہیں؟"

"تم مجھے اچھی طرح پہچانتی ہو.... اور کھیل بھی تمہارے لئے نیا نہیں۔ بارن کے ہتھ
لگ چکی ہیں۔"

"کیوں....؟ کیا کیا مسٹر بارن نے۔" مسز وارنر حیرت انگیز طور پر دلیر ہوتی جا رہی تھی۔

"اُسے اسی بات کا تو افسوس ہے کہ وہ کچھ کر نہیں پایا۔"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"میں عبرانی یا لاطینی زبان میں گفتگو نہیں کر رہا ہوں۔ فریدی نے خشک لہجے میں کہا اور
اپنے پیچھے کھڑے ہوئے سب انسپکٹر کی طرف مڑ کر بولا۔ "اسے بھی حرست میں لے لو
لیونارڈ کی ایجنٹ ہے۔"

"نہیں....!" وہ ہذیانی انداز میں چیخی۔ "یہ غلط ہے۔ میں کسی لیونارڈ کو نہیں جانتی۔"

"غالباً یہ نام بھی تمہارے لئے نیا ہو گا۔"

"میں کسی لیونارڈ کو نہیں جانتی۔"

"آفیسر! تم اسے حراست میں لے لو۔" فریدی نے سب انسپکٹر سے کہا اور اس نے بڑ
دردی سے مسز وارنر کے ہاتھ میں ہتھکڑی لگادی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔" مسز وارنر پاگلوں کی طرح چیخی۔ "یہ کیا ہو رہا ہے۔"

"کیا تم لیونارڈ سے واقف نہیں ہو۔" فریدی نے پُر سکون لہجے میں پوچھا۔

"نہیں نہیں.... نہیں۔"

"آچ.... چھا۔" فریدی چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ پھر وہ ایک الماری کی طرف
اُسے کھول کر ایک وینٹی بیگ نکالا۔ یہ مسز وارنر ہی کا تھا۔ فریدی نے اُسے کھول کر میز پ
دیا۔ اور پھر گری ہوئی چیزوں میں سے ایک وزیٹنگ کارڈ اٹھا کر مسز وارنر کے چہرے کے ق
لے جاتا ہوا بولا۔ "یہ کیا ہے۔"

وزیٹنگ کارڈ پر بڑے بڑے حرفوں میں صرف "لیونارڈ" تحریر تھا۔

مسز وارنر نے ہاتھ پیر ڈال دیئے۔ اگر سب انسپکٹر نے اپنا داہنا بازو آگے نہ بڑھا دیا ہو
گر ہی پڑی تھی۔

مسز وارنر بیہوش ہو چکی تھی۔



دوسرے دن شائد ہی کوئی ایسا اخبار رہا ہو جس کے دو ایڈیشن نہ چھپے ہوں۔ "لیونارڈ کی
ی" اُس دن ہاکر اسی ایک سرخی کو لئے چیختے پھر رہے تھے.... سارے اخبارات نے
....اور مسز وارنر کی تصاویر شائع کی تھیں اور پوری خبر میں یہ لطیفہ سب سے زیادہ دلچسپ
کوتوالی میں مسز وارنر اور لیونارڈ میں مار پیٹ تک کی نوبت آ گئی تھی۔ بارن اس سے منکر تھا
لیونارڈ ہے اور مسز وارنر پاگلوں کی طرح چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی کہ وہ لیونارڈ ہے اور وہ وزیٹنگ
جو فریدی نے مسز وارنر کے وینٹی بیگ سے برآمد کیا تھا اُسی کا دیا ہوا تھا۔

اخبارات میں یہ بھی تھا کہ کیپٹن حمید ابھی تک لاپتہ ہے اور کرنل فریدی کا خیال ہے کہ اس
دگی میں دراصل لیونارڈ ہی کا ہاتھ تھا یہ اور بات ہے کہ ابھی تک اس نے اپنے لیونارڈ ہونے
راف نہیں کیا۔ لیکن محکمہ سراغ رسانی کو یقین ہے کہ وہ لیونارڈ ہی ہے کیونکہ وہ اُس سے کافی
ن مشابہ ہے۔ بعض معمولی سے فرق اس بات کا ثبوت نہیں ہو سکتے کہ وہ لیونارڈ نہیں ہے
ہ ایسے معمولی سے فرق پیدا کرنے پر ہر آدمی قادر ہو سکتا ہے۔

مسز وارنر کی لڑکی کے اغوا کا واقعہ بھی اسی سلسلے کی کوئی کڑی معلوم ہوتا ہے۔ آخیر میں تھا
رنل فریدی اب بھی مطمئن نہیں حالانکہ لیونارڈ گرفتار کیا جا چکا ہے، لیکن پھر انہیں کئی باتیں
رہی ہیں، جن کا تذکرہ انہوں نے اخبار نویسوں سے نہیں کیا۔

مسز وارنر کے متعلق تھا کہ اس نے ایک اہم انکشاف کیا ہے۔ لیونارڈ اُس سے ایک کام لینا
تا تھا۔ اس نے شہر کی ایک معزز عورت (جس کا نام محکمہ سراغ رسانی ظاہر نہیں کرنا چاہتا) کو
میل کرنے کے لئے جال بچھایا تھا۔ اور اُس سے ایک بہت بڑی رقم کا مطالبہ کر رہا تھا۔
رام کے مطابق وہ رقم مسز وارنر ہی اُس عورت سے وصول کر کے لیونارڈ تک پہنچاتی۔



لیڈی پرکاش کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور وہ قہر آلود نظروں سے فریدی کو گھور رہی تھی۔
فریدی اُسی کے ڈرائنگ روم میں تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس نے کچھ دیر قبل کوئی
ردلانے والی بات کہی ہو۔

"لیڈی پرکاش.... آخر اب اس کا اعتراف کر لینے میں کیا حرج ہے۔"

"کرنل فریدی آپ ایک معزز آدمی ہیں ورنہ میری زبان سے آپ کچھ اور سنتے۔"

"جو کچھ بھی سنتا اُس پر مجھے قطعی افسوس نہ ہوتا۔"

"آپ عجیب ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ بھی کافی مشغول آدمی ہوں گے۔"

"لیڈی پرکاش میں آپ سے اعتراف کرائے بغیر ہرگز واپس نہ جاؤں گا۔"

"کرنل فریدی۔" وہ پھر جھلا گئی۔ "مجھے اس پر مجبور نہ کیجئے کہ میں آپ کے آفیسروں
آپ کی شکائت کروں۔"

"اچھا....!" فریدی ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "اگر خود لیونارڈ ہی نے مقدمے
دوران اس کا اعتراف کر لیا تو.... اُس وقت آپ کی کیا پوزیشن ہوگی۔"

"دیکھا جائے گا۔" وہ جلدی سے کہہ گئی۔ پھر فوراً ہی سنبھل کر بولی۔ "کس بات کا اعتراف
کرلے گا۔"

"یہی کہ وہ آپ کو بلیک میل کرنا چاہتا تھا۔"

"وہ کہنے ہی کیوں لگا جب کہ نہ میں اُسے جانتی ہوں اور نہ وہ مجھے جانتا ہے۔"

"اس کے باوجود بھی وہ وی آنا میں آپ سے ایک بڑی رقم وصول کر چکا ہے۔"

"کرنل صاحب! بس اب جائیے۔ میرے پاس فالتو وقت نہیں ہے۔"

"اچھا ختم کیجئے! کیا آپ کے یہاں گراموفون ہے۔"

"کیا اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہیں آپ۔"

"اگر ہو تو ذرا منگوایئے۔ میں ایک ریکارڈ سن کر واپس چلا جاؤں گا۔ یہ میری آخری درخواست
ہے۔ اوہ آپ تو مجھے اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے آپ کو میرے صحیح الدماغ ہونے پر شبہ ہو۔"

"واقعی کرنل! میں نہیں سمجھ سکتی۔" لیڈی پرکاش مسکرائی۔ لیکن اس مسکراہٹ میں
جھلاہٹ کا عنصر بہت زیادہ تھا۔

"مجھے مایوس نہ کیجئے۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

لیڈی پرکاش تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی، پھر اُس نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی کا بٹن دبایا۔
دوسرے ہی لمحے میں ایک نوکر کمرے میں داخل ہوا۔

"گراموفون اٹھالاؤ۔" اُس نے اس سے کہا۔

گراموفون آنے تک خاموشی رہی۔ ملازم نے گراموفون لاکر میز پر رکھ دیا۔ فریدی
اپنے مینٹل سے ایک ریکارڈ نکالا۔

لیڈی پرکاش حیرت سے فریدی کو دیکھ رہی تھی۔ نوکر جا چکا تھا۔ فریدی گراموفون پر ریکارڈ
چڑھا کر لیڈی کی طرف مڑا۔

......لیڈی پرکاش....!" گراموفون سے کسی مرد کی آواز آئی۔

نہ آواز ایک قہقہے کے ساتھ۔ "دریائے ٹیمز کی مچھلیوں میں سے ایک۔"

ئے.... میری درخواست سنئے۔" لیڈی پرکاش کی آواز تھی۔ "میں سردست اتنی بڑی
م نہیں کر سکتی! رحم کیجئے۔"

پرکاش اب پتی ہے۔" مرد کی آواز۔

ک ہے! لیکن میں انہیں کیا بتاؤں گی۔ کیا بہانہ کروں گی۔ تین لاکھ بہت ہوتے ہیں۔"

شش کرو.... ورنہ انجام تم جانتی ہو۔"

سب کچھ جانتی ہوں۔ اچھا فی الحال مجھے معاف کیجئے۔ میرے یہاں مہمان ہیں۔ میں
دوں گی۔ وہ انجام میں پسند نہیں کروں گی جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے۔"

ھا.... لیکن بہت جلد۔ میں زیادہ انتظار نہیں کروں گا۔"

ی نے ساؤنڈ بکس اٹھا دیا.... اس کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی.... اور
ش اس طرح ڈھیلے ڈھالے انداز میں صوفے میں دھنسی ہوئی تھی جیسے اُسے یقین ہو کہ
دیر بعد مر جائے گی۔

ب آپ کیا کہتی ہیں۔" فریدی نے کہا۔

ی پرکاش صرف تھوک نگل کر رہ گئی۔

ردانہ آواز کیپٹن حمید کی تھی۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

یکھئے کرنل۔" لیڈی پرکاش جملہ پورا کرنے کی بجائے اپنی پیشانی پر پسینے کی بوندیں
نے لگی۔

ں آپ کی بدنامی نہیں پسند کروں گا۔" فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ
بت ہی نہ آئے، ورنہ آپ اس ریکارڈ کے مصرف سے تو واقف ہوں گی.... ظاہر ہے کہ
ارڈ کے مقدمے کے دوران میں عدالت میں پیش کیا جائے گا۔"

اوہ.... کرنل....!"

لیکن نہیں! آپ کا ماضی خواہ کچھ رہا ہو۔ لیکن اب تو آپ باعزت طور پر زندگی بسر کر رہی
ں یہ بھی نہ چاہوں گا کہ آپ سر پرکاش کی نظروں میں ذلیل ہو جائیں۔ اگر یہ ریکارڈ
میں پیش کیا گیا تو مجبوراً آپ کو اُن قابل اعتراض تصویروں اور خطوط کا تذکرہ کرنا پڑے
ارڈ کے قبضے میں ہیں اور جن کی قیمت وہ تین لاکھ طلب کر رہا ہے۔"

پھر آپ کیا چاہتے ہیں۔"

"میری مدد کیجئے۔"

"میں نے لیونارڈ کو گرفتار تو کرلیا ہے لیکن وہ اس بات کا اعتراف نہیں کرتا کہ وہ لیونارڈ ہے۔ حالانکہ وہ لیونارڈ سے بہت کچھ مشابہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ مشابہت کوئی خاص بات نہیں بہتیرے لوگ دوسروں سے مشابہ ہوتے ہیں۔"

"لیکن آپ کے پاس اس کی دوسری نشانیاں بھی تو ہوں گی۔" لیڈی پرکاش بولی۔ "مثلاً فنگر پرنٹس۔ انہیں وہ کیسے جھٹلائے گا۔"

"یہی تو مصیبت ہے۔" فریدی نے کہا۔ "سب کچھ تھا لیکن اُس نے اپنا کیس بیگ پہلے دفتر سے غائب کرادیا تھا۔"

"خیر.... بہر حال.... میں آپ کی مدد کیسے کر سکتی ہوں۔"

"اس نے رقم سمیت آپ کو کہاں بلایا تھا اور آپ کو وہاں کب جانا ہے۔"

"کل رات کو جانا تھا.... مگر وہ تو جیل میں ہے۔"

"کہاں جانا تھا۔"

"کمٹالی کے میدان میں۔"

"تو آپ کل ضرور جایئے گا۔"

"کیوں! اب تو وہ جیل میں ہے۔"

"کسی سے کہیئے گا نہیں۔" فریدی نے رازدارانہ انداز میں کہا۔ "وہ آج رات کو جیل سے فرار ہو جائے گا۔"

"میں آپ کی کوئی بات نہیں سمجھ سکتی۔"

"اوہو....! میں اُسے دوبارہ موقعہ واردات پر پکڑنا چاہتا ہوں۔"

"میں سمجھ گئی۔"

"سمجھ گئیں نا....!" فریدی مسکرانے لگا۔

اپاہج لیونارڈ

لیڈی پرکاش ایک بجے رات سے دو بجے تک کمٹالی کے سنسان علاقے میں لیونارڈ کا انتظار کرتی رہی، لیکن وہ نہیں آیا۔ آخر وہ تھک ہار کر واپس آگئی وہ اپنے ساتھ پوری رقم لے گئی تھی۔ دوسرے دن اُسے ٹیلی فون پر پھر اُسی آدمی کی خوفناک آواز سنائی دی جسے وہ کئی بار سن چکی تھی۔

وہ کہہ رہا تھا۔ "میں وہاں موجود تھا لیڈی پرکاش.... لیکن مصلحتاً تم سے نہیں ملا۔ کیا تم بتا سکتی ہو کہ میری گرفتاری کی خبر سننے کے باوجود بھی تم وہاں کیوں آئی تھیں۔"

"کیونکہ میں لیونارڈ سے اچھی طرح واقف ہوں۔ ایک بار لندن میں بیک وقت دس عدد لیونارڈ پیدا ہوگئے تھے۔ پولیس نے دسوں کو پکڑ لیا لیکن اس کے باوجود بھی اس کی رسائی لیونارڈ تک نہیں ہوئی۔"

"تم بہت عقل مند ہو۔ لیڈی پرکاش! چلو اس عقلمندی کے صلے میں میں ایک لاکھ معاف کرتا ہوں۔ تم صرف دو ہی لاکھ لانا۔"

"شکریہ.... مگر اس بار مجھے وہ تصویریں اور خطوط واپس مل جانے چاہئیں۔"

"مطمئن رہو.... ایسا ہی ہوگا۔"

"میں کیسے یقین کرلوں۔ پچھلی بار وہی۔ آنا میں بھی تم نے مجھے دھوکا دیا تھا۔"

"اس بار ایسا نہیں ہوگا لیڈی پرکاش۔ مطمئن رہو۔"

"تو پھر میں کب آؤں۔"

"پرسوں بارہ بجے رات کو۔"

"اچھا میں آؤں گی۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہوگیا۔

لیڈی پرکاش نے کاغذ کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے پر پنسل سے گھسیٹ دیا۔ "پرسوں بارہ بجے رات کو۔" اور پرزے کو مٹھی میں دبائے ہوئے عمارت کے اس حصے میں چلی گئی جہاں کبوتر رکھے جاتے تھے۔ ایک کبوتر دوسروں سے الگ ایک پنجرے میں بند تھا۔ لیڈی پرکاش نے اُسے نکالا اور اُس کے پرزے کو اس کے پیر میں پڑے ہوئے چھلے سے لگی ہوئی ایک نلکی سے ٹھونس دیا۔

یہ نامہ بر فریدی ہی نے اُسے دیا تھا تاکہ وہ اُسے حالات سے مطلع کرتی رہے۔

لیڈی پرکاش نے کبوتر کو فضا میں اچھال دیا۔ کبوتر نے بلند ہو کر عمارت کے گرد چکر لگایا اور ایک طرف اڑتا چلا گیا۔

لیڈی پرکاش فریدی سے پورا پورا تعاون کر رہی تھی کیونکہ فریدی نے اُس دن اُسی کے لئے نہ صرف وہ ریکارڈ توڑ دیا تھا بلکہ وعدہ کیا تھا کہ لیونارڈ کے پاس اُس کے لئے بلیک میلنگ کا جو بھی سامان ہوگا کسی کو دکھائے بغیر ضائع کر دیا جائے گا۔



رات تاریک تھی.... اور کمٹالی کا لق ودق میدان حد درجہ ڈراؤنا معلوم ہو رہا تھا لیکن ایک

عورت اُس رونگٹے کھڑے کر دینے والے ماحول میں بے خوف و خطر لیونارڈ جیسے خطرناک آدمی کا انتظار کر رہی تھی۔

آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا اور کسی وقت بھی بارش ہو سکتی تھی۔ لیڈی پرکاش بارہ سے ایک تک انتظار کرتی رہی لیکن کوئی نہ آیا۔ آخر اُسے سوچنا ہی پڑا کہ لیونارڈ مآل اندیشی سے کام لے رہا ہے۔ ہر ہر طرح اپنا اطمینان کرنا چاہتا ہے۔ ممکن ہے وہ آج بھی نہ آئے۔

لیکن سارا میدان تو سنسان پڑا تھا۔ اگر فریدی دوبارہ لیونارڈ کی تاک میں ہے تو کم از کم وہ تو یہاں موجود ہی ہوگا۔

لیڈی پرکاش اپنی کار میں بیٹھ گئی۔ اس وقت حقیقتاً اس کے پاس دو لاکھ کی رقم بڑے نوٹوں کی شکل میں موجود تھی۔ تھوڑی دیر بعد اُسے یہ سوچ کر خوف محسوس ہونے لگا کہ کہیں کوئی دوسرا ہی اُسے نہ لوٹ لے۔

لیڈی پرکاش نے بے تحاشہ کار اسٹارٹ کی اور بڑی تیز رفتاری سے سڑک تک لائی۔

سڑک سنسان پڑی تھی۔ وہ برابر رفتار تیز کرتی جا رہی تھی۔ اچانک اس نے محسوس کیا کہ ایک دوسری کار بھی بالکل اُسی کار کے برابر چل رہی ہے۔ لیڈی پرکاش کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

"لیڈی پرکاش....!" دوسری طرف کی کار سے آواز آئی۔ بولنے والا لہجے کے اعتبار سے انگریز معلوم ہوتا تھا اور اس نے اُسے انگریزی ہی میں مخاطب کیا تھا۔

"ہاں میں ہوں۔" لیڈی پرکاش سہمی ہوئی آواز میں بولی۔

"گاڑی روک دو۔ میں مطمئن ہوں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

لیڈی پرکاش نے رفتار کم کر دی۔

"اندر کی لائٹ جلا دو۔" دوسری کار سے آواز آئی۔

لیڈی پرکاش نے اپنی کار کے اندر روشنی کر دی اور پھر بریک لگا کر انجن بند کر دیا۔ دوسری کار بھی رک گئی اور اس پر سے ایک آدمی اُترا۔

"رقم کہاں ہے؟" اس نے پوچھا۔

لیڈی پرکاش نے پچھلی سیٹ پر پڑے ہوئے چمڑے کے تھیلے کی طرف اشارہ کیا۔

اس نے اُسے اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

"ٹھہریئے۔" لیڈی پرکاش بولی۔ "میری چیزیں میرے سپرد کیجئے۔"

لیکن وہ پچھلی سیٹ سے تھیلا اٹھا چکا تھا۔

اُس نے اُسے اپنی کار میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "لیڈی پرکاش! میرے پاس سب کچھ محفوظ

ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ میں ابھی یہاں بہت دنوں تک قیام کروں گا۔"

"اور مجھے بدستور بلیک میل کرتے رہو گے۔"

"نہ! نہ ہرگز نہیں لیڈی پرکاش۔ تم بہت معزز عورت ہو۔ میں نے مجبوراً تمہیں تکلیف دی
اب میں تمہارا دوست ہوں۔ آئندہ ہم دوستوں کی طرح ملیں گے اور تم اونچے حلقوں میں
ارف کراؤ گی۔"

"میں سمجھی۔" لیڈی پرکاش ایک طویل سانس لے کر بولی۔ "یعنی مجھے چارہ بنا کر دوسروں کو
ـو گے اور میں مجبوراً تمہارا آلہ کار بنی رہوں گی۔"

"تم بہت ذہین ہو۔ لیڈی پرکاش! اچھا شب بخیر..... بہت جلدی تم سے ایک معزز آدمی کی
سے تمہارے گھر ہی پر ملاقات کروں گا۔"

ٹھہرو پیارے.....!" قریب ہی سے ایک تیز قسم کی سرگوشی سنائی دی اور لیونارڈ بے ساختہ
ر مڑا۔ لیڈی پرکاش کی کار کی اسٹپنی کے قریب ایک آدمی کھڑا تھا۔ لیکن تاریکی کی وجہ سے
ں جا سکتا تھا۔

میرے ہاتھ میں ریوالور ہے.... لیونی ڈارلنگ۔" نو وارد بولا۔ "اور اُس کا رخ تمہاری ہی
ہے۔ اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو۔"

یڈی پرکاش نے فریدی کی آواز صاف پہچان لی اور اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

نارڈ نے دیوانوں کی طرح فریدی پر چھلانگ لگائی۔

یدی بڑی پھرتی سے پیچھے ہٹ گیا اور لیونارڈ منہ کے بل نیچے چلا آیا۔

یدی نے آگے بڑھ کر اپنا ایک پیر لیونارڈ کی پشت پر رکھ دیا۔

تم جسمانی طور پر زیادہ طاقتور نہیں ہو! لیونارڈ!" فریدی نے پرسکون لہجے میں کہا۔ لیکن
ہی لمحے میں اُسے اپنے اس جملے پر شرمندہ ہونا پڑا۔ کیونکہ اس کی ٹانگ اب لیونارڈ کی
ں تھی اور وہ خود زمین پر تھا۔

نارڈ کسی پاگل کتے کی طرح فریدی کو بھنبھوڑ رہا تھا۔ اچانک اس کی گردن فریدی کی گرفت
ور ساتھ ہی ایک گھونسے نے جو اس کی ناک پر پڑا اُسے بدحواس کر دیا۔

لیڈی پرکاش نے ایک دل ہلا دینے والا منظر دیکھا۔ وہ ہاتھ میں ٹارچ لئے اُن دونوں پر
لا رہی تھی۔

ونارڈ.....!" فریدی اس کی ٹانگ مروڑتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "اب تم بھی جیل خانے سے نہیں
لو گے۔"

لیونارڈ کی چیخ دور تک سناٹے میں لہراتی چلی گئی۔ پھر دوسری چیخ.... اور اس کے بعد وہ بیہوش ہوگیا۔

فریدی نے اس کے دونوں پیر ٹخنوں سے اُتار دیئے تھے۔

"لیڈی پرکاش....!" فریدی سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ "میں آپ کا مشکور ہوں۔"

"کیا آپ نے اس کے پیر توڑ دیئے ہیں۔"

"ہاں لیڈی پرکاش اور یہ اب زندگی بھر پیروں کے بل کھڑا نہ ہوسکے گا۔ میں اپنے دشمنوں کو جان سے نہیں مارا کرتا۔ ایسا کرنے سے انتقام کی لذت ختم ہو جاتی ہے۔"

"انتقام! کیا پچھلے دنوں آپ پر اسی نے حملہ کیا تھا۔"

"ہاں! اس کے علاوہ اور کون کرتا۔ اس کی گاڑی سے اپنا تھیلا اٹھا لیجئے۔ اچھا شب بخیر۔ آپ کی چیزیں حاصل ہوتے ہی آپ تک پہنچا دی جائیں گی۔ مطمئن رہئے۔ کسی کو اُن کی ہوا بھی نہ لگنے پائے گی۔ اچھا ٹاٹا۔"

لیڈی پرکاش نے لیونارڈ کی کار سے تھیلا اٹھایا اور چند لمحے کھڑی فریدی کو دیکھتی رہی اور پھر اپنی کار میں بیٹھی ہوئی بولی۔ "میں مرتے دم تک آپ کی احسان مند رہوں گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں لیڈی پرکاش....!" فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

لیڈی پرکاش کی کار فراٹے بھرتی ہوئی اندھیرے میں غائب ہو گئی۔



"یار کیا تماشہ بنا رکھا ہے تم نے۔" ڈی۔ آئی۔ جی فریدی پر جھلا گیا۔

"کتنے لیونارڈ پکڑو گے۔" اُسے سوتے سے اٹھ کر آنا پڑا تھا۔ رات کے تین بجے تھے۔

"اب ایک بھی نہیں پکڑوں گا۔ جناب یہ آخری تھا۔"

"آخر یہ ہے کیا! ایک کو تم نے جیل میں ٹھونس رکھا ہے اور اب یہ دوسرا۔ جب تمہیں یقین نہیں تھا تو تم نے بارن کو خواہ مخواہ کیوں ذلیل کیا۔ جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ وہ محکمے پر مقدمہ قائم کر دے گا۔ سفارتی پیمانے پر ہمارے خلاف کاروائی ہو گی۔"

"اگر بارن نے اس کی جرأت کی تو میں اس کی ہڈیاں توڑ دوں گا۔" فریدی نے کافی سنجیدگی سے کہا اور ڈی۔ آئی۔ جی ہتھے سے اکھڑ گیا۔

"تو غیر ذمہ دارانہ گفتگو سے پرہیز کیا کرو۔"

"میں ٹھیک عرض کر رہا ہوں۔" فریدی مسکرایا۔ "بیچارا حمید ہر حال میں بیچارا ہے، جس طرح دل چاہے اُسے استعمال کیجئے۔"

"کیا مطلب....!"

"بارن دراصل آپ کا پرانا خادم حمید ہے۔ کچھ دن تک میں نے بھی بارن کا رول ادا کیا ہے اور اُس مخصوص موقع کے لئے حمید پر بارن کا میک اپ کر دیا تھا۔"

"میں کچھ نہیں سمجھا۔"

"شروع سے عرض کرتا ہوں۔" فریدی نے کہا اور اپنی جیبیں ٹٹول کر رہ گیا۔

"اوہ.... سگار سلگا لو....!" ڈی۔ آئی۔ جی مضطربانہ انداز میں بولا۔ "تمہارے لئے اجازت ہے۔ تم میرے سامنے سگار پی سکتے ہو۔ بہت پہلے کہہ چکا ہوں اور بیان جاری رکھو۔"

"شکریہ۔" "میں نے آٹھ گھنٹے سے سگار نہیں پیا۔ فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ اُس نے دو تین کش لئے اور پھر بولا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ داستان کہاں سے شروع کروں۔ ویسے اگر میں اتنا پیچیدہ راستہ نہ اختیار کرتا تو لیونارڈ تک پہنچنا محال ہو جاتا۔ لیکن اس وقت یہ اس طرح پکڑا گیا ہے، جیسے کوئی چوہا چوہے دان میں آ پھنسے۔ بہر حال لیونارڈ کے کیس بیگ سے اس داستان کا آغاز ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ریکارڈ روم سے اپنا کیس بیگ غائب کرا دینے کے بعد ہی سے اس نے مجھ پر حملے شروع کئے تھے۔ کیس بیگ غائب کرانے کا مقصد صرف یہ تھا کہ لیونارڈ اس بار اپنے صرف اُن ایجنٹوں سے رابطہ قائم کرے جن تک میری پہنچ نہیں ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ مجھے جن ایجنٹوں کا علم تھا میں نے ان کا حوالہ اپنی رپورٹ میں دیا تھا اور رپورٹ کیس بیگ میں محفوظ تھی لیکن دو تین نام ایسے بھی تھے جن کا حوالہ دینا میں بھول گیا تھا۔ لیونارڈ انہیں لوگوں سے اس بار کام لیتا رہا ہے۔ وہ کل تین تھے۔ اُن میں سے ایک کیو اس ہوٹل میں قتل کر دیا گیا اور بقیہ دو کو اس وقت تک سارجنٹ رمیش نے گرفتار کر لیا ہوگا۔ لیونارڈ کے گرد اپنا جال مضبوط کرنے کے لئے مجھے بہت کچھ کرنا پڑا ہے۔ اس کا جو ایجنٹ کیو اس میں قتل کیا گیا تھا اُسی نے مجھ پر اس کی لڑکی گلوریا کے فلیٹ سے گولی چلائی تھی اور پھر اُسے گلوریا نے اس کی غیر معمولی قسم کی انگلیوں کی وجہ سے پہچان لیا۔ لیونارڈ کو شائد اس کی خبر ہو گئی اور اس نے اُسے قتل ہی کرا دیا۔ کیو اس ہوٹل کے جس کمرے میں اس کی لاش پائی گئی تھی وہاں لیونارڈ کا ایک دوسرا ایجنٹ مقیم تھا اور اُس کے متعلق مجھے خبر تھا کہ وہ لیونارڈ کی قیام گاہ سے واقف ہے۔ لہٰذا میں بہت قریب سے اس کی نگرانی کرتا رہا۔ دوسری طرف ایک دوسرے چکر میں بھی تھا۔ اسکیم یہ تھی کہ میں ایک دوسرا لیونارڈ بھی پیدا کر دوں جو لیڈی پرکاش سے رقم وصول کرنے کی کوشش کرے اس کے لئے میں نے دیدہ دانستہ لیونارڈ کی ایک ایسی ایجنٹ عورت کا انتخاب کیا جس کا حوالہ میں اپنی رپورٹ دے چکا تھا۔ مسز وارنر.... اور پھر میں اس سے بڑے ڈرامائی انداز میں ملا۔ میں بارن کے میک اپ میں تھا۔ یعنی میں نے

قریب قریب خود کو لیونارڈ کا ہم شکل بنالیا تھا۔ پھر میں نے مسزوارنر کو یقین دلادیا کہ میں ہی لیونارڈ ہوں۔"

فریدی نے وہ طریقہ بتایا جس سے اس نے مسزوارنر سے تعارف حاصل کیا تھا۔ ڈی۔ آئی۔ جی بے اختیار مسکرا پڑا۔

فریدی نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "میں دراصل اُس دن دو مختلف قسم کے جال بچھانا چاہتا تھا۔ ایک تو بحیثیت بارن مسزوارنر سے تعارف حاصل کرنا اور دوسرا.... وہ اور زیادہ دلچسپ ہے۔ لیکن حمید کا موڈ پٹنے کے بعد بہت زیادہ خراب ہو گیا تھا اس لئے اس نے میرے بتائے ہوئے دوسرے کام پر اُسی وقت لعنت بھیج دی۔ ورنہ شاید لیونارڈ اسی رات کو پکڑ لیا گیا ہوتا۔ پہلے عرض کرچکا ہوں کہ کیواس ہوٹل والے ایجنٹ پر مجھے شبہ تھا کہ وہ لیونارڈ کے ٹھکانے سے واقف ہے۔ دوسرا طریقہ جو میں نے اختیار کرنا چاہا تھا اگر حمید نے اُس پر اُسی رات عمل کرڈالا ہوتا تو وہ ایجنٹ لیونارڈ کے پاس جانے پر مجبور ہو جاتا اور میں اس کا تعاقب کر کے لیونارڈ تک پہنچ جاتا۔"

فریدی نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد مینڈکوں کے پنجرے والا لطیفہ دہرایا۔

"لیکن اس بے تکی حرکت کا مقصد۔" ڈی۔ آئی۔ جی بولا۔

"میں عموماً بے تکی ہی حرکتیں کرتا ہوں۔" فریدی کا لہجہ قدرے ناخوشگوار ہو گیا، لیکن اس نے فوراً ہی خود کو سنبھال کر ہنستے ہوئے کہا۔ "کیواس کے مالک کو صفائی کا خبط ہے اور وہ اس طرح میز پر کہنیاں ٹیک کر بیٹھتا ہے کہ بعض اوقات دور سے دیکھنے پر پہلی نظر میں کوئی بہت بڑا مینڈک معلوم ہوتا ہے۔ لیونارڈ کا ایجنٹ اُسے مینڈک کہہ کر چڑایا کرتا تھا۔ ایک بار دونوں میں اسی بات پر جھگڑا بھی ہو گیا تھا۔ میں نے یہ ماجرا دیکھ کر ہی وہ اسکیم مرتب کی تھی۔ بہر حال ادھر مینڈکوں والا ہنگامہ برپا ہوا اور ادھر میں نے لیونارڈ کے ایجنٹ کو فون کیا.... لیکن جواب نہ ملا۔ تدبیر یہ تھی کہ میں اُسے اس ہنگامے کی اطلاع دیتے ہوئے بتاتا کہ شہزاد چھرا لے کر اُس کے کمرے کی طرف آرہا ہے اُسے شبہ ہے کہ پنجرے میں مینڈک وہی لایا ہے۔ میں اُسے یہ بھی بتاتا کہ میں بھی اسی ہوٹل کا ایک کرائے دار ہوں اور نہیں چاہتا کہ اُسے کوئی گزند پہنچے پھر وہ جس راستے سے بھی نکل کر بھاگتا اُس کی.... مڈبھیڑ حمید سے ضرور ہوتی۔ ویسے بیچارے حمید کو ابھی تک یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ مینڈکوں والی حرکت کا مقصد کیا تھا اور.... لیکن وہ اسکیم ناکام رہی۔ میرا خیال ہے کہ حمید کو وہاں دیکھ کر یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ اُسی کی حرکت ہو گی اور پھر بدحواسی میں وہ لیونارڈ کی قیام گاہ ہی کا رخ کرتا۔"

"لیکن خود کو لیونارڈ پوز کرنے میں کیا مصلحت تھی۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے پوچھا۔

"مقصد محض یہ تھا کہ لیونارڈ کو ذہنی انتشار میں مبتلا کیا جاسکے.... مسزوارنر کے ذریعے میں نے تھوڑی سی بلیک میلنگ بھی کی ہے اور مسزوارنر میرے ہی کہنے پر لیڈی پرکاش کے گرد منڈلاتی رہی ہے۔ میں نے بحیثیت لیونارڈ شہر کے بعض چھٹے ہوئے بدمعاشوں سے بھی رابطہ قائم کر رکھا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لیونارڈ کے دونوں ایجنٹ میرے چکر میں رہنے لگے۔ اور لیونارڈ کی توجہ کچھ دنوں کے لئے فریدی کی طرف سے ہٹ گئی اور پھر اُس کے ایجنٹوں نے کئی بار فریدی کو بھی نقلی لیونارڈ کے بنگلے کے آس پاس منڈلاتے دیکھا اور پھر انہوں نے ایک دن یہ بھی دیکھا کہ نقلی لیونارڈ یا بارن نے ایک دن اپنے بدمعاشوں کی مدد سے کیپٹن حمید اور وارنر کی لڑکی کو اغوا کر لیا اور یہ بات بھی لیونارڈ کے نوٹس میں آئی کہ مسزوارنر نے اسی لڑکی کے اغواء کے الزام میں حمید کے خلاف رپورٹ درج کرائی ہے۔ لیونارڈ سچ مچ بوکھلا گیا۔ اس نے میری طرف سے بالکل توجہ ہٹالی اور سارا زور بارن پر صرف کرنے لگا۔ اُسے ڈر تھا کہ کہیں نقلی لیونارڈ لیڈی پرکاش والی رقم پر نہ ہاتھ صاف کر جائے۔

پھر جب حمید کو میں نے بارن بنا کر جیل خانے میں پہنچا دیا تو لیونارڈ کو ایک گونہ اطمینان ہوا اور اس نے پہلے مجھ سے نپٹنے کی بجائے یہی بہتر سمجھا کہ لیڈی پرکاش سے جتنی جلد ہو سکے رقم وصول کرلے.... اور پھر جناب آپ کا یہ خادم دوبار مرتے مرتے بچا ہے۔" فریدی خاموش ہو کر مسکرانے لگا۔

"کیوں؟ کیسے؟" ڈی۔ آئی۔ جی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کسی کار کی اسٹپنی میں دو تین گھنٹے تک بند رہنے کا اتفاق ہوا ہوتا تو آپ صحیح اندازہ کر سکتے۔ میں دوراتیں اس قسم کی حرکت کر چکا ہوں.... لیڈی پرکاش کی اسٹپنی میں گھس کر بیٹھنا اور وہ بھی اس طرح کہ لیڈی پرکاش کو خبر نہ ہو۔ وہ لیونارڈ کی مطلوبہ رقم لے کر کمتالی کے میدان میں گئی تھی۔ پہلی رات لیونارڈ نے اس کے قریب آنے کی ہمت نہیں کی اور اُسے یونہی واپس آنا پڑا۔ غالباً لیونارڈ یہ دیکھتا رہا ہو گا کہ کہیں پولیس بھی تو کمتالی کے میدان سے دلچسپی نہیں لے رہی ہے.... اور رات وہ اچھی طرح اپنا اطمینان کر لینے کے بعد لیڈی پرکاش سے ملا۔ لیکن اس کی موت لیڈی پرکاش اپنے ساتھ لئے پھر رہی تھی۔ میں نے لیڈی پرکاش کی کار کی اسٹپنی سے نکل کر لیونارڈ پر حملہ کردیا.... یہ ہے پوری داستان۔"

"اور اس بار پھر تم نے تنہا ہی سب کچھ کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"مجبوری تھی جناب کسی کار کی اسٹپنی اتنی بڑی نہیں ہوتی کہ اس میں بیک وقت دو آدمی سما سکیں.... اور بھیڑ بھاڑ کا انجام تو آپ جانتے ہی ہیں۔ پولیس کی مدد سے میں اُسے لاکھ برس میں

بھی نہ گرفتار کر سکتا۔"

فریدی خاموش ہو گیا.... اچانک ایک سرکاری ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوا۔

"اس کے دونوں پیر شائد ہمیشہ کے لئے بیکار ہو گئے ہیں اور اس طرح اکھڑے ہیں کہ ٹھیک ہونا قریب قریب ناممکن ہے۔ شاید اب وہ پیروں کے بل کبھی نہ کھڑا ہو سکے۔"

فریدی مسکرا کر بولا۔

"اب لیونارڈ خود ہی عدالت میں پھانسی کی استدعا کرے گا۔ شاید وہ اپاہج ہو کر زندہ رہنا پسند نہ کرے۔"

فریدی خاموش ہو کر فرش کی طرف دیکھنے لگا۔

ڈی۔ آئی۔ جی نے اس پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور نہ جانے کیوں خود بخود کانپ کر رہ گیا۔

ختم شد